آفتاب ہدایت
ردِّ
رفض و بدعت
مصنفہ
محمد کرم الدین
باجازت
ناشر
جنرل مارکیٹ
چھپڑ بازار
چکوال ضلع جہلم

مُحمّدٌ رَّسُولُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗٓ اَشِدَّاءُ عَلَی الْکُفَّارِ

خلافتِ راشدہ — حق چار یارؓ

الحمدُ للّٰہِ والمنّۃ

کہ کتاب لاجواب موسوم بہ

آفتابِ ہدایت

ردِّ رفض و بدعت

مصنّف

رئیس المناظرین مولانا ابو الفضل مولوی محمد کرم الدین صاحب دبیر ساکن بھیں ضلع جہلم (۱۳۶۵ھ)

باجازت

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہم مہتمم مدرسہ اظہار الاسلام چکوال
بانی و امیر تحریک خدام اہل سنت والجماعت پاکستان

ناشر
مکتبہ رشیدیہ نیو جنرل مارکیٹ چھپڑ بازار چکوال ضلع جہلم

در مدح چہار یار کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

از قلم فیض رقم

امیر المومنین امام المجاہدین قطب الاولیاء اعلیحضرت **حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی** قدس سرہٗ

پڑھ تو امداد اس پہ صلوات و سلام — آل اور اصحاب پر اُس کے تمام

چار یار اُس کے ہیں چاروں خاص حق — ساری امت پر وُہ رکھتے ہیں سبق

ہیں ابوبکر و عمر، عثماں علی — دوست پیغمبر کے اور حق کے ولی

چاروں پیغمبر کے ہیں بر حق وزیر — ملکِ اسلام ان سے ہے رونق پذیر

زیبِ ایوانِ شریعت ہیں یہ چار — رونقِ باغِ طریقت ہیں یہ چار

ہیں یہ ملکِ معرفت کے شہریار — ہیں حقیقت کے چمن کی یہ بہار

قلعۂ دیں کی ہیں یہ دیوار چار — ملتِ حق کی ہیں یہ انہار چار

ہیں طریقِ حق کے چاروں رہنموں — ہیں یہ ایوانِ خلافت کے ستوں

ہے یہ ملکِ اسلام کی سرحد چار — جو ہو باہر ان سے ہے مردود و خوار

بحرِ وحدت بیں ہیں چاروں غوطہ زن — ہے حقیقت ایک ظاہر چار تن

جو کہ دو سمجھے انہیں احول ہے وہ — دو جہاں میں بے شبہ بیکل ہے وُہ

جو کوئی ان سے ہوا بد اعتقاد

ہے وہ دو عالم میں بیشک نامراد

منقول از مثنوی

تحفۃ العشاق صفحہ ۵

خلافتِ راشدہ　　　　یا اللہ، مدد　　　　حق چار یار رضہ

اصلی کلمہ اسلام　لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

آفتابِ ہدایت

ردِّ

رفض و بدعت

مُصنّفہ

رئیس المناظرین مولانا ابوالفضل مولوی محمد کرم الدین صاحب دبیر ساکن بھیں ضلع جہلم

باجازت

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب خطیب مدنی جامع مسجد چکوال ضلع جہلم
امیر تحریک خدام اہل سنت پاکستان

ناشر

مکتبہ رشیدیہ نیو جنرل مارکیٹ چھپڑ بازار چکوال ضلع جہلم

بارھواں ایڈیشن　　　　قیمت ..

اِنتساب

میں اپنی اس ناچیز تصنیف کو حضور سرورِ دو عالم سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی و امی کی ذاتِ اقدس سے منسوب کرتا ہوں جن کے یارانِ خاص اصحابِ پاک و ازواجِ مطہرات کے تحفظِ ناموس و دفعِ مطاعنِ معاندین کے لئے لکھی گئی ہے۔ کیا عجب کہ یہ میری ناچیز خدمت بارگاہِ الٰہی اور دربارِ مصطفوی میں منظور ہو کر میرے گناہانِ بے حد و عد کی مغفرت کا وسیلہ بنے اور یہ ذرہ بمقدار (کتاب) آفتابِ نصف النہار ہو کر میری اندھیری گور کو روشن کرے اور جسرِ جہنم کے اس ہولناک راہگزر سے مرکبِ باد رفتار بن کر مجھے پار کر دے اور قیامت میں شفاعتِ شفیع المذنبین اور دیدارِ رب العالمین نصیب ہو۔

رَبِّ اغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ وَاسْتُرْ لِیْ عُیُوْبِیْ بِحُرْمَةِ نَبِیِّكَ الْكَرِیْمِ وَاٰلِهِ الْاَطْهَارِ وَاَصْحَابِهِ الْكِبَارِ رِضْوَانُ اللّٰهِ عَلَیْهِمْ اَجْمَعِیْنَ۔

مُناجاتِ فارسی

دراں روزے کہ از اہوالِ دوزخ پُر خطر باشد ۔۔۔ شفیعِ من رسولِ پاک و صدیق و عمر باشد

بزیرِ ظلِ عثمان و علی المرتضےٰ باشم ۔۔۔ چرا از فتنۂ محشر مرا باک و حذر باشد

دو دستِ من بداماںِ بتول و جملہ اولادش ۔۔۔ شفیقِ حالِ زارم سرورِ جن و بشر باشد

چو عمرِ خویش کردم وقف بہرِ خدمتِ اسلام ۔۔۔ چرا از شرِ شیطاں لعیں مرا رنج و ضرر باشد

سرِ خود فی سبیل اللہ پورِ من فدا کردہ ۔۔۔ اگر منظورِ حق شد یادرم لختِ جگر باشد

الٰہی رحم فرما بر دبیرِ خستہ حالِ خود
بفردوسِ بریں بخش یوم محشر مستقر باشد

از احقر العباد محمد کرم الدین دبیر عفی عنہ متوطن بھیں ضلع جہلم

فہرست مضامین آفتابِ ہدایت

تجلیاتِ صداقت اور جھوٹ

آفتاب ہدایت مصنفہ والدی المکرم حضرت مولانا ابی الفضل محمد کرم الدین صاحب دبیر رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے جو ستمبر ۱۹۲۵ء میں لکھی گئی تھی اس کا حالیہ ایڈیشن اہل اسلام کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ اس کتاب کا جواب ۴۸ سال کے بعد شیعوں کی طرف سے ایک ماتمی مجتہد مولوی محمد حسین صاحب عرف ڈھکو فاضل عراق، مقیم سرگودھا نے دسمبر ۱۹۷۳ء میں لکھا ہے جس کا جواب فوری بر بنام تجلیاتِ صداقت پر ایک اجمالی نظر، شائع کر دیا گیا تھا جو میری ایک ضخیم کتاب بشارت الدارین بجواب فلاح الکونین کے ساتھ ہی شائع ہو چکا ہے اس کا تفصیلی جواب بھی شروع کر دیا تھا۔ لیکن صحت کی کمزوری اور بعض اہم دینی و اتفاقی مشاغل کی وجہ سے اس کی تکمیل نہیں ہو سکی۔ قادر مطلق جل شانہ اس کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔ بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

"تجلیات صداقت" پر گو مصنف کو اور فرقہ شیعہ کو بڑا ناز ہے لیکن درحقیقت یہ کتاب دجل و فریب اور کذب و افتراء کا ایک شاہکار ہے۔ یہاں بطور نمونہ اس کتاب کے ماتمی مصنف ڈھکو صاحب کے تین صریح جھوٹ پیش خدمت ہیں۔

جھوٹ نمبر (۱) آفتاب ہدایت میں مشہور شیعہ مفسر علامہ شیخ طبرسی کی تفسیر مجمع البیان کے حوالہ سے سورۃ واللیل کی آیت وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى کے تحت یہ روایت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل میں پیش کی گئی ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ (ملاحظہ ہو آفتاب ہدایت طبع جدید ص۱۲۳) اس کے جواب میں مولوی محمد حسین صاحب مجتہد موصوف لکھتے ہیں کہ:

"یہ عبارت جو مجمع البیان کی طرف منسوب کی گئی ہے۔ یہ دروغ بے فروغ ہے اس کا تفسیر مذکور میں کہیں نام و نشان بھی نہیں ہے۔ یہ آیت وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى سورۃ واللیل کی آیت ہے اور اس کی تفسیر مجمع البیان جلد ۲ صفحہ ۵۰۲ طبع ایران قدیم پر مذکور ہے مگر وہاں نہ یہ عبارت ہے نہ اس کا نام ہے" (تجلیات صداقت ص۱۲۵)

تحقیق: ماتمی مجتہد کا یہ جواب کھلم کھلا جھوٹ ہے کیونکہ آفتاب ہدایت کا یہ حوالہ بالکل صحیح ہے اور یہ روایت تفسیر مجمع البیان جلد نمبر ۶ پارہ ۳۰ ص ۱۵۹ پر موجود ہے اور یہ نسخہ مطبوعہ بیروت ہمارے پاس موجود ہے۔

جھوٹ نمبر ۲ و ۳ | حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے فضائل کے بیان میں آفتاب ہدایت میں شیعہ رئیس المحدثین علامہ باقر مجلسی کی کتاب حیات القلوب فارسی طبع لکھنؤ جلد دوم صفحہ ۲۰۳ کے حوالہ سے ایک روایت درج کی گئی ہے جس میں غزوۂ خندق کے موقعہ پر حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ضرب سے چٹان کا تین ٹکڑے ہونا اور فتح مدائن وغیرہ کی پیشگوئی کا تذکرہ ہے (آفتاب ہدایت طبع جدید صفحہ ۱۵۵/۱۵۶) اس کے بعد آفتاب ہدایت میں نمبر ۲ کے تحت حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۲۴۰ طبع لکھنؤ کے حوالہ سے ایک روایت درج ہے جس میں صحابی رسول سراقہ بن مالک کو کسریٰ کے سونے کے کنگن پہنانے کی پیشگوئی مذکور ہے (آفتاب ہدایت طبع جدید صفحہ ۱۵۶) ان دونوں روایتوں کے جواب میں ماتمی مجتہد لکھتے ہیں :- اس روایت ناقابلِ تسلیم کیونکہ ہمارے پاس نولکشور لکھنؤ کا مطبوعہ نسخہ موجود ہے۔ اس میں سابقہ روایت کی طرح اس روایت کا بھی حوالہ بالصفحات بلکہ اس سے کئی صفحات قبل و بعد بھی کہیں نام و نشان نہیں ہے الخ (تجلیات صداقت صفحہ ۱۰۲)

تحقیق :- ماتمی مجتہد نے مذکورہ دونوں روایتوں کے متعلق بڑی فراخدلی سے کام لے کر جھوٹ بولا ہے کیونکہ آفتاب ہدایت میں حیات القلوب طبع نولکشور لکھنؤ کے جس ایڈیشن کا حوالہ دیا ہے وہ ہمارے پاس موجود ہے اور اس میں صفحہ بصفحہ مذکورہ دونوں روایتیں منقول ہیں۔

(۱) حیات القلوب فارسی جلد دوم طبع جدید طہران صفحہ ۲۰۳ اور صفحہ ۲۴۰ پر بھی بالترتیب صفحہ بصفحہ یہ دونوں روایتیں لکھی ہیں (۲) حیات القلوب جلد دوم ترجمہ اردو ناشر امامیہ کتب خانہ اندرون موچی دروازہ لاہور صفحہ ۳۴۴ و صفحہ ۴۱۶ پر بھی بالترتیب یہی مذکورہ روایتیں موجود ہیں۔ اور یہ دونوں ایڈیشن بھی میرے پاس ہیں اب قارئین خود سمجھ لیں کہ جس شیعہ مجتہد کی دروغ بافی اور کذب بیانی کا یہ حال ہو کیا اس کی کوئی تصنیف قابل اعتماد ہو سکتی ہے ان کی یہ کتاب تجلیات صداقت نہیں بلکہ ظلمات ضلالت ہے۔

تیری صداقتوں کے پول تو کھل گئے
سیکھا ہے تو نے کیا یہ سبق اہل بیت سے؟

خادم اہل سنت مظہر حسین غفرلہٗ مہتمم مدرسہ اظہار الاسلام مدنی جامع مسجد چکوال
ضلع جہلم ، مرکزی تحریک خدام اہل سنت پاکستان
۱۵ شعبان ۱۴۰۰ھ مطابق یکم جولائی ۱۹۸۰ء

عرض حال (طبع ششم)

"آفتاب ہدایت" کا یہ چھٹا ایڈیشن ہے۔ جو قوم و ملت کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ یہ کتاب اپنے موضوع کے اعتبار سے تمام اردو تصانیف میں ایک ممتاز مقام حاصل کر چکی ہے اور بلا شبہ اپنی خصوصیات کی بنا پر ایک بہترین تصنیف ہے، جس میں ان الزامات و مطاعن کا عقلی و نقلی دلائل و شواہد سے تسلی بخش جواب دیا گیا ہے۔ جو دشمنان دین نے پیغمبر آخر زماں صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثار اصحاب و خلفاء پر وارد کئے ہیں اور قرآن و حدیث کی روشنی میں صحابہ کرام کی عظمت و شان اور علو مرتبت کو ظاہر کیا گیا ہے۔ حق تعالیٰ نے مصنف مرحوم کے قلب میں "تحفظ ناموس صحابہؓ" کا ایک غیر معمولی داعیہ پیدا کر دیا تھا جس کی بنا پر آپ نے یہ کتاب تالیف کی اور آپ کے اسی جذبہ و ہمت کا ثمرہ ہے کہ بفضلہ تعالیٰ یہ کتاب اہل دین میں مقبولیت عامہ کا شرف حاصل کر چکی ہے اور دن بدن اس کی افادیت میں اضافہ ہو رہا ہے۔ بے شک حق تعالیٰ نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے بلند مقام پر سرفراز فرمایا ہے کہ اگر ان کی مقدس زندگیوں سے صرف نظر کرتے ہوئے ان کی للہیت اور دینی خدمات کا انکار کر دیا جائے تو پیغمبر اسلام اور داعی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت اور برتری ہی مشتبہ اور مخدوش ہو جاتی ہے اور تکمیل دین اور خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے قرآنی وعدے محض خواب پریشاں بن کر رہ جاتے ہیں۔ ؎

شد پریشاں خواب من از کثرت تعبیرہا

حقیقت امر یہ ہے کہ اس دار التجربہ میں حق و باطل ہر زمانہ میں برسرپیکار رہے ہیں توحید ہی اور سنت نبوی کے مقابلہ میں شرک و بدعت نے ہمیشہ جنگ آزمائی کی ہے ؎

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز — چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

بعثت محمدیہ سے پہلے کی دنیا پر جب کہ شرک و الحاد کی تاریکیاں چھائی ہوئی تھیں۔ رحمت خداوندی نے آفتاب رسالت کے ذریعے انوار توحید و سنت سے عالم انسانی کو منور کیا۔ فیضان نبوت سے ہزارہا انسانی نفوس کا تزکیہ ہوا اور یک لاکھ سے زائد قلوب نے حیات ابدی حاصل کی۔ آفتاب نبوت کے بعد نسل انسانی کے لیے خداوند عالم نے اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو نجوم ہدایت بنایا۔ آسمان علم و حکمت، رشد و عمل کے ان درخشندہ ستاروں نے جہان میں ایمان و عمل کی روشنی پھیلائی اور حق یہ ہے کہ یہ حضرات صحابہؓ کی مقدس زندگیاں محبوب خدا ہادیٔ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مسلکِ نبوت و مربیانہ کمالات کا ناقابل انکار نشان ہیں۔ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے شیون و احوال کو صحابۂ کرامؓ نے اپنے ظرف و حوصلے کے مطابق اپنے اندر سمو لیا تھا۔ ذوات صحابہؓ دراصل جمال و کمال محمدیؐ کے مختلف مظاہر ہیں۔ اگر مفہوم قرآنی اور مراد ربانی کی تعیین آنحضرتؐ کے ارشاد پر موقوف ہے تو تعامل صحابہؓ سنن نبویؐ کی بقا و حفاظت کا بہت مستحکم ذریعہ ہے۔ خلفائے راشدین کی سیرت اگر اہل علم و صلاح کے لیے رشد و ہدایت کا سرچشمہ ہے تو ارباب جاہ و حکومت کے لئے اس میں عدل و انصاف کا مکمل نمونہ ملتا ہے۔ چونکہ مخالفین اسلام نے صحابۂ کرامؓ کے کمالات و محاسن کو اشاعت و استحکام اسلام کا ایک قوی ترین سبب سمجھ لیا تھا۔ اس لئے انہوں نے بربادیٔ اسلام کے لیے پہلے انہی اساطین دین کو گرانے کی کوشش کی۔ قرون اولیٰ میں اگر اسلام کی برق رفتاری کو روکنے کے لیے اصحاب رسولؐ کو مطعون و مجروح کرنے کی ناپاک تحریک شروع ہوئی تو عصر حاضر میں براہ راست سنت رسولؐ پر حملہ کر کے تجدید اسلام کے مقدس عنوان سے تخریب اسلام کے لیے ایک نامسعود تحریک منظم کی جا رہی ہے۔ حالانکہ دونوں کا منشا و مقصود ایک ہی ہے۔ ان حالات میں علمائے حق کا فریضہ ہے کہ اپنی عالمانہ بصیرت اور مخلصانہ عمل سے ہر اس فتنہ کے استیصال کی کوشش کریں جو توحید و سنت کے مقابلہ میں رونما ہو۔ واللہ علی نصرہم لقدیر

احقر مظہر حسین غفرلہٗ

متوطن بھیں، تحصیل چکوال، ضلع جہلم، مغربی پاکستان

۲۴ شعبان ۱۳۷۴ھ مطابق ۱۷ اپریل ۱۹۵۵ء

آفتاب ہدایت کا طلوع

از قلم حقیقت رقم
حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہم
بانی و مرکزی امیر تحریک خدام اہلسنت پاکستان
(ابن مولف)

اما بعد برادران اسلام کی خدمت میں عرض ہے کہ حق تعالیٰ نے انسان کی ہدایت کے لئے سلسلہ نبوت قائم فرمایا۔ ہر نبی علیہ السلام نے اپنی اپنی امت کی اصلاح فرمائی منکرات کے مٹانے اور نیکیوں کے پھیلانے میں اپنی توانائیاں صرف کر دیں۔ تا آنکہ پیغمبر آخر الزمان سرور کون و مکان حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ملک عرب میں مبعوث ہوئے جو اس وقت ہر قسم کی گمراہیوں کا مرکز تھا۔ آفتاب نبوت کی شعاعیں مشرق و مغرب تک پھیلیں اور انسانی قلوب کو روشن کر گئیں۔ مردہ روحوں نے دوبارہ زندگی حاصل کی۔ نور نبوت کے فیض سے تیرہ دل اور درندہ خصلت انسانوں میں ملکوتی صفات پیدا ہوگئیں۔ ٹوٹے ہوئے دل اپنے خالق سے جا ملے۔ حق تعالیٰ کی محبت اور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تیئس سالہ زمانہ تبلیغ میں ہزارہا مسلمانوں کی ایک ایسی مقدس جماعت منظم کر لی جس کا ہر فرد محبت الٰہی میں سرشار اور محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ادنیٰ اشارہ پر اپنی عزیز جان قربان کرنے کے لئے تیار رہتا تھا۔ زمانہ جاہلیت کے ان بھٹکے ہوئے انسانوں میں یہ تغیر ایک زبردست انقلاب تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عظیم الشان معجزہ ہے۔ حضور کے صحابہ کرام نے اطاعت خدا اور رسول میں وہ بلند مقام حاصل کیا جس کی نظیر امم عالم میں نہیں مل سکتی۔ ان کا مقصد حیات محض رضائے الٰہی کا حصول تھا۔ حق تعالیٰ نے قرآن میں ان کے اس کردار کی خبر دی ہے۔ یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانًا (الفتح)۔ ترجمہ: وہ اللہ کا فضل اور اس کی رضامندی چاہتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی برکت سے ان

کے قلوب جملہ امراضِ معنویہ سے پاک ہو گئے۔ ارادۂ خداوندی کے سامنے ان کے اپنے ارادے
فنا ہو گئے۔ ان کا ہر عمل اللہ کے لیے ہوتا تھا۔ یُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهٗ۔ وہ اللہ کی ذات کے طالب تھے۔
وہ اگر زندگی کے خواہاں تھے تو اطاعتِ حق کے لیے اور موت کی تمنا تھی تو لقائے محبوب کے لیے۔ حق
تعالیٰ نے ان کو اسی دنیا میں رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ کی بشارتیں سنا دیں۔ حق تعالیٰ
نے اصحابِ رسولؐ کے دلوں میں ایمان کی کامل محبت ڈال دی۔ اور کفر و ضلالت سے ان کو طبعی نفرت
ہو گئی۔ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ
(اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں ایمان کی محبت ڈال دی۔ اور کفر و بدعملی اور نافرمانی کی نفرت
تم میں پیدا کر دی) جب تزکیۂ نفوس کی یہ جماعت ہر طرح کامل و مکمل ہو گئی۔ اور دوبارہ ان
کے قلوبِ صافیہ میں کفر و ضلالت کے عود کرنے کا کوئی خطرہ باقی نہ رہا۔ اور منصبِ نبوت کی
تکمیل کے بعد خداوند تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو واپس بلا لیا۔ امت کی
باگ ڈور اکملین صحابہؓ کے حوالے ہوئی۔ تمام صحابہ اور اہلِ بیت نے بالاتفاق حضرت
ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے فضائل و کمالات کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کا خلیفۂ برحق تسلیم کیا۔ آپ کے بعد حضرت عمر فاروقؓ حضرت عثمان ذوالنورینؓ
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم بالترتیب خلیفۃ المسلمین بنائے گئے۔ اور یہ ترتیبِ خلافت
حق تعالیٰ کی مرضی کے مطابق تھی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کا وہ وعدۂ خلافت[1] پورا ہوا جس کی
قرآن مجید نے پیشگوئی فرمائی تھی۔ گو نزولِ قرآن سے مقصد دینِ اسلام کو تمام ادیان

پر غلبہ حاصل ہوا۔ تو صحابہ کرامؓ کی اس مقدس جماعت کے ہاتھوں اسلام عملاً تمام ادیان
پر غالب آ گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابہ کرام نے پیغامِ حق کو
دنیا کے گوشہ گوشہ تک پہنچایا۔ توحید و سنت کے انوار ہر جگہ پھیل گئے۔ قیصر و کسریٰ جیسے
باجبروت سلاطین کی عظمتیں خاک میں مل گئیں۔ خلافتِ اسلامیہ کے ذریعے ظلم و عدوان
مٹ کر عدل و انصاف کی برکات سے مخلوقِ خدا نے اپنا دامن بھر لیا۔ یہ سب رحمتِ عالم صلی

---

[1] مسئلہ خلافت پر مفصل بحث آفتابِ ہدایت میں ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ علیہ وسلم کی فیض صحبت کے اثرات تھے اور حق یہ ہے کہ ہر ایک صحابی کا وجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ایک مستقل معجزہ ہے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

انکار صحابہؓ کا فتنہ

حق تعالیٰ نے کائنات میں اضداد کا سلسلہ قائم کیا ہوا ہے۔ نور و ظلمت، کفر و ایمان، جہل و علم، خیر و شر، ہدایت و ضلالت، اصلاح و افساد، توحید و شرک وغیرہ سب اضداد میں سے ہیں لیکن حق تعالیٰ کی تکوینی حکمت بالغہ کے ماتحت ہمیشہ دونوں کا وجود رہا ہے ؎

در کارخانۂ عشق کفر ناگزیر است — آتش کرا بسوزد گر بولہب نباشد

ہر شے اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے۔

اگر ظلمت نہ ہو تو نور کی قدر نہ رہے جہل نہ ہو تو علم کی قدر دانی کون کرے۔ ع

وَبِضِدِّهَا تَتَبَيَّنُ الْأَشْيَاءُ

داعیان حق کے مقابلہ میں ہمیشہ مفسدین اُمت موجود رہے ہیں صحابہ کرام اپنے گوناگوں کمالات موہوبہ سے متصف ہو کر کب مفسدین کے شر سے محفوظ رہ سکتے تھے۔ بہت جلد ہی امت میں ایک حیرت انگیز فتنہ کا ظہور ہوا کچھ ایسے مدعیان اسلام پیدا ہو گئے جنہوں نے نہ صرف اصحاب رسولؐ کے فضائل و محاسن کا انکار کیا بلکہ بڑی شدت سے اللہ تعالیٰ کے ان نیک بندوں پر کفر و نفاق کا الزام لگایا اور یہاں تک کہہ دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سب مہاجرین و انصار مرتد[1] ہو گئے۔ صرف معدودے چند حضرات ایمان پر مستقیم رہے ان لوگوں نے یہ پروپیگنڈہ شروع کر دیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت بلا فصل کے مستحق صرف حضرت علیؓ تھے۔ اصحاب ثلاثہؓ نے اپنے اقتدار کے ذریعہ ان سے خلافت چھین لی منکرین خلافت نے یہاں تک جسارت کی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان پاک بیبیوں کو بھی صاف طور پر منافق و کافر کہہ دیا جو آخری دم تک حضور صلعم کی زوجیت میں رہیں۔ اور قرآن کریم

---

[1] دیکھیے رجال کشی جلد ۳ کتاب الروضہ ص ۱۱۵ ترجمہ: ہم تک روایات پہنچی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب لوگ مرتد ہو گئے صرف تین اصحاب مسلمان رہ گئے۔ مقداد، سلمان فارسی اور ابوذر۔ اس کی تفصیل کتاب میں آئے گی۔

نیز ان کو صاف طور پر "مومنوں کی مائیں" کہا گیا ہے۔ وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ (رسول خدا کی بیویاں تمام مسلمانوں کی مائیں ہیں) صرف اسی پر بس نہیں کی۔ بلکہ اصحابؓ ثلاثہ کے خلاف یہ الزام بھی تراشا کہ انہوں نے قرآن پاک میں تغیر و تبدل کر دیا۔ اور اہل بیت کے فضائل میں جو آیات نازل ہوئی تھیں ان کو نکال دیا اور اپنے فضائل میں آیات وضع کر لیں۔ العیاذ باللہ۔ ان عقل کے اندھوں نے نہ صرف اصحابؓ ثلاثہ کو مطعون کیا بلکہ حضرت علیؓ جن کی آڑ لے کر یہ فتنہ کھڑا کیا گیا تھا۔ ان پر بھی یہ اتہام لگایا کہ انہوں نے اصل قرآن کو جمع کر کے اصحابؓ ثلاثہ کے سامنے پیش کیا تھا جس میں اہل بیت کے فضائل کا بیان تھا اور صحابہؓ کے کفر و نفاق پر صریح آیات تھیں اس لئے صحابہ نے حضرت علیؓ کے جمع کردہ قرآن کو قبول نہ کیا۔ حضرت علیؓ نے اس اصل قرآن کو چھپا دیا اور غصہ میں آکر قسم کھائی کہ امام مہدی کے ظہور تک تم اس قرآن کو ہرگز نہ دیکھ سکو گے۔ یہ حضرت علیؓ پر کتنا بڑا بہتان ہے۔ کیا حضرت علیؓ خدا کے کلام کو جو ہدایت عامہ کے لئے نازل ہوا تھا پوشیدہ کر سکتے تھے؟ غرض کہ اس گروہ کے مطاعن سے نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابؓ محفوظ رہے نہ اہل بیتؓ

خنجر زنی تو تنہا نہ سر گشتہ و بس   بسم اللہ کہ جہاں جملہ قتیل است و قتیل

چونکہ قرآن پاک میں صحابہ کرام اور ازواج مطہرات کے فضائل و کمالات اس کثرت سے بیان ہوئے ہیں کہ ان کا انکار مشکل تھا۔ اس لئے عقیدہ تحریف قرآن وضع کیا گیا اور چونکہ حضرت علیؓ اور دوسرے حضرات اہل بیتؓ نے اصحاب ثلاثہؓ کی خلافت کو تسلیم کر لیا تھا۔ ان کی اقتدا میں نمازیں پڑھتے رہے اور کبھی ان کے خلاف قتال نہیں کیا۔ ان حقائق کا جھٹلانا آسان نہ تھا۔ اس لئے تقیہ کا عقیدہ ایجاد کیا اور تقیہ یعنی دین میں جھوٹ بولنے کو جزو دین بنایا۔ اور چونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو صاحبزادیوں حضرت رقیہؓ و ام کلثومؓ کو یکے بعد دیگرے حضرت عثمانؓ کے نکاح میں دیا اس لئے حضرت فاطمہؓ کے علاوہ باقی تینوں کے متعلق حضور صلعم کی صاحبزادیاں ہونے سے ہی انکار کر دیا۔ غرض کہ اسی طرح صحابہ پر بڑے بڑے عقائد فاسدہ متفرع ہوئے۔

خشت اول چون نہد معمار کج   تا ثریا می رود دیوار کج

یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ در اصل اس فتنہ کی بنیاد انکار قرآن پر رکھی گئی تھی۔ لیکن صراحتاً قرآن کے انکار کی تحریک چونکہ مسلمانوں میں پھیل نہیں سکتی تھی۔ اس لئے اہل بیت کی محبت

کی آڑ لے کر اصحاب ثلاثہؓ کی خلافت حقہ کو مطاعن کا نشانہ بنایا گیا اور امامت، عصمت ائمہ، بداء، رازِ خدا کا معلول جاننا وغیرہ کے عقائد فاسدہ وضع ہوئے۔ انکار و بغض صحابہؓ کا فتنہ کوئی معمولی فتنہ نہیں۔ اصحاب رسولؐ کو غیر مخلص اور غیر مومن تسلیم کرنے سے بہت برے نتائج پیدا ہوتے ہیں جس کی وجہ سے سارا دین مشکوک ہو جاتا ہے۔ مثلاً (۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصود اعلائے کلمۃ اللہ فوت ہو جاتا ہے (۲) حضور صلعم کی تعلیم کا ناقص ہونا لازم آتا ہے (۳) اللہ تعالیٰ کا جاہل ہونا لازم آتا ہے کہ قرآن میں ان لوگوں کے فضائل ایمانی بیان فرمائے جو آخر میں کافر و مرتد ہونے والے تھے۔ العیاذ باللہ (۴) قرآن کریم کی پیشگوئیاں اور بشارتیں سب غلط ثابت ہوتی ہیں (۵) بالخصوص وعدۂ استخلاف باطل ٹھہرتا ہے، کیونکہ اس میں امن عام ہونے کی پیشگوئی ہے جو باقی علامات موعودہ کے ساتھ صرف اصحاب ثلاثہؓ کے زمانے میں پوری ہوئی۔ حضرت علیؓ کے زمانہ میں امن نہیں تھا۔

علاوہ ازیں منکرین صحابہؓ سے ہم پوچھتے ہیں کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی زیادہ مردم شناس ہو کر ایک طویل زمانہ صحابہ ثلاثہؓ کے ساتھ رہنے کے باوجود ان کے کفر و نفاق پر آپؐ مطلع نہیں ہو سکے۔ فراست نبوی سے بھی ان کو نہ پہچانا اور ان کے ایمان پر اتنا بڑا اعتماد کیا کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی بیٹیوں سے خود نکاح کر لیا اور اپنی پیاری پیاری صاحبزادیاں حضرت عثمانؓ کو دے دیں اپنی بیویوں کے ساتھ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام عمر تعلق رہا تھا۔ اگر ان میں کفر و نفاق کا کچھ بھی اثر ہوتا تو ان کو حضور صلعم طلاق[۱] دے دیتے کیونکہ کافر و منافق عورتوں سے نکاح ایک عام مسلمان کا بھی درست نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے نکاح کر لیں۔ حضورؐ کی ازواج کا تو یہ مرتبہ ہے کہ ان کی عظمت شان قرآن پاک کی متعدد آیات میں صاف طور پر بیان کی گئی ہے۔ بالخصوص حضرت عائشہ

---

۱ طلاق کے متعلق بھی شیعہ صاحبان نے ایک عجیب و غریب بات اختراع کی۔ چنانچہ حیات القلوب جلد ۲ ص۶۲۲ مطبوعہ نولکشور میں لکھا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو ازواج کے متعلق طلاق دینے کا اختیار دے دیا تھا۔ اور بعد وفات رسولؐ حضرت علیؓ نے عائشہؓ کو طلاق دے دی۔

یا للعجب ۱۲

مصالحت پر راضی ہے۔ کیا امام حسن رضؓ اور امام حسین رضؓ کسی کافر و منافق کو خلافت اسلامیہ سپرد کر سکتے
تھے؟ کیا تم امام حسن رضؓ اور امام حسین رضؓ سے بھی زیادہ متقی ہو کہ انہوں نے حضرت معاویہ رضؓ سے اتفاق
کر لیا اور تم اب تک ان کو کوستے رہتے ہو۔ بھائیو! یہ اتباع حق نہیں۔ بلکہ اتباع نفس ہے۔ اگر
تم صحیح معنوں میں حضرات اہل بیت رضؓ کی تابعداری کو باعث نجات سمجھتے ہو تو ان کے طرز عمل کو تو
مان لو ۔

ترجو النجاۃ ولم تسلک مسالکہا ان السفینۃ لا تجری علی الیبس

ترجمہ: تو نجات کا امیدوار ہے۔ حالانکہ نجات کے راستوں پر تو نہیں چلا۔ بے شک کشتی کبھی
خشکی پر نہیں چل سکتی۔

بہر حال انکار صحابہ اور اس پر مبنی تمام عقائد فاسدہ چونکہ براہ راست کتاب و سنت
سے ٹکراتے تھے اس لیے علمائے امت نے اس فتنہ کے استیصال کی طرف ہمیشہ توجہ فرمائی۔
متقدمین و متاخرین علماء نے بڑی بڑی مبسوط کتابیں لکھیں جن میں حضرات صحابہ پر عائد کردہ
مطاعن کے نہایت شافی و کافی جوابات دیئے گئے۔ متاخرین اکابر ہند میں سے امام ربانی مجدد الف
ثانی قدس سرہٗ نے بڑی استقامت سے اس فتنہ کا مقابلہ کیا۔ اور اس موضوع پر محققانہ قلم
اٹھایا۔ آپ کے بعد شیخ العالم قدوۃ المحققین حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ
علیہ نے ازالۃ الخفاء اور مرجع الکاملین حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نے تحفہ اثنا
عشریہ اور جواب تصانیف فارسی میں لکھیں جس سے مجتہدین شیعہ کی کمر ٹوٹ گئی۔ بعد ازاں
مجاہد جلیل حضرت شاہ اسمعیل شہید قدس سرہٗ نے اس فتنہ کی سرکوبی کے لیے سخت قدم
اٹھایا۔ اور روافض کے میل جول سے مسلمانان اہل سنت میں جن رسوم و بدعات کا شیوع

ترجمہ: [illegible] اس کو بہتر سمجھا کہ میں حضرت معاویہ رضؓ سے مصالحت کر لوں۔ اور باہمی جنگ ترک کر دوں چنانچہ
میں نے معاویہ رضؓ سے بیعت کر لی اور مسلمانوں کے خون بچانے کو ان کے خون بہانے سے بہتر سمجھا۔ دریں اس مصالحت سے
محض تم [illegible] کی صلاح و بقا ہے خطبہ طویل ہے ہم نے بوجہ عدم گنجائش کے یہاں سارا خطبہ درج نہیں کیا ۔

[illegible] جناب قطب الاقطاب غوث اعظم حضرت شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ نے بھی غنیۃ الطالبین میں روافض کا خوب
رد لکھا ہے اور مسلمانوں کو ان کے اثرات سے محفوظ رہنے کی سخت ہدایت دی ۔

ہو گیا تھا۔ ان کا قلع قمع کیا۔ عصر حاضر کے علماء محققین نے بھی بڑی مدلل کتابیں ردِ شیعہ
میں تصنیف کیں۔ چنانچہ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی دار العلوم
دیوبند قدس سرہٗ نے بھی باوجود دیگر مشاغل کثیرہ کے فدک کے مسئلہ پر ایک مستقل
کتاب ہدیۃ الشیعہ کے نام سے تصنیف فرمائی۔ ہندوستانی علماء میں سے اس فتنہ کے
انسداد میں سب سے بڑا کارنامہ حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی کا ہے جنہوں نے
ہر موضوع پر نہایت محققانہ لاجواب رسائل تصنیف کئے۔ علمائے شیعہ سے معرکۃ
الآرا مناظرے کئے۔ اور آپ کی سرپرستی میں اخبار النجم و آفتاب نے اس معاملہ میں بے نظیر
خدمات انجام دیں۔ اور مجتہدین شیعہ کا ناطقہ بند کر دیا۔ پنجاب کے علماء جناب مولانا ابو الفضل
محمد کرم الدین صاحب دبیر ساکن بھیں تحصیل چکوال ضلع جہلم نے ردِ شیعیت میں بہت
نمایاں کام کیا ہے۔ اپنی عمر کا بیشتر حصہ آپ نے اس فتنہ کے استیصال میں گزار دیا۔ تحریر
و تقریر کے ذریعہ منکرین صحابہؓ کی شبہات کا ازالہ کیا اور اپنے بعد اس سلسلے میں ایک جامع
اور لاجواب تصنیف آفتاب ہدایت بہترین یادگار چھوڑ گئے۔

یہ کتاب آپ نے سلیس اردو زبان میں لکھی ہے۔ صحابہ کرام پر علمائے شیعہ کی طرف
سے جو الزامات لگائے جاتے ہیں ان کا مفصل اور مدلل رد فرمایا ہے قرآن کریم کی
بیسیوں آیات سے صحابہ کرام کے فضائل بیان کئے ہیں۔ بلکہ کتب شیعہ سے بھی
اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے کامل ایمان اور خلیفہ برحق ہونے کا ثبوت فراہم کیا ہے۔ اور ساتھ ہی
منکرین صحابہؓ کے سامنے ان کے خود ساختہ مذہب کا آئینہ بھی رکھ دیا ہے۔ تاکہ وہ اس
میں اپنا چہرہ دیکھ لیں ؎

اتنی نہ بڑھا پاکیِ داماں کی حکایت — دامن کو ذرا دیکھ ذرا بندِ قبا دیکھ

حضرت مولانا کرم الدین صاحب مرحوم کی یہ تصنیف اہل سنت کے ہاں بہت مقبول ہوئی
ہے۔ چنانچہ مصنف کی حیات میں دو مرتبہ طبع ہو کر ملک کے دور دراز گوشوں تک اشاعت
پذیر ہوئی۔ تیسری دفعہ طبع کرانے کا ارادہ تھا۔ کتابت کی ابتداء ہو چکی تھی لیکن مولانا
کی ناگہانی موت نے اس کام کو معرض التوا میں ڈال دیا۔ قوم کو اس کتاب کی بڑی ضرورت

تھی۔ اطراف ملک سے خطوط آتے رہے لیکن طباعت کا انتظام نہ ہو سکا۔ سنہ ۱۹۴۹ء میں
راقم الحروف جیل سے رہا ہوا، تو احباب نے اس کتاب کو طبع کرانے کی فرمائش کی۔ خود مجھے بھی اس
کی ضرورت محسوس ہوئی۔ کیونکہ عوام میں ان کی جہالت و بے علمی سے فائدہ اٹھا کر رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کبار کے بارے میں بغض و عناد کے جراثیم پھیلائے جا رہے تھے۔ حق تعالیٰ نے اس
بندۂ ضعیف کو اس مفید کتاب کی طباعت کی توفیق عطا فرمائی۔ جواب ترکی [illegible]
رہی ہے۔ کتاب کی خوبیاں اس کے مطالعہ سے ہی معلوم ہوں گی۔ ع

آفتاب آمد دلیل آفتاب

سابقہ ایڈیشن میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق ایک مضمون اور شہداء کے
کربلا کے اسمائے گرامی سہواً درج نہ ہو سکے تھے۔ اب اس کمی کو پورا کر دیا گیا ہے۔ بعض مقامات
پر حسب ضرورت راقم الحروف نے مختصر حواشی کا اضافہ کیا ہے۔ اور دونوں فرقوں کے لئے بنیادی
امور بھی واضح کر دیے ہیں۔ متن میں کہیں کہیں معمولی حذف و ترمیم بھی ہوئی ہے۔ انشاء اللہ یہ کتاب
مذہب اہل سنت کے بارے میں ایک زبردست حربہ کا کام دیتی ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے
دوسری مبسوط کتابوں کے مطالعہ کی چنداں ضرورت نہیں رہتی۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو اپنی
بارگاہ میں شرف قبول عطا فرمائے جو رفض و تشیع کی ظلمت کے لئے واقعی آفتاب ہدایت
ثابت ہو۔ اور مصنف مرحوم کے لئے آخرت میں مغفرت کا وسیلہ بنے۔ آمین ثم آمین۔

شیعہ صاحبان سے عرض ہے کہ وہ تعصب سے ہٹ کر بغور اس کتاب کا مطالعہ کریں
ہم آپ کو حضرات اہل بیت کی سچی محبت و اتباع کی دعوت دیتے ہیں۔ اہل بیت، ازواج مطہرات
اور دوسرے تمام صحابہ کرام، سب اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے ہیں۔ ان سے محبت کرو۔ اور ان
کے نقش قدم پر چلو۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہم کو ان سب مقبولان خدا کی محبت و تابعداری
نصیب فرمائیں۔ رضوان اللہ علیہم

مرحوم بھی تحصیل علم کے لیے گئے تھے لیکن دونوں بھائی بوجہ آب و ہوا کی ناموافقت کے وہاں بیمار ہو گئے۔ اور بہت قلیل مدت رہ کر دونوں واپس چلے آئے اور امرتسر میں بقیہ کتب ختم کیں۔ درسیات سے فارغ ہونے کے بعد مولانا کرم الدین مرحوم اپنے گاؤں میں طلبہ کی تدریس میں مشغول ہو گئے۔ اور چند سال تک کامیاب درس دیا۔

قادیانی فتنہ

اس زمانہ میں مرزا غلام احمد قادیانی نے دعاوی باطلہ کا سلسلہ شروع کر رکھا تھا اور اپنے خیال میں ایک دن میں کیا سے کیا بن جاتے تھے۔ اس فتنہ کے جراثیم پھیلنے کا اندیشہ تھا۔ مولانا مرحوم کی حساس طبیعت نے اس شجرہ خبیثہ کے استیصال کی طرف اپنی تمام توجہات مبذول کر دیں جس کی وجہ سے ناچار تدریس کا سلسلہ ترک کرنا پڑا۔ ان دنوں جہلم میں آپ کے ایک دوست مولانا فقیر محمد صاحب مرحوم نے ہفتہ وار اخبار "سراج الاخبار" جاری کر رکھا تھا۔ مولانا ابو الفضل مرحوم اخبار کے ایڈیٹر مقرر ہوئے اور مرزا قادیانی کے خلاف پر زور مضامین لکھنے شروع کئے۔ آپ کے دلائل میں قوت تھی۔ تقریرات اور تحریرات کے ذریعہ مرزا کے دجل و فریب کے پردوں کو چاک کر دیا۔ اردو فارسی اور عربی نظم و نثر پر آپ کو قدرت حاصل تھی مرزائی علماء آپ کے سامنے عاجز آگئے حتی کہ متنبی قادیان مرزا غلام احمد بھی تاب نہ لا کر بپھر اٹھا۔ مولانا مرحوم کے دلائل کا جواب تو بن نہ سکا تھا۔ اپنی خفت کو مٹانے کے لیے حسب عادت حکومت کی پناہ لی اور مولانا کی تحریرات کو بہانہ بنا کر آپ کے خلاف مقدمات کی بھرمار کر دی۔ پہلا مقدمہ مرزا کے ایک حواری حکیم فضل دین بھیروی کی طرف سے ۴ نومبر ۱۹۰۲ء کو زیر دفعہ ۴۲ تعزیرات ہند گورداسپور میں دائر ہوا حق تعالیٰ کی نصرت شامل حال ہوئی اور آپ اس مقدمہ میں صاف بری ہو گئے۔ حالانکہ اس مقدمہ کی نسبت مرزا قادیانی نے اپنی فتح کے الہامات متواتر شائع کئے تھے۔ دوسرا فوجداری مقدمہ بھی حکیم فضل دین بھیروی مذکور نے ۹ جون ۱۹۰۳ء

---

* حقیقۃ الوحی ۲۲۸ میں نشان ۵ کے تحت لکھا ہے۔ "یہ کہ مولوی محمد حسن بھیں والا میری پیشگوئی کے مطابق مرا ہوا۔ اب رحمن میں لکھا ہے نشان نمبر ۱۰۵ مولوی محمد حسن بھیں والے نے میری کتاب اعجاز احمدی کے صفحات پر لعنۃ اللہ علی الکاذبین لکھ کر اپنے تئیں مباہلہ میں ڈالا۔ چنانچہ اس تحریر پر ایک سال نہیں گزرا تھا کہ مر گیا۔ لیکن مرزا کی پیشگوئیاں الٹی ظاہر ہو گئیں اور مقدمہ میں مجسٹریٹ کے سامنے عدالت [illegible] ۲

کو مولانا مرحوم کے خلاف گورداسپور میں دائر کیا۔ لیکن اس میں بھی آپ کامیاب ہوئے اور مرزائیوں
کا مقدمہ خارج ہوگیا۔ پھر تیسرا مقدمہ شیخ یعقوب علی تراب ایڈیٹر اخبار الحکم کی طرف سے مولانا
مرحوم اور مولوی فقیر محمد صاحب ایڈیٹر سراج الاخبار پر دائر ہوا جس میں ہر دو مستغاث علیہما پر
صرف ۴۰، ۵۰ روپے جرمانہ ہوا جو ادا کر دیا اور اپیل نہ کی۔ مرزا غلام احمد حسب معمول پیشگوئیاں
شائع کرتے رہتے تھے حتیٰ کہ جنوری ۱۹۰۳ء کو جہلم میں ایک مطبوعہ کتاب مواہب الرحمٰن
تقسیم کی جس میں مولانا مرحوم کے خلاف سخت توہین آمیز کلمات استعمال کئے مثلاً لکھا کہ ومن
آیاتی ما انبأنی العلیم الحکیم فی امر رجل لئیم وبہتانہ العظیم۔ ترجمہ: واز جملہ نشانہائے
من آنست کہ مرا دربارہ مرد شخص لئیم و بہتان بزرگ او خبر داد۔ اس میں یہ بھی لکھا ہے۔
فاذا ظھر قدر ربہ علی عدو مبین سمہ کرم الدین۔ ترجمہ: پس ناگاہ ظاہر شد تقدیر خدائے
تعالیٰ بر دشمن صریح کہ نامہ او کرم الدین است۔ چونکہ مرزائیوں کی طرف سے پہلے مقدمات کی
ابتدا ہو چکی تھی۔ اس لئے مولانا مرحوم نے بھی انتقاماً مرزا غلام احمد قادیانی اور حکیم فضل دین
بھیروی کے خلاف استغاثہ دائر کر دیا۔ جو بعد میں حق و باطل کے مابین ایک عظیم الشان معرکہ
کی صورت اختیار کر گیا۔ اور مرزا قادیانی کے لئے سوہان روح بن گیا۔ اہل حق کی طرف سے شہادات
میں بڑے بڑے فضلاء پیش ہوتے تھے اور فریق مخالف کی طرف سے مولوی نور الدین بھیروی
اور خواجہ کمال الدین راہبر کی حیثیت سے بڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے۔ مولانا ابوالفضل مرحوم
نے نہایت استقلال اور ثابت قدمی سے مرزا قادیانی کا مقابلہ کیا۔ آپ عدالت میں
کئی کئی گھنٹے خود ہی زبردست جرح کرتے تھے کہ مخالفین تلملا اٹھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ
نے ہر مرحلہ پر آپ کی مدد فرمائی۔ تقریباً دو سال تک یہ مقدمہ چلتا رہا۔ آخر ۸ اکتوبر ۱۹۰۴ء
کو گورداسپور کی عدالت سے مرزا غلام احمد قادیانی کو پانچ سو روپے جرمانہ یا چھ ماہ قید
محض اور حکیم فضل دین بھیروی کو دو سو روپیہ جرمانہ یا پانچ ماہ قید کی سزا کا حکم سنایا گیا پھر
اپیل میں ایک انگریز وکیل کی مدد سے بمشکل رہائی حاصل کی۔ گورداسپور کے ان مقدمات
کے متعلق مرزا جی نے اپنی کتاب حقیقۃ الوحی ص ۲۱۳ میں متعدد نشانات بیان کئے ہیں۔
مثلاً نشان ۸ میں یہ لکھا ہے کہ کرم الدین جہلمی کے مقدمہ فوجداری کے لئے گورداسپور گیا تو مجھے

الہام ہوا۔ یسئلونک عن شانک وقل اللہ ثم ذرھم فی خوضہم یلعبون۔ نشان نمبر ۷۰ میں لکھا
ہے: "۲۹ جون ۱۹۰۳ء کو رات کے وقت یہ فکر ہو رہی تھی کہ مقدمات کرم الدین کا کیا انجام
ہوگا۔" الہام ہوا۔ ان الذین اتقوا الذین ہم محسنون۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مقدمات کا فیصلہ
ہمارے حق میں ہوا۔" مرزا جی نے جھوٹ بولا کیونکہ آپ کو اس مقدمہ میں پہلے سزا کا فیصلہ سنایا گیا تھا
نیز مندرجہ نشانات کے الفاظ خود ہی مرزا جی کی سخت پریشانی کی پردہ کشائی کر رہے
ہیں۔ اور یہ حقیقت ہے کہ اس مقدمہ[1] میں مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے حواریوں کو سخت
ذلت کا سامنا کرنا پڑا۔ پیشگوئیاں بھی سب غلط ہوئیں اور مولانا ابوالفضل مرحوم ایسے شیر
دل فاضل نے بامداد خداوندی مرزائیوں کی کمر توڑ کر رکھ دی۔ یحق الحق و یبطل الباطل
ولو کرہ المجرمون۔

مولانا مرحوم کے کامیاب مناظرے

مخالف کے سامنے دلائل سے حق واضح کرنے کا نام مناظرہ
ہے۔ علمائے حق نے مناظرہ کو بھی اشاعت حق کا ذریعہ بنایا ہے۔ اس زمانہ میں مناظرہ گرچہ
اکثر مجادلہ کا رنگ اختیار کر لیتا ہے۔ تاہم حسب ضرورت علماء مناظرہ کے ذریعہ مخالفین کو
ساکت کرتے رہتے ہیں۔ مولانا ابوالفضل مرحوم نے بھی اس میدان میں نہایت مضبوط قدم
رکھا اور اس فن میں خاص شہرت حاصل کی۔ آپ بہت ذکی الطبع تھے اور حاضر جوابی کا اللہ
تعالیٰ نے خاص ملکہ عطا فرمایا تھا۔ دلاور بہت تھے۔ آپ بلند قامت اور وجیہ تھے آواز
بھی بلند اور پر صولت تھی۔ حوصلہ وسیع تھا کسی سے مرعوب نہیں ہوتے تھے۔ آپ نے اپنی زندگی
میں مختلف فرقوں کے ساتھ متعدد مناظرے کئے اور غالب رہے۔ مرزائیت اور شیعیت کے
استیصال میں آپ نے زندگی کا بیشتر حصہ خرچ کیا۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے بعد مولوی
اللہ دتہ وغیرہ مرزائی مناظرین کے ساتھ مولانا مرحوم کے مناظرے ہوئے اور ان کو ہر مرتبہ
شکست فاش دی۔ جب کہ قادیانی مشن کے بانی کو آپ نے پچھاڑ دیا تھا تو اس کے

---

[1] گورداسپور جہلم کے تمام مقدمات کی تفصیل مولانا محمد کرم الدین صاحب مرحوم نے اپنی کتاب "تازیانہ عبرت" المعروف بہ تنبیہ قادیان قانونی شکنجہ میں بیان کر دی ہے کتاب بہت پسندیدہ و قابل دید ہے۔ کتاب کی ابتدا میں مرزا کے دوسرے عقائد باطلہ کا بھی لطیف رد ہے۔ قیمت

پیروؤں کی کیا بات تھی کہ آپ سے بازی لے جاتے۔ ہمیشہ ذلت کا سامنا نصیب ہوا
شیعہ مذہب کے علماء سے بھی آپ نے کامیاب مناظرے کیے۔ اور جو ایک بار
سامنے آیا دوبارہ اس کو میدان میں آنے کی ہمت نہ ہوئی۔ چنانچہ ضلع میانوالی میں ایک
دفعہ آپ کا مناظرہ مرزا احمد علی مشہور شیعی مناظر سے ہوا۔ مولانا مرحوم کے دلائل سے اس
قدر مرعوب ہوا کہ گھبرا کر تنگ آ کر مناظرے میں یہ کہنے لگا کہ آپ بلند اسٹیج پر کھڑے ہیں اس لئے
مجمع پر آپ کی تقریر کا اثر ہو رہا ہے۔ مولانا نے جواب دیا کہ یہ اسٹیج کی بلندی کا اثر نہیں بلکہ
حق کی بلندی کا اثر ہے۔ اگر میں آپ کی جگہ پر کھڑا ہو جاؤں تو پھر بھی میری تقریر کا اثر وہی
ہوگا کیونکہ الحق یعلو ولا یعلیٰ۔ (حق غالب ہوتا ہے مغلوب نہیں ہوتا) اس مناظرے
کے بعد مرزا احمد علی صاحب نے پھر کبھی آپ سے مناظرہ کرنے کا نام نہیں لیا جہاں مولانا مرحوم
کی آمد کی خبر سن لی کترا گئے۔ مولانا مرحوم کی مناظرات میں عظیم الشان کامیابیوں کا غلغلہ اتنا
بلند ہو گیا تھا کہ پھر شیعہ مرزائی وغیرہ مناظرین کو مقابلہ میں آنے کا حوصلہ ہی نہ پڑتا تھا۔ بسا
اوقات آپ کا نام ہی کافی ہو جاتا تھا۔ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔ مولانا مرحوم
حنفی المذہب تھے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے مقلد تھے۔ علماء اہلحدیث کے ساتھ بھی
مختلف فیہ مسائل میں آپ کے کامیاب مناظرے ہوئے چنانچہ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری
مشہور مناظر اہلحدیث سے تقلید شخصی وغیرہ موضوع پر دو مرتبہ زبردست مناظرہ ہوا۔ پہلا
مناظرہ بتاریخ ۳ مئی ۱۹۳۰ء کو میرپور میں ہوا۔ اور دوسرا ۲ اپریل ۱۹۳۳ء کو چک جوڑی
ضلع گجرات میں ہوا۔ باوجودیکہ مولوی ثناء اللہ صاحب مرحوم بھی فن مناظرہ میں خاص شہرت
کے مالک تھے لیکن مولانا مرحوم کے سامنے آپ نے بھی ہتھیار ڈال دیئے اور چک جوڑی کے
مناظرہ کے ختم ہونے پر تو مولوی ثناء اللہ صاحب نے یہاں تک کہہ دیا کہ آئندہ میں مولوی کرم
دین صاحب سے تقریری مناظرہ نہیں کروں گا۔ ان مناظرات کی مختصر روئداد مناظرات
تحریری چھپی ہے۔ علاوہ ازیں آریہ اور عیسائیوں کے ساتھ بھی آپ کو مناظرہ کرنے کی نوبت
آئی۔ آپ نے ایک دفعہ چکوال میں پادری عبدالحق عیسائی مناظر کو چیلنج دیا تھا لیکن اس کو مقابلہ
کرنے کی ہمت نہ ہو سکی بعض علماء احناف سے بعض فقہی مسائل میں اختلاف کی بنا پر

پر آپ کے مناظرے ہوئے۔

مرکز رشد و ہدایت دارالعلوم دیوبند کی طرف رجوع

اللہ تعالیٰ نے اس دور میں دیوبند کو علمی و روحانی فیوض کا سرچشمہ بنایا ہے۔ اکابر دیوبند جامع الظاہر والباطن تھے۔ تجدید و احیاء دین میں ان بزرگوں نے وہی فرائض انجام دیے جو ہر زمانہ کے مجددین کا منصب رہا ہے۔ مسلمانوں میں عموماً بدعات و رسوم کا رواج تھا۔ عقائد و اعمال میں افراط و تفریط پیدا ہو گئی تھی۔ علمائے دیوبند نے کتاب و سنت کی روشنی میں اہل اسلام کو ان کے صحیح موقف سے آگاہ کیا۔ اور اظہار حق کے نتیجہ میں ان کو انہی مراحل سے گزرنا پڑا جو بہ تبعیت انبیاء ہمیشہ علمائے ربانیین طے کرتے رہے ہیں۔ قوم کے ناحق شناس طبقہ نے شدید مخالفت کی۔ علمائے دنیا نے ان بزرگوں پر کفر و الحاد کے فتوے لگائے اور اتنا مکروہ پروپیگنڈا کیا کہ بہت سے نیک لوگوں میں بھی غلط فہمیاں پھیل گئیں۔ علمائے دیوبند کی عبارتوں میں کتر و بیونت کر کے قوم کے سامنے پیش کیا گیا۔ مصنفین کی مراد سمجھنے کی کوشش نہ کی گئی۔ مولانا کرم الدین مرحوم بھی اس پروپیگنڈے سے متاثر ہوئے اور آپ کو اگرچہ حضرات دیوبند کے خلاف غلو نہ تھا لیکن ان کے احوال و کمالات سے ناواقفیت کی بنا پر ان کی صحیح عقیدت و عظمت حاصل نہ کر سکے۔ چونکہ زیادہ تر شیعیت و مرزائیت کی طرف توجہ رہتی تھی۔ اس لئے اکابر دیوبند کی تصانیف مبارکہ کو براہ راست مطالعہ کرنے اور ان کے پیش کردہ حقائق کو سمجھنے کا بہت کم موقع مل سکا۔ ان حضرات کے متعلق آپ کے دل میں کچھ شبہات تھے جن کا منشا زیادہ تر تو مخالفین ہی کی تصانیف تھیں۔ غالباً ۱۹۳۰ء کا واقعہ ہے کہ سدوالی ضلع سرگودھا میں علمائے دیوبند و علمائے بریلی کے مابین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب کلی ماکان و ما یکون کے موضوع پر ایک معرکۃ الآراء مناظرہ ہوا جس میں مولانا مرحوم علماء بریلی کی طرف سے صدر مقرر ہوئے۔ اس مناظرہ سے واپس آ کر آپ نے راقم الحروف سے دیوبندی مناظر مولانا منظور صاحب نعمانی مدیر الفرقان کی تہذیب و متانت کی بہت تعریف فرمائی۔ اس کے چند روز بعد آپ نے اس مناظرے کے بعد اگلے سال رمضان ۱۳۵۰ھ میں حضرت نے دارالعلوم

له حاشیہ بر صفحہ ۲۷ پر

دیوبند میں داخل ہونے کا ارادہ ظاہر کیا تو آپ نے بخوشی اجازت دیدی اور خود اعلیٰ حضرت
مولانا حسین احمد صاحب مدنی شیخ الحدیث دیوبند مدظلہ کی خدمت میں اس مضمون کا عریضہ لکھا
کہ میں اپنے فرزند کو دارالعلوم میں حضرت کے زیر سایہ تعلیم دلانا چاہتا ہوں۔" حضرت والا
مدظلہ نے سلہٹ آسام سے جواب تحریر فرمایا جس کا مضمون یہ تھا۔ کہ "آپ اپنے لڑکے کو ابتدا
شوال میں دیوبند بھیج دیں۔ میں نے حضرت شیخ الادب مولانا اعزاز علی صاحب کو اس کے متعلق
لکھ دیا ہے وہ مہربانی فرمائیں گے۔" حضرت کے گرامی نامہ کو مولانا مرحوم نے اپنے لئے باعث
افتخار جانا اور فرمایا کہ "آج ہندوستان کی ایک بڑی شخصیت کا خط آیا ہے۔" یہ الفاظ آپ نے
بڑی عقیدت سے کہے تھے۔ شوال میں بندہ دارالعلوم میں داخل ہوگیا۔ شعبان ۱۳۵۸ھ میں جب
میں وہاں سے فارغ ہو کر گھر آیا تو جناب والد مرحوم سے اکابر دیوبند کے حالات بیان کئے حضرت
مدنی مدظلہ کے بعض ارشادات سنائے جو میں نے قلمبند کر لئے تھے۔ تو آپ نے حضرت کے
متعلق فرمایا کہ آپ ولی اللہ ہیں۔ قطب عارفین حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ
اور امام العلماء حضرت مولانا محمود الحسن صاحب شیخ الہند کے حالات سن کر فرط عقیدت سے
والد صاحب کی آنکھیں بعض وقت آنسوؤں سے تر ہو جاتی تھیں۔ تمام اکابر دیوبند سے مولانا
مرحوم کو عقیدت کا گہرا تعلق پیدا ہو گیا تھا۔ ایک دفعہ راولپنڈی کے کتبخانہ میں آپ کو امام الطریقت
حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ کی تفسیر بیان القرآن کے
بعض مقامات سننے کا موقعہ ملا۔ راولپنڈی جیل میں عند الملاقات بندہ کے سامنے اس تفسیر
کی بہت تعریف کی اور اس کی بعض خصوصیات بھی بیان کیں۔ ایک دفعہ آپ نے حضرت تھانویؒ
کے چند مواعظ منگوائے اور مجھ کو جیل میں مطالعہ کے لئے بھیجے۔ غرضیکہ اکابر دیوبند کے متعلق
جو پہلے شبہات تھے وہ زائل ہو گئے اور یہ حضرات اکابر کی کرامت ہے۔

ف: اس بارہ میں علماء دیوبند کا یہ عقیدہ ہے کہ علم ما کان وما یکون یعنی کائنات کے ذرہ ذرہ کا علم ہر وقت میں ہمیشہ
کے لئے صرف اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے کسی مخلوق کو حق تعالیٰ نے یہ علم محیط کائنات کی تفصیل عطا نہیں فرمایا ہر جگہ
حاضر و ناظر صرف اللہ تعالیٰ ہے ہاں حضور سرور کائنات صلعم کو دینی و آخرت سب سے زیادہ علم عطا ہے تکوینیات
کے متعلق بھی آنحضرت صلعم کو بہت سے علوم غیبیہ سے مطلع فرمایا ہے جس کا شمار نہیں ہو سکتا۔ یہ عقیدہ کتاب و

پیرانہ سالی میں مصائب کا ہجوم

حق تعالیٰ اپنے بندوں کو آزمائش اصلاح کے لئے مصائب میں بھی ڈالتے ہیں ہر تکلیف صورتاً مصیبت ہوتی ہے ور باطناً مومن کے لئے وہ رحمت ثابت ہوتی ہے۔ مولانا مرحوم کی عمر قریباً ۹۰ برس سے متجاوز ہو چکی تھی۔ چند سال سے آنکھوں میں موتیا بند ہونے کی وجہ سے لکھنے پڑھنے میں معذور تھے۔ ایک آنکھ میں کچھ بینائی تھی جس سے کچھ پڑھ سکتے تھے۔ بتقاضائے عمر بدنی ضعف بھی بہت ہو گیا تھا۔ اور فتق کا بھی عارضہ تھا کہ یکا یک جون سنہ ۱۹۴۱ء میں آپ پر حوادث کا نزول ہوا۔ ایک قتل کے سلسلے میں راقم الحروف مع تین رفقاء کے گرفتار ہوا اور برادرم مولوی منظور حسین[1] صاحب شہید مرحوم نے تھانہ ڈومن کے ڈاک بنگلہ میں ایک متعصب ہندو چوہدری کھیم چند ایس ڈی او چکوال کو رات کے وقت ہلاک کر دیا۔ ماسٹر عبدالعزیز صاحب مرحوم بھی آپ کے ساتھ تھے۔ دونوں رفیق وہاں سے بسلامت نکل گئے اور سرحد پشاور عبور کر کے آزاد علاقہ (یاغستان) میں چلے گئے۔ جہاں آپ حضرت بادشاہ گل صاحب خلف مجاہد اعظم حضرت حاجی ترنگزئی صاحب کے پاس مقیم ہو گئے۔ حضرت بادشاہ گل صاحب نے آپ کے ساتھ عزیزوں کی طرح نہایت بہتر سلوک فرمایا۔ ادھر والد صاحب اور جملہ اقربا کو پولیس نے اپنی حراست میں لے لیا۔ اور بھائی صاحب کے اس قتل کا سارا بوجھ زید

[illegible] سست پر مبنی ہے۔ اور مولانا مرحوم سے بھی آپ [illegible] کی [illegible] کا [illegible]

[1] برادرم مولوی منظور حسین صاحب مرحوم نے انگریزی تعلیم ایف اے تک باقاعدہ حاصل کی تھی۔ بچپن کی زندگی میں آپ کو جسمانی قوت بڑھانے کا بڑا شوق تھا جس میں آپ نے بڑا کمال حاصل کیا۔ موٹر کار کو آپ سامنے سے سینہ سے لگا کر مضبوطی سے پکڑ لیتے تھے اور پھر خواہ کتنی سپیڈ سے چلائی جائے۔ روکے رکھتے تھے لوہے کی دو نصف انچ موٹی سلاخوں کو دوہرا کر کے بازو پر لپیٹ لیتے تھے اور ایک انچ موٹی سلاخ گردن میں لپیٹ کر کھڑے ہو کر [illegible] چھاتی پر وزنی ہتھوڑوں کی ضربیں لگواتے تھے۔ ہاتھوں کی دو انگلیوں میں پیسے کو نوک کے بل رکھ کر توڑ دیتے تھے۔ ہر قسم کے غیر معمولی قوت کے کرشمے آپ نے بہت دفعہ مشتہر کئے [illegible] سے فارغ ہونے کے بعد [illegible] کا سلسلہ جاری رکھا گیا۔ بعد میں [illegible] حکیم [illegible] کے مطالعہ نے آپ کے قلب میں زبردست انقلاب پیدا کر دیا۔ انگریزوں کی تہذیب سے سخت نفرت ہو گئی۔ زندگی [illegible] کسی [illegible] آپ برداشت نہ کرتے تھے۔ [illegible]

رفقاء کی معیت میں وطن کی طرف واپس لوٹے سرفروش غازیوں کی یہ قلیل جماعت رائفلوں سے مسلح تھی۔ وزیرستانی قبائل سے ہوتے ہوئے آپ نے بنوں کی سرحد کو عبور کیا اور موضع عباسیہ تحصیل لکی مروت کے قریب ایک جگہ آرام کے لیے ٹھہرے ماسٹر عبدالعزیز[1] صاحب اور ایک دوسرے رفیق کو قریب کی بستی سے کھانا لانے کے لیے بھیجا۔ پولیس کو خبر ہو گئی۔ ان دونوں کو وہاں گرفتار کر لیا گیا۔ اور دو سب انسپکٹر پولیس کی مسلح گارڈ اور پبلک کی جمعیت ساتھ لے کر مولوی منظور حسین صاحب کے مقابلہ کے لیے نکلے۔ پہاڑ کا طویل سفر پیدل طے کرنے کی وجہ سے تھکان غالب تھی۔ گرمی کا موسم تھا آپ ایک درخت کی ٹھنڈی چھاؤں میں رفقاء[2] سمیت گہری نیند سو گئے تھے۔ پولیس نے ان کو بیدار ہونے کو موقع ہی نہیں دیا اور بے خبری میں ان پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دی اور یوں ان مجاہدوں کی سعید روحیں عالم بالا کو پرواز کر گئیں ؎

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن ٭ خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

لکی مروت کے مسلمانوں نے جب ان کی متشرع صورتیں دیکھیں اور ان کے حالات سے آگاہی ہوئی تو بہت غمگین ہوئے۔ کثیر تعداد میں لوگ شریک جنازہ ہوئے اور

---

[1] ماسٹر عبدالعزیز صاحب چکوال کے باشندے تھے میٹرک پاس کرنے کے بعد اسکول میں ملازمت اختیار کر لی باہمت اور دلیر نوجوان تھے مولوی منظور حسین صاحب کی رفاقت و صحبت نے آپ کے اندر بھی جہاد فی سبیل اللہ کی روح پھونک دی اور ہمہ تن جہاد کی تیاریوں میں لگ گئے چوہدری بھیم چند کے قتل میں شریک تھے یاغستان میں بھی مولوی منظور حسین صاحب کے ہمراہ رہے گرفتاری کے بعد ماسٹر صاحب موصوف [illegible] اور ایس ڈی او مذکور کا مقدمہ چلایا گیا اس کے نتیجے میں آپ کو سزائے موت کا حکم ہوا۔ لاہور سنٹرل جیل میں چند ماہ تک پھانسی کی کوٹھڑیوں میں رہے شب و روز ذکر و شغل میں مصروف رہے [illegible] پھانسی ہونے سے پہلے [illegible] عزیز و اقارب سے بڑی بشاشت سے ملاقات کرتے رہے [illegible] کی صبح کو جب پھانسی کے لیے نکلے تو راستے میں سورہ یٰسین بلند آواز سے نہایت اطمینان سے تلاوت کرتے گئے۔ اور نعرہ تکبیر بلند کر کے تختہ دار پر لٹک گئے ؎
یہ غلامان محمد [illegible] آگ میں چڑھتے ہیں [illegible]

[2] مولوی منظور حسین صاحب کے ساتھ شہید ہونے والے میر غازی محمد خان [illegible] ڈھیاں ضلع جہلم کے تھے جو آپ کے مخلص دوست تھے فوج میں سپاہی تھے وہاں سے چھٹی لے کر آئے تو گھر جاتے ہوئے یاغستان میں آپ کے پاس پہنچ گئے اور آخری دم تک آپ کی رفاقت میں رہے [illegible] لکی مروت میں مدفون [illegible]

لکی مروت کے قبرستان میں آپ مدفون ہوئے۔ مولانا مرحوم کے لیے پہلے صدمات ہی کم نہ
تھے پھر ایسے باکمال لخت جگر کا مع رفقاء کے اپنے وطن سے دور یوں مظلومیت کی حالت
میں شہید ہونا ایک جانگداز حادثہ تھا لیکن آپ نے اس موقع پر جس غیر معمولی صبر و حوصلہ
کا ثبوت دیا۔ اس زمانہ میں اس کی نظیریں کم ملیں گی۔ ہماری والدہ ماجدہ بھی ان پیہم صدمات میں
بیٹے عزیز کی شہادت کے بعد جلد ہی رحلت فرما گئیں لیکن جو صبر دکھایا وہ انہی کا حصہ تھا
رحمہا اللہ تعالیٰ۔ مولانا مرحوم فطری شاعر بھی تھے۔ اور پنجابی، اردو، فارسی و عربی میں شعر کہنے
پر قادر تھے۔ فی البدیہہ اشعار بھی کہے ہیں لیکن آپ نے شاعری کے فن میں انہماک نہیں کیا
حسب ضرورت شعر گوئی کرتے تھے مشاعروں میں بھی شامل ہوتے رہے ہیں اپنے فقید المثال
فرزند کی شہادت دلدوز سے متاثر ہو کر آپ نے جو اشعار لکھے ہیں وہ بہت دردانگیز ہیں

انسان روح و بدن

حضرت مولانا مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیعت

دو چیزوں سے مرکب
ہے جسمانی امراض کے علاج کے لیے جس طرح طبیب کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح
روحانی امراض کا کسی معالج روحانی سے علاج کرانا اشد ضروری ہے۔ اصلاح نفس اور
تصفیہ تہذیب خود شرع میں مطلوب ہے۔ جس طرح اعمال شرعیہ کی طرح کیفیات، وجدان
اور کرامات بھی مشکوٰۃ نبوت سے ماخوذ ہیں جن کا کہیں کہیں کتاب و سنت میں
ذکر شغل موجود ہے۔ یہ سب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات و ذاتیہ بعض
ہے تصوف کمال شرع ہی کا دوسرا نام ہے۔ طریقت خود شریعت کی جز ہے شریعت
اور طریقت کو آپس میں مخالف سمجھنا جاہلوں اور بے دینوں کا کام ہے۔ بدون اتباع
شرع کے عند اللہ مقبولیت حاصل نہیں ہو سکتی۔

محال است سعدی کہ راہ صفا   تواں یافت جز در پئے مصطفیٰ

تمام حضرات اہل تحقیق کا اس امر پر اتفاق ہے کہ نسبت باطنیہ بغیر کسی شیخ کامل سے
تعلق رکھنے کے حاصل نہیں ہوتی۔ بیعت کی حقیقت یہی ہے کہ مرشد کامل کی ہدایت
کے مطابق سلوک کی منازل بذریعہ خطرات رستہ قطع کیا جائے۔

یار باید راہ را تنہا مرو - بے قلاؤز اندریں صحرا مرو
پیر را بگزیں کہ بے پیر ایں سفر - ہست بس پر آفت و رنج و خطر
بے رفیقے ہر کہ شد در راہ عشق - عمر بگذشت و نشد آگاہ عشق

پیر کامل وہی ہے جو حدود شریعت کا سخت پابند ہو اور قرب و ولایت محبت و مشاہدہ باطنی کی دولت سے مالا مال ہو چکا ہو۔ جو درویش حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت و شریعت کے خلاف ہو پیر بنانے کے لائق نہیں۔ مرشد کامل کی پہچان یہ ہے کہ اس کی صحبت میں دنیا حقیر نظر آئے۔ مال و جاہ کی محبت گھٹ جائے اور توجہ الی اللہ کا غلبہ نصیب ہو۔ اللھم ارزقنا ہ۔

مولانا مرحوم ابتدائی عمر میں کتب درسیہ سے فارغ ہو کر پنجاب کے ایک شیخ سے بیعت ہوئے تھے لیکن تھوڑے عرصہ کے بعد وہ بزرگ انتقال فرما گئے پھر آپ دوسرے اشغال میں پڑ گئے۔ اور باقاعدہ سلوک الی اللہ کے لیے عملی قدم نہ اٹھا سکے۔ اب زندگی کی آخری منزل میں جب مصائب کا ہجوم ہوا اور منزل آخرت قریب نظر آئی تو کسی مرشد کامل سے استفادہ ضروری سمجھا۔ اکابر دیوبند سے عقیدت تو پیدا ہو چکی تھی۔ اس غرض کے لیے جامع شریعت و طریقت قدوۃ الواصلین شیخ العصر حضرت مولانا حسین احمد مدنی شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند دامت برکاتہم کی خدمت اقدس میں بیعت کے لیے درخواست بھیجی۔ حضرت ممدوح نے اپنے گرامی نامہ میں ارشاد فرمایا کہ تجدید بیعت کی ضرورت نہیں۔ آپ اپنے سابق شیخ کے تلقین کردہ وظیفہ پر عمل کریں میں آپ کے لیے اور آپ کے عزیز کے لیے حسن خاتمہ کی دعا کرتا ہوں۔" اس کے بعد جناب والد صاحب مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ جب سے بیعت کا تعلق اختیار کیا ہے حضرت مولانا مدنی صاحب سے غائبانہ مجھ کو فیض حاصل ہوتا ہے۔ اس کے بعد جلد ہی دادا انتقال فرما گئے۔"

وفات

مولانا مرحوم نے آنکھوں کا آپریشن کرایا جس سے بصارت حاصل ہو گئی اور عینک کے ذریعہ کتاب کا مطالعہ کر لیتے تھے۔ اس کے بعد بندہ کی ملاقات کی غرض سے لاہور کا سفر اختیار کیا۔ مولوی منظور حسین صاحب شہید مرحوم

کی سوانح عمری کا مسودہ خوشنویس سے لکھوانے کے لیے راہ میں حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ میں قیام کرنا پڑا۔ وہاں سے سنٹرل جیل لاہور میں احقر کی طرف خط لکھا کہ پرسوں تمہاری ملاقات کے لیے لاہور پہنچ سکوں گا لیکن حق تعالیٰ کے ہاں کچھ اور مقدر تھا۔ ۱۸ شعبان ۱۳۶۵ھ مطابق ۷ جولائی ۱۹۴۶ء کی رات کو مکان کی چھت پر آرام فرمایا۔ اندھیری رات تھی پیشاب کی حاجت ہوئی۔ بستر سے اٹھے تو غلطی سے گلی کی طرف چلے گئے۔ آگے قدم رکھا تو گلی میں گر پڑے اور چند منٹوں کے بعد آپ کی روح قفس عنصری سے آزاد ہو گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

؎ ہر آنکہ زاد بناچار بایدش نوشید — ز جام دہر مئے کل من علیہا فان

ہمارے بڑے بھائی صوبیدار محمد ضیاء الدین صاحب جو اس سفر میں جناب والد مرحوم کے ہمراہ تھے۔ بذریعہ لاری آپ کی نعش کو واپس بھیرہ لے گئے۔ اور مولانا مرحوم اس قطعہ زمین میں مدفون ہوئے جو آپ نے اپنی زندگی میں ہی قبرستان کے لیے وقف کر دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ بفضلہ مرحوم کو جنت الفردوس عطا فرمائیں۔ وہ ذو فضل عظیم۔

آخر میں یہ عرض کر دینا بھی ضروری ہے کہ مولانا مرحوم نے زندگی کے بالکل آخری حصہ میں چونکہ دیوبندی مسلک کے ایک شیخ جلیل حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدت و ارادت کا تعلق قائم کر لیا تھا اس لیے اگر آپ کو مزید زندگی ملتی تو سنت و بدعت کے متعلق حضرات اکابر دیوبند کے نظریہ پر ہی عمل کرتے۔ لہٰذا جن لوگوں کو مولانا مرحوم سے عقیدت کا تعلق ہے۔ وہ ان کی پہلی زندگی کے قول و فعل کو پیش نظر نہ رکھیں۔ بلکہ زمانہ کی رسوم و بدعات سے ہٹ کر ہادی عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ کی اتباع کریں۔ کیونکہ سعادت دارین اسی سے وابستہ ہے
وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

کتبہ العبد الضعیف مظہر حسین غفرلہ، ساکن بھیں تحصیل چکوال جہلم
۲۲ صفر ۱۳۷۰ھ مطابق ۳ دسمبر ۱۹۵۰ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آفتاب ہدایت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْمَلِکِ الْحَقِّ الْمُبِیْنِ رَبِّنَا وَرَبِّ الْاَرْضِ وَالسَّمَآءِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَخَاتَمِ الْاَنْبِیَآءِ وَعَلٰی اٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاہِرِیْنَ ذَوِی الْمَجْدِ وَالْعُلٰی وَاَصْحَابِہِ الْمَہْدِیِّیْنَ نُجُوْمِ الْحَقِّ وَالْاِہْتِدَآءِ ؂

اَمَّا بَعْدُ

پس واضح رائے اولی الابصار ہو کہ ہر چند اقتضاء وقت یہی ہے کہ اسلام کے تمام فرقے متحد ہو کر مخالفین اسلام آریہ عیسائی وغیرہ کا مقابلہ کریں جو اس وقت دین حق اسلام پاک کے مٹانے کے درپے ہو کر ہر طرف سے پر زور حملے کر رہے ہیں۔ کہیں شدھی کی تحریک کی گئی ہے اور کہیں عیسائیت کے مناد لطائف الحیل سے مسلمانوں کو مرتد بنانے کی کوشش کر رہے ہیں، لیکن بدقسمتی سے اسلام کے بیرونی دشمنوں کے علاوہ، اندرونی دشمن روافض، مرزائی وغیرہ مسلمانوں کے گمراہ کرنے کے لیے ان سے بڑھ کر جد و جہد کر رہے ہیں اور فرقہ اہل السنۃ والجماعت کے اندر بھی [illegible] اپنی تحریک کے ذریعہ مرزائیت، رفض وغیرہ کی وبا پھیلا رہا ہے اور اگر یہی رفتار رہی تو کسی وقت اسلام کا اصلی خوبصورت چہرہ بالکل مسخ ہو کر رفض و بدعت، مرزائیت، نیچریت، چکڑالویت وغیرہ کی منحوس شکل اختیار کرے گا (خدا ایسا نہ کرے) اس لیے علماء اہل السنۃ والجماعت کا اولین فرض یہ ہے کہ ان اندرونی دشمنان دین کا بھی انسداد کریں جو [illegible] کے ذریعہ [illegible] کہ مسلمانوں کو جادۂ حق صراط مستقیم سے بھٹکانے

کی کوشش کر رہے ہیں۔

چونکہ میرے خیال میں سب سے زیادہ خطرناک فتنہ اس وقت رفض کا ہے جو فتنہ ارتداد سے بھی زیادہ خوفناک ہے اس لئے ہمیں اس کے انسداد کی طرف پہلے متوجہ ہونا چاہیئے۔ بنا بریں خاکسار متوکلاً علی اللہ اس کام کو شروع کرتا ہے۔

والسّعیُ منّی والاتمامُ من اللہ تعالیٰ۔

خاکسار نے پہلے بھی متعدد مختصر رسالے اس بارے میں تصنیف کر کے شائع کئے ہیں اور خدا کے فضل سے وہ مقبول ہوئے ہیں لیکن بعض احباب کی جن میں سے ایک میرے مکرم دوست حاجی خواجہ غلام حسین صاحب تلہ گنگی ہیں۔ دوم برخوردار مولوی محمد فیض الحسن صاحب مرحوم (مولوی فاضل) ابن اخی مرحوم مولانا مولوی محمد حسن صاحب فیضی ہیں، مدت سے یہ فرمائش تھی کہ ایسی جامع کتاب اس موضوع میں تصنیف کی جائے جس کے ہوتے ہوئے دوسری کتابوں کے مطالعہ کی ضرورت باقی نہ رہے جو تردید عقائد شیعہ میں تصنیف ہوئی ہیں۔ اور ایسا طریق اختیار کیا جائے کہ قرآن پاک سے استدلال کے علاوہ کتب مستند مذہب خصم کی عبارات بقید صفحہ درج کر کے مسائل کی توضیح کر دی جائے۔ تاکہ کسی موافق و مخالف کو شک و شبہ کی گنجائش نہ رہے سو اسی اصرار سے میں نے یہ کتاب لکھنی شروع کی ہے میری کوشش یہ ہو گی کہ اپنے مدعا کو نصِ صریح آیات قرآن سے ثابت کروں گا۔ بعد خصم کی معتبر اور مسلمہ کتابوں کی عبارات بقید صفحہ درج کر کے استدلال کیا جائے گا اور کوئی عبارت جو اصل کتاب سے بچشم خود نہ دیکھ لوں ہرگز درج نہ کی جائے گی۔ اور میری یہ کتاب اہل رفض کے عقائد و مسائل کی تردید کرے گی اور ہر طرح سے تہذیب و متانت کا ملحوظ رکھا جائے گا۔

رافضی کا لقب

بعض شیعہ بھائی برا مناتے ہیں اگر ان کو رافضی کے لقب سے خطاب کیا جائے کیونکہ یہ مبارک لقب ان کو بقول امام جعفر صادق بارگاہِ ایزدی سے عطا ہوا ہے

جیسا فروع کافی کتاب الروضہ جلد ۳ صفحہ ۱۶ میں قول امام ہمام درج ہے لَا وَاللّٰہِ مَا هُمْ سَمَّوكُمْ بَلِ اللّٰهُ سَمَّاكُمْ (خدا کی قسم تمہارا یہ نام لوگوں نے نہیں رکھا بلکہ خدا نے تمہارا نام رافضی رکھا ہے) پھر ایسے مبارک لقب پر جو بارگاہ رب العزت سے عطا ہوا ہے اور حضرت امام والا مقام نے اس کی تصدیق فرمائی ہے ہمارے شیعہ حضرات کو فخر کرنا چاہیئے۔ مبارک، مبارک!!

فتنۂ رفض

یہ ایک کہنہ کہ فتنۂ رفض فتنۂ ارتداد سے بھی زیادہ خطرناک ہے سو ظاہر ہے کہ کافر یا مرتد کی صحبت کا اثر ایک مسلمان کے دل پر اس وجہ سے نہیں پڑ سکتا کہ وہ یک کھلا ہوا دشمن اسلام کا ہے، جو کچھ بھی کہتا ہے مسلمان اس کو اس کی عداوت وعناد پر محمول کرے گا لیکن خارجی یا رافضی دعویدار اسلام ہو کر جو بات کہے گا ایک سادہ لوح اور بھولے بھالے مسلمان کا دل اس سے ضرور متاثر ہوگا جو کسی وقت اس کی گمراہی کا باعث ہوگا۔ بلکہ میں تو کہوں گا، آریہ، عیسائی وغیرہ مخالفین اسلام کو قرآن پاک اور احادیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر ناپاک حملے کرنے کا مصالحہ بھی روافض کی تصانیف سے ملتا ہے۔ ورنہ آیات قرآن وحدیث رسول (جو عربی میں ہیں) کے مضامین سے یک اردو داں آریہ یا عیسائی کب واقف ہو سکتا ہے۔ علوم عربیہ سے نابلد ہونے کے باعث لوگوں کو آیات قرآن یا احادیث رسول پر نکتہ چینی کرنے کا حوصلہ ہی کس طرح ہو سکتا ہے۔

اسلام کی تصویر اہل سنّت کے نقطۂ خیال سے

سچ پوچھیے تو اسلام کی اصلی پاک تصویر جو مذہب اہل السنت والجماعت پیش کرتا ہے کسی دشمن دین کی کیا مجال کہ اس کے خدوخال اور حسن وجمال پر کوئی بدنما دھبہ لگا سکے کیونکہ اہل السنت کا مذہب یہ ہے کہ ہادئ اسلام رسول عربی فداہ ابی وامی نے

پہلے اپنی واحد طاقت سے حسب فرمان ایزدی دنیا کے بڑے بڑے اصحاب جاہ وجلال
اور باجبروت امراء و سلاطین کو چیلنج دے کر توحید الٰہی کی طرف بلایا۔ ان کے خانہ ساز
خداؤں، ٹھاکروں اور بتوں کی الوہیت کی دلائل قاہرہ سے تردید اور تذلیل کی اور
لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی تیغ عریاں ہاتھ میں لے کر ھَلْ مِنْ مُّبَارِز کی صدا بلند کی چونکہ خدائے
جبّار و قہّار آپ کا حامی و مددگار تھا۔ ان بڑے بڑے جبابرہ کو آپ سے مقابلہ کرنے کا
حوصلہ نہ ہو سکا اور آپ کی وہ جادو بھری آواز (کلمہ توحید) ان بدن دلوں کو فتح کر گئی
تا آنکہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ عمر فاروق رضؓ عثمان رضؓ حیدر کرار رضؓ جیسے مبارک نفوس
آپ کے حلقہ بگوش ہو گئے۔ اور ان پاک نفوس نے داخل اسلام ہوتے ہی اپنی خداداد
قوت و شجاعت اور جان و مال سے خدمات اسلام میں وہ حصہ لیا کہ تھوڑے زمانہ میں اسلام
کو مشرق سے مغرب تک جنوب سے شمال تک پھیلا دیا اور مرتے دم تک اپنے آقا کا ایسا
ساتھ نبھایا کہ مخالف قومیں رشک کرتی ہیں۔ ان ہی پاک ہستیوں کے طفیل اقطاع الارض
عرب و عجم میں اسلام کا نور ضیاء افگن ہوا۔ انہوں نے ہی ایرانیوں کے بت کدے توڑے
اور فارس کے آتش کدے سرد کئے۔ انہوں نے ہی قیصر و کسریٰ جیسے عظیم الشان سلاطین
کا قلع قمع کر کے وہاں اسلام کی حکومت قائم کی۔ انہی کے طفیل خدائے قدوس کی وہ کتاب
(قرآن کریم) جو نبی آخر زماں پر نازل ہوئی۔ ہم تک بحالت مجموعی پہنچی۔ یہ خدا کے جری پہلوان
اگرچہ بحکم اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ مخالفین اسلام پر نہایت جبیرہ دست تھے مگر وہ بحکم
رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ آپس میں ایک دوسرے پر بڑے مہربان اور باہم شیر و شکر تھے
رسول اکرم ؐ کے زمانہ میں ان پاک ہستیوں نے اعلائے کلمۃ الحق میں اپنی جان و مال سے
دریغ نہ کیا۔ کفارِ مکہ کے ہاتھ سے سخت سے سخت اذیتیں اٹھائیں۔ گھر بار چھوڑے وطن
سے بے وطن ہوئے لیکن اپنے پیارے رسول ؐ کا دامن نہ چھوڑا۔ ہادی اسلام رسول پاک صلعم
نے جس وقت دنیا سے رحلت فرمائی۔ غازیان اسلام لاکھوں کی تعداد تک پہنچ چکے تھے جن
کے دلوں میں اسلام ایسا راسخ ہو چکا تھا کہ جان جاتی پر ایمان نہ جاتا۔ آپ کی وفات کے
بعد مجلس شوریٰ نے جس صاحب کو حضور علیہ السلام کی جانشینی (خلافت) کے لئے انتخاب

کیا۔ سب نے بلا چون و چرا اس کے ہاتھ پر بیعت کر کے اس کے آگے سر جھکایا۔ حتی کہ نوبت بہ نوبت حسب وعدہ الہٰی ان چاروں بزرگوں کو خلافت کا حصہ ملا۔ ان کے زمانہ میں اسلام نے وہ ترقی اور عروج حاصل کیا کہ دیگر مذاہب ان کے مقابلہ میں ہیچ ہو گئے۔

اسلام کی تصویر جو رافضی پیش کرتا ہے

اب تصویر کا دوسرا رخ دیکھیں جو روافض پیش کرتے ہیں۔ ان کے مذہب میں ہادی اسلام رسول عربی نے اپنی عمر بھر کی وعظ و تبلیغ سے سچے مسلمان ماسوا علی رضی اللہ عنہ حسنین رضی اللہ عنہما اپنے کنبہ کے لوگوں کے علاوہ صرف چند کس ابوذر رضی اللہ عنہ سلمان رضی اللہ عنہ پیدا کئے تھے جو آخر تک اسلام پر قائم رہے۔ باقی مسلمان سارے کے سارے برائے نام مسلمان ہوئے تھے جو رسول عربی کی وفات کے بعد سب کے سب بغیر ان چند کس کے مرتد ہو گئے[1] اور طرفہ یہ کہ رسول کو اپنی زندگی میں یہ خوب معلوم تھا کہ یہ لوگ منافق ہیں اور میری وفات کے بعد خلافہ طور پر میرے بھائی علی اور ان کی اولاد کے دشمن بن جائیں گے ان کے حقوق چھین لیں گے اور ان کو سخت تکلیف پہنچائیں گے۔ ان میں سے اصحاب ثلاثہ کا رسول پر کچھ ایسا رعب پڑ گیا تھا کہ ڈر کے مارے ان کو جرات نہ پڑتی تھی کہ ان کو اپنے دربار سے نکال دیں بلکہ بقول روافض خدا نے جبریل کے ذریعہ کئی دفعہ پیغام بھیجا کہ علی کی ولایت و خلافت کا اعلان کر دیں مگر رسول کو ایسا کرنے کی جرات نہ ہوتی تھی حتی کہ خدا نے ڈانٹ بتلا کر کہا۔ یَا أَیُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَیْكَ مِنْ رَبِّكَ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ ''اے نبی ہم نے جو ولایت علی کا[2]

---

[1] فروع کافی جلد ۳ کتاب الروضہ ص۱۱۵ میں ہے عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ كَانَ النَّاسُ أَهْلَ رِدَّةٍ بعد النبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ إِلَّا ثَلَاثَةً قُلْتُ وَمَنِ الثَّلَاثَةُ قَالَ الْمِقْدَادُ بْنُ الْأَسْوَدِ وَأَبُو ذَرٍّ الْغِفَارِيُّ وَسَلْمَانُ الْفَارِسِيُّ رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِمْ وَبَرَكَاتُهُ۔ (ترجمہ) امام باقر فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کے بعد سب مرتد ہو گئے صرف تین حسب ذیل مسلمان رہ گئے مقداد ابوذر، سلمان فارسی۔ حیات القلوب اردو جلد ۲ ص۵۸ میں ہے پس فرمایا علی تم کیا کرو گے۔ اگر یہ گروہ میرے بعد تم پر امیر ہوں اور تم پر سبقت کریں اور بجبر تم کو بیعت کے لئے بلائیں۔ اور جب تم انکار کرو تو تمہارا گریبان پکڑ لیں اور ناک و مفہوم بے یار دیا اور تم کو ابوبکر کے پاس لے جائیں

بقیہ ص۴۰

کی نسبت آپ کے پاس وحی بھیجی ہے وہ ظاہر کر دیجیے۔ ایسا نہ کیا تو تم نے حق رسالت ادا نہیں کیا۔ اس پر بھی آنحضرت کو علانیہ طور پر ولایت علی اور اپنے بعد ان کی جانشینی کے متعلق صاف اعلان دینے کا حوصلہ نہ ہو سکا۔ کچھ ایسے گول مول الفاظ کہے جن سے مدعا حاصل نہ ہو سکتا تھا۔ وہ یہ تھے۔ مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاہُ وَعَادِ مَنْ عَادَاہُ

ترجمہ: جس کا میں دوست علی بھی اس کا دوست ہوگا۔ اے خدا علی کے دوست کو دوست رکھ اور اس کے دشمن کو دشمن۔ اس سے تو یہی ظاہر ہو کہ علیؓ سے دوستی رکھنا چاہیے۔ دشمنی نہیں کرنی چاہیے۔ یہاں وراثت یا خلافت کی طرف تو مطلقاً اشارہ بھی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بقول روافض بوقت وفات حضور علیہ السلام نے قلم دوات طلب فرمائی کہ علیؓ کی خلافت کے متعلق کچھ وصیت کریں مگر وہ وقت بھی عمرؓ نے حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰہِ کہہ کر ٹال دیا۔ عمرؓ تو دشمن ہی تھے۔ اہل بیت جن میں علی المرتضیٰ بھی تھے۔ یہ حوصلہ نہ کر سکے کہ کہیں سے قلم دوات لا کر اپنے حق میں وصیت لکھوا لیتے۔ دلیل پیغمبر خدا نے آیت بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ کی پروا نہ کرتے ہوئے ایک ضروری حکم وصیت خلافت علیؓ عمرؓ کے خوف سے چھپا دیا۔

حضور علیہ السلام تو فوت ہو گئے۔ علیؓ کے ساتھ سوائے معدودے چند مقدادؓ، ابوذرؓ

جائیں۔ اور بعد [illegible] جو [illegible] پس جب امیر نے فرمایا: یا حضرت اگر یاور نہ ملیں گے تو صبر کروں گا لیکن [illegible] سے بیعت نہ کروں گا مگر جب یاور ملیں گے ان سے قتال کروں گا۔ حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۵ میں ہے: پس [illegible] درمیان خلق [illegible] بیعت [illegible] عہد و پیمان را [illegible] حضرت رسول [illegible] کفر [illegible] حضرت [illegible] سوال کرد از جبرئیل [illegible] از جانب خداوند [illegible] پس در مسجد خیف جبرئیل بر آنحضرت نازل شد [illegible] مقام خود [illegible] پس باز جبرئیل نازل

بقیہ ص ۴۰

سلمانؓ وغیرہ کے کوئی ساتھی نہیں۔ تمام مسلمانوں نے اتفاق کر کے ابو بکرؓ کو تخت خلافت پر بٹھا ہی دیا۔ علی المرتضیٰؑ گوشہ نشین ہو کر قرآن جمع کرنے میں مصروف ہو گئے۔ خالدؓ بن ولید اور عمرؓ نے دروازہ آ کھٹکھٹایا۔ شیر خدا خود تو دروازہ تک نہ آئے خاتون جنت کو بھیجا انہوں نے عمرؓ کو ڈانٹ بتائی کہ ہمیں کیوں چھیڑتے ہو۔ عمرؓ نے غضبناک ہو کر ان پر دروازہ گرا دیا۔ یا بقول روافض (نعوذ باللہ) خاتون جنت کے بطن مبارک پر لات مار کر حمل گرا دیا اور محسن کو شہید کر دیا۔ علی المرتضیٰؑ پرلے درجہ کے بہادر اور جری تھے۔ آپ کی شجاعت کا کیا کہنا بقول آسمان ایک انگلی پر رکھ کر اٹھا لینا ان کی بہادری کا ادنیٰ کرشمہ تھا۔ آپ کی ذوالفقار بھی غضب ڈھاتی تھی۔ عمرو و مرحب جیسے کوہ پیکر پہلوان کا ذکر ایک اشارہ سے دو ٹکڑے کر دیا۔ شیر خدا نے خیبر کا دروازہ ایک ہاتھ سے توڑ کر کہیں کا کہیں پھینک دیا۔ مگر بایں ہمہ اپنی زوجہ محترمہ کی یوں بے عزتی دیکھ کر نہ ذوالفقار نیام سے نکالی نہ اپنی خداداد شجاعت کے کچھ جوہر دکھائے۔ ملا عمرؓ اور خالدؓ نے شیر خدا کی گردن میں (معاذ اللہ) رسی ڈال لی اور گھسیٹتے ہوئے ابو بکر کے پاس لے گئے اور بزور بیعت کرائی۔ پھر ایام خلافت ابو بکرؓ میں شیر خدا تقیہ سے کام لیتے رہے۔ ان کے پیچھے نمازیں

شد در امر ولایت تاکید نمود و ثبت عصمت را بیار و پس حضرت فرمود کہ اے جبرئیل من از قوم خود مے ترسم کہ مرا تکذیب نمایند و قول مرا در حق علی قبول نکنند از آنجا باز گردید پس چوں بغدیر خم رسید کہ بتد ربسیل پیشین از نخواست جبرئیل نزد آنحضرت صلعم آمد در وقتیکہ پنج ساعت از روز گذشتہ بود۔ تا بنہایت زجر و تہدید مبالغہ نمود۔ با ضامن شدن عصمت از شر اعادی پس گفت یا محمد خداوند عزیز و جلیل ترا سلام مے رساند و مے گوید کہ اے پیغمبر برگو و تبلیغ کن آنچہ سوئے تو فرستادہ شدہ است در باب علیؓ و اگر نکنی نہ رسانیدہ خواہی بود ہیچ یکے از رسالت الٰہی را خدا ترا نگہدار از شر مردم و اول قافلہ نزدیک رسیدہ بود پس جبرئیل آن حضرت را امر کرد الخ۔ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ رسولؐ کو علیؓ کی ولایت کے اعلان کرنے کا صریح حکم پہنچا ہی آپ اس کے نہ کرنے کے مارے ڈر کے لیت و لعل کرتے رہے اور جبریل کا رسول اور خدا کے درمیان آمدورفت کا ایک مدت تک تانتا بندھا رہا۔ حتے کہ دربار الٰہی سے زجر و توبیخ ہوئی اور خدا نے شر دشمناں سے محافظت کا ذمہ بھی اٹھایا۔ تب بمشکل تمام غدیر خم میں لوگوں کو جمع کر کے حضرت نے من کنت مولاہ الخ کے گول مول الفاظ فرمائے ناظرین خود ہی خیال فرمائیں کہ ایسے عقیدہ سے رسول پاک کی شان تبلیغ رسالت کی کس طرح

بقیہ صؐ ۴۱

پڑھیں اور ہر ایک کام میں ان کے مشیر کار بنے رہے۔ ایسا ہی ایام خلافت عمرؓ و عثمانؓ میں اندر سے دشمن لیکن مصلحتاً بظاہر دوست بنے رہے اور اس طرح خلق خدا گمراہ ہوتی رہی۔ آخر شہادتِ عثمانؓ کے بعد آپ کو منصبِ خلافت نصیب ہوا لیکن ثلاثہؓ کا خوف دل پر کچھ ایسا غالب تھا کہ ان کے انتقال کے بعد بھی ان کی مخالفت کا حوصلہ نہ ہو سکا نہ فدک وارثانِ فاطمہ کو واپس دے سکے۔ نہ متعہ جیسے کارِ ثواب کی ترویج کر سکے، نہ بدعتِ عمر تراویح کو موقوف فرما سکے۔ بغرض منحوس تقیہ آپ کے لئے ایسی بلائے بے درماں تھی کہ جس نے مرتے دم تک پیچھا نہ چھوڑا اور طرفہ یہ کہ خدا کے کلام پاک قرآن کریم کو بھی ثلاثہؓ نے بگاڑ کر کچھ کا کچھ کر دیا۔ سورتوں کی سورتیں اور آیتوں کی آیتیں نکال ڈالیں۔ سترہ ہزار آیت کا قرآن جبریلؑ رسول پاکؐ کے پاس لایا تھا۔ ثلاثہ نے صرف ۶۶۶۶ آیات رہنے دیں۔ باقی سب نکال دیں۔ اصلی قرآن حضرت علیؓ نے جمع کیا تھا جو ثلاثہ کے پیش کیا انہوں نے قبول نہ کیا۔ تو قسم اٹھائی کہ اب اس قرآن کو ظہورِ مہدی سے پہلے کوئی دیکھ نہ سکے گا۔ یہ مسئلہ بالتفصیل آگے درج ہوگا۔

اب جائے غور ہے کہ وہ اسلام جو اہل السنت پیش کرتے ہیں۔ اس کے متعلق کسی قسم کا طعن کرنے کا کوئی موقع مل سکتا ہے (ہرگز نہیں) لیکن اسلام کا جو نقشہ روافض

توہین ہوتی ہے (استغفر اللہ) نہ جلاء العیون جلد ۱ ص ۱۲۳ میں ہے۔ پس وہ اشقیا نے امت گلوئے مبارک جناب امیر میں ریسمان ڈال کر مسجد میں لے گئے۔ اور بروایت دیگر جب دروازہ پر پہنچے۔ اور جناب فاطمہ مانع ہوئیں اس وقت قنفذ نے اور بروایت دیگر عمرؓ نے تازیانہ بازوئے جناب فاطمہ پر مارا کہ بازوئے جناب فاطمہ کا شکستہ ہو گیا۔ اور سوجھ گیا۔ مگر پھر بھی جناب فاطمہ نے جناب امیر سے ہاتھ نہ اٹھایا اور ان اشقیا کو گھر میں آنے سے منع کیا۔ یہاں تک کہ دروازہ شکم جناب فاطمہ پر گرا دیا۔ اور پسلیوں کو شکستہ کیا اور اس فرزند کو جو شکم جناب فاطمہ کے تھا۔ اور حضرت نے اس کا نام محسن رکھا تھا شہید کیا (نعوذ باللہ) اصحاب رسول کو بدنام کرنے کے لئے روافض نے بے اصل روایات گھڑ کر اسد اللہ الغالب اور جناب سیدہ کی توہین کا کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا کیا عقل مان سکتی ہے کہ جناب سیدہ کی ایسی بے حرمتی ہو رہی ہو اور شیر خدا خاموش بیٹھے رہیں۔ پھر آپ کے گلے میں رسی ڈال کر اور گھسیٹ کر مسجد تک لے جائیں۔ اور شیر خدا جنبش نہ کریں۔ ع ایں خیال است و محال است و جنون

کھینچ کر دکھاتے ہیں۔ یہ مخالفین کے اعتراضات سے ہرگز بچ نہیں سکتا۔ ہمارا دعویٰ ہے
کہ ہمارے رسول پاک نبی آخر الزماں نے اپنی پاک تعلیم سے جو شاگرد (صحابہ) پیدا کئے
وہ ایسے کامل مکمل تھے کہ کسی قسم کی ترغیب و ترہیب ان کے راسخ عقیدہ سے ان
کو متزلزل نہ کر سکتی تھی۔ اپنی جانیں اپنے مال وہ اپنے آقا رسول پاک پر قربان کر چکے تھے
ہر مشکل وقت میں اپنے پیارے رسول کا ساتھ دیا۔ وطن مالوف کو خیرباد کہا۔ خویش و اقارب
کو چھوڑ کر نبی اکرمؐ (فداہ ابی و امی) کے ہمراہ ہجرت اختیار کی۔ جان جوکھوں کے وقت صدیق
اکبر نے خدا کے حبیب حضرت رسولؐ پاک کو اپنے کندھے پر اٹھا کر میلوں کا سفر قطع کر کے
غار ثور میں پہنچایا۔ اپنی جان معرض خطر میں ڈال غار کے اندر جا کر پہلے سارے سوراخ بند
کئے۔ پھر رسول پاک صلعم کو اندر داخل ہونے دیا تاکہ حضور گزند موذی جانور سے محفوظ رہیں
حضور علیہ السلام کا سر اپنی گود میں رکھ کر سلا دیا اور خود پاسبانی کرتا رہا۔ عاشق نبی (صدیق
اکبرؓ) کو جب کہ اس نے ایک سوراخ میں اپنے پاؤں کی ایڑی رکھی ہوئی تھی۔ سانپ نے
ڈسا۔ آنکھوں سے شدت درد سے آنسو تو گرے لیکن منہ سے فریاد نہ نکلی تاکہ پیارے
رسول کی نیند میں خلل نہ پڑے۔ (یہ واقعات حملہ حیدری وغیرہ کتب معتبرہ شیعہ میں مذکور
ہیں جن کو ہم اپنے کسی موقع پر نقل کریں گے)۔ حضورؐ کی زندگی ہی میں نہیں بلکہ آپ کے یار
غار نے بعد وفات رسولؐ بھی خدمت اسلام میں اپنی جانیں وقف کر دیں اور انہی کی برکت
سے اسلام دنیا میں پھیلا اور خدا کا پاک صحیفہ (قرآن کریم) جیسا کہ نازل ہوا تھا۔ ان ہی
کی طفیل اب تک ہم تک موجود و محفوظ ہے۔ اس کے مقابلہ میں حضرت عیسےٰ کے شاگردوں (حواریوں)
کی طرف دیکھا جائے تو پتہ ملتا ہے کہ اس مشکل وقت میں جو یہودیوں کی شرارت سے مسیح
کی جان پر آبنی تھی، کسی شاگرد نے ساتھ نہ دیا۔ بلکہ یہودا نے تیس روپے لے کر ان کو گرفتار
کرا دیا۔ (متی باب ۲۶ درس ۱۵) شمعون پطرس نے تین مرتبہ تعلق سے انکار کیا اور قسمیں کھائی
ہیں اور لعنت بھی بھیجی (متی باب ۲۶ درس ۷۰ لغایت ۷۴)۔ ایسا ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو
قوم نے جب ان کو جہاد کے لئے بلایا گیا تو صاف کہہ دیا کہ فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا
هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ ۔ (یعنی تم اور تمہارا رب مل کر دشمن کا مقابلہ کرو ہم تو الگ بیٹھ کر تماشا

دیکھیں گے۔ لیکن دوسری قسم کا اسلام وہ ہے کہ جو لوگ ہادی اسلام سے خاص الخاص تعلق رکھتے جن کی تعمیر پر آپ نے سارا زور خرچ کیا اور ان کو عمر بھر کی صحبت سے مستفید فرمایا اور سفر و حضر میں وہ آپ کے رفیق شام و صباح اور ہمدم رہے۔ اپنی بیٹیاں ان کو نکاح کر دیں۔ ان کی بیٹی زوجیت میں لے لیں۔ ان کا اسلام بھی منافقانہ تھا۔ وہ زبانی مسلمان تھے اور دل میں رسول اور اس کی اولاد کے دشمن تھے۔ ہادی اسلام کے رخصت ہونے وفات ہونے کی دیر تھی کہ سارا نقشہ ہی بدل گیا۔ نہ مسلمان رہے نہ مسلمانی۔ صرف تین یا چار اشخاص اسلام پر ثابت قدم رہے۔ باقی سب مرتد ہو گئے (العیاذ باللہ) اب بتلایئے کہ ایک مخالف اسلام کے دل میں اسلام اور ہادی اسلام کی کیا وقعت رہ جائے گی اور مسلمان صداقت اسلام کے لیے کونسی دلیل پیش کر سکے گا۔ علاوہ ازیں شیعہ قرآن کے بھی قائل نہیں ہیں۔

شیعہ قرآن کو نہیں مانتے

اسلام کا مایہ ناز، اسلام کا زندہ معجزہ، خدائے پاک کا مقدس صحیفہ قرآن کریم ہے جس کے متعلق غیر تو غیر کو بھی اس امر کا قائل ہونا پڑا ہے کہ یہ ایک کامل مکمل کتاب ہے جس کا ایک کلمہ، ایک حرف، ایک نقطہ تک بھی تبدیل نہیں ہوا ہے نہ ہو سکتا ہے۔ چنانچہ ایک عیسائی مصنف سر ولیم میور سابق لیفٹیننٹ گورنر صوبہ متحدہ "لائف آف محمد" میں رقمطراز ہے: "یہ بالکل صحیح اور کامل قرآن ہے اور اس میں ایک حرف بھی تحریف نہیں ہوا۔ ہم ایک بڑی مضبوط بنا پر دعویٰ کر سکتے ہیں کہ قرآن کی ایک ایک آیت خالص اور غیر متغیر صورت میں ہے اور آخر کار ہم اپنی بحث کو وان ہیمر صاحب کے فیصلہ پر ختم کرتے ہیں۔ وہ فیصلہ یہ ہے کہ ہمارے پاس جو قرآن ہے ہم کامل طور پر ایسا ہی ہر لفظ محمد صلعم کا سمجھتے ہیں جیسا کہ مسلمان اس کے ہر لفظ کو خدا کا لفظ خیال کرتے ہیں۔"

لیکن افسوس ہے کہ شیعہ باوجود مدعی اسلام ہونے کے صرف اس خیال سے کہ قرآن پاک کی تدوین و ترتیب خلیفہ ثالث حضرت عثمان رضؓ نے کی ہے اس کو قرآن نہیں مانتے

بلکہ شیعہ کا عقیدہ ہے کہ اصلی قرآن وہ تھا جو حضرت علیؓ نے جمع کیا تھا اور اصحابِ ثلاثہ کے پیش کیا تھا۔ انہوں نے اس کو قبول نہ کیا تو حضرت علیؓ نے اس کو ایسا غائب کیا کہ قیامت سے پہلے اس کا نکلنا محال ہے۔ چنانچہ شیعہ کی بڑی مستند کتاب اصول کافی مطبوعہ نولکشور ۱۳۰۲ھ ص۱۳۹ میں یوں لکھا ہے۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا جَعْفَرٍ يَقُوْلُ مَا ادَّعٰى اَحَدٌ مِّنَ النَّاسِ اِنَّهٗ جَمَعَ الْقُرْآنَ كُلَّهٗ كَمَا اُنْزِلَ اِلَّا كَذَّابٌ وَمَا جَمَعَهٗ وَمَا حَفِظَهٗ كَمَا نَزَّلَهُ اللّٰهُ اِلَّا عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ وَالْاَئِمَّةُ مِنْ بَعْدِهٖ (ترجمہ) جابر کہتا ہے میں نے امام محمد باقر سے سنا، وہ کہتے تھے کہ جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ اس نے سارے قرآن کو جیسا کہ نازل ہوا ہے جمع کر لیا ہے وہ بڑا جھوٹا ہے۔ قرآن کو جیسا کہ خدا نے نازل کیا بغیر علیؓ اور ائمہ بعد کے کسی نے جمع نہیں کیا۔"

نتیجہ صاف ہے کہ چونکہ قرآن موجودہ باتفاق فریقین جمع کردہ علیؓ نہیں ہے بلکہ جمع کردہ عثمانؓ ہے اس لئے اس کو مکمل قرآن کہنے والے جھوٹے ہیں۔ (معاذ اللہ)

اور سنیے۔ شیعہ کی دوسری مستند کتاب جلاء العیون اردو مطبع جعفری لکھنؤ کے ص۲ میں یوں درج ہے کہ "ابوبکرؓ نے جناب امیر کو اپنی بیعت کے لئے بلایا۔ جناب امیر نے فرمایا کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ جب تک قرآن جمع نہ کر لوں گھر سے باہر نہ آؤں اور چادر دوش پر نہ ڈالوں۔ بعد چند روز کلام اللہ ناطق یعنی جناب امیر نے قرآن کو جمع فرمایا اور جزدان میں رکھ کر سر بمہر کر دیا۔ اور مسجد میں تشریف لا کر مجمع مہاجرین و انصار میں ندا فرمائی کہ اے گروہ مردماں جب میں دفن پیغمبر آخر الزماں سے فارغ ہوا بحکم آنحضرت قرآن جمع کرنے میں مشغول ہوا اور جمیع آیات و سورہائے قرآنی کو جمع کیا ہے اور کوئی آیت آسمان سے نازل نہیں ہوئی جو حضرت نے مجھے نہ سنائی ہو اور اس کی تاویل مجھے نہ تعلیم کی ہو۔ چونکہ اس قرآن مجید میں چند آیات کفر و نفاق منافقان قوم و نص خلافت جناب امیر پر صریح تھے اس وجہ سے عمرؓ نے اس قرآن کو قبول نہ کیا۔ پس جناب امیر خشمناک اپنے حجرہ طاہرہ کی طرف تشریف لے گئے اور فرمایا کہ اس قرآن کو تم لوگ تا ظہور قائم آل محمد (امام مہدی) نہ دیکھو گے۔"

اس عبارت سے بوضاحت ثابت ہو گیا کہ حسب اعتقاد شیعہ اصلی قرآن وہ تھا جو حضرت علی رضؓ نے جمع کر کے اصحاب کے پیش کیا۔ انہوں نے منظور نہ کیا تو آپ خفا ہو کر اپنے حجرہ میں چلے گئے۔ اور کہا کہ اب اس قرآن کو تم لوگ امام مہدی کے ظہور سے پہلے ہرگز نہ دیکھو گے۔

اسی طرح اصول کافی صفحہ ۱۷۶ حدیث بروایت امام صادق اسی مضمون کی درج ہے جس میں لکھا ہے۔ فَقَالَ وَاللّٰهِ مَا تَرَوْنَهُ بَعْدَ يَوْمِكُمْ هٰذَا اَبَدًا (حضرت علی رضؓ نے کہا۔ خدا کی قسم اس قرآن کو آج کے بعد تم کبھی نہ دیکھو گے) اور یہی اصول کافی صفحہ ۱۷۱ میں ہے۔

عَنْ هِشَامِ بْنِ سَالِمٍ عَنْ اَبِي عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ اِنَّ الْقُرْاٰنَ الَّذِي جَاءَ بِهِ جِبْرَئِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ سَبْعَةَ عَشَرَ اَلْفَ اٰيَةٍ۔ (ہشام بن سالم نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی۔ آپ نے فرمایا کہ جو قرآن جبرائیل رسول پاکؐ کے پاس لے کر آئے وہ سترہ ہزار آیات کا ہے)

اس حدیث نے تو شیعہ کے عقیدہ میں قرآن کی آیتیں بھی گن دیں اور صاف بتا دیا کہ جو اصلی قرآن جبرائیل نے نبی کریمؐ کو پہنچایا تھا وہ سترہ ہزار آیتہ کا قرآن ہے چونکہ موجودہ قرآن سترہ ہزار آیات کا نہیں بلکہ ۶۶۶۶ آیتوں کا ہے۔ اس لئے یہ مکمل قرآن نہیں ہے۔ اب کہا جائے گا کہ یہ اعتقاد متقدمین شیعہ کا ہوگا آج کل کے شیعہ اسی قرآن کو مکمل اور صحیح سمجھتے ہیں۔ سو یہ خیال بھی درست نہیں ہے کیونکہ ناممکن ہے کہ کوئی شخص شیعہ ہو کر امام جعفرؓ کی اس حدیث کو جھٹلا سکے۔ نیز قول امیر مندرجہ بالا نہ ہونے کی تکذیب کر سکے اس میں کلام نہیں کہ آج کل کے شیعہ بھی اس قرآن کو صحیح نہیں مانتے اور ان کا عقیدہ بھی اسی فرضی قرآن پر ہے۔ جو بخیال ان کے حضرت علی رضؓ نے جمع کیا تھا اور اب اس کو امام مہدی علیہ السلام بغل میں دبائے کہیں غار میں چھپے ہوئے ہیں۔ لیکن اس امر کے ثبوت کے لئے کہ زمانہ حال کے شیعہ بھی اس قرآن کو نہیں مانتے، تحریری ثبوت پیش کیا جاتا ہے تاکہ منکرین کو چون وچرا کی گنجائش باقی نہ رہے۔

دوستو! آج کل شیعہ حضرات کے بڑے مجتہد و مسلّم پیشوا جناب مولوی سید علی
الحائری ہو رہے ہیں۔ ان کے نفس ناطقہ مرزا احمد علی امرتسری نے ایک رسالہ اردو موسومہ
''نفحات فی استخرات'' تصنیف کرکے شائع کیا ہے۔ اس کے ٹائیٹل کے دوسرے صفحہ
پر مولوی حائری نے تقریظ لکھی ہے۔ جس میں مصنف رسالہ کی تعریف اور رسالہ کی تصدیق
و توثیق کرکے آخر میں اپنی مہر ثبت کر دی ہے۔ اس رسالہ کے صفحہ ۴۵ میں مرزا موصوف
نے قرآن موجودہ کے متعلق اپنا عقیدہ صاف الفاظ میں لکھ دیا ہے کہ قرآن موجودہ نسخہ
اور ناقص غیر صحیح الترتیب ہے اور کہ اس طرح کا قرآن (معاذ اللہ) مرزا احمد علی بھی بنا
سکتا ہے۔ عبارت یوں ہے۔

'' حضرت عثمانؓ کا قرآن کی نقلوں کو پھیلانا مسلّم لیکن یہی ترتیب قرآن
ان کی غفلت از اسلام کو ثابت الزام کرتی ہے۔ اگر وہ حضرت علیؓ کے جمع شدہ
قرآن کو رائج کرتے تو ان پر کوئی الزام عائد نہ ہوتا۔ ہم نمونہ کے طور پر اس ترتیب
کی چند غلطیوں کو ظاہر کرتے ہیں۔ باتفاق اہل اسلام سورہ اقرأ سب سے
اول نازل ہوئی لیکن قرآن کی ترتیب میں اس کو آخر پارہ میں جگہ دی گئی ہے
اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ آخر میں نازل ہوئی ہے لیکن اس کو
بیچ میں جگہ ملی ہے دیکھئے اس آیت کو چھٹے پارہ سورہ مائدہ میں یوں درج
کیا ہے۔

حُرِّمَتْ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِیْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ
وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّیَةُ وَالنَّطِیْحَةُ وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّیْتُمْ
وَمَا ذُبِحَ عَلَی النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ اَلْیَوْمَ یَئِسَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا
مِنْ دِیْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ
عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا فَمَنِ اضْطُرَّ فِیْ مَخْمَصَةٍ غَیْرَ
مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ (پارہ ۶ سورہ مائدہ رکوع ۱)

ترجمہ: حرام کئے گئے تم پر مردار، خون، گوشت سور اور جو بانگ دیا جائے واسطے

غیر خدا کے ساتھ اس کے اور جو گلا گھونٹ کر مرا ہو یا مار سے مرا ہوا اور جو بلندی سے گر کر
مرا ہو۔ اور ضرب شاخ سے مرا ہو۔ اور جس کو کھایا ہو درندوں نے۔ مگر جس کو تم نے
ذبح کیا۔ اور جو ذبح کیا جائے اوپر تھانوں کے۔ اور یہ کہ طلب قسمت کرو ساتھ تیروں کے
یہ فسق ہے۔ آج کافر تمہارے دین سے ناامید ہو گئے۔ پس ان سے نہ ڈرو۔ اور مجھ سے
ہی ڈرو۔ آج کے دن میں نے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تمام کر دی تم پر نعمت اپنی اور
راضی ہوا تمہارے لئے اسلام دین سے۔ پس جو مضطر ہو جائے بھوک میں۔ لیکن اس گناہ
کے اعادہ کی طرف مائل نہ ہو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔"

ہر ایک عاقل بصیر پر ادنیٰ تدبر سے واضح ہوگا کہ ان دونوں اَلْیَوْمَ کو حلت آیت
سے کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ یہ نہ ہر ہے کہ محرمات کے حرام ہو جانے سے کافر نا امید نہیں ہو جاتے
اور نہ اس سے کمال دین ہوتا ہے۔ اور اگر اس سے تمام دین ہوا تو چاہیے تھا کہ اس کے بعد کوئی اور
حکم نازل نہ ہوتا۔ حالانکہ بالاتفاق ثابت ہے کہ اس کے بعد بہت سے حکم نازل ہوئے پھر
یہ حکم مکمل دین کیسے ہو سکتا ہے۔ اور دیکھئے پارہ ۴ سورۃ نسا میں ہے۔ وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا
تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ
فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً الخ یعنی اگر تم ڈرو کہ یتامیٰ میں انصاف نہ کرو گے
تو نکاح کرو جو پاک ہیں تمہارے لئے عورتوں سے دو تین اور چار پس اگر ڈرو کہ عدل نہ
کرو گے تو ایک ہی۔

فرمائیے۔ کہ خوف عدم انصاف یتامیٰ کو تعدد ازدواج سے کیا تعلق اگر قسط یتامیٰ
تین چار عورات کو نکاح میں لانے سے ہی قائم ہوتا ہے تو اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً کی
قید بے فائدہ۔ یہ تو نمونہ مشتے از خروارِ ترتیب کی فروگذاشتیں ہیں۔ اب اعراب کی سن لیجئے
اِنَّ ھٰذَا صِرَاطٌ عَلَیَّ مُسْتَقِیْمٌ یعنی بہ تحقیق یہ راستہ ہے اوپر میرے
سیدھا۔ مہربانی کر کے اس عَلَیَّ کو ذرا سمجھا دیجئے۔ خدا کے اوپر کونسی راہ سیدھی ہے
یہ علیٰ فوق کے معنی رکھتا ہے۔ لیکن خدا سے کوئی فائق نہیں ہے۔ اور یا نقصان کے معنی جیسے
عَلَیْکُمْ مَا حُمِّلْتُمْ لیکن خدا کے لئے کوئی نقصان نہیں۔ پھر یہ عَلَیَّ ہے کیا چیز؟ اور

لیجیے اِن ھٰذٰانِ لَسٰاحِرَانِ موجودہ صرف ونحو کے لحاظ سے غلط ہے۔ آپ کے
مسیح نے حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۰۲ میں لکھا ہے کہ خدا کسی محاورہ کا پابند نہیں۔ یہ بڑا متروک
محاورہ ہے۔ لیکن اس پر یہ سوال ہے کہ قرآن من حیث فصاحت معجزہ ہے اگر متروک
محاوروں کو بھی معجزہ کہا جائے تو بس خیر پھر تو میں بھی ایک ایسی کتاب لکھ سکتا ہوں جو بڑے
محاورات کو شامل ہو۔ اور وہ معجزہ ہو گا۔ بس حضور یہی آپ کے حضرت عثمانؓ کی کارروائی
ہے۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ میں ذکر سے رسالت مراد ہے۔

"(تجویز ۲۷۔ تفسیر نورالدین صاحب)"

اس عبارت سے حسب ذیل باتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ اوّل یہ کہ حضرت علیؓ کا جمع کردہ
قرآن اصلی تھا جس کو رائج نہیں کیا گیا۔ دوم موجودہ قرآن کی ترتیب مسلمانوں کی ہدایت
کا باعث نہیں۔ بلکہ اس سے غفلت از اسلام کا باعث ہوتا ہے۔ دوم مرزا احمد علی اس قرآن
کو سراسر غلط سمجھتا ہے۔ چنانچہ نمونہ کے طور پر پہلے اس کی ترتیب کی غلطیاں ظاہر کرتا ہے پہلی
غلطی یہ کہ سورۂ اقرأ پہلے نازل ہوئی تھی۔ قرآن موجودہ میں آخری پارہ میں درج ہے دوسری
یہ کہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ والی آیہ آخر میں نازل ہوئی۔ اس کو چھٹے پارہ میں لکھا گیا ہے۔ تیسری آیہ
وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی کے ساتھ فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ الخ بے معنی ہے۔

اس کے بعد مرزا موجودہ قرآن کی صرف ونحو کی غلطیاں بیان کرتا ہے۔ پہلی یہ کہ آیۃ
اِنَّ ھٰذَا صِرَاطٌ عَلَیَّ مُسْتَقِیْمٌ دوسری آیت اِنْ ھٰذٰانِ لَسٰاحِرَانِ بھی قاعدہ
نحو کی رو سے غلط ہے۔ اِنَّ ھٰذَیْنِ چاہیئے تھا۔ سوم۔ یہ قرآن جس کی نسبت
مشہور ہے کہ من حیث فصاحت معجزہ ہے۔ یہ درست نہیں ہے۔ بلکہ اس میں متروک
محاورے پائے جاتے ہیں اور اس قسم کا قرآن مرزا احمد علی جیسا کلرک بھی بنا سکتا ہے
کاش! اسلامی سلطنت ہوتی تو احمد علی جیسے مسلمان کا وہی حشر ہوتا جو نعمت اللہ کا افغانستان
میں ہوا۔ لیکن یہاں آزادی کا دور ہے۔ جو جی چاہے کہو سے

کس نمی پرسد کہ بھیا کون ہو — سیر ہو یا بابا ہو یا پون ہو

ہاں! ایک دن مرنا ہو گا۔ پھر معلوم ہو جائے گا کہ تم نے خدا کی پاک کتاب سے کیا

سلوک کیا۔ یہ نہ خیال کیا جائے کہ مرزا اپنے ذاتی خیالات کا اظہار کر رہا ہے۔ بلکہ وہ تمام
شیعان ہند و پاک کے خیالات کی ترجمانی کر رہا ہے۔ جس کی تصدیق و توثیق شیعوں
کے قبلہ و کعبہ سرکار حائری نے بھی کر دی ہے۔ بلاشبہ شیعہ کا ایمان اس قرآن پر نہیں
ہے نہ ہو سکتا ہے۔ اگر یہ کہتے ہیں کہ ہم اس قرآن کو مانتے ہیں۔ تو یہ ان کا تقیہ ہے۔ اب
ہم احمد علی کے اعتراضات کا جو اس نے قرآن پر کئے ہیں۔ مختصر جواب تحریر کرتے ہیں۔

اعتراضات مرزا کا جواب

قرآن کریم پر معترض ہونا احمد علی بے چارہ کی کیا بساط ہے۔ قرآن اس وقت نازل
ہوا جب عرب اپنی زبان کی فصاحت پر ناز کرتے تھے۔ بڑے بڑے فصحاء و بلغاء اپنے بے مثل قصیدے تحریر
کر رہے تھے۔ لیکن قرآن کریم کی فصاحت کے سامنے سب نے سر تسلیم خم کر دیا۔ قرآن نے
فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ کا چیلنج دیا۔ کسی کو سورت تو کیا ایک آیت بنانے کی بھی جرأت
نہ ہوئی۔ تعجب ہے کہ عجمی زبان جس کی عجمیت و قابلیت کی یہ حالت ہے کہ مباحثہ کے دوران میں
[illegible] وہ پڑھتا تھا، قرآن پر اعتراض کرنے لگے۔ در حقیقت یہ
ایسا اعتراض آپ بھی کر سکتے ہیں۔ معلوم ہونا چاہیے خود احمد علی ان اعتراضات کا موجد نہیں ہے
بلکہ ایک زندیق کا فتنہ خود ہے جس کا ذکر شیعوں کی مستند کتاب طبرسی مطبوعہ ایران
ص۹ [illegible] ۲۲ میں ہے کہ اس نے یہ اعتراضات حضرت علیؓ کے سامنے پیش کئے
اور آپ سے کوئی جواب نہ بن آیا کہ قرآن میں تحریف ہو جانے کی وجہ سے ایسا ہے۔

(۱) یہ اعتراض کہ سورۃ اِقْرَاْ پہلے نازل ہوئی اور اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ اخیر میں۔ اِقْرَاْ
کو آخری پارہ اور الیوم اکملت کو پارہ ۶ میں جگہ ملی۔ سو واضح ہو کہ شیعہ معترض کو اب تک یہ بھی
علم نہیں ہے کہ ترتیب قرآن مطابق تنزیل نہیں ہے۔ بلکہ موافق تلاوت رسولؐ خدا اور
تعلیم جبریلؑ ہے۔ جیسا کہ اتقان میں ہے۔ علامہ کرمانی برہان میں لکھتے ہیں۔ تَرْتِیْبُ السُّوَرِ
ھٰکَذَا ھُوَ عِنْدَ اللّٰہِ فِی اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ عَلٰی ھٰذَا التَّرْتِیْبِ وَعَلَیْہِ کَانَ یَعْرِضُ النَّبِیُّ
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی جِبْرِیْلَ کُلَّ سَنَۃٍ مَا کَانَ یَجْتَمِعُ عِنْدَہٗ مِنْہُ وَعَرَضَ عَلَیْہِ فِی السَّنَۃِ الَّتِیْ

توفی بیثما مرتبین (سورتوں کی ترتیب وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک لوح محفوظ میں ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی ترتیب کے ساتھ جبرائیل کو سنایا کرتے تھے اور جس سال کہ آپ کا انتقال ہوا دو بار سنایا۔)

دوسری جگہ میں لکھا ہے امام ابوبکر بن انباری فرماتے ہیں۔ اَنْزَلَ اللّٰہُ تَعَالیٰ الْقُرْآنَ کُلَّہٗ اِلَی الدُّنْیَا ثُمَّ فَرَّقَہٗ فِیْ بِضْعٍ وَّعِشْرِیْنَ سَنَۃً وَکَانَتِ السُّوْرَۃُ تَنْزِلُ لِاَمْرٍ یَحْدُثُ وَالْاٰیَۃُ جَوَابًا لِّمُسْتَخْبِرٍ وَیُوْقِفُ جِبْرَائِیْلُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی مَوْضِعِ الْاٰیَۃِ وَالسُّوْرَۃِ فَاتِّسَاقُ السُّوَرِ کَاتِّسَاقِ الْاٰیَاتِ وَالْحُرُوْفِ کُلُّہٗ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَمَنْ قَدَّمَ سُوْرَۃً اَوْ اَخَّرَھَا فَقَدْ اَفْسَدَ نَظْمَ الْقُرْآنِ (اللہ تعالیٰ نے تمام قرآن آسمان دنیا کی طرف ایک بار نازل کر دیا تھا۔ پھر اس کو دنیا میں حضرتؐ پر ۲۳ برس میں تھوڑا تھوڑا نازل فرمایا۔ جب کوئی بات پیدا ہوتی اس کے لئے اس میں سے اسی قدر کوئی سورۃ یا آیت نازل ہو جاتی تھی اور جبرائیل آپ کو اس کا موقع بتلا دیا کرتے تھے پس سورتوں کا باہمی ایسا ہی اتصال ہے جیسا کہ آیات وحروف کا اور سب آنحضرت صلعم کی طرف سے ہے پھر جو کوئی سورۃ مقدم یا موخر کرتا ہے وہ نظم قرآن میں خلل ڈالتا ہے۔)

مفسرین کے اس بیان کی تصدیق قرآن کریم سے بھی ہوتی ہے جیسا کہ آیت لَا تُحَرِّکْ بِہٖ لِسَانَکَ لِتَعْجَلَ بِہٖ اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَہٗ وَقُرْاٰنَہٗ۔ جب جبرئیل کوئی آیت نازل کرتے تو حضور علیہ السلام اس کو جلدی جلدی پڑھتے تاکہ ٹھیک یاد ہو جائے اور بھول چوک نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، آپ جلدی مت کریں۔ پھر کوئی شخص قرآن کی جمع وترتیب خلاف تغیر وتبدل کس طرح کر سکتا ہے اور یہ کبھی ممکن نہیں کہ ۲۳ سال متواتر تنزیل قرآن ہوتی رہی ہو اور آنحضرت صلعم نے اس کی جمع وترتیب کا کوئی اہتمام نہ کیا ہو۔ بلکہ سور وآیات قرآن کی ترتیب عہد نبوی میں ہو چکی تھی۔ اور بہت سے لوگوں نے قرآن کو حفظ بھی کر لیا تھا۔ اسی ترتیب کے مطابق حضرت عثمانؓ نے قرآن کریم کی کتابت کرا کر قرآن پاک کی اشاعت کر دی۔ پھر احمد علی کا اعتراض اول خدا تعالیٰ پر ہے پھر رسول پاک

جبرائیل پر ہے. نہ حضرت عثمان پر کاش ؎

گر مسلمانی ہمیں است کہ مرزا دارد — حیف گر بس امروز بود فردائے

دوسرا اعتراض آیت قرآن وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَۃً کے متعلق ہے. یہ اعتراض بھی معترض کی بے علمی کی وجہ سے ہے. اس کا شان نزول جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے، یوں ہے.

کہ بعض لوگ چھوٹی یتیم لڑکیوں سے جو ان کی ولایت میں ہوتی تھیں. ان کے مال کے لالچ سے نکاح کر لیتے تھے اور چونکہ یتیم لڑکی کا کوئی سرپرست نہ ہوتا تھا. یہ لوگ بے انصافی سے ان کا مہر کم مقرر کرتے اور ان کے مال کو دبا لیتے اور حسن سلوک نہ کرتے تھے. اس لیے حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر تم لوگ یتامیٰ (صغیر لڑکیوں) سے منصفانہ برتاؤ نہیں کر سکتے ہو اور ان میں بھی بے انصافی کا ڈر ہو تو صرف ایک سے نکاح کر لینا کافی ہے بتلایئے اب کونسا اشکال باقی رہ جاتا ہے. آیت کا مضمون بالکل صاف ہے. البتہ ؎

سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجاست

(۳) اِنَّ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَیَّ مُسْتَقِیْمٌ کے متعلق لکھا ہے کہ عَلَیَّ یا فوق کے لیے ہے یا نقصان کے معنے دیتا ہے. یہ دونوں یہاں درست نہیں. اس لیے آیت پر غلطی صحیح نہیں ہے. سو اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ شیعہ بیچارے خود قرآن مجید سے بالکل ہی نابلد ہوتے ہیں ورنہ ایسے اعتراضات نہ کریں. جب کہ کتب نحو میں مذکور ہے کہ بعض جگہ علی بمعنی الی بھی ہوتا ہے. اکثر مفسرین نے بھی یہی لکھا ہے تفسیر خازن میں ہے. قَالَ الْحَسَنُ مَعْنَاهُ هٰذَا صِرَاطٌ اِلَیَّ مُسْتَقِیْمٌ. تفسیر حسینی میں ہے. گوید علی بمعنی الی ست یعنی بما میرسد راہ راست بسوئے من. سو اس کا معنی یہ ہے کہ یہ راستہ سیدھا میری طرف ہے. اس میں کونسی غلطی ہے؟ یہ عَلَیَّ کی جگہ علی صحیح سمجھ کر اس کو بھی علی رض کی فضیلت کا ثبوت قرار دیتے ہیں. حالانکہ صراطًا علیًّا کو علی رض کا ... سے تو یہ مکمل ... ہے قرآن میں صراط کی نسبت یا تو حق تعالیٰ کی طرف ہے. اِنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا ... مستقیم ...

کی طرف جیسا صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ کا سارا قرآن مذکور ہے۔ اس کے خلاف کسی ایک شخص نبی یا ولی کی طرف ہرگز اضافت نہیں ہے۔ صِرَاطُ عَلِیٍّ علی کا راستہ کیا مسلمانوں کے راستے سے الگ تھا کہ ان کی طرف خصوصیت سے اضافت کی جاتی۔ ہو جو در غور کرو نیز قرآن کی ایک اور آیت ہے عَلَی اللّٰہِ قَصْدُ السَّبِیْلِ یعنی سیدھا راستہ خدا کی طرف ہے دیکھو سورۃ النحل ع ۲ یہاں تو علی کا معنی الیٰ کے سوا اور کوئی معنی نہیں ہو سکتا۔ کیا شیعہ صاحبان یہاں بھی کہیں گے کہ عَلِیٌّ اللّٰہ ہے یعنی علی خدا ہے (معاذ اللہ)۔

بریں فہم و ادراک باید گریست

(۴) چوتھا اعتراض اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ پر ہے۔ معترض کا اعتراض یہ ہے کہ اِنّ کا اسم منصوب ہوتا ہے۔ اِنَّ هٰذَیْنِ چاہیئے۔ سو اس اعتراض نے تو شیعہ حضرات کی علمیت کا سارا پردہ فاش کر دیا ہے۔ شیعہ اس اعتراض اور ایسے قسم کے دیگر اعتراض کو بے نظیر کہتے ہیں۔ اس کا جواب باب العلم حضرت علی سے بھی معاذ اللہ نہ بن سکا۔ ہر ایک شخص جس نے نحو کی ادنیٰ کتاب عبد الرسول وغیرہ بھی پڑھی ہو جانتا ہے کہ اِنْ مخففہ اکثر اوقات ملغیٰ (بے عمل) ہوتا ہے اور اس صورت میں خبر پر لام آیا کرتا ہے۔ نحو کی مستند کتاب شرح ملا جامی بحث حروف مشبہ بالفعل (ص ۲۶۹) میں ہے۔ وَتُخَفَّفُ اِنَّ الْمَکْسُوْرَۃُ لِثِقَلِ التَّشْدِیْدِ وَکَثْرَۃِ الْاِسْتِعْمَالِ فَیَلْزَمُہَا بَعْدَ التَّخْفِیْفِ اللَّامُ وَحِیْنَئِذٍ یَجُوْزُ اِلْغَاؤُہَا اَیْ اِبْطَالُ عَمَلِہَا وَہُوَ غَالِبٌ لِفَوَاتِ بَعْضِ وُجُوْہِ مُشَابَہَتِہَا مَعَ الْفِعْلِ کَفَتْحِ الْاٰخِرِ وَکَوْنِہَا عَلٰی ثَلٰثَۃِ اَحْرُفٍ (اِنّ مکسورہ مخفف (اِنْ) بھی ہو جاتا ہے۔ کیونکہ تشدید میں ثقالت ہے اور یہ کثیر الاستعمال ہے۔ اس وقت لام ضروری ہوتا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ مشابہت فعل کی بعض وجوہ مثلاً مفتوح الآخر ہونا یا تین حروف کا ہونا معدوم ہو جاتی ہیں۔)

چونکہ آیت میں اِنْ مخففہ ہے اس لیے قاعدہ نحو کی رو سے اس کا ابطال عمل جائز بلکہ انسب ہونے کی وجہ سے هٰذٰن کو اس نے عمل نہیں دیا۔ افسوس اس مسئلہ سے ایک ادنیٰ طالب علم بھی واقف ہو سکتا ہے لیکن شیعہ کے علامہ حائری اور ان کے ملمع اور عمومی کو یہ مسئلہ معلوم نہیں ہے۔ شرح جامی تو ان کی بلا جانے مگر یہ مسئلہ تو مائۃ عامل، عبد رسول میں بھی درج ہے

بے علمی بضاعت پر جرات یہ کہ قرآن پاک کتاب اللہ پر اعتراض کرنے لگے ہیں۔ کَبُرَتْ کَلِمَۃً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاھِھِمْ اِنْ یَقُوْلُوْنَ اِلَّا کَذِبًا ؀

ایک اور ثبوت

اس امر کا مزید ثبوت کہ شیعہ کے نزدیک اصل قرآن وہ ہے جو حضرت علیؓ نے جمع کیا۔ اصول کافی ص ۶۲۲ میں ہے۔ عَنْ سَالِمِ ابْنِ سَلَمَۃَ قَالَ قَرَءَ رَجُلٌ عَلٰی اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَاَنَا اَسْتَمِعُ حُرُوْفًا مِنَ الْقُرْآنِ لَیْسَ عَلٰی مَا یَقْرَءُھَا النَّاسُ فَقَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰہِ السَّلَامُ کُفَّ عَنْ ھٰذِہِ الْقِرَاءَۃِ اِقْرَاْ کَمَا یَقْرَءُ النَّاسُ حَتّٰی یَقُوْمَ الْقَائِمُ فَاِذَا قَامَ الْقَائِمُ قَرَءَ کِتَابَ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ عَلٰی حَدِّہٖ وَاَخْرَجَ الْمُصْحَفَ الَّذِیْ کَتَبَہٗ عَلِیٌّ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَقَالَ اَخْرَجَہٗ عَلِیٌّ عَلَیْہِ السَّلَامُ اِلَی النَّاسِ حِیْنَ فَرَغَ مِنْہُ وَکَتَبَہٗ فَقَالَ لَھُمْ ھٰذَا کِتَابُ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ کَمَا اَنْزَلَہُ اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدْ جَمَعْتُہٗ مِنَ اللَّوْحَیْنِ فَقَالُوْا ھُوَ ذَا عِنْدَنَا مُصْحَفٌ جَامِعٌ فِیْہِ الْقُرْآنُ لَا حَاجَۃَ لَنَا فِیْہِ فَقَالَ وَاللّٰہِ مَا تَرَوْنَہٗ بَعْدَ یَوْمِکُمْ ھٰذَا اَبَدًا اِنَّمَا کَانَ عَلَیَّ اَنْ اُخْبِرَکُمْ حِیْنَ جَمَعْتُہٗ لِتَقْرَءُوْہُ ؀

سالم بن سلمہ راوی ہے کہ ایک شخص نے امام جعفر صادقؒ کے پاس قرآن پڑھا۔ اس قرآن کے ایسے حروف میں نے سنے جو اس قرآن میں نہیں ہیں جو لوگ پڑھا کرتے ہیں۔ امام صاحب نے اس سے کہا۔ آپ اس قرآن کا پڑھنا بند رکھو ویسے ہی پڑھا کرو جو لوگ پڑھتے ہیں۔ جب تک امام مہدی علیہ السلام کا ظہور نہ ہو۔ جب وہ تشریف لائیں گے۔ وہ دوسرا قرآن پڑھیں گے۔

امام جعفرؒ نے حضرت علیؓ کا لکھا ہوا قرآن نکالا اور فرمایا۔ یہ ہے وہ قرآن جو خدا نے رسول اللہ پر نازل کیا۔ میں نے اس کو ہر دو لوح سے جمع کر لیا ہے۔ لوگوں نے کہا ہمارے پاس قرآن جامع موجود ہے۔ تمہارے قرآن کی ہمیں ضرورت نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا بخدا تم اس قرآن کو آج کے بعد کبھی بھی نہ دیکھ سکو گے۔ مجھے لازم تھا کہ تمہیں اپنے جمع کردہ قرآن سے آگاہ کر دوں تاکہ تم اسے پڑھو۔ اب اس حدیث سے بوضاحت ثابت ہو گیا کہ شیعوں کا قرآن جمع کردہ

علیؑ کہیں موجود ہے جو کسی نے امام جعفر صادق کے پاس پڑھ بھی دیا تھا۔ سننے والے نے معلوم کیا کہ اس قرآن کے حروف اس قرآن سے نہیں ملتے۔ پھر امام علیہ السلام نے اسے معطل کر دیا کہ ابھی اس کو ظاہر نہ کرو۔ یہ حضرت مہدی علیہ السلام کے ہاں بطور خزانہ مخفیہ رہے گا۔ جب وہ تشریف لائیں گے ساتھ لائیں گے۔ امام جعفر صادق نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت علیؓ نے قرآن جمع کر کے لوگوں کے پیش کیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے پاس کامل مکمل قرآن موجود ہے۔ ہمیں تمہارے قرآن کی ضرورت نہیں ہے۔ پس امیر علیہ السلام اتنی بات سے خفا ہو گئے اور فرمانے لگے۔ آج کے بعد اس قرآن کو تم لوگ کبھی بھی نہ دیکھ سکو گے۔

آج کل کے شیعہ مولوی بھی اس قرآن کے قائل ہیں۔ چنانچہ رسالہ نافع ا۲ مصنفہ مولوی محسن علی شاہ صاحب سبزواری جس کو جعفریہ ایسوسی ایشن پنجاب لاہور نے شائع کیا ہے اس کے صفحہ ۲۳ پر لکھا ہے کہ امیر المومنین نے جو قرآن جمع کیا تھا وہ اس وقت شیعہ سنی دونوں کے پاس نہیں ہے مگر ہے ضرور کہیں ہو آخر کچھ لوگوں نے اس کو دیکھا ہے:

ہم حضرات شیعہ سے پوچھتے ہیں کہ جس قرآن کے آپ لوگ قائل ہیں وہ تو امام غائب کے ساتھ کہیں غائب ہے۔ موجودہ قرآن بقول آپ کے ناقص اور غلط ہے تو فرمایئے آپ کے ہاتھ میں خدا کی کتاب ہدایت کونسی موجود ہے؟ جس کی وجہ سے آپ مومن ہو سکتے ہیں۔ سنیوں کے ہاتھ میں ایک قرآن موجود تو ہے (نامکمل سہی) مگر جب ساڑھے تیرہ سو سال ہو چکے ہیں۔ ابھی تم لوگوں نے اپنا مکمل قرآن خواب میں بھی نہیں دیکھا تو اس قرآن کا وجود عدم تو تمہارے لیے یکساں ہے۔ تا تریاق از عراق آورده شود مار گزیده مرده شود۔ کب امام غائب آئیں۔ قرآن لا کر تمہیں دکھائیں۔ اس تمام عرصہ میں تو تم گمراہ ہی رہے جو مر گئے ان کے لیے ان کی آمد کا کیا فائدہ؟ سے

جب مر چکے تو آئے ہمارے مزار پر ۔۔۔ پتھر پڑیں صنم ترے ایسے پیار پر

امام مہدی علیہ السلام کب آئیں گے؟

اس میں شک نہیں کہ ہم لوگ بھی حضرت امام علیہ السلام کی آمد کے منتظر اور ان کی زیارت کے مشتاق ہیں۔ مگر نہ اس خیال سے کہ وہ آ کر ہمیں اصلی قرآن دکھائیں گے۔ قرآن تو

تو ہمارے پاس موجود ہے جس کو پڑھ کر ہم اپنا ایمان تازہ کرتے ہیں۔ البتہ شیعہ کو آپ کی آمد کی اس لیے سخت ضرورت ہے کہ ان کا قرآن انہوں نے چھپا رکھا ہے۔ آئیں تو شیعے والے بھی قرآن کی شکل دیکھیں گے لیکن امام مہدی علیہ السلام بقول شخصے ؎

کچھ ایسے سوئے ہیں سونے والے کہ جاگنے کی نہیں قسم ہے

کہیں ایسے غائب ہوئے ہیں کہ ظاہر ہونے کی صورت نظر نہیں آتی۔

امام غائب کی آمد کے متعلق شیعہ کے عجیب و غریب خیال ہیں جن کے سمجھنے سے ہماری عقل قاصر ہے۔ اصول کافی صفحہ ۲۳۲ میں ہے: اِنَّ اللّٰہَ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی قَدْ کَانَ وَقَّتَ ہٰذَا الْاَمْرَ فِی السَّبْعِیْنَ فَلَمَّا قُتِلَ الْحُسَیْنُ صَلَوَاتُ اللّٰہِ عَلَیْہِ اشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰہِ عَلٰی اَہْلِ الْاَرْضِ فَاَخَّرَہٗ اِلٰی اَرْبَعِیْنَ وَمِائَۃٍ فَحَدَّثْنَاکُمْ فَاَذَعْتُمُ الْحَدِیْثَ فَکَشَفْتُمْ قِنَاعَ السِّتْرِ وَلَمْ یَجْعَلِ اللّٰہُ لَہٗ بَعْدَ ذٰلِکَ وَقْتًا عِنْدَنَا وَیَمْحُو اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَیُثْبِتُ وَعِنْدَہٗ اُمُّ الْکِتَابِ۔

(خدا نے اس کام ظہور مہدی ع کا وقت سنہ ۷۰ھ مقرر کیا تھا مگر جب امام حسین ع شہید ہو گئے تو اللہ تعالیٰ اہل زمین پر غضبناک ہو گیا اور اس لیے اس کام کو سنہ ۱۴۰ھ تک پیچھے ہٹا دیا۔ ہم نے تم سے بیان کر دیا۔ اور تم نے بات مشہور کر دی اور پردہ فاش کر دیا۔ خدا نے اس کے بعد اس کا کوئی وقت ہم کو نہیں بتایا۔ راوی کہتا ہے میں نے یہ حدیث امام جعفر صادق سے بیان کی۔ انہوں نے کہا۔ ہاں ایسا ہی ہوا)

اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ قاتل امام حسین علیہ السلام شیعہ تھے۔ تب ہی تو امام مہدی علیہ السلام کی آمد رک گئی۔ پہلے سنہ ۷۰ھ آمد کا وقت مقرر تھا۔ شیعہ کے اس ظلم کی سزا ان کو یہ ملی کہ امام علیہ السلام جن کے پاس شیعہ کا قرآن تھا۔ ایک سو سال اور رک گئے۔ پھر کہیں ائمہ اہل بیت نے یہ خبر اپنے حاشیہ نشینوں کو بتا دی خدا کا غصہ اور تیز ہو گیا۔ امام علیہ السلام کی آمد کی میعاد ایسی لمبی ہو گئی کہ پھر ائمہ اہل بیت علیہم السلام کو بھی اس کی اطلاع نہ دی گئی۔

غصہ کا نتیجہ

شیعہ کی شامت سے پہلے حضرت امیر علیہ السلام کو صرف اتنی تھوڑی سی بات پر
غصہ آگیا کہ لوگوں نے کہہ دیا ہمیں آپ کے قرآن کی حاجت نہیں ہے۔ چاہیے تو یہ تھا
غصہ میں آکر اس قرآن کی ایسی اشاعت کی جاتی کہ دوسرے قرآن (سنیوں کا قرآن) کی
وقعت ہی نہ رہتی۔ لیکن غصہ کا نتیجہ الٹا یہ ہوا کہ بیگانے تو بیگانے اپنے شیعوں سے بھی قرآن
چھپا دیا گیا جس کا کہیں پتہ ہی نہیں چلتا کہ اس کو کہیں غار میں پڑے ہوئے دیمک نہ
کھا گئی ہو؟ پھر خدا کو غصہ آیا تو امام غائب علیہ السلام کے ظہور میں اس قدر تو تعویق ڈال
دی کہ سنہ ۲۶۰ھ تو کجا اب سنہ ۱۳۴۳ھ ہو گیا ہے ابھی تک امام والا مقام کی آمد کا پتہ نہیں
نہیں ہے امام تو آنے سے رہے کہیں قرآن ہی بھیج دیتے تب بھی شیعوں کی سرخروئی ہو جاتی
مگر ایسا بھی نہ ہوا۔ بہر حال بقول شخصے ؎

ہر بلائے کز آسماں خیزد   خانۂ انوری تلاش کند

غصہ کا جب کبھی نتیجہ ہوتا ہے شیعہ ہی کے خلاف نکلتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ ساری باتیں من گھڑت اور بیکار لوگوں کی بنائی ہوئی ہیں
اگر حضرت علیؓ نے کوئی علیحدہ قرآن جمع کیا ہوتا تو ناممکن تھا کہ اس کو چھپا رکھتے۔ خدا
کے پاک بندے ایسے کوہ وقار ہوتے ہیں کہ ان کو کسی ایسی ویسی بات پر غصہ نہیں آ جایا کرتا
اور یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ غصہ میں آکر خدا کی کتاب (قرآن) کو جو محض ہدایت خلق کے لیے ہو
اتنی تکلیف برداشت کر کے کئی دن کا پیٹ کاٹ کر تیار کریں اور پھر اس کو کسی ایک شخص
کے کہہ دینے سے کہ اس کی ہمیں حاجت نہیں ہے ہمیشہ کے لیے چھپا دیں۔ ع

ایں خیال است و محال است و جنوں

خدا کا غصہ

حضرت علیؓ تو آخر بشر تھے۔ مان بھی لیا جائے کہ انہوں نے غصہ میں آکر قرآن کو

کہیں گم کر دیا ہو لیکن یہ کس طرح مانا جا سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ کو غصہ قاتلان حسینؓ پر ہو
اور اس کا خمیازہ حضرت امام منتظر پر گرے کہ وہ اس کی سزا میں دائم الحبس کر دیے جائیں
اور اس کے ساتھ ہی قرآن دنیا سے نابود کر دیا جائے۔ یہ سب خرافات ہیں جو ان
لوگوں نے افترا کیے ہوئے ہیں۔ قرآن یہی ہے جو ہمارے ہاتھوں میں ہے، یہی قرآن
حضرت علیؓ پڑھتے تھے اور یہی قرآن ائمہ اہل بیت علیہم السلام کے ورد زبان تھا۔ اور
یہی ہمیشہ رہے گا۔ امام مہدی علیہ السلام آئیں گے تو اسی قرآن کی اشاعت فرمائیں گے۔

حائری کا خیال

یہ تو متقدمین شیعہ کا وقت ظہور امام علیہ السلام کی نسبت خیال ہے۔ حال کے
شیعہ کے مقتدا و پیشوا علامہ حائری کا اس بیان میں خیال نہایت ہی حیرت انگیز ہے
چنانچہ غایۃ المقصود مصنفہ علامہ حائری مطبوعہ اسلامیہ اسٹیم پریس لاہور ۱۳۳۰ھ
صفحہ ۲۱۲ میں ہے۔

از وجوہ عدم ظہور امام مہدی علیہ السلام در ایں زمان آنست کہ آنحضرت ہم مثل
آبائے کرام خود عالم بانساب مردم است، آنحضرت علیہ السلام را معلوم است کہ ہنوز بعضے کفار
چنیں موجود اند کہ در پشت آنہا نطفہ ہائے مومنین امانت و ودیعت موجود اند
اگر ظاہر شوند و قتل کفار را آغاز نکنند بلکہ سکوت اختیار نمایند در ایں صورت تخلف وعدہ
خدا لازم می شود

ترجمہ: "امام مہدی علیہ السلام کے نہ ظاہر ہونے کی اس وقت یہ وجہ ہے کہ
آپ اپنے آبائے کرام کی طرح علم انساب سے واقف ہیں اور ان کو خوب معلوم ہے کہ ابھی
بعض کفار ایسے موجود ہیں جن کی پشت میں مومنین کے نطفے امانت ہیں۔ اگر ظاہر ہو کر
آپ ان کفار کو قتل نہ کریں بلکہ خاموشی اختیار کریں تو خدائی وعدہ میں تخلف ہوتا ہے۔"
اس سے معلوم ہوا کہ امام مہدی علیہ السلام اس وقت تک تشریف نہیں لا سکتے
جب تک کہ دنیا میں مخلوق خدا باقی ہے۔ کیونکہ مخلوق خدا میں مومن و کافر دونوں موجود رہتے ہیں۔

ہیں اور شیعہ کے نزدیک تو مومن صرف شیعہ ہیں۔ باقی سنی مسلمان بھی گردن زدنی ہیں۔
اس لئے امام علیہ السلام کا ظہور ناممکن ہے۔

اس سے آگے پھر علامہ حائری صاحب اسی صفحہ پر یوں رقمطراز ہیں۔

"دیگر آنکہ سلاطین جبار و قہار کہ آباء طاہرین وے را از علی گرفتہ تا امام حسن عسکری علیہم السلام کسے را بزہر و کسے را بتیغ کشتند و حال آنکہ امامت آنہا خارج سلطنت آنہا نبود۔ لیکن ہرگاہ یکے را می کشتند امام و حجت دیگر موجود بود کہ بجائے وے می نشست بخلاف زمانہ مہدی علیہ السلام را از آنجناب کہ بسیار پر حذر خواہند بود۔ زیرا کہ ہمہ آنہا یقین خواہند شد کہ زوال سلطنت جمیع سلاطین دنیا از دست وے خواہد شد۔ ممکن نیست کہ در وقت سطوت اختیار کردن آنجناب را زندہ بگذارند و لطف آنکہ بعد از آنحضرت امام و حجت دیگرے نیست کہ بجائے وے قرار گیرد و قال می نفد حدیث وَلَا یَخْلُو الْاَرْضُ مِنْ حُجَّۃِ اللّٰہِ اِمَّا ظَاہِرٌ مَشْہُوْرٌ اَوْ خَائِفٌ مَسْتُوْرٌ می باشد این برہان واجب شد کہ آنجناب از انظار مخفی باشد۔ باوجود آنحضرت برائے منتظر این است کہ ظہور فرماید"

ترجمہ:۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ گزشتہ سلاطین نے جو ان کے آباؤ اجداد کہ حضرت علیؓ سے لے کر امام عسکری تک کسی کو زہر سے اور کسی کو تلوار سے شہید کیا۔ حالانکہ ان کی امامت سلاطین کی حکومت کی مانع نہ تھی۔ لیکن جب ایک کو قتل کرتے دوسرا امام موجود ہوتا جو اس کا جانشین ہو جاتا۔ برخلاف اس کے امام مہدی علیہ السلام کا زمانہ زیادہ خطرناک ہوگا کہ دنیا بھر کی حکومتیں کہ ان کی آمد سے خاتمہ ہو جائے گا۔ پھر کیسے ممکن ہے کہ امام علیہ السلام کی خاموشی پر ان کو زندہ رہنے دیں۔ لطف یہ کہ آپ کے بعد کوئی دوسرا امام ابھی نہیں ہے جو ان کی جگہ سنبھالے حالانکہ بروئے حدیث زمین پر ایک امام کو ضرور رہنا چاہیے۔ خواہ وہ ظاہر ہو یا چھپا ہوا۔ اس لئے آنجناب کو نظروں سے غائب ہی رہنا چاہیے گو آپ بہ نیت اس انتظار میں ہیں کہ ظہور فرمائیں۔

اس دوسری وجہ نے بالکل مطلع صاف کر دیا کہ چونکہ آپ کے بعد کسی امام نے ہونا

نہیں ۔ اور آپ کے ظہور سے باقی سلطنتوں کا زوال متصور ہے۔ اس لئے سلاطین دنیا
ان کی جان لینے کے درپے ہو جائیں گے اور خاموش رہنے پر ان کو زندہ نہ چھوڑیں گے اس
لئے آپ کا نہ ظاہر ہونا اور محجوب رہنا ہی مناسب ہے تاکہ زمین امام سے خالی نہ رہے۔

اہل بصیرت غور کر سکتے ہیں کہ روئے زمین پر اگر امام کا وجود اس لئے ہے کہ باعث
ہدایت خلق ہو تو یہ بات تب ہی ہو سکتی ہے کہ امام ظاہر ہو کر اشاعت دین کرے۔ ورنہ
ایسے چھپے بیٹھے رہنے سے اسلام اور مسلمانوں کو کیا فائدہ؟ اگر امام علیہ السلام ایسے دل گردہ کے انسان
ہیں کہ ان کو اس بات کا ڈر ہے کہ کہیں منہ سے نقاب اٹھائیں کہ قتل نہ ہو جائیں۔ تو ایسے حضرت
دنیا میں ظاہر ہو کر کیا کچھ کریں گے۔ اس سے تو ان کا عدم ظہور ہی اچھا ہے کہ پردہ ڈھکا رہے

افسوس کہ حائری صاحب اپنے آپ کو غور کئے بغیر ایسے بودے خیال کرنے لگے
ہیں۔ بندۂ خدا امام کے ساتھ ایک طاقت ہوتی ہے جو دنیا بھر کی طاقتوں سے بالاتر ہے
اور اس قوت و نصرت الٰہی کے شامل حال ہونے سے دنیا کی کوئی طاقت اس کا مقابلہ نہیں
کر سکتی۔ جب بانی اسلام رفداہ ابی و امی مبعوث ہوئے ان کے ساتھ کونسی فوج تھی
انہوں نے تن تنہا دنیا کے سامنے کلمۂ توحید کا اعلان کیا۔ سب لوگ آپ کے خون کے پیاسے
تھے اور آپ کی جان کے دشمن تھے۔ لیکن اس خدائے قدوس نے آپ کی نصرت کی اور آپ
کا بال بیکا نہ ہو سکا مگر تمام دشمنان حق نیست و نابود ہو گئے۔

حضرت امام مہدی علیہ السلام جو حضور علیہ السلام کے مظہر اتم ہونگے اسی طاقت
سے کر دنیا میں ظہور فرمائیں گے۔ ان کے نور سے دنیا چمک اٹھے گی خلق خدا سب کی سب ان
کے قدموں پر جا گرے گی۔ اور دشمنان اسلام کے فتنے خاموش ہو جائیں گے۔ کیا علم انساب حضرت
علی المرتضیٰ کو معلوم نہ تھا کہ جنگ چھیڑ دی اور جانبین سے ہزاروں مسلمان گھائل ہو گئے۔ کیا حضرت
امام حسین علیہ السلام ہی علم انساب سے نابلد تھے کہ تلوار اٹھائی اور طرفین سے سینکڑوں
مسلمان موت کے گھاٹ اتر گئے۔

موت امام کے اختیار میں

یہ بات علامہ حائری صاحب کے قلم سے نکلنا چاہیے تھی کیونکہ آپ کے اعتقاد

میں تو موت وحیات امام کے اختیار میں ہوتی ہے۔ چنانچہ اصول کافی صفحہ ۱۵۸ پر ایک باب اس مضمون کا باندھا گیا ہے کہ اِنَّ الْاَئِمَّةَ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ یَعْلَمُوْنَ مَتٰی یَمُوْتُوْنَ وَاَنَّهُمْ لَا یَمُوْتُوْنَ اِلَّا بِاخْتِیَارٍ مِّنْهُمْ یعنی ائمہ اپنی موت کا وقت جانتے ہیں اور اپنی موت پر ان کو قابو ہوتا ہے۔ چاہے مریں یا نہ مریں۔ پھر علامہ حائری نے یہ کیوں لکھا ہے کہ وہ اس لیے ظاہر نہیں ہوتے کہ ان کو جان تلف ہو جانے کا اندیشہ ہے جب مرنا ہی کسی شخص کے اختیار میں ہو۔ پھر اس کو کسی سے کیا ڈر۔ افسوس شیعہ حضرات ایسی بے تکی باتیں کہہ کر مفت جگ ہنسائی کرتے ہیں۔

شیعہ کے متعدد قرآن

شیعہ مصنفین نے یہ دیکھ کر ان کے ہاتھ میں کوئی قرآن نہیں ہے۔ اپنے معتقدین کے دل بہلانے کے لیے ایسی روایات گھڑ دیں کہ ایک نہیں بہت سے بڑے بڑے لمبے چوڑے قرآن شیعہ کے ہیں۔ اگر سنیوں کے پاس چھوٹا سا قرآن ہے تو بات ہی کیا ہے۔ شیعہ کے قرآن کہیں دیکھ پائیں تو ہوش بھول جائیں۔ چنانچہ ایک روایت میں ستر گز لمبا قرآن شیعہ کا ہے

ستر گز کا قرآن

اصول کافی صفحہ ۱۴۶ میں ہے۔ قَالَ یَا اَبَا مُحَمَّدٍ اِنَّ عِنْدَنَا الْجَامِعَةَ وَمَا یُدْرِیْهِمْ مَا الْجَامِعَةُ قَالَ قُلْتُ جُعِلْتُ فِدَاكَ وَمَا الْجَامِعَةُ قَالَ صَحِیْفَةٌ طُوْلُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا...... امام جعفر نے فرمایا۔ اے ابومحمد! ہمارے پاس ایک جامعہ ہے ان کو کیا معلوم ہے کہ وہ جامعہ کیا ہے؟ میں نے کہا میں آپ پر قربان۔ فرمائیے وہ جامعہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا، قرآن ہے جو ستر گز لمبا ہے۔؟

خوب۔ ستر گز لمبا قرآن! وہ کاہے کو بھلا اتنے لمبے قرآن کی سطروں کو کوئی پڑھے تو سیدھا ایک سرے سے چل کر دوسرے تک جائے اور پھر واپس لوٹ آنے کا تانتا بندھا جھمگٹا لگا رہے تو پڑھنے والے کی جان عذاب میں پھنس گئی۔ گھنٹہ بھر کی رفتار میں مشکل دو سطریں

جفر

اسی طرح شیعہ کا ایک اور قرآن جفر ہے جیسا کہ اصول کافی ص ۱۴۶ میں ہے۔

قَالَ عِنْدَنَا الْجَفْرُ وَمَا يُدْرِيهِمْ وَمَا الْجَفْرُ قَالَ قُلْتُ وَمَا الْجَفْرُ قَالَ وِعَاءٌ مِنْ أَدَمٍ فِيهِ عِلْمُ النَّبِيِّينَ وَالْوَصِيِّينَ وَعِلْمُ الْعُلَمَاءِ الَّذِينَ مَضَوْا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ

ترجمہ (امام علیہ السلام نے فرمایا ہمارے پاس جفر بھی ہے اور تمہیں معلوم ہے کہ وہ جفر کیا ہے کہا وہ ایک چمڑے کا تھیلا ہے جس میں انبیاء و اوصیاء کے علوم بھرے ہیں اور علمائے بنی اسرائیل کے بھی اس میں علوم ہیں)

یہ بڑے بڑے قرآن کہاں ہیں؟

اب سوال یہ ہے کہ شیعہ کے اتنے بڑے اور لمبے لمبے قرآن ہیں کہاں؟ شیعہ اس کا جواب دینے سے تو رہے کیونکہ ان روایات کی وقعت بوستان خیال یا چڑیا چڑے کی کہانی سے زیادہ نہیں ہے۔ یہ ساری باتیں شیعہ کا اعتقاد درست رکھنے کے لئے بنائی گئی ہیں۔ تاکہ یہ قرآن تو سنیوں کا ہے، ان کا قرآن ندارد ٹھہرا نہ جائیں۔ اس لئے یہ روایات وضع کی گئی ہیں کہ شیعہ جی میں خوش ہوتے رہیں کہ سنیوں کا ایک مختصر سا قرآن ہے تو کیا ہوا ہمارے اتنے بڑے بڑے لمبے لمبے قرآن موجود ہیں۔ آخر کہیں نہ کہیں تو ہیں۔ تعجب ہے کہ آج کل اس روشنی کے زمانے میں ان طفل تسلیوں سے کس طرح کام نکل سکتا ہے۔ بہتر ہوگا کہ شیعہ حضرات اپنے مولویوں سے مطالبہ کریں کہ ہمیں کب تک انتظار میں رکھا جائے گا۔ اگر ستر گز کا نہیں تو بالشت بھر کا ہی قرآن ہمیں دکھا دیا جائے تاکہ ہم سنیوں کے قرآن سے موازنہ کر سکیں۔ لیکن یہ ہرگز نہیں ہوگا۔ شیعہ صاحبان اسی انتظار میں مر جائیں گے اور قرآن کی شکل دیکھنا نصیب نہ ہوگی

تحریف آیات قرآن

مندرجہ بالا روایات سے بوضاحت ثابت ہوگیا ہے کہ [illegible] قرآن [illegible]

نہیں ہے اور وہ اس کو محرف سمجھتے ہیں۔ لیکن عوام کی تسلی کے لیے ہم ذیل میں چند آیات اصول
کافی سے لکھتے ہیں جن میں بتایا گیا ہے کہ اصل آیۃ یوں تھی اور قرآن میں اس کے خلاف یوں درج ہے

(۱) اصول کافی ص ۲۶۱ میں ہے۔ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالَ قُلْتُ لَهٗ لِمَ سُمِّیَ
اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ قَالَ اللّٰهُ سَمَّاهُ وَهٰكَذَا اُنْزِلَ فِیْ كِتَابِهٖ وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِیْ اٰدَمَ
مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰی اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ وَاَنَّ
مُحَمَّدًا رَسُوْلِیْ وَاَنَّ عَلِیًّا اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْهِ السَّلَامُ۔ ترجمہ: جابر نے امام محمد
باقر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ حضرت علی کو امیر المومنین کیوں کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ یہ
نام ان کا خدا نے رکھا ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھ دی جس میں اَنَّ مُحَمَّدًا الخ کا اضافہ کیا
گیا اور کہا کہ یہ آیت یوں ہی نازل ہوئی ہے۔

(۲) عَنْ اَبِیْ بَصِیْرٍ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ فِیْ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَمَنْ یُّطِعِ
اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فِیْ وَلَایَةِ عَلِیٍّ وَالْاَئِمَّةِ مِنْ بَعْدِهٖ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا هٰكَذَا
اُنْزِلَتْ۔ اصول کافی ص ۲۶۲۔

ترجمہ: ابو بصیر امام جعفر صادق سے راوی ہے کہ آپ نے آیت وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ الخ
میں عبارت وَلَایَةِ عَلِیٍّ کا اضافہ کر کے کہا کہ آیت اسی طرح نازل ہوئی ہے۔

(۳) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سِنَانٍ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ فِیْ قَوْلِهٖ وَلَقَدْ عَهِدْنَا
اِلٰٓی اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ كَلِمَاتٍ فِیْ مُحَمَّدٍ وَعَلِیٍّ وَفَاطِمَةَ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ وَالْاَئِمَّةِ مِنْ
ذُرِّیَّتِهِمْ فَنَسِیَ هٰكَذَا وَاللّٰهِ اُنْزِلَتْ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَ
سَلَّمَ۔ اصول کافی ص ۲۶۳۔ عبد اللہ بن سنان امام جعفر سے روایت کرتا ہے کہ آپ نے
آیت وَلَقَدْ عَهِدْنَا میں فِیْ مُحَمَّدٍ الخ ازاد کر کے کہا کہ بخدا آیت رسول اللہ پر
اسی طرح نازل ہوئی۔

(۴) عَنْ جَابِرٍ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالَ نَزَلَ جِبْرَئِیْلُ بِهٰذِهِ الْاٰیَةِ
عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هٰكَذَا بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖ اَنْفُسَهُمْ اَنْ
یَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِیْ عَلِیٍّ بَغْیًا۔ اصول کافی ص ۲۶۱۔ جابر نے امام محمد باقر

سے روایت کی ہے کہ آپ نے آیت بئسما اشتروا بہ میں فی علیؑ کی ازادی
کرکے کہا ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے اسی طرح رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی

(۵) اصول کافی ص۲۶۳ میں ہے عن جابر قال نزل جبرئیل بهذه الآية
على محمد صلى الله عليه وسلم هكذا ان كنتم في ريب مما نزلنا على عبدنا
في علي فأتوا بسورة من مثله جابر راوی ہے کہ آیت ان کنتم فی ریب میں بھی فی
علیؑ کی ازادی ہے اور جبرائیلؑ نے اسی طرح رسول اللہ پر نازل کی۔

(۶) عن منخل عن ابی عبد الله علیه السلام نزل جبرئیل
على محمد صلى الله عليه وسلم بهذه الآية هكذا يا ايها الذين
اوتوا الكتاب آمنوا بما نزلنا في علي نورا مبينا۔ اصول کافی ص۲۶۴
منخل ابوجعفر سے راوی ہے کہ آپ نے فرمایا آیت یا ایها الذین اوتوا الکتاب
آمنوا میں نورا مبینا سے پہلے فی علیؑ ہے اور ایسا ہی جبرائیلؑ نے آیت کو خدا تعالیٰ
پر نازل کی۔

(۷) عن جابر عن ابی جعفر علیه السلام ولو انهم فعلوا
ما يوعظون به في علي لكان خيرا لهم (اصول کافی ص۲۶۴) جابر نے ابو
جعفر سے آیت ولو انهم فعلوا الخ میں لکان خیرا لهم سے پہلے فی علیؑ
ایزادی۔

(۸) عن ابی بصیر عن ابی عبد الله علیه السلام فی قوله تعالى
فستعلمون من هو في ضلال مبين يا معشر المكذبين حيث انبأتكم
رسالة ربي في ولاية علي عليه السلام والائمة من بعده من هو في
ضلال مبين كذا انزلت (اصول کافی ص۲۶۲) ابو بصیر راوی ہے کہ ابو جعفر
نے آیت فستعلمون میں من ولایة علیؑ کا اضافہ کرکے کہا کہ آیت یوں ہی نازل ہوئی ہے

(۹) عن ابی بصیر علیه السلام فی قوله تعالى سأل سائل بعذاب
واقع للكافرين في ولاية علي ليس له دافع ثم قال هكذا

وَاللّٰہِ نَزَلَ بِہَا جِبْرَائِیْلُ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ

(اصول کافی صفحہ ۲۶۲) : ابو بصیر امام جعفر سے روایت کرتا ہے کہ آپ نے آیت سَأَلَ سَائِلٌ میں بھی وَلَایَۃِ عَلِیٍّ کی ایزادی کی ہے اور کہا ہے کہ خدا کی قسم جبرائیل یہ آیت اسی طرح رسول پر لایا ہے۔

(۱۰) عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ نَزَلَ جِبْرَائِیْلُ بِہٰذَا الْاٰیَۃِ ہٰکَذَا فَاَبٰی اَکْثَرُ النَّاسِ بِوَلَایَۃِ عَلِیٍّ اِلَّا کُفُوْرًا (اصول کافی صفحہ ۲۶۲) : امام جعفر علیہ السلام آیت فَاَبٰی اَکْثَرُ النَّاسِ الخ کے بعد بِوَلَایَۃِ عَلِیٍّ کا لفظ جبرئیل لے کر آیا۔

(۱۱) عَنْ اَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِیْ نَصْرٍ قَالَ دَفَعَ اِلَیَّ اَبُو الْحَسَنِ عَلَیْہِ السَّلَامُ مُصْحَفًا وَ قَالَ لَا تَنْظُرْ فِیْہِ فَفَتَحْتُہٗ وَ قَرَأْتُ فِیْہِ لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فَوَجَدْتُ فِیْہَا اسْمَ سَبْعِیْنَ رَجُلًا مِنْ قُرَیْشٍ بِاَسْمَائِہِمْ وَ اَسْمَاءِ اٰبَائِہِمْ قَالَ فَبَعَثَ اِلَیَّ ابْعَثْ اِلَیَّ بِالْمُصْحَفِ (اصول کافی باب فضل القرآن صفحہ ۶۷۰) احمد بن محمد بن نصر سے روایت ہے کہ امام رضا علیہ السلام نے مجھے ایک قرآن دیا اور فرمایا کہ اس میں نظر نہ کرنا۔ پس میں نے جو اس میں سورۃ لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا الخ پڑھی تو اس میں ستر شخصوں کے نام بقید ولدیت پائے۔ راوی نے کہا کہ امام نے مجھے کہلا بھیجا ہے کہ وہ قرآن میرے پاس بھیج دو۔

(۱۲) عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ نَزَلَ الْقُرْاٰنُ اَرْبَعَۃَ اَرْبَاعٍ رُبُعٌ فِیْنَا وَ رُبُعٌ فِیْ عَدُوِّنَا وَ رُبُعٌ سُنَنٌ وَ اَمْثَالٌ وَ رُبُعٌ فَرَائِضُ وَ اَحْکَامٌ

(اصول کافی صفحہ ۶۲۸) امام محمد باقر نے فرمایا۔ قرآن چار حصوں میں نازل ہوا۔ ایک چوتھائی ہمارے فضائل میں نازل ہوا اور ایک چوتھائی ہمارے دشمنوں کے بارے میں اور ایک چوتھائی سنن اور امثال میں اور ایک چوتھائی فرائض و احکام ہیں۔

ے ایسا ہی ملا باقر مجلسی نے حیات القلوب مطبوعہ نولکشور جلد سوم صفحہ ۲۴ میں لکھا ہے کہ در احادیث وارد شدہ کہ ثلث قرآن در فضائل ایشان (اہلبیت) است ثلثے در مثالب دشمنان ایشان در بعضے ربعے وارد شدہ۔

اگرچہ اور بھی بہت سی آیات اصول کافی میں لکھی ہیں۔ جن میں تحریف صریح ہے لیکن ہم نے بطور مشتے نمونہ از خروارے بارہ آیات پر اکتفا کیا ہے۔ اب ادھر تو آئمہ اہلبیت امام محمد باقر و امام جعفر صادق حلفاً بیان کرتے ہیں کہ جبرائیل علیہ السلام آیت یوں علیہ السلام پر یوں لایا۔

اور کہ سورہ لم یکن میں قرآن جمع کردہ علیؓ میں ستر قریش کے نام تھے۔ اور یہ کہ اس قرآن کے چار حصے تھے۔ ایک چوتھائی میں اہلبیت کے فضائل اور دوسری چوتھائی ان کے دشمنوں کے معائب بیان کئے گئے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ

ادھر ناظرین قرآن کریم کو کھول کر دیکھیں کہ الفاظ خط کشیدہ آیت میں پائے جاتے ہیں یا یہ ایجاد بندہ ہے اور کہ قرآن موجودہ میں ستر قریش کے نام ہیں یا نہ اور اہلبیت کے فضائل اور ان کے دشمنوں کے معائب پائے جاتے ہیں یا نہ۔ جب ایسا نہیں ہے تو اس میں کیا شبہ باقی رہ جاتا ہے کہ شیعہ صریح تحریف قرآن کے قائل ہیں اور قرآن موجودہ پر ان کا ایمان نہیں ہے[1]

---

[1] مولوی سید اولاد حسین شیعی شکار پوری نے اس قرآن جمع کردہ علیؓ کی طباعت کا بھی ذکر کر دیا۔ چنانچہ اپنے رسالہ منع تبرا مطبوعہ مطبع یوسفی واقع کوچہ نولاد خاں لاہور کے صفحہ پر لکھا ہے۔ کیا سورۃ علی و ولایت سورۃ فاطمی بعض مطبوع و بعض قلمی خالی شیعوں کے گھر میں نہیں۔ کیا لکھنؤ میں حاجی حسن علی نے یہ سورتیں نہیں چھاپیں مگر ایک دو ہی سورتیں چھپنی پائی تھیں کہ تنبیہ کی گئی۔ باقی غیر مطبوع ہیں۔ علاوہ ازیں تفسیر صافی میں تو بالکل تصریح کر دی گئی ہے کہ یہ قرآن جو ہمارے پاس موجود ہے ناقص اور ناقص ہے عبارت یوں ہے۔ اَلْمُسْتَفَادُ مِنْ مَجْمُوْعِ هٰذِهِ الْاَخْبَارِ وَغَيْرِهَا مِنَ الرِّوَايَاتِ مِنْ طَرِيْقِ اَهْلِ الْبَيْتِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ اَنَّ الْقُرْاٰنَ الَّذِيْ بَيْنَ اَظْهُرِنَا لَيْسَ بِتَمَامِهِ كَمَا اُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ بَلْ مِنْهُ مَا هُوَ خِلَافُ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ وَمِنْهُ مَا هُوَ مُغَيَّرٌ مُحَرَّفٌ وَاَنَّهٗ قَدْ حُذِفَ عَنْهُ اَشْيَاءُ كَثِيْرَةٌ مِنْهَا اسْمُ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْ كَثِيْرٍ مِنَ الْمَوَاضِعِ وَمِنْهَا غَيْرُ ذٰلِكَ وَاَنَّهٗ لَيْسَ اَيْضًا عَلَى التَّرْتِيْبِ الْمَرْضِيِّ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُوْلِهٖ وَبِهٖ قَالَ عَلِيُّ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ (تفسیر صافی ص)

جوابِ شیعہ

ان تمام احادیث اور روایات کو سنکر علمائے شیعہ مبہوت ہو جاتے ہیں اور ان سے کچھ جواب بن نہیں پڑتا۔ کیونکہ روایات اصول کافی جیسی مستند کتاب کی ہیں۔ جو شیعہ کے صحاح اربعہ میں سے حدیث کی کتاب سمجھی جاتی ہے۔ جس کے ٹائیٹل پر جلی حروف سے لکھا ہوا ہے۔ "قَالَ اِمَامُ الْعَصْرِ حُجَّۃُ اللّٰہِ الْمُنْتَظَرُ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ فِیْ حَقِّہٖ ھٰذَا کَافٍ لِشِیْعَتِنَا۔ ترجمہ: امام الزمان حجۃ اللہ امام منتظر مہدی علیہ السلام نے اس کتاب کے حق میں فرمایا کہ یہ کتاب ہمارے شیعہ کے لئے کافی ہے، یہی وجہ ہے کہ اس کا نام بھی کافی پڑ گیا ہے۔ پھر احادیث جو اس کتاب میں ہیں، کچھ ایسی ویسی نہیں۔ بلکہ امام محمد باقر یا امام جعفر صادق سے مروی ہیں اس لئے شیعہ کو اس کے ماننے سے چارہ نہیں لیکن بحث کی خاطر تقیۃً کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہمارا ایمان اسی قرآن پر ہے۔ ہم اس کو صدق دل سے مانتے ہیں۔ اور اس پر حلفیں اٹھانے پر بھی آمادہ ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ شیعہ مذہب میں جیسا کہ آگے مفصل ذکر ہوگا۔ تقیہ کرنا (جھوٹ بولنا) ثواب عظیم ہے۔ چنانچہ استدلال میں وہ شیخ صدوق کی کتاب الاعتقادیہ پیش کر دیا کرتے ہیں۔ جس میں لکھا ہے کہ اسی قرآن کو ہم مکمل سمجھتے ہیں۔ اس حالت میں ناواقف اہل السنۃ مسلمان دھوکہ میں آجاتے ہیں۔ سو واضح ہو کہ اس بارہ میں متقدمین علماء شیعہ کا اختلاف ہے۔ ان کے بڑے ثقہ ائمہ حدیث و تفسیر تو اس قرآن کے ناقص، غلط غیر صحیح الترتیب ہونے کے قائل ہیں۔ جن میں سے ذیل میں چند اکابر علماء شیعہ کے نام لکھے جاتے ہیں (۱) ثقۃ الاسلام ابوجعفر محمد بن یعقوب بن اسحاق الکلینی مصنف اصول و فروع کافی (۲) شیخ جلیل علی بن ابراہیم قمی الکلینی (۳) شیخ احمد بن ابی طالب الطبرسی (۴) علامہ نوری مصنف فصل الخطاب (۵) شیخ مفید (۶) محقق داماد (۷) علامہ مجلسی لیکن بعض اس خیال سے کہ یہ عقیدہ لے کر مسلمانوں کی صف میں شامل ہونا مشکل ہے تحریف کے منکر ہوئے۔ اور وہ کہتے ہیں کہ قرآن کامل اور صحیح یہی ہے۔ جو بین الدفتین موجود ہے ان کے اسماء حسب ذیل ہیں۔

(۱) شیخ صدوق مصنف کتاب العقائد متوفی سنہ ۳۸۱ھ (۲) سید مرتضیٰ علم الہدیٰ متوفی سنہ ۴۳۶ھ (۳) ابوجعفر طوسی مصنف تبیان متوفی سنہ ۴۶۰ھ (۴) شیخ ابو علی طبرسی مصنف تفسیر مجمع البیان متوفی سنہ ۵۴۸ھ)۔

ہمارے معاصر شیعہ پہلے زمرہ سے متعلق ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ دوسرے گروہ نے محض تقیۃً ایسا کہا ہے کہ قرآن میں تحریف نہیں۔ دل سے وہ بھی تحریف کے قائل ہیں۔ شیعہ کا یہ قول قرین قیاس بھی ہے کیونکہ منکران تحریف میں سے شیخ صدوق کے متعلق علامہ نوری اپنی کتاب فصل الخطاب مطبوعہ تہران ص۳۴ میں لکھتا ہے۔

الصَّدُوْقُ فِیْ عَقَائِدِہٖ مُرْسَلاً اِنَّ اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ جَمَعَ الْقُرْاٰنَ وَلَمَّا جَاءَ بِہٖ قَالَ هٰذَا كِتَابُ رَبِّكُمْ كَمَا اُنْزِلَ عَلٰی نَبِیِّكُمْ لَمْ يُزَدْ فِيْهِ حَرْفٌ وَلَمْ يَنْقُصْ مِنْهُ حَرْفٌ فَقَالُوْا لَا حَاجَةَ لَنَا فِيْهِ عِنْدَنَا مِثْلُ الَّذِیْ عِنْدَكَ فَانْصَرَفَ وَهُوَ يَقُوْلُ فَنَبَذُوْهُ وَرَاءَ ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ۔

ترجمہ: شیخ صدوق نے اپنی کتاب عقائد میں مرسلاً روایت کی ہے کہ جناب امیر علیہ السلام قرآن جمع کر کے لائے اور کہا یہ قرآن ہے کہ تمہارے نبی پر نازل ہوا۔ اس سے ایک حرف زیادہ ہوا یا ایک حرف کم نہیں ہے۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہمیں اس کی حاجت نہیں ہے۔ یہ قرآن ہمارے پاس موجود ہے۔ پھر جناب امیر واپس چلے گئے یہ پڑھتے ہوئے فَنَبَذُوْہُ وَرَاءَ ظُهُوْرِهِمْ۔ تو جب شیخ صدوق کو بھی اس سے اتفاق ہے کہ اصلی قرآن وہ تھا جو حضرت علیؓ نے جمع کر کے لوگوں کو پیش کیا تھا اور انہوں نے نہ مانا تو جناب صدوق یہ نہیں دیتے۔ تو پھر شیخ صدوق دل سے اس قرآن کو جو حضرت علیؓ کا جمع کیا ہوا نہیں ہے کس طرح کامل و مکمل مان سکتے ہیں؟ تاہم ظاہرداری کے لحاظ سے جو انہوں نے لکھ دیا ہے اس کا جواب دینا بھی ضروری ہے۔

سو دیکھنا یہ ہے کہ ان دونوں فریق (قائلین تحریف و منکرین تحریف) سے کس کا قول قابل قبول ہوگا جس کی تائید میں احادیث مرویہ ائمہ اہلبیت پائی جاتی ہیں۔ سو پہلے فریق قائلین تحریف نے اپنے دلائل میں بہت سی احادیث مرویہ ائمہ اہلبیت پیش کی ہیں جیسا کہ اوپر بحث

ہو چکی ہے۔ مگر دوسرے فریق کا صرف اپنا ہی قول ہے۔ کوئی حدیث دلیل میں وہ پیش نہیں
کرتے۔ پھر ان کا قول بلا دلیل کس طرح مانا جا سکتا ہے۔ البتہ پہلا فریق اپنے دعویٰ کے متعلق ایک
دو نہیں بلکہ بے تعداد احادیث پیش کرنے کا مدعی ہے۔ چنانچہ علامہ نوری نے اپنی کتاب فصل الخطاب
صـ۲۲۷ میں یوں لکھا ہے۔ وَهِيَ كَثِيرَةٌ جِدّاً حَتّٰى قَالَ السَّيِّدُ نِعْمَةُ اللهِ الْجَزَائِرِيُّ فِيْ
بَعْضِ مُؤَلَّفَاتِهٖ كَمَا حُكِيَ عَنْهُ اَنَّ الْاَخْبَارَ الدَّالَّةَ عَلٰى ذٰلِكَ تَزِيْدُ عَلٰى اَلْفَيْ
حَدِيْثٍ وَادَّعٰى اِسْتِفَاضَتَهَا جَمَاعَةٌ كَالْمُفِيْدِ وَالْمُحَقِّقِ الدَّامَادِ وَالْعَلَّامَةِ
الْمَجْلِسِيِّ وَغَيْرِهِمْ بَلِ الشَّيْخُ اَيْضاً صَرَّحَ فِي التِّبْيَانِ بِكَثْرَتِهَا بَلِ ادَّعٰى تَوَاتُرَهَا
جَمَاعَةٌ يَأْتِيْ ذِكْرُهُمْ۔

ترجمہ: احادیث جو قرآن موجود کو محرف ٹھہراتی ہیں۔ بہت زیادہ ہیں۔ حتیٰ کہ سید نعمت
اللہ جزائری نے اپنی بعض تصانیف میں ذکر کیا ہے کہ احادیث دو ہزار سے بھی زیادہ ہیں۔ اور ان کے
مستفیض ہونے کا ایک بڑی جماعت نے دعوےٰ کیا ہے جن میں سے شیخ مفید اور محقق داماد اور
علامہ مجلسی وغیرہ ہیں۔ بلکہ شیخ نے تبیان میں ان کی کثرت کی تصریح کی ہے۔ بلکہ ایک جماعت
نے جن کا ذکر آگے آئے گا۔ ایسی احادیث کے متواتر ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

تو اب ایک طرف تو ایک ایسی جماعت ہو جو اس بارہ میں دو ہزار سے بھی زائد احادیث پھر
متواتر ہونے کا ثبوت پیش کرے اور دوسری طرف معدودے چند اشخاص ہوں جن کے دعویٰ
کی تائید میں ایک حدیث بھی نہ ہو۔ ناظرین خیال کر سکتے ہیں کہ شیعہ مذہب کے صحیح ترجمان
ان میں سے کون ہیں۔ ہر ایک کہہ اٹھے گا کہ شیعہ مذہب کے صحیح ترجمان پہلی جماعت کے آدمی ہیں
اور دوسرے گروہ کے لوگ صرف تقیہ کی آڑ میں لوگوں کو مغالطہ میں ڈالنا چاہتے ہیں۔ پس سُنّی
مناظر کو چاہیئے کہ اگر کوئی شیعہ اصول کافی وغیرہ کتب احادیث کی مستند احادیث جن سے
ثابت ہوتا ہے کہ شیعہ اس قرآن کو نہیں مانتے، کے مقابلے میں شیخ صدوق وغیرہ کی کتاب پیش
کرے تو اس کو چیلنج دینا چاہیئے کہ اگر یہ احادیث نہیں مانتے تو اس کے جواب میں اسی پایہ کی احادیث
منجانب ائمہ اہلبیت پیش کرو۔ ورنہ تسلیم کر لو کہ تمہارا ایمان اس قرآن پر نہیں ہے اور
نہ ہو سکتا ہے۔

عقلی دلیل

نقلی دلائل مذکورہ بالا کے علاوہ عقلی دلیل اس امر کی کہ شیعہ مذہب والوں کے
عقائد کے رو سے اس قرآن پر ان کا ایمان ہونا ممکن ہی نہیں ہے۔ یہ سب شیعہ مانتے ہیں
کہ یہ قرآن جمع کردہ علیؓ نہیں ہے یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ یہ قرآن حضرت ابوبکرؓ اور حضرت
عثمانؓ کے اہتمام سے جمع اور مرتب ہوا ہے۔ شیعہ ان ہر دو اصحاب کو مسلمان نہیں مانتے بلکہ معاذ اللہ
کافر و منافق سمجھتے ہیں۔ پھر کس طرح ممکن ہے کہ ایک غیر مسلم شخص جس کو خدا اور رسولؐ پر ایمان نہیں
ہے اور بقول شیعہ ان کو رسولؐ سے اس قدر دشمنی تھی کہ ان کا جنازہ نہ پڑھا۔ ان کے چچا زاد بھائی
داماد اور وصی سے خلافت غصب کر لی۔ رسول کی بیٹی خاتون جنت کا ورثہ فدک دبا لیا۔ ان
کی سخت بے حرمتی کی گئی۔ بلکہ (معاذ اللہ) ان کے پیٹ پر لات مار کر حمل گرا دیا۔ وصی رسول
علی کے گلے میں رسی ڈال کر[1] گھسیٹ کر لے گئے۔ اور بیعت ابوبکر پر مجبور کیا۔ یہ سب کچھ شیعہ کی
مستند کتب میں درج ہے۔ پھر یہ لوگ جمع و ترتیب قرآن کے وقت ایسے متدین بن جائیں
کہ اس میں ایک حرف بھی کمی بیشی نہ کریں۔ جب ان کو معلوم ہو کہ حضرت علیؓ ان کے دباؤ میں
ایسے آ گئے ہیں کہ ان کی زوجہ محترمہ کی اس قدر بے ادبی ہوتی ہے۔ ان کو گھسیٹ کر لے جایا جاتا
ہے مگر مارے خوف کے وہ لب کشائی نہیں کرتے اور دوسرے لوگ سب ان کے زیر نگیں ہو گئے
ہیں۔ کوئی ان کے مزاحم نہیں ہو سکتا تو وہ قرآن کی آیات حسب منشا خود جن میں ان کی توصیف
اور مخالفین کی ہتک ہو، گھڑ کر داخل کر دیں۔ یا بہت سا حصہ قرآن کا جو ان کی منشا کے
مخالف ہو۔ بیچ میں سے نکال ڈالیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جس دستاویز میں ایک لفظ میں بھی
جعلسازی کر کے تغیر و تبدل کر دیا جائے۔ وہ دستاویز ساری کی ساری مشکوک و مردود
ہو جاتی ہے۔ نیز جس دستاویز کا کاتب ثقہ قابل اعتبار نہ ہو وہ یقیناً پایۂ اعتبار سے گر جاتی
ہے۔ پھر جب تک یہ نہ تسلیم کر لیا جائے کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عثمانؓ اکمل الایمان

---

[1] حملہ حیدری میں ہے۔ بدست عمرؓ بود یک ریسمان دوم در کف خالد بے ایمان
فگندند در گردن شیر رسن کشیدند او را بر بوبکرؓ

ذالک من اللہ۔ نبی ﷺ کے سچے عاشق آپ کے اہلبیت کے محب صادق اور قرآن پاک پر جان نثار تھے اور ناممکن تھا کہ وہ قرآن پاک میں حرف تو حرف زیر و زبر یا شد و مد کا بھی تغیر و تبدل ہونے دیں۔ تب تک قرآن کے کامل مکمل ہونے پر یقین نہیں کیا جا سکتا۔ چونکہ شیعہ بعض اصحاب رضی اللہ عنہم کے بارہ میں اس قدر غلو کر گئے کہ ان کو بدنام کرنے کے لیے اسد اللہ الغالب حضرت علی رضی اللہ عنہ اور جگر گوشہ رسول ﷺ (فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا) کی سخت توہین و ہتک کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ اسی عداوت کی وجہ سے وہ قرآن کے بھی منکر ہو کر ستر گز طویل صحیفہ قرآن سے سہ چند بڑا مصحف فاطمہ رضی اللہ عنہا ۱۷ ہزار آیات کی دور از عقل و قیاس روایات گھڑ کر سادہ لوح شیعوں کو بہکانے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ شیعہ حضرات خود تو قرآن سے منکر ہوئے ہی ہیں۔ جب اس پر بحث میں پڑ کر وہ شرمندہ ہوتے ہیں تو کج بحثی کی راہ اختیار کر کے الٹے اہلسنت کو الزام دینے لگ جاتے ہیں کہ سنی بھی تحریف قرآن کے قائل ہیں۔

الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے

یہ عجیب تماشہ ہے جو شیعہ جواب سے عاجز ہو کر کمال ڈھٹائی سے کہنے لگ جاتے ہیں کہ تم لوگ بھی تحریف قرآن کے قائل ہو۔ بھلا یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ سنی لوگ جو صدیق و فاروق و ذوالنورین رضی اللہ عنہم کو اپنے پیشوا بحکم الٰہی مانتے ہیں، یہ کہنے کی جرأت کریں کہ انہوں نے قرآن میں تحریف کر دی ہے۔ بلکہ وحاشا کسی سنی کا یہ عقیدہ ہرگز نہیں ہے کہ ہمارا قرآن پورا نہیں ہے۔ ہم کسی دوسرے قرآن کے منتظر ہیں نہ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ قرآن کو امام مہدی علیہ السلام غار سر من رای میں چھپائے ہوئے ہیں۔ یہ عقیدہ شیعہ کو مبارک ہو ہم ڈنکے کی چوٹ سے کہتے ہیں کہ کوئی اس بات کا قائل نہیں ہے کہ قرآن موجودہ میں کوئی کسی قسم کی تحریف ہوئی ہو۔

شیعہ کہتے ہیں۔ درمنثور یا اتقان میں ایسی روایات ہیں کہ فلاں سورۃ اتنی آیات کی تھی۔ اب اتنی ہے یا فلاں آیت یوں تھی اب یوں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ہمارا ایمان درمنثور پر نہیں ہے۔ نہ ہم امام سیوطی کے مقلد ہیں محققین نے جیسا کہ مقدمہ

تفسیر حقانی ص۱۰۸ پر ہے۔ ان تفاسیر کو دوسری صف میں شمار کیا ہے۔ جو نویں صدی کے بعد تصنیف ہوئیں۔ ان میں رطب یابس صحیح و سقیم ہر قسم کی روایات پائی جاتی ہیں۔

علاوہ ازیں اتقان یا در منثور میں ہرگز کہیں نہیں لکھا ہو کہ قرآن میں کوئی تحریف کی گئی ہے۔ بلکہ انہوں نے نسخ کا بیان کرتے ہوئے آیات منسوخہ کے اقسام لکھے ہیں جن میں سے ایک قسم آیات منسوخ التلاوت کی ہے۔ جو پہلے نازل تو ہوئیں لیکن بعد میں منسوخ التلاوۃ ہو گئیں۔ اور یہ واقعہ عہد نبوی کا ہے نہ بعد کا۔ غرض اس مسئلہ کی مفصل بحث مولانا مولوی عبدالشکور صاحبؒ نے اپنے رسالہ النجم میں اور مولوی نور بخش صاحب مرحوم توکلی نے تحفۃ الشیعہ میں کر دی ہے۔ اس لئے اس موقع پر اس بحث کو ہم دوبارہ نہیں چھیڑنا چاہتے۔ ہاں شیعہ کو تحدی سے کہتے ہیں کہ آپ یہ ثابت کر دیں کہ کوئی سنی متقدم عالم محدث یا مفسر تحریف قرآن کا قائل ہے۔ تو ہم آپ کو ایک ہزار روپیہ انعام دینے کو تیار ہیں۔ مگر خوب سمجھ رکھیں کہ نسخ اور چیز ہے اور تحریف اور ہے۔ شیعہ اگر اس دعوے میں سچے ہیں تو سامنے آئیں۔ ایک ہزار روپے کی بازی جیتیں۔ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔

جناب من! علامہ جلال الدین سیوطی مصنف در منثور و اتقان نے اپنا عقیدہ درباره ترتیب آیات عبارت ذیل میں واضح کر دیا ہے۔ اَلْاِجْمَاعُ وَالنُّصُوْصُ الْمُتَرَادِفَةُ عَلٰى اَنَّ تَرْتِيْبَ الْاٰيَاتِ فِيْ سُوَرِهَا بِتَوْقِيْفِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَمْرِهٖ مِنْ غَيْرِ خِلَافٍ فِيْ هٰذَا بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ (اتقان)

ترجمہ: نصوص متواترہ و اجماع سے یہ بات ثابت ہے کہ آیات کی ترتیب جو سورتوں میں ہے۔ آنحضرت صلعم کے حکم سے ہوئی۔ اس میں کسی مسلمان کا بھی اختلاف نہیں۔ مصنف اتقان نے اس دعویٰ کے اثبات میں بخاری مسلم سنن اربعہ کی احادیث صحیحہ نقل کر کے ثابت کیا ہے کہ بلا شبہ یہ ترتیب خاص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ہوئی۔

اسی طرح بغوی شرح السنۃ میں لکھتے ہیں۔ اَلصَّحَابَةُ جَمَعُوْا بَيْنَ الدَّفَّتَيْنِ الْقُرْاٰنَ الَّذِيْ اَنْزَلَهُ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ غَيْرِ اَنْ زَادُوْا اَوْ نَقَصُوْا مِنْهُ شَيْئًا فَكَتَبُوْهُ كَمَا سَمِعُوْهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَيْرِ اَنْ قَدَّمُوْا شَيْئًا

اَوْ اَخَّرُوْا وَلَمْ يَضَعُوْا لَهٗ تَرْتِيْبًا وَلَمْ يَاْخُذُوْهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ط

ترجمہ:۔ یعنی صحابہؓ نے قرآن کو اسی طرح رکھا جیسے کہ رسول خدا پر نازل ہوا تھا بغیر اس کے کہ اس میں کمی بیشی کی گئی ہو بس جس طرح سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا اسی طرح رکھا۔ بغیر اس کے کہ اس میں کچھ تقدیم و تاخیر کی ہو یا اس کو کسی دوسری ترتیب سے مرتب کیا ہو جس کو حضور علیہ السلام سے انہوں نے حاصل نہ کیا تھا۔

اب مولانا جلال الدین سیوطی اور دیگر مفسرین کی تصریح ہوتے ہوئے جو شخص کہے کہ یہ لوگ تحریف کے قائل تھے۔ ع "چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد" کا مصداق بنتا ہے۔

ہاں صاحب! تحریف قرآن کے قائل وہ لوگ ہیں جو حسب ذیل عقائد رکھتے ہیں یا ان کی مستند کتابوں میں احادیث مرویہ ائمہ اہل بیت اس مضمون کی پائی جاتی ہیں۔
(۱) اصلی قرآن جو جبرائیلؑ نے رسول خدا پر نازل کیا سترہ ہزار آیت کا تھا (۲) اصلی قرآن وہ تھا جو حضرت علیؓ نے جمع کر کے صحابہ کو دکھایا۔ انہوں نے قبول نہ کیا (۳) اصلی قرآن وہ ہے جس میں آیات اسی طرح درج ہیں جو گزشتہ صفحات میں درج کی گئی ہیں (۴) اصلی قرآن حضرت امام مہدی علیہ السلام کے پاس ہے جب آئیں گے تو شیعوں کو دکھائیں گے (۵) شیعوں کا ایک قرآن سترہ گز لمبا ہے (۶) ایک اور قرآن مصحف فاطمہ اس قرآن سے سہ چند بڑا ہے۔ اور اس میں اس قرآن کا ایک حرف بھی نہیں پایا جاتا۔ (۷) ایک اور قرآن چمڑے کا ٹکڑا تھیلہ ہے جس میں اولین و آخرین کے علوم بھرے ہیں۔ ان سب کے حوالجات پہلے مذکور ہو چکے ہیں۔

اب انصاف تو یہ ہے کہ کسی ترتیب سے ہماری کتب صحاح ستہ سے ہمارے اس طرح کے عقائد کوئی ایک عقیدہ بھی حدیث صحیحہ سے ثابت کیا جائے اور ایک ہزار انعام پایا جائے۔

لے یہاں پر علمائے شیعہ مجبور ہو کر یہ تاویل کرتے ہیں کہ اس حدیث میں آیت سے مراد جملہ ہے لیکن یہ ان کی تجنیس ہے کیونکہ کافی کے شارح ملا خلیل قزوینی اس حدیث کی شرح میں آیت سے مراد آیت متعارف لے رہے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں مراد این است کہ بسیاری از قرآن ساقط شدہ در مصاحف مشہور نیست

کیا کوئی ہے جو خم ٹھونک کر میدان میں نکلے۔ میں تو کہوں گا ؎

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے — یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

دوسری دلیل شیعہ کا حافظ قرآن نہ ہونا

علاوہ ازیں عقیدہ کی پڑتال کے لئے ہر شخص کا عمل و فعل دیکھا جاتا ہے۔ اگر عمل قول کے مطابق نہ پایا جائے تو یہی سمجھا جاتا ہے کہ یہ شخص دل سے اس امر کا معتقد نہیں ہے۔ سو اس بارہ میں فریقین کا تعامل دیکھنا چاہیئے کہ دونوں میں سے کس فریق کو عملی طریق سے قرآن سے انس و محبت ہے۔ سو ظاہر ہے کہ سنی قرآن کو حرز جاں سمجھتے ہیں۔ حفظ قرآن ان کو ورثہ میں ملا ہوا ہے۔ سینکڑوں نہیں، ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں حفاظ قرآن سنیوں میں ملیں گے۔ لیکن بمقابلہ اس کے چراغ لے کر ڈھونڈو اور [illegible] کی خاک چھان مارو تو ایک حافظ بھی شیعہ سے ملنا دشوار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل سنت کی طرف سے انعامی اشتہارات چھپتے رہتے ہیں لیکن شیعہ کوئی ایک حافظ قرآن بھی پیش کرنے سے عاری ہیں۔

مدت سے ہمارے دوست حاجی غلام حسین صاحب تلہ گنگی نے ایک انعامی اشتہار شائع کر کے شیعان پنجاب کو چیلنج دے رکھا ہے لیکن اس کا جواب اب تک شیعہ حضرات کی طرف سے بجز گالی گلوچ کے کچھ نہیں ملا۔ ثبوت کے لئے در نجف سیالکوٹ کے پرچے دیکھو۔ کوئی پرچہ ایسا نہیں ملے گا جس میں حاجی صاحب موصوف کو مغلظ گالیاں دے کر اپنے

نیست زیرا کہ مجموع قرآنی از مصاحف مشہورہ است عدد آیات آن نزد قراء اہل کوفہ کہ موافق مذہب مجمع البیان است۔ عدد آیات ہر سورۃ را دل آن سورۃ شش ہزار و دو صد و سی و شش آیت است و بنا بر مذہب دیگران را اعتبار کنیم اندکے بیشتر یا کمتر میشود بر ہر تقدیر بہفدہ ہزار نمی رسد۔ و اگر مراد این باشد کہ عدد آیات ہمیں قرآن کہ در مصحف مشہورہ است در قرات جبرائیل علیہ السلام ہفدہ ہزار است مخالف ان عدد الآیات التی جاء بہا جبرئیل علیہ السلام تا آخر۔ و از احادیث صحاح در ہر یک فقرہ در طریق عامہ کہ دال است بر سقوط بسیاری از قرآن در کثرت بحدے رسیدہ کہ تکذیب جمیع آنہا جرات است و حکایت احراق عثمان مصحف ابی بن کعب و مصحف عبداللہ بن مسعود در اشتہور

(بقیہ بر صفحہ ۷۵)

سنی صوبیدار سے معاہدہ کرکے یہ قرار داد کی کہ فلاں تاریخ کو ہر دو فریق اپنے اپنے حافظ چن کر
بھیج کر میدان میں لائیں۔ اہلسنت کی طرف سے لاتعداد حافظ قاری آگئے لیکن شیعوں کی طرف سے ایک
بناوٹی حافظ بنائے گئے۔ اہلسنت حفاظ دن بھر میدان میں للکارتے رہے لیکن بناوٹی شیعہ حافظ
کو میدان میں آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ ندا حسین چابک دست تھا۔ الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے "بمصداق"
پانچ سو روپے جرمانہ کا دعویٰ کر دیا۔ مقدمہ بڑے معرکے کا ہوا۔ شیعوں نے اس پر زر کثیر خرچ
کیا۔ لکھنؤ تک سے گواہ لائے گئے۔ نتیجہ اہلسنت کے حق میں ہوا۔ شیعہ مدعی کا دعویٰ خارج ہو گیا
اس مقدمہ میں مد کفایت حسین کو بطور گواہ پیش کیا گیا۔ ان کو قرآن سے ایک رکوع پڑھنے کے لیے
کہا گیا۔ حضرت آدھے رکوع میں بیس غلطیاں کیں۔ حافظیت کا پردہ چاک ہو گیا۔ کفایت حسین مع
جماعت شیعہ سخت شرمسار ہو کر کچہری سے نکلے۔ یہ خبر اسدی اخبارات میں شائع ہو چکی ہے۔
یہ فیکٹ در واقع یہ ہے کہ شیعہ حافظ قرآن نہیں ہو سکتا کیونکہ جب تک کسی چیز سے
محبت نہ ہو وہ دل میں گھر نہیں کر سکتی چونکہ شیعہ کا قرآن موجودہ پر ایمان نہیں ہے اور وہ
اس سے دل سے متنفر ہیں۔ اس لیے ان کا حافظ ہونا محال ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے ؎

رکھے گا بغض صحابہؓ سے جو کوئی انسان ہمارا دعویٰ ہے ہو گا نہ حافظ قرآن

کیا گیا ہے۔ ان تصریحات کے بعد کبھی شیعوں کا مسلم عقیدہ تحریف فی القرآن تاویلات فاسدہ کے پردوں
میں چھپایا جا سکتا ہے؟ چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد۔ (حضرت مظہر حسین غفرلہ) ؎
حجۃ الاسلام قطب العالم قاسم العلوم حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند قدس سرہ
اپنی کتاب مستطاب ہدیۃ الشیعہ میں شیعہ کے حافظ نہ ہونے کے اسباب بیان کرتے ہیں ارشاد فرماتے
ہیں دوسری وجہ اس یاد نہ ہونے کی حافظ کو مقتضائے ذہن عقل سلیم یہ تھا کہ کلام اللہ چھوڑ شیعی تفسیر کبیر یاد کر لیجئے
یہی بات ہے کہ جیسا تلاوت کا حق ہوتا ہے۔ ان کو میسر نہیں آتا اور باعث اس کا سنئے تو یہ ہے کہ طبع
انسانی اور حیوانی بحسب غذا کے جیسی مختلف ہیں کسی کو میٹھا بھاتا ہے کسی کو نمکین کسی کو ایک چیز کی طرف
رغبت ہوتی ہے کسی کو نفرت۔ گوبر کے کیڑوں کو عطریات سے تنفر اور گیلی کے جیسے سونگھ بھی لیں تو
دماغ چھوڑ جان کی خیر نہیں رغبت پاخانہ کے کیڑے گندگی میں خرم و شاد و عیش و آرام سے رہیں۔ اور
خوشبو سونگھیں تو مر ہی جائیں۔ ایسے ہی بحسب امور دینیہ کے جو غذائے ارواح ہیں۔ ارواح بنی آدم مختلف ہیں

فضائلِ اصحابِ ثلاثہؓ کا ثبوت قرآن کریم سے

یوں تو قرآن کریم اوّل سے آخر تک فضائل مہاجرین و انصار (جن میں سے اصحاب ثلاثہؓ کا نمبر اوّل ہے) سے بھرا ہوا ہے۔ اور اصحاب ثلاثہ کے فضائل و مناقب کا ایسی صراحت و وضاحت سے بیان کیا گیا ہے کہ کسی موافق و مخالف کو انکار کی گنجائش نہیں۔ مگر ہم اس موقعہ پر آیات پیش کرینگے جن سے اصحاب ثلاثہؓ کے فضائل روز روشن کی طرح واضح ہیں۔

(۱) وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ (پ ۱۰۔ سورہ انفال رکوع ۵)

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے اور خدا کی راہ میں ہجرت کی اور جہاد کیا۔ اور جنہوں نے مسلمان مہاجرین کو پناہ دی اور ان کی مدد کی۔ وہ لوگ بالتحقیق مومن ہیں۔ ان کے لئے غفران اور عطائے بہشت ہے۔

اس آیت میں حق تعالیٰ نے بڑی صفائی سے کھلے الفاظ میں اصحاب ثلاثہؓ کے ایمان حقیقی اور ان کے بخشے جانے اور جنتی ہونے کی تصدیق فرمائی ہے۔ صحابہ ثلاثہ بے شک وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا کے پورے طور پر مصداق تھے۔ اور آنحضرتؐ کے ساتھ ایمان لائے۔ آپؐ کے ساتھ خدا کی راہ میں ہجرت کی۔ کفار سے جہاد کئے۔ پھر اولین مہاجرین کی امداد اور نصرت بھی کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان اوصاف حمیدہ کے باعث ان کے کمال ایمان مغفرت اور بہشتی ہونے کی شہادت دی ہے۔ پھر جو شیعہ ان کو معاذ اللہ منافق و کافر کہتے ہیں۔ وہ قرآن کو جھٹلاتے اور اپنے نامہ عمل کو سیاہ کرتے ہیں۔ آیت میں اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ کے بعد حقًّا کی تاکید اور اس کے بعد لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ کا جملہ واقعی خلفاء ثلاثہؓ کے حقیقی کامل و مکمل ایمان کی بڑی زبردست شہادت ادا کی ہے۔ اگر کسی بدنصیب کے دل پر بغض و عناد کا قفل نہ لگ گیا ہو تو پھر ایسی زبردست صاف شہادت کے بعد ممکن نہیں کہ خلفاء ثلاثہ کے ایمان اور ان کے فضائل میں کچھ شک و شبہ کی گنجائش باقی رہ جائے۔

(٢) وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ لَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝

ترجمہ: جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی۔ ان کے مظلوم ہونے کے بعد ہم ان کو دنیا میں اچھا ٹھکانہ دیں گے۔ اور قیامت کا اجر بہت بڑا ہے۔

باری تعالیٰ نے اس آیت میں ان مہاجرین کاملین کی شناخت کا جنہوں نے محض خدا کی راہ میں سچی نیت سے ہجرت کی اور اتباع رسولؐ میں اپنا وطن چھوڑا۔ ایک عمدہ نشان بتلا دیا ہے اور یہ کہ ان کی دلی قدر کی جانفشانی اور مخلصانہ خدمت کا معاوضہ ان کو دنیا میں بھی عطا ہوگا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً یعنی دنیا میں ان کو مسند جلیل خلافت عطا ہوگی۔ اور قیامت میں تو ان کا رتبہ بہشت بہت ہی اعلیٰ ہوگا۔ اب اس بین نشان سے سچے اور جھوٹے مقبول اور غیر مقبول گروہ کا پورا اعتبار کر سکتے ہیں۔ کہ جس گروہ کے حق میں یہ پیشگوئی اور وعدہ الٰہی پورا ہوا۔ وہ فی الحقیقت مقبول درگاہ ایزدی ہے۔ اب ہم شیعہ صاحبان سے پوچھتے ہیں کہ یہ پیشگوئی صحابہ ثلاثہ کے حق میں پوری ہوئی یا نہ؟ ماننا پڑے گا کہ پوری ہوئی اور بڑی صفائی سے۔ اس سے بہتر دنیا میں اچھا ٹھکانہ کیا ہو سکتا ہے کہ اصحاب ثلاثہ آنحضرتؐ کی زندگی میں مقرب خاص اور حضوری رہے اور آپ کے رحلت کے بعد آپ کی مقدس اور مبارک مسند پر جاگزیں ہوئے خلافت رسولؐ کی کرسی کا اعزاز نصیب ہوا۔ تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار اصحابؓ نے ان کو سچا خلیفہ مان کر اطاعت کی اور بڑی عزت سے احکام خداوندی کو نافذ فرماتے رہے۔ تمام اعدائے دین دینی حقیقی، سد راہ کو نیست و نابود کر کے اقوام عالم کو اسلام کا حلقہ بگوش بنایا۔ قیصر و کسریٰ کے تخت کے مالک ہوگئے اور تمام گردن فراز گردنیں ان کے سامنے جھک گئیں۔ جس قدر فتوحات ان کو نصیب ہوئیں۔ ان کی شہادت اب تک تاریخ عالم میں موجود ہے۔ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً کا وعدہ ہی پورا ہوگیا۔ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ کا وعدہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ آخرت میں پورا ہوگا۔ کیونکہ خدا کے پاک اور سچے وعدوں میں تخلف نہیں ہے۔ شیعہ بتلائیں کہ کیا خدا کے اعزازی وعدے منافقین اور مشکوک ایمان لوگوں کے حق میں پورے ہو سکتے ہیں۔ اس کے سچے مستحقین عہد وعدہ کون ہیں جو ان سے بہرہ ور ہوتے ہیں؟ انصاف! انصاف!!

(۳) اَلَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ط (پ،
سورہ حج ع ۱۳)

ترجمہ: "جو لوگ اپنے گھروں سے ناحق نکال دیئے گئے صرف اس بات پر کہ کہتے تھے کہ ہمارا رب ایک خدا ہے۔"

اس آیت میں بھی ان مہاجرین کی شناخت بتلائی گئی ہے کہ ھَاجَرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ کے مصداق وہی لوگ ہیں جو صرف خدا کی توحید کا کلمہ پڑھنے پر اپنے گھروں سے نکال دیئے گئے۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اصحاب ثلاثہ کسی سرقہ یا ڈکیتی کے جرم میں اپنے وطن سے نکال دیئے گئے تھے یا کسی اور بات پر اپنے دیار کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے ہرگز نہیں۔ صرف اسی دعویٰ رَبُّنَا اللّٰہُ کے بدلے جو مخالفین اسلام کو ناگوار گزرتا تھا، گھروں سے بغیر کسی حق کے نکالے گئے۔ ان لوگوں کے حق میں آیت کا تتمہ میں درج ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصْرِھِمْ لَقَدِیْرٌ ط یعنی خدا بے شک ان کا معاون و مددگار ہے۔ دیکھو! یہ خدا کا وعدہ کیسا پورا ہوا۔ آخرکار یہی منصور جماعت غالب رہی۔ اس آیت سے آگے انہیں لوگوں کا نشان رب العباد ان الفاظ میں بیان فرماتا ہے۔ اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ

ترجمہ: یہ ایسا مخلص گروہ ہے کہ ان کو زمین پر تمکن (اقتدار) حاصل ہو جائے تو پھر بھی نماز پڑھتے زکوٰۃ دیتے، بھلائی کا حکم کرتے اور برائی سے منع کرتے ہیں۔ دیکھو یہ شان ان نفوس مقدسہ میں کیسا چمکتا ہوا دکھائی دیتا ہے کہ مَکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ کے مصداق ہو کر منصب جلیل (خلافت) پر ممتاز ہو کر بھی مُقِیْمُو الصَّلٰوۃِ مُؤْتُو الزَّکٰوۃِ کے مصداق بنے رہے اور امر معروف اور نہی عن المنکر میں اپنی زندگیاں بسر کر گئے۔ افسوس! شیعہ ایسے پاک نفوس کے حق میں بدگوئی کرتے ہیں جن کی نسبت اللہ تعالیٰ کھلے کھلے نشان بتلا کر ان کی فضیلت کا ثبوت دے رہا ہے۔

(۴) لِلْفُقَرَآءِ الْمُھٰجِرِیْنَ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ وَاَمْوَالِھِمْ یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانًا وَّیَنْصُرُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الصّٰدِقُوْنَ ط پارہ ۲۸ سورہ حشر رکوع ۱۔

ترجمہ: واسطے ان مفلس مہاجرین کے جو اپنے دیار و ملک سے نکالے گئے اور اللہ کا فضل

خرچ کئے، اور دشمن سے لڑے اور سب کے لئے وعدۂ بہشت اللہ تعالیٰ نے دیدیا ہے۔

اس آیت میں ایزد متعال نے اس بات کا فیصلہ فرما دیا ہے کہ فتح مکہ سے پہلے وہ اصحاب رسول صلعم جنہوں نے جانی و مالی خدمات کیں، بہت بڑا درجہ رکھتے ہیں۔ اب کون شخص انکار کر سکتا ہے کہ صحابہ ثلاثہ پہلے گروہ میں داخل ہیں۔ جو فتح مکہ سے پہلے ہی جان و مال کو آنحضرت رسول پاک پر نثار کئے ہوئے تھے۔ اور کفار و مشرکین سے جہاد و قتال کرتے رہے۔ اس آیت کی رو سے بھی ابو بکر رض کی فضیلت کا نمایاں ثبوت ملتا ہے کیونکہ آپ ہی وہ شخص ہیں جنہوں نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں اپنا سارا مال جو گھر میں رکھتے تھے نذر پیش کر دیا اور خود ایک کمبل اوڑھ لیا۔ پھر ابو بکر رض صدیق ہی وہ شخص ہیں جن کے گھر سے غار ثور میں سید الناس پر جان فدا کرنے والا کا نان و نفقہ پہنچا۔ اور کوئی شخص نہیں جو اس بارہ میں برابری کا دعویٰ کر سکے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ۔

(۷) هُوَ الَّذِيْ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّا اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ يَا اَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۱۰ پارہ۔ سورۂ انفال رکوع ۴

ترجمہ: (۷) اس خدا نے اے رسول تجھے خاص اپنی نصرت سے تائید کی اور مومنوں کی جماعت سے اور ان کے دلوں کو جوڑ دیا۔ اگر تو ساری زمین کی دولت خرچ کر دیتا ان کے دلوں کو جوڑ نہ سکتا تھا۔ وہ زبردست حکمت والا ہے۔ اے نبی تجھے کافی ہے اللہ اور تیرے پیرو کار مومن۔

اس جگہ خداوند کریم رسول پاک کو تسلی بخش الفاظ میں فرماتا ہے کہ ہر چند کفار تجھ سے مکر لڑائیں تیرا بال بیکا نہیں کر سکتے۔ دشمن کے مقابلہ میں آپ بالکل مطمئن رہیں۔ آخر میدان آپ کے ہاتھ میں ہو گا۔ دشمن تیرے مقابلہ کی کیا تاب رکھ سکتا ہے۔ جب کہ آپ کی حامی اور موید ایک تو ہماری نصرت ہے۔ دوسرا آپ کے ماتحت وہ ایمانی فوج ہے۔ جس کا معائنہ ڈاکٹری نسبت امراض تنبیہ و قساوت و جبن وغیرہ کرنے والے ہم خود ہیں۔ ہم نے پہلے ہی منتخب کر کے آپ کی فوج میں وہ نمک حلال سپاہی بھرتی کئے ہیں جن کے دل جملہ امراض سے پاک و صاف ہیں۔ ان کو ہمارے حضور

سے ایمان، اخلاص و اطاعت فرمان، کا تمغہ مبارک خطاب مومنین عطا ہو چکا ہے۔

دوم: اس بڑے جنگی ملازمین کے ہم نے دل باہم ایسے جوڑ دیئے تھے کہ ممکن نہیں کہ کوئی ان میں پھوٹ ڈال سکے اور یہ تالیف قلوب کسی انسانی حکمت کا کام نہیں تھا۔ اگر دنیا کے سارے خزانے بھی اس کام پر خرچ کر دیئے جاتے تو ایسا ہونا ممکن نہ تھا۔ یہ صرف ہماری زبردست حکمت کا کام تھا۔ شیعہ صاحبان اس آیت پاک کے مضمون پر غور کریں۔ رب العزت نے کھلے لفظوں میں فرمایا ہے کہ جماعت رسول میں تو ایک خالص پاک دل گروہ ہمارے خاص حکم سے داخل کیا گیا ہے جن کی صفائی پر کسی انسانی شہادت کی ضرورت نہیں ہے اور خالص مخلص جماعت کو بارگاہ الٰہی سے مومنین کا لقب مل چکا ہے۔ پھر شیعہ باوجود ہی شہادت کے ان کی بابت کیسے انتقاد کر سکتے ہیں اور اس لقب خداداد (مومنین کا تمغہ) ان سے چھین سکتے ہیں۔ دیکھو اس فوج کے ایک ملازم تک اس الٰہی تمغہ ایمان سے لیس ہو چکے ہیں۔ اس کے اعلیٰ افسران کا جو رتبہ حضوری میں ہو سکتا ہے۔ تم خود ہی قیاس کر سکتے ہو۔ اس جماعت میں تو جماعت رسول حزب اللہ (کی فوج) کے ہر ایک ملازم کی صفائی کی شہادت دی گئی ہے۔ اب اس اگلی آیت میں خاص اس فوج کے اعلیٰ افسران، سرداران کے حالات اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے۔

(۸) مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ (پارہ ۲۶ سورہ فتح رکوع ۲)

ترجمہ: محمد خاص خدا کا رسول ہے اور جو لوگ اس کے ساتھ (اس کے خاص) ہیں وہ کافروں پر سخت زور آور ہیں۔ آپس میں محبت کرنے والے ہیں۔ تو ان کو دیکھتا ہے رکوع و سجود کرنے والے خدا کا فضل اور رضا چاہتے ہیں۔ ان کے چہروں میں سجود کے نشان موجود ہیں۔

اس آیت میں حق سبحانہ تعالیٰ ان صاحبان بارگاہ احمدی کے اوصاف جمیلہ کا بیان فرماتا اور ان کی اعلیٰ ہمت اور جواں مردی اور باہمی اتفاق اور ان کے کیریکٹر نیک چلن، اطاعت الٰہی کی تعریف کرتا ہے۔ یعنی میرے اس اسلامی شہنشاہی کی کمانڈ ان بہادروں کے ہاتھ میں ہے جو دل سے اس شہنشاہ کا ہر وقت ساتھ دینے والے وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ کے مضمون

اور رحمیت کے معنی پر خوب غور فرمائیے۔ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ دشمن کی فوج پر غیظ و غضب
سے ٹوٹ پڑنے والے دشمن پر ان کی شدت قہر و صولت کا ایسا اثر پڑتا ہے کہ دیکھتے ہی ان
کے چھکے چھوٹ جاتے ہیں۔ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ آپس میں ایک دوسرے پر جان دینے والے
صحابہ کرام کے باہمی اتفاق کو ظاہر کرنے کے لئے رُحَمَآءُ کا لفظ کس قدر موزوں ہے۔
وصف رحیمیت ہزار ہزار اتفاق کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ اور واقعی اسلامی پیشواؤں
کا اتفاق کوئی معمولی اتفاق نہ تھا بلکہ وہ سچے رُحَمَآءُ تھے اسی پاک وصف نے دشمن
کے ہر ایک مقابلہ پر ان کو غالب و فتحیاب کر دیا بھلا معمولی اتفاق کبھی مقابلہ دشمن کے
لئے کامیابی کا باعث ہوتا ہے۔ چہ جائیکہ اتفاق رحمیت کی حد تک پہنچا ہوا ہو جس پر ہزاروں
اتفاق قربان ہیں۔ افسوس اس رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ کی مسلمہ وصف صحابہ کرام میں بھی
شیعہ صاحبان دست اندازی کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ تَرٰھُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا یعنی باوجود
اس اقتدار عظیم کے جو ان اسلامی سرداروں کو حاصل ہے پھر بھی رکوع یعنی سر نیاز
خم کئے ہوئے سجدہ یعنی سر عجز زمین پر رکھے ہوئے دیکھو گے یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ
وَرِضْوَانًا یہ خدائی لشکر کے افسر کسی دنیوی اعزاز کے طالب اور دولت کے خواہاں
نہیں ہیں اور اپنی سچی خدمات کا کوئی صلہ نہیں چاہتے۔ ہاں صرف اللہ کا فضل اور
اس کی خوشنودی کا سرٹیفکیٹ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ سِیْمَاھُمْ فِیْ وُجُوْھِھِمْ
مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ان سرداروں کی شناخت کے لئے وردی کے ساتھ بیج لگانے کی
ضرورت نہیں ہے۔ مگر ان کی شناخت کے لئے ان کے ماتھوں پر امتیازی خدائی نشان کثرت
سجود کے باعث ثبت ہیں وہ درخشاں ہیں جو قیامت تک قائم رہیں گے۔ اب شیعہ صاحبان
خود ہی انصاف کریں کہ اس تعریف الٰہی کے مصداق اسلامی پیشواؤں کی نسبت کیسے
دل کو تباہی خیالات کئے جاتے ہیں کہ یہ لوگ مشکوک الایمان تھے۔

نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ھٰذِہِ الْخُرَافَاتِ۔

انتباہ

دونوں آیات متذکرہ بالا اس امر کی شاہد عدل ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے ساتھیوں صحابہ کرام میں ایسی سچی محبت والفت اور ایک دوسرے سے پیار تھا جو
کبھی زائل ہونے والا نہ تھا۔ ان کی محبت دنیا داروں کی ظاہری محبت نہ تھی۔ بلکہ خدا کی
عطا شدہ صادق تکلیف مؤدت تھی جس کا نقش لوح دل سے مٹنا مشکل تھا۔ اس الفت
و محبت کو اگر کوئی قیمتاً خرید کرتا تو زمین و دنیا کے مخفی خزانے بھی اس کے سامنے ہیچ تھے
یہ تو اللہ کی شہادت ہے لیکن شیعہ صاحبان اس کے خلاف یہ کہتے ہیں۔ کہ اور تو اور حضور علیہ
السلام کے خاص الخاص اصحاب و احباب کے دل بھی صاف و شفاف نہ تھے بلکہ ایک
دوسرے کے خلاف کینہ و حسد دل میں رکھتے تھے اور ایک دوسرے کے خون کے پیاسے
تھے اصحاب ثلاثہ کو حضرت علیؓ سے بیر تھا اور علی مرتضیٰ کو ان سے خصومت تھی
قارئین کرام خود ہی انصاف کریں کہ شیعہ کو سچا جانیں یا قرآن خدا پر ایمان لائیں یہ دل قول
خدا سچا ہوگا و شیعہ جو ان کے خلاف بہتان باندھتے ہیں بشہادت قرآن غلط و جھوٹ
ہے فاعتبروا یا اولی الابصار۔

(۱) لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَادُّوْنَ مَنْ حَادَّ
اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ اُولٰٓئِكَ
كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ
مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ اُولٰٓئِكَ
حِزْبُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (پارہ ۲۸ سورہ مجادلہ رکوع ۳)

ترجمہ۔ نہ پائے گا تو ایسی قوم کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ پر اور پچھلے دن یعنی قیامت
پر کہ دوستی کریں۔ ان لوگوں سے جو مخالف ہوئے خدا اور رسولؐ کے اگرچہ ان کے باپ
یا بھائی یا خویش ہوں۔ ان کے دلوں میں خدا نے ایمان لکھ دیا ہے۔ اور ان کو مدد دی
اپنے غیب کے فیض سے اور داخل کرے گا ان کو بہشت میں جس کے نیچے نہریں بہتی ہوں

گی۔ سدا رہیں گے ان میں۔ اللہ ان سے راضی اور وہ اس سے راضی ہیں۔ یہ اللہ کی جماعت فلاح والی ہوتی ہے۔

اس آیت میں مخلص مومنین کی پڑتال کا ایک عمدہ معیار حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے بتلا دیا ہے۔ وہ یہ کہ اس مخلص جماعت کی پہچان یہ ہے کہ اعداء خدا اور رسول سے کبھی دوستی نہ کریں گے۔ اگرچہ کیسے ہی ان کے اقربا کیوں نہ ہوں۔ اب ہم اصحابِ ثلاثہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کو اس کسوٹی پر رکھ کر پرکھ سکتے ہیں۔ تاریخ اسلام شاہد ہے۔ اَلْحُبُّ لِلّٰہِ وَ بُغْضُ لِلّٰہِ۔ انہی حضرات کا خاصہ رہا تھا اور اس امتحان میں یہ حضرات ایسے پورے نکلے کہ دوست دشمن سب ان کی شہادت دیتے ہیں کہ اسلام کے معاملے میں کبھی قرابت اور محبت کا اثر ان کے دلوں پر غالب نہیں آ سکتا تھا۔ جنگ بدر میں فاروق اعظمؓ کے ہاتھ سے عاص بن ہشام بن مغیرہ جو قریش کا ایک معزز سردار تھا اور آپ کا حقیقی ماموں تھا قتل ہوا۔ بلکہ آپ نے قیدیوں کے معاملہ میں رائے دینے کے وقت پکار کر کہہ دیا تھا کہ اسلام کے معاملہ میں قرابت اور رشتہ کو کیا دخل ہے۔ ہم میں سے ہر ایک شخص اپنے عزیز کو خود قتل کرے۔ اس طور پر کہ علی عقیل کو قتل کریں اور حمزہ عباس کو اور میں اپنے فلاں عزیز کی گردن اپنے ہاتھ سے ماروں۔ (دیکھو تاریخ طبری صفحہ [illegible]) اس سے بڑھ کر اس امر کا کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ فاروق اعظمؓ نے اپنے بیٹے [illegible] فرزند تھا اور اس کو درّے لگائے تھے۔ سبحان اللہ وبحمدہ انہی جاں نثاریوں اور دین حق کی سچی تابعداری کے بدلے ہی تو یہ حضرات مقبولان درگاہِ ایزدی ہو کر دینی و دنیوی اعزاز کے مستحق ہو گئے۔ کیا شیعہ صاحبان کوئی معتبر شہادت اس کے برخلاف پیش کر سکتے ہیں کہ اسلام کے بارے میں ان لوگوں کے دلوں پر قرابت اور رشتہ داری کا خیال بھی عمر بھر میں ایک دفعہ مستولی ہوا تھا۔ کسی دشمن خدا و رسول کے ساتھ انہوں نے یارانہ گانٹھا ہو؟ ہرگز نہیں۔ کبھی بھی نہیں پیش کر سکیں گے۔ پھر اس آیت میں اس امتحان کے پاس شدگان کی نسبت اپنی شہادت دی کہ ان کے دل میں خدا تعالیٰ نے ایمان کو نقش کر دیا ہے۔ جو کبھی محو نہیں ہو سکتا۔ روح القدس سے ان کو مدد دی اور قیامت میں بہشت کی نعمت جلیلہ حاصل کریں گے۔ ان کو خوشنودی کے سرٹیفکیٹ

عطا ہو چکے۔ پھر ان کے ایمان اور فضیلت میں شک کرنے والے صاف تکذیب قرآن کرتے ہیں۔

شیعہ غور کریں!

ان آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول علیہ السلام کے صحابہؓ کی یہ خصوصیت تھی کہ وہ اسلام کے معاملہ میں کسی اپنے بیگانہ کا لحاظ نہ کرتے تھے۔ دشمن خدا و رسول سے اعلانیہ دشمنی کرتے خواہ باپ بیٹا یا بھائی ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن شیعہ اس کے خلاف یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اصحاب ثلاثہؓ معاذاللہ کافر و منافق تھے لیکن جناب امیر علیہ السلام ان سے یارانہ گانٹھے ہر معاملہ میں ان کے شریک کار رہے۔ مال غنائم میں حصہ دار بنے رہے حتیٰ کہ اپنے لخت جگر حضرت امام حسین علیہ السلام کی شادی خانہ آبادی کے متعلق بھی حضرت عمرؓ کے رہین منت ہوئے۔ چنانچہ آنجناب نے یزدجرد شاہ ایران کی دختر شہربانو جو غنیمت میں آئی تھی، ان کو بیاہ دی۔ بلکہ کتب شیعہ میں یہاں تک تصریح ہے کہ تزویج فاطمہؓ کی سلسلہ جنبانی بھی پہلے صدیقؓ و فاروقؓ نے ہی کی تھی۔ (جلاء العیون اردو ص۱۱۸ و ص۱۶۱) حضرت علیؓ ان منافقین کے پیچھے نمازیں بھی پڑھتے رہے۔ ہر بات میں ان سے ہاں میں ہاں ملاتے رہے۔ کبھی ان سے قتال و جدال نہیں کیا۔

مخلص دوستوں کی طرح ہر ایک مرحلہ میں ان سے متحد و متفق رہے

پھر شیعہ بتلائیں کہ امیر علیہ السلام آیت لَا تَجِدُ قَوْمًا الخ کا مصداق کس طرح ہو سکتے ہیں۔ کیا کوئی شیعہ اس کا جواب دے سکتا ہے۔؟

(۱۰) الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ أَعْظَمُ دَرَجَةً عِندَ اللَّهِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ۝ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُم بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَجَنَّاتٍ لَّهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُّقِيمٌ

(پارہ ۱۰ سورہ توبہ رکوع ۸)

ترجمہ:- جو لوگ ایمان لائے اور خدا کی راہ میں ہجرت اور جہاد کیا، اپنی جانی و مالی

خدمات سے دریغ نہ کیا۔ خدا کے ہاں بڑا رتبہ رکھتے ہیں اور وہی لوگ اپنی مراد کو پہنچنے والے ہیں۔ خدا ان کو اپنی رحمت خوشنودی کی بشارت دیتا ہے اور بہشتوں کی جن میں ابدی عیش حاصل کریں گے۔

ان آیات میں مہاجرین مومنین کا اعلیٰ رتبہ ہونا اور ان کا فائز الدارین ہونا بیان فرمایا گیا ہے کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اصحابِ ثلاثہ اس آیت کے مصداق نہ تھے۔ کونسا وصف اوصاف مذکورہ آیت کریمہ سے مسلوب کر سکتے ہو۔ کیا آنحضرتؐ کے ساتھ بلا طمع دنیا کے ایمان نہیں لائے تھے؟ یا آپؐ کے ساتھ ہجرت کا شرف حاصل نہ کیا تھا؟ جہاد فی سبیل کے فرض کے تارک تھے؟ اگر ان میں یہ سب اوصاف ہیں تو خدا تعالیٰ نے ان کی نسبت شہادت دی ہے کہ ان کا درجہ خدا کے ہاں بہت بلند ہے اور فائز المرام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو خوشنودی کا سرٹیفکیٹ عطا فرما دیا۔ اور بہشت بریں کا وعدہ ان کے لیے ہو چکا ہے۔ پھر جو شخص ان کی شان والا میں گستاخی کرے وہ کب مومن رہ سکتا ہے؟ افسوس کہ شیعہ حضرات قرآن پاک میں رسول پاک کے اصحاب باصفا کی ایسی تعریف دیکھ کر بھی برا بھلا کہتے ہیں۔

(۱) إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ وَالْقُرْآنِ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُم بِهِ وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ التَّائِبُونَ الْعَابِدُونَ الْحَامِدُونَ السَّائِحُونَ الرَّاكِعُونَ السَّاجِدُونَ الْآمِرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهُونَ عَنِ الْمُنكَرِ وَالْحَافِظُونَ لِحُدُودِ اللّٰهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ۝ (پارہ ۱۱ سورہ توبہ رکوع ۱۴)

ترجمہ: اللہ نے خرید لی ہیں مومنوں سے ان کی جانیں اور مال (کہ اس کی راہ میں خرچ کریں) اس قیمت پر کہ ان کو بہشت ملے (خدا کی راہ میں لڑتے ہیں پھر قتل کرتے ہیں (کفار کو) اور قتل ہوتے ہیں (کافروں کے ہاتھ سے) اس کے ذمہ وعدہ ہو چکا سچا تورات اور انجیل اور قرآن میں اور کون ہے قول کا پورا اللہ سے زیادہ خوشی مناؤ اے ایمان والو اس سودے پر جو تم نے خدا سے کیا (یعنی فانی چیز دے کر ابدی نعیم لے لیا) اور یہی بڑی کامیابی ہے یہ (مسلمان) توبہ کرنے والے (برے کاموں سے) بندگی کرنے والے (دل سے) شکر بجا لانے والے (نعمت اسلام پر) پیٹ لگا دینے

والے دنیا کے تعلقات سے، رکوع و سجود کرنے والے، نیک کاموں کا امر کرنے والے برائی سے منع کرنے والے نگاہ رکھنے والے حدود اللہ کو۔ اور ان کو مبارک باد دیجئے کہ ایسے لقب حضور الٰہی سے ان کو عطا ہوئے۔

دیکھو اس موقع پر حق تعالیٰ نے ان سچے مومنوں کو جنہوں نے حق کی راہ میں جانیں اور اموال دے کر مؤکد وعدہ بہشت عطا کرنے کا دے دیا اور فرما دیا کہ یہ وعدہ سچے مومنوں کے لیے ہے۔ نہ صرف قرآن ہی میں بلکہ انجیل و توریت میں بھی درج ہو چکا ہے۔ پھر یہ بھی فرما دیا کہ ایفاء وعدہ میں خدا سب سے زیادہ پکا ہے۔ دیکھو نہ ہو وہ کریم ہے اور اکرم ہے اور اذا وعد وفیٰ اس حتمی وعدہ دینے کے بعد کئی ان مومنین مخلصین کی خداوند تعالیٰ نے اوصاف حمیدہ بھی بیان فرما دیے۔ اب شیعہ حضرات سے ہم پوچھتے ہیں کہ کیا خدا سے یہ سودا کرنے والے اصحاب ثلاثہ نہ تھے؟ انہوں نے اپنی جان و مال کو خدا کی راہ میں وقف کر دیا تھا اور اس کے عوض ان کے لیے عطیہ نعیم اخروی کا وعدہ بھی بارگاہ ایزدی سے ہو چکا۔ پھر ان کی شان والا میں شک کرنے کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے؟ کیا انہوں نے زمین و مال و دیگر خدمات خدا سے واپس لے لی تھی؟ یا خدا نے ان کے ہاتھ سے مال مبیعہ (جنت) واپس لے کر بیع مذکورہ کا رد کر دیا ہے؟ حاشا و کلا۔ یہ تو ایک بیع قطعی ہو چکی جو کبھی فسخ نہیں ہو سکتی اور یہ اوصاف جو خداوند عالم نے اپنی پاک کلام میں بیان فرمائے ہیں سب سے بڑھ کر انہی حضرات میں پائی جاتی ہیں۔ پس یہ کتنی بے انصافی ہے کہ حق تعالیٰ تو ان کو مبارک باد دینے کے ساتھ سند دے اور ان کی تعریف کرے اور شیعہ اس کے خلاف کچھ اپنا ہی راگ گائیں۔

(۱۲) وَجَاهِدُوا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهِ هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ مِنْ قَبْلُ وَفِي هٰذَا لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ

(پارہ ۱۷ سورہ حج رکوع ۱۷)

ترجمہ: خدا کی راہ میں سعی جہد کرو۔ خدا نے پسند کیا اور نہیں رکھی تم پر دین میں کچھ مشکل۔ یہ دین تمہارے باپ ابراہیم کا ہے۔ خدا نے تمہارا نام مسلمان (حکم بردار) پہلے

تعمیل حکم کے لئے مکہ مکرمہ میں سفیر بن کر گئے تھے اور گویا وہ اس بیعت میں پہلے
ہی سے داخل ہو چکے تھے۔ کیونکہ بیعت لینے سے مطلب ہی یہ تھا کہ کوئی شخص ایسے
مشکل وقت میں ہمت ہار کر لشکر اسلامیاں کا ساتھ نہ چھوڑے۔ وہ تو پہلے ہی
سے اس عہد کی وفا کا عملی ثبوت دے چکے تھے کہ دشمن کے شہر میں امر رسولؐ
مان کر چلے گئے تھے۔ دوم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کو بھی بیعت
میں اسی طرح شریک فرمایا کہ خاص اپنے دست مبارک کو دست عثمانؓ بتایا جس
سے بیعت عثمانؓ کا رتبہ سب سے بڑھ گیا۔ کتب شیعہ میں بھی اس کی تصدیق موجود
ہے۔ چنانچہ فروع کافی اردو صفحہ، جلد ۳ ص ۱۵۱ میں ہے۔

فَلَمَّا انْطَلَقَ عُثْمَانُ لَقِيَ اَبَانَ بْنَ سَعِيْدٍ فَتَاَخَّرَ عَنِ السَّرْجِ
فَحَمَلَ عُثْمَانَ بَيْنَ يَدَيْهِ وَدَخَلَ عُثْمَانُ فَاَعْلَمَهُمْ وَكَانَتِ
الْمُنَاوَشَةُ فَجَلَسَ سُهَيْلُ ابْنُ عَمْرٍو عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَلَسَ عُثْمَانُ فِيْ عَسْكَرِ الْمُشْرِكِيْنَ وَبَايَعَ رَسُوْلُ
اللّٰهِ الْمُسْلِمِيْنَ وَضَرَبَ بِاِحْدَى يَدَيْهِ عَلَى الْاُخْرَى
لِعُثْمَانَ وَقَالَ الْمُسْلِمُوْنَ طُوْبٰى لِعُثْمَانَ طَافَ بِالْبَيْتِ وَسَعٰى بَيْنَ
الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَاَحَلَّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَا كَانَ لِيَفْعَلَ فَلَمَّا جَاءَ عُثْمَانُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اَطُفْتَ بِالْبَيْتِ فَقَالَ
مَا كُنْتُ لِاَطُوْفَ بِالْبَيْتِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ لَمْ يَطُفْ بِهٖ ثُمَّ ذَكَرَ الْقِصَّةَ
وَمَا كَانَ فِيْهَا ٥

ترجمہ: پس جب چلا عثمانؓ ملا ابان بن سعیدؓ کو پس پیچھے ہو زین سے پس عثمانؓ
اس کے پاس آ بیٹھا اور عثمانؓ اس کے آگے سوار ہوا اور داخل ہوا عثمانؓ اور ان کو آگاہ کیا
پس سہیل بن عمرو سفیر مشرکین رسول اللہ کے پاس آ بیٹھا اور عثمانؓ لشکر مشرکین میں
محبوس ہوا۔ رسول اللہ نے مسلمانوں سے بیعت لی اور ایک ہاتھ دوسرے پر عثمان کے
لئے، اور مسلمان کہنے لگے خوشا حال عثمانؓ کا کہ طواف کعبہ نصیب ہوا اور صفا و مروہ کی

(۴) حضور علیہ السلام کو حضرت عثمانؓ کی ذاتی محبت و عشقِ رسول پر پورا وثوق
ہوا کہ فرما دیا۔ ناممکن ہے کہ اپنے محبوب آقا کے بغیر وہ عاشقِ صادق تنہا حج
بیت اللہ ادا کر سکے۔

(۵) حضور علیہ السلام کی اس توقع کا آئندہ عثمانؓ پر صحیح ثابت ہونا۔

پھر تعجب ہے کہ ایسی صریح فضائل کا ثبوت پا کر پھر شیعہ حضرت عثمانؓ کے
ذات کی نسبت شک و شبہ کریں۔ اَلْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْاَعْدَآءُ۔

ایک اور ثبوت

حضرت عثمانؓ کی فضیلت کا ایک اور ثبوت کتب شیعہ سے ملتا ہے جو فروع
کافی جلد ۳ کتاب الروضہ صـ میں درج ہے۔ عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ عَلِیٍّ الْحَلَبِیِّ قَالَ
سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ یَقُوْلُ اِخْتِلَافُ بَنِی الْعَبَّاسِ مِنَ الْمَحْتُوْمِ
وَالنِّدَآءُ مِنَ الْمَحْتُوْمِ وَخُرُوْجُ الْقَائِمِ مِنَ الْمَحْتُوْمِ قُلْتُ وَکَیْفَ
النِّدَاءُ قَالَ یُنَادِیْ مُنَادٍ مِنَ السَّمَآءِ اَوَّلَ النَّهَارِ اَلَا اِنَّ عَلِیًّا عَلَیْهِ السَّلَامُ
وَشِیْعَتَهٗ هُمُ الْفَائِزُوْنَ وَیُنَادِیْ مُنَادٍ اٰخِرَ النَّهَارِ اَلَا اِنَّ عُثْمَانَ وَ
شِیْعَتَهٗ هُمُ الْفَائِزُوْنَ۔

ترجمہ:- "امام جعفر صادقؑ نے فرمایا۔ اختلاف بنی عباس کا یقینی ہے اور ندا بھی یقینی
ہے۔ امام مہدی علیہ السلام کا خروج بھی امر یقینی ہوگا۔ راوی نے پوچھا کہ ندا کیونکر ہوگی
امام نے کہا کہ ابتدا صبح ایک منادی آسمان سے ندا کرتا ہے کہ حضرت علیؓ اور ان کے پیرو فائز
و کامیاب ہیں۔" اور آخر دن ندا ہوتی ہے کہ حضرت عثمانؓ اور ان کے پیرو فائز و کامیاب ہیں
امام صادق علیہ السلام کی ایسی کھلی زبردست شہادت کے بعد بھی اگر شیعہ حضرت
عثمانؓ کی فضیلت کے قائل نہ ہوں تو پھر ان سے خدا سمجھے ؎

آں را کہ بقرآن و خبر زو نرہی — آنست جوابش کہ جوابش ندہی

سوال شیعہ:- بیعت الرضوان کے شاملین میں ایسے لوگ بھی تھے جنہوں

نے بیعت کو توڑ دیا اور ان کا خاتمہ بخیر نہ ہوا جیسا کہ (جد بن قیس وغیرہ۔

جواب:- ایسا شاذ و نادر وجود (جد بن قیس وغیرہ) اگر بیعت کو توڑ کر کفار میں مل جائے تو کیا مضائقہ۔ یہ شخص پہلے ہی سے ضعیف الایمان منافق تھا۔ پھر اس نے بیعت توڑ کر اپنا نام اخص الخواص فریق کی فہرست سے خارج کرا لیا جس کی تشہیر ہو گئی اور کتب فریقین میں اس کا ذکر ہے۔ لیکن اصحاب ثلاثہ رض کو ایسے مردود پر قیاس کرنا پرلے درجے کی حماقت ہے جو مرتے دم تک اس عہد پر قائم رہ کر فائز المرام ہوئے۔ اگر یہ لوگ کبھی بیعت شکن ہوتے تو مسند خلافت نبوی پر ان کو بیٹھنا کس طرح نصیب ہوتا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ شیر خدا ان کے ہاتھ پر بیعت کیوں کرتے۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جن کو خاندان رسالت میں دو دفعہ دامادی کا فخر حاصل ہوا جو عشق و محبت رسولؐ کے امتحان میں (جیسا کہ مذکور ہوا) پاس ہو چکے اور جن کے فائز المرام ہونے کی نسبت بشہادت صادق علیہ السلام روزانہ آسمانی ندا رسنی علی المرتضیٰ ہوتی ہے۔ ایسے ویسے پر کس طرح قیاس ہو سکتے ہیں۔ شیعہ ہوش کرو۔ انصاف انصاف!!

(۶۴) لَقَدْ تَابَ اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ وَالْمُہَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْہُ فِیْ سَاعَۃِ الْعُسْرَۃِ مِنْ بَعْدِ مَا کَادَ یَزِیْغُ قُلُوْبُ فَرِیْقٍ مِّنْہُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَیْہِمْ اِنَّہٗ بِہِمْ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ (پارہ ۱۱ سورہ توبہ رکوع ۴)

ترجمہ:- خدائے رحیم نے نبی اور ان مہاجرین و انصار پر رحمت کی توجہ فرمائی جو تنگی کے وقت آپ کے تابع ہوئے۔ بعد اس کے پھر جانے لگے تھے ان میں سے بعض کے دل پھر ان پر رجوع برحمت فرمایا۔ خدا ان پر بڑا شفیق اور بڑا مہربان ہے۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ ان مہاجرین و انصار کی تعریف فرماتا ہے جنہوں نے ساعۃ العسرۃ (جنگ تبوک) میں شریک ہو کر آنحضرتؐ کی اتباع کی۔ کیا اس جنگ میں اصحاب ثلاثہ رض شریک نہ تھے؟ بلکہ جناب امیر عثمان رض نے تو اس مہم میں ایک قابل قدر نمایاں خدمت پیش کی تھی۔ وہ یہ کہ تین سو اونٹ مع سامان کے اور ایک ہزار اشرفی طلائی کی امداد دی تھی اور یہ بات آپ کے کارناموں میں اب تک مشہور عام ہے۔

(۱۵) وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○ اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ ○ (پارہ ۴ سورہ آل عمران رکوع ۳)

ترجمہ: "اور بیشک خدا نے تمہیں بدر کی مہم میں نصرت دی تھی۔ در آں حالانکہ تم کمزور تھے بس تم اللہ سے ڈرو تاکہ شکر یہ [illegible] جب کہ تو کہتا تھا مومنوں سے کیا تمہیں یہ کافی نہیں ہے کہ تمہارا رب تین ہزار فرشتے اتار کر تمہاری امداد کرے۔"

اس آیت میں شرکائے جنگ بدر کو مومنین کا لقب درگاہ رب العزت سے عطا ہو چکا ہے اور شیخین معرکۂ بدر میں ضرور شامل تھے۔ شرکائے جنگ بدر وہ مقبولانِ بارگاہ ایزدی تھے جن کی تائید و نصرت کے لیے الٰہ العالمین نے تین ہزار فرشتے بھیجے اور یہ لوگ آخر کار بامداد الٰہی مظفر و منصور ہوئے۔

(۱۶) وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○ (پارہ ۴ سورہ آل عمران۔ رکوع ۱۳)

ترجمہ: "اور جب تو صبح کو اپنے گھر سے جا کر مومنوں کو لڑائی کی جگہوں میں بٹھاتا تھا۔ خدا [illegible] سننے والا ہے"

یہ آیت جنگ احد کا واقعہ بیان کرتی ہے۔ اس میں شاملین جنگ مذکور کے ایمان پر تنصیص ہے اس جنگ میں اصحاب ثلاثہؓ شامل تھے۔

طعن شیعہ

شیعہ کہتے ہیں کہ اصحاب ثلاثہؓ جنگ احد میں رسولؐ کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے اور جو شخص جنگ سے بھاگ جائے وہ مومن نہیں ہو سکتا۔

جواب

اصحاب ثلاثہؓ کی نسبت یہ الزام کہ وہ معرکۂ احد میں رسولؐ پاک کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے ایک ایسا بیہودہ بہتان و افترا ہے جس کا کوئی ثبوت ہماری کتب معتبرہ سے نہیں دست

سکتے اور یہ امر کہ قرآن میں بعض مسلمانوں کے پیٹھ پھیر جانے کا ذکر لکھا ہے جیسا کہ اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ط (پارہ ۴ سورہ آل عمران رکوع ۱۶)

ترجمہ: تحقیق وہ لوگ جو دو لشکروں کے ملنے کے دن پیٹھ دے گئے تھے ان کو شیطان نے اپنے بعض کسب (لالچ) کے باعث لغزش دی اور بتحقیق اللہ تعالیٰ نے ان کا قصور معاف کر دیا بے شک خدا بخشنے والا حلیم ہے۔

سو اس آیت یا دیگر ایسی آیات میں کہیں تصریح نہیں ہے کہ یہ کون افراد تھے؟ علی المرتضیٰ یا ان کے پیرو تھے یا "ثلاثہ" یا ان کے اتباع۔ فریقین کی آیت میں جس شخص خاص یا خاص جماعت کے ذمے یہ الزام عائد کریں یہ ان کی ضد اور فاش غلطی ہے پھر جب ان اشخاص کا یہ قصور معاف کر دیا گیا تو پھر اس کے معافی کے بعد بھی ظالم ہے وہ شخص جو ان کو مجرم سمجھے۔ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ کو پڑھیے اور غور کیجیے۔

خیالِ شیعہ

شیعہ کا اس بارے میں عقیدہ یہ ہے کہ جنگ احد کے معرکہ میں سارے کا سارا لشکر بھاگ گیا تھا۔ صرف حضرت علیؓ اور ابو دجانہ انصاری باقی رہ گئے تھے۔ جیسا کہ فروعِ کافی جلد ۳ کتاب الروضہ صفحہ ۴۹ میں درج ہے:- اِنْهَزَمَ النَّاسُ يَوْمَ اُحُدٍ اِلَّا عَلِيٌّ وَاَبُوْ دُجَانَةَ الْاَنْصَارِيُّ (احد کے دن بغیر علیؓ اور ابو دجانہ انصاری کے سب لوگ بھاگ گئے)۔

سو اگر شیعہ کا یہ قول مان لیا جائے اور یہ الزام ناقابل عفو جرم ٹھہرایا جائے تو علیؓ کے علاوہ صرف ابو دجانہؓ مسلمان رہ جاتے ہیں اور شیعہ کے مسلّمہ خالص مومنین مقدادؓ ابوذرؓ سلمانؓ عمارؓ وغیرہ بھی دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ وفات رسولؐ کے بعد بقول شیعہ صرف یہی معدودے چند اشخاص مسلمان رہ گئے تھے

باقی سب مرتد ہوگئے تھے اور اس سے ابودجانہ الانصاری بھی مستثنےٰ نہیں رکھے گئے۔ سُبْحَانَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ ط

حقیقت یہ ہے کہ یہ سب فسانے یار لوگوں کے گھڑے ہوئے اور بالکل خرافات ہیں جن کی کوئی اصلیت نہیں۔ یہ مانی ہوئی بات ہے کہ جنگ اُحد میں اصحاب ثلاثہؓ حضرت علیؓ کی طرح ثابت قدم رہے تھے۔ البتہ جن لوگوں کے پاؤں بوجہ غلطی کے لغزش کھا گئے تھے اور رفیار ہو گئے تھے وہ بھی دوبارہ جم گئے اور دشمن سے سینہ سپر ہو کر لڑے اور اس وجہ سے ان کی غلطی معاف ہو گئی اور وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ کا سرٹیفکیٹ عطا ہوا۔

(۱۷) وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُونَ بُيُوتَهُمْ بِأَيْدِيهِمْ وَأَيْدِي الْمُؤْمِنِينَ (پارہ ۲۸ سورہ حشر۔ رکوع ۱)

ترجمہ: خدا نے ان (یہود) کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔ اجاڑنے لگے اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے۔

اس آیت میں جن مسلمانوں نے رسول پاکؐ کے حکم سے یہود کے گھروں کو برباد کیا تھا، خدا ان کے ایمان کی گواہی دیتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ اصحاب ثلاثہ رضوان مومنوں کے سرگروہ اور قافلہ کے سردار تھے اور انہی کی شمولیت اور تدبیر سے یہود کے گھر تباہ کئے گئے۔ افسوس کہ قرآن جا بجا ان پاک نفوس کے فضائل بیان کرتا ہے مگر شیعہ کے دلوں میں ایسی مہر لگ گئی ہے کہ سمجھنے سے رہے۔

(۱۸) وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ (پارہ ۴ سورہ آل عمران، رکوع ۱)

ترجمہ: تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو داعی الی الخیر اور آمر بالمعروف اور ناہی عن المنکر ہو، یہ لوگ نجات پانے والے ہیں۔

اب بتاؤ کہ کیا اصحاب ثلاثہؓ میں یہ اوصاف نہ تھیں؟ جب کہ انہوں نے اپنی زندگی

ہی اس کام میں وقف کر دی اور ملک کے ملک فتح کر کے ان میں توحید کی روح پھونک دی تھی تو وہ بمنطوق اس آیت کے مضمون ماننے پڑیں گے۔

(۱۹) فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗۤ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۞ (پارہ ۶ سورہ مائدہ، رکوع ۸)

ترجمہ: "خدا ایسی قوم لائے گا جن کو اللہ دوست رکھے گا اور وہ اس کو دوست رکھیں گے۔ یہ قوم مسلمانوں پر مہربان، کفار پر سخت گیری کرنے والی ہے۔ خدا کی راہ میں لڑتے ہیں اور کسی ملامت کی پروا نہیں کرتے۔ یہ خدا کی عنایت ہے جسے چاہے بخشے۔ خدا وسیع علم والا ہے۔"

بتاؤ! یہ قوم کون تھی۔ جو نبی کریمؐ کے سچے دل سے محب اور نبی کریم ان سے محبت رکھتے تھے۔ کیا خلفائے ثلاثہؓ اس کے مصداق نہیں ؟ کیا اصحاب رسولؐ اور یاران غار ان کا نام دنیا میں لائق شہرت ہوگیا۔ سوچو اور پھر سوچو۔

(۲۰) وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْۤا اَوْلِيَآءَهٗ ۞ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۞ (پارہ ۹ سورۃ انفال رکوع ۱۸)

ترجمہ: اللہ ان کو کیوں عذاب نہ کرے۔ حالانکہ وہ لوگوں کو مسجد الحرام سے بند کرتے ہیں اور وہ کافر مسجد کے متولی نہیں ہیں۔ اس کے متولی [illegible] ہیں لیکن [illegible] [illegible] مسجد [illegible] [illegible] ملی رہی ہے مسجد الحرام کے متولی بعد وفات نبویؐ [illegible] کے خلفائے راشدین تھے جن کو شیعہ انہیں سے منافقوں کا خطاب دیتے ہیں۔ حالانکہ رب العزت ان کو متقون کا لقب عطا فرما چکا ہے۔ یہی لوگ مسجد کے متولی رہے اور خدا کے گھر الکعبہ شریف کی کنجی انہی کے ہاتھ میں رہی اور بشہادت الٰہی مسجد الحرام کعبۃ اللہ کے متولی متقین ہی ہو سکتے

ہیں۔ وَلٰکِنَّ الشِّیْعَةَ لَا یَعْلَمُوْنَ ط

(۲۱) وَمِنْهُمُ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ النَّبِیَّ وَیَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ط قُلْ اُذُنُ خَیْرٍ لَّکُمْ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَیُؤْمِنُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ ط

ترجمہ: منافقین سے بعض ایسے لوگ ہیں جو پیغمبر کو ایذا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ ایک کان ہے۔ (یعنی ہر ایک کی بات سنتا ہے) کہہ دے کہ کان (سننے والا) تمہارے لئے بہتر ہے جو خدا کے کلام کی تصدیق کرتا ہے اور سچے مومنین کی بات مانتا ہے اور تم میں سے ان لوگوں کے لئے رحمت ہے جو سچے مومن ہیں۔)

اس آیت میں حق تعالیٰ نے صاف بتلا دیا ہے کہ رسول خدا مخلص مومنین کی باتیں سنتے اور ان کی تصدیق فرماتے تھے اور آپ کی نظر رحمت بھی مخلص مومنین پر ہوتی تھی اور یہ مسلمہ بات ہے کہ اصحاب ثلاثہ آنحضرت کی مجلس شوریٰ کے اعلیٰ ممبران تھے۔ آپ جملہ امور میں بحکم وَشَاوِرْهُمْ فِی الْاَمْرِ ط جملہ امور میں ان سے مشورہ لیتے اور بہت باتوں میں ان کی صلاح و مشورہ پر کام کرتے تھے اور خدائے کریم فرماتا ہے کہ نبی کریم کو اجازت ہی نہیں ہے کہ غیر مومن لوگوں کی باتیں سن کر ان کی تصدیق کریں چہ جائیکہ ان کو اپنا مشیر و مصاحب گردانیں اور نیز جس قدر آپ کی نظر عاطفت ثلاثہ پر تھی۔ اس سے انکار ہو نہیں سکتا، کیونکہ آپ نے ان کے گھر سے ناطے لئے اور اپنے گھر سے دیئے اور آیت سے ثابت ہے کہ آپ کی نگاہ عاطفت مومنوں پر ہی ہوا کرتی تھی۔ پھر شیعہ صاحبان کا آپ کے مصاحبوں آپ کے مخلص دوستوں آپ کے رشتہ داروں کے ایمان میں شک کرنا سخت ناانصافی اور صریح بے ایمانی ہے۔

(۲۲) وَاذْکُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْکُمْ اِذْ کُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖ اِخْوَانًا وَکُنْتُمْ عَلٰی شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَکُمْ مِّنْهَا (پارہ ۴ سورہ آل عمران۔ رکوع ۲)

ترجمہ: اللہ کا احسان یاد کرو جب تم آپس میں دشمن تھے پھر اللہ نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کر دی۔ اس کی مہربانی سے تم بھائی بھائی ہو گئے۔ اور تم آگ (دوزخ)

کے گڑھے کے کنارے پر تھے۔ پھر خدا نے تمہیں اس سے نجات دی۔

اس آیت میں حق تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ اسلام سے پہلے صحابہ کرام کی باہم پشتینی عداوتیں چلی آتی تھیں جن کو اسلام کی دوستی نے بالکل مٹا دیا اور آپس میں ایسی اخوت قائم کر دی کہ اس بھائی بندی کا رشتہ ہمیشہ رہنے والا تھا۔

مندرجہ بالا آیت اس امر کی گواہ ہے کہ صحابہ کرامؓ میں اسلام لانے کے بعد ایسی دوستی و اخوت پیدا ہو گئی تھی کہ عداوت کا احتمال ہی جاتا رہا لیکن شیعہ برخلاف اس کے یہ کہتے ہیں کہ اسلام لا کر بھی ان میں عداوت بدستور رہی اور وہ ایک دوسرے کے دشمن بنے رہے خدا کو سچا مانیں یا شیعہ کے مزعومات فاسدہ کو۔ صاحبان اگر قرآن سچا ہے اور کوئی مسلمان قرآن کی تکذیب نہیں کر سکتا تو ماننا پڑے گا کہ اصحاب ثلاثہؓ اور علی المرتضیٰؓ باہم بھائی بھائی اور شیر و شکر تھے۔ ایک دوسرے کے مفاد پر جان قربان کرتے اور باہم مل کر اسلام کی خدمات بجا لاتے اور کفار سے قتال و جدال کرتے تھے۔ نیز آیت سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ اسلام لانے سے پیشتر یہ لوگ دوزخ کے کنارہ پر تھے۔ لیکن اسلام کی نعمت حاصل ہونے کے بعد آتش دوزخ ان پر حرام ہو گئی اور یہ بالکل نجات یافتہ ہو گئے۔ لیکن شیعہ کا قول مانا جائے تو وفات نبویؐ کے بعد سوائے معدودے چند اشخاص (تین چار) کے سب کے سب مسلمان مرتد و کافر ہو گئے اور جہنم کے گڑھے میں گر گئے۔ پھر تو فَاَنْقَذَكُمْ کا مضمون غلط ہو گیا اور مخبر صادق کی شہادت جھوٹی ہو گئی۔

۲۳۔ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ط (پارہ ۴ سورہ آل عمران۔ رکوع ۷)

ترجمہ:۔ خدا نے مسلمانوں پر احسان کیا کہ ان میں سے ایک ایسا رسول مبعوث کیا جو ان کو اس کی آیتیں سناتا اور پاک کرتا ہے۔ اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تحقیق وہ پہلے صریح گمراہی میں تھے۔

یہ آیت اور اس قسم کی دوسری آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریمؐ کی پاک تعلیم کا یہ اثر تھا کہ آپ کے شاگردان رشید سب کے سب جملہ امراض ظاہری و باطنی سے بالکل پاک وصاف ہو گئے تھے اور نور اسلام کی چمک کے بعد ناممکن تھا کہ پھر ظلمت کفر ان کے قلوب پاک میں عود کر آتی۔ اور واقعی نبی آخر الزمان کی قوت تاثیر ایک معجزہ تھی جس پر غیر اقوام کو آج تک رشک ہے کہ آدم علیہ السلام سے لے کر اس وقت تک کسی نبیؑ کی تعلیم میں یہ اثر نہیں پایا گیا کہ تھوڑی سی مدت میں مشرق سے مغرب تک نور اسلام پھیل گیا اور ایسے کامل و مکمل مسلمان پیدا ہو گئے جنہوں نے دنیا سے بت پرستی کا نام و نشان مٹا دیا۔ لیکن شیعہ کا قول مانا جائے تو معاملہ برعکس ہو جاتا ہے کیونکہ بقول شیعہ بہت بڑے مسلمان اصحاب ابوبکرؓ جو آپ کی کونسل کے اعلیٰ ممبران آپ کے صحیح دشانہ کے مشیر با تدبیر تھے۔ ان کا تزکیہ بھی آپ سے نہ ہو سکا بلکہ ان کے دل باہمی عداوت و کینہ سے نبی علیہ السلام کی زندگی میں بھی مکدر رہے۔ اور آپ کی وفات کے بعد تو سب کے سب مسلمان سوائے تین چار اشخاص کے دل سے پھر گئے اور کفر و نفاق اختیار کر لیا تو پھر وہ تزکیہ کہاں گیا اور وہ تعلیم کتاب و حکمت کیا ہوئی۔ کیا بعثت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے غرض صرف دو تین اشخاص تھی۔ اور نبی علیہ السلام آخر الزمان کی قوت کی اعجاز کا یہی کرشمہ تھا کہ آپ کی آنکھ بند کرنے کی دیر تھی کہ تمام نقشہ ہی بدل گیا۔

بھائیو! غور کرو کس قدر اسلام اور ہادیٔ اسلام پر دھبہ آتا ہے اور مخالفین اسلام کو طعن کا موقع ملتا ہے اگر شیعہ کا عقیدہ درست مانا جائے۔ لیکن یہ سب کچھ بیہودہ گوئی اور لغویات ہیں جو کسی یہودی کے بہکانے پر روافض کے دلوں میں یہ شیعہ زدہ سادہ پیدا ہو گئے ہیں۔ الحق ہادیٔ اسلام کی تعلیم پاک میں یہ قوت اعجاز تھی کہ آپ کی یونیورسٹی کے تعلیم یافتہ ایسے فاضل پیدا ہوئے جنہوں نے دنیا کو سبق توحید سکھا کر ہمیشہ کے لئے اوہام پرستی سے نجات دے دی۔ اقطاع الارض میں نور اسلام کی کرنیں پہنچ کر باعث رفع ظلمات کفر و شرک ہو گئیں۔ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ۔

(۱۴) وَ اعْلَمُوْا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ

وَلَٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيْمَانَ وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ۚ أُولٰئِكَ هُمُ الرَّاشِدُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً ۚ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ (پارہ ۲۶ سورہ حجرات رکوع ۱۳)

ترجمہ: مسلمانو! جان لو کہ تمہارے درمیان اللہ کا رسول ہے۔ اگر وہ اکثر باتوں میں تمہارا کہنا مان لے تو تمہیں تکلیف ہو۔ لیکن اللہ نے ایمان کو تمہارا محبوب بنا دیا ہے۔ اور اس کو تمہارے دلوں میں رچا دیا ہے۔ اور کفر و شرک و نافرمانی سے تمہیں متنفر بنا دیا ہے۔ یہی لوگ ہدایت پانے والے ہیں اور ان پر اللہ کا احسان ہے۔ خدا دانا و حکیم ہے:

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کے دلوں میں خدا نے ایمان راسخ اور مضبوط کر دیا ہے اور ایمان کے ساتھ ان کو محبت طبعی ہو گئی ہے اور کفر و فسق سے ان کی ہمیشہ کے لئے نفرت ہو گئی جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ایمان کے خلاف کوئی بات ان سے سرزد ہونا محال تھی۔ پھر ان پاک نفوس پر یہ تہمت کہ ان کی ایمانی حالت ایسی متزلزل تھی کہ نبی کریم کی زندگی میں بھی ان کا ایمان محض رسمی اور ظاہری تھا۔ ظاہر میں نبی کریم کے دوست اور اندر سے دشمن بنے رہے اور آپ کی وفات کے بعد خلاف رسالت پر علانیہ عمل کرنے شروع کر دئیے۔ کیا یہ آیت کریمہ مذکورہ کی صریح تکذیب نہیں ہے۔ عبرت، عبرت، عبرت!!!

(۲) فَأَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهُ عَلٰى رَسُوْلِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَأَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْا أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا ۚ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝ (پارہ ۲۶ سورہ فتح رکوع ۱۱)

ترجمہ: پھر خدا نے سکینہ رحمت اپنے رسول اور ایمانداروں پر نازل کی۔ اور صفت تقویٰ ان کے لئے لازم کر دی اور وہ اس کے مستحق تھے اور اس کے اہل تھے۔ اور خدا ہر چیز کا علم رکھتا ہے:

یہ سورہ فتح کی آیت ہے جس میں جو واقعہ حدیبیہ کے متعلق صحابہ کا بیان ہے ان کو تسکین و تسلی دی گئی ہے۔ اور آئندہ فتوحات و غنائم کی بشارت سنائی گئی ہے اور اسی سلسلہ میں یہ آیت بھی ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ اللہ کریم کی طرف سے اصحاب حدیبیہ

پرسکینہ نازل ہوا اور صفت تقوی ان کے لیے ایسی وصف لازم ہوگئی جو کبھی منفک نہیں ہوسکتی
اور یہ بھی فرما گیا کہ یہ سچے جاں نثاران رسول فی الواقع اس انعام عظیم کے سب سے زیادہ مستحق اور سزاوار تھے۔ اب آپ ہی بتائیں کہ جن لوگوں کے لیے وصف تقوی کی لازم کی گئی ہو۔ کیا وہ منافق ہوسکتے ہیں؟ یا پھر ان کے ارتداد کا احتمال ہوسکتا ہے۔

(۲۶) اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ (پارہ ۱۰۔ سورہ توبہ۔ رکوع ۱۲)

ترجمہ:۔ اگر تم اس کی مدد نہ کرو (تو یاد رکھو) خدا اس کا ناصر ہے (جس نے اس وقت اس کو نصرت دی، جب کفار نے اس کو مکہ سے نکال دیا۔ وہ دوسرا تھا۔ دو میں سے جبکہ وہ دونوں (دو دوست) غار میں تھے اور جبکہ اپنے رفیق کو کہہ رہا تھا کہ غم نہ کیجئے یقیناً خدا ہمارے ساتھ ہے)۔

فضائل صدیقی پر روشن دلائل

اس آیت پر بنظر انصاف غور کرنے سے فضائل صدیقی ستاروں کی طرح چمکتے دکھائی دیتے ہیں۔ (۱) ایسے ہولناک وقت میں امام ابو بکر صدیق اکبرؓ کا ایسے خطرناک موقع پر اپنے اخلاص و عقیدت میں آپ کا نکلنا بڑی بہادری سے اس پر خطر خدمت کا بصدق دل منظور کرنا اور دشمن کی تلواروں کے سایہ تلے سے اپنے پیارے آقا کو بچا کر اپنے کندھے پر سوار کرکے غار ثور میں لے جانا صدیق اکبرؓ کے فضل عظیم پر بین دلیل ہے۔

(۲) خدا کے حضور سے ثَانِيَ اثْنَيْنِ اور لِصَاحِبِهٖ ثانی رسول اور صاحب نبی دو عظیم الشان خطابوں کا عطا ہونا۔ رسول خدا کا لَا تَحْزَنْ ایک تسلی بخش اور تسکین دہ فقرہ بھی۔ اس عاشق صادق کے لیے کچھ کم فخر نہیں ہے۔ اور یہ ثابت ہوا کہ عاشق

ذات احمدی ﷺ اگر اس سردار دو جہاں کے منہ سے کوئی معمولی و اتفاقی فقرہ بھی سن
لیا کرتے تھے۔ تو مدت العمر اس کا ورد زبان رکھتے تھے اور اس فقرہ کو امتیاز سمجھ کر اپنے منسوب
میں اس پر اظہار فخر و مباہات کیا کرتے تھے۔ گو بظاہر وہ فقرہ زجر و توبیخ کی غرض سے
ہی پاک منہ سے نکل جاتا تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ علی المرتضیٰ جب گھر سے کچھ مبغض ہو
کر مسجد میں جا کر زمین پر لیٹے ہوئے تھے اور رسول اکرم ﷺ ڈھونڈتے ہوئے سر پر جا کھڑے
ہوئے۔ ان کا چہرہ خاک آلود دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا۔ قم یا ابا تراب۔ وہ فقرہ جو
جناب علی المرتضیٰ کو ایسا پیارا ہوا کہ اپنی کنیت ہی اس کو بنا لیا۔ اب تک آپ کی یہ کنیت
زبان زد عوام ہے۔ ایسا ہی ایک صحابی کو بلیوں سے پیار کرتے ہوئے دیکھ کر ابو ہریرہ
کہہ دیا تھا۔ انہوں نے فخر کے ساتھ یہی کنیت اختیار کر لی۔ ایک دفعہ ابوذر غفاری نے
بار بار ایک سوال کیا۔ آپ ﷺ نے تیسری دفعہ کے جواب میں فقرہ علٰی رغم انف ابی ذر
خفگی سے فرما دیا۔ وہ عاشق ذات رسالت مآب اس حدیث کو ہر مجلس میں ذکر کرتا اور وہ
علٰی رغم انف ابی ذر فخر سے دوہرایا کرتا تھا۔ اب خیال فرمائیے کہ آنجناب ﷺ کا اس خلوت
کی مجلس میں ابوبکر صدیق جیسے عاشق صادق جاں نثار کو لاتحزن کا مژدہ سنا دینا۔ پھر اس
پیارے راحت بخش فقرہ کا رب العزت کے حضور میں منظوری کا شرف حاصل کر کے کلام الٰہی
میں درج ہو جانا۔ فخر صدیق اکبر کے حصہ میں تھا کہ نسبت جو صدیق کی نہ کسی دوسرے کو
پھر سنئے وہ کون مردود ازلی ہے جو صدیقی نشان سے انکار کرتا ہے۔

رہا پھر دوسرا پاک فقرہ جو لاتحزن کے بعد جو صدیق اکبر نے اس زبان حق ترجمان
سے سنا۔ ان اللہ معنا کا تعظیمی فقرہ ہے۔ جو صدیق اکبر کی عظمت پر روشن دلیل ہے
جانتے ہو۔ معیت ایزدی کیا معنی رکھتی ہے؟ خدا کن لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے ان اللہ مع
الذین اتقوا والذین ھم محسنون۔ خدا کی معیت متقیوں اور محسنین کو ہی نصیب
ہوتی ہے۔ پھر جب معیت ایزدی آیت مذکورہ کی رو سے صدیق اکبر کے لیے منصوص ہو گئی
تو صدیق کا متقی و محسن ہونا کسی مزید دلیل کا محتاج نہ رہا۔ مگر یہ معیت ایزدی اور
رسمی معیت، وہی جو رسول ﷺ سے معیت ایزدی تھی۔ صدیق اکبر کے نصیب ہوئی

مَعَنَا کی ضمیر جمع پر غور کرو مَعِیَ یا مَعَکَ نہیں فرمایا۔ بلکہ مَعَنَا فرمایا یعنی خدا تیرے اور میرے دونوں کے ساتھ ہے۔ اگر صدیق اکبرؓ ایسے خاص وقت میں حبیب کبریا رسولؐ خدا کی سچی محبت اختیار نہ کرتا۔ تو کیونکر اس قدر اکرام و اجلال درگاہ رحمانی سے میسر ہوسکتا یہ سچی خدمت گذاری کا صلہ ہے کہ رسولؐ اکرم سے اس خاص تعلق حضوری کی وجہ الٰہی سے عمر لیا۔ سچ ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ ۔

(۴) پھر قول الٰہی فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلَیْہِ ط پر غور فرمایئے، یعنی خداوند کریم نے سکینۃ و رحمت الٰہی اس پر نازل فرمائی۔ کیا رحمت الٰہی کا حاصل کرنا کوئی معمولی بات ہے بڑا با برکت ہے وہ شخص جس پر ربّ العالمین رحمت بھیجنے کی خبر قرآن کریم میں دے چکا ہے

(۵) قول باری تعالیٰ اِذْ اَخْرَجَہُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ (کا نزول نے رسولؐ کو اس حالت میں گھر سے نکالا کہ اس کے ساتھ ایک شخص اور بھی تھا۔ یہ اس کی دلیل ہے کہ کفار کو جس قدر عداوت رسولؐ سے تھی اسی قدر ابوبکرؓ صدیق سے بھی تھی۔ اور ہر دو کو اپنا دشمن سمجھتے تھے۔ اور دونوں کے ساتھ ایک سا برتاؤ کرنا چاہتے تھے۔ کیونکہ وہ جناب رسولؐ کی ہر مصیبت میں شریک کامل تھے۔ جائے غور ہے کہ قرآن پاک میں جس خصوصیت اور تشخیص و تعیین کے ساتھ ابوبکر صدیقؓ کا صاحب رسول ثَانِیَ اثْنَیْنِ ہونا و دیگر فضائل کا صراحت سے بیان کیا گیا ہے جس سے موافق و مخالف کو انکار کی گنجائش نہیں رہتی اور کسی دوسرے صحابی کا ذکر بالتصریح اس طرح قرآن میں پایا نہیں جاتا۔

واقعہ غار کی تصدیق کتب شیعہ سے

واقعہ غار نے تصدیق میں حضرت صدیق اکبرؓ با رسولؐ کے انکار کی گنجائش نہیں چھوڑی۔ اس لئے شیعہ مصنفین اس واقعہ کی تصدیق پر مجبور ہوتے ہیں۔ وہ ادعیہ ایسے دریغ نہیں کی بلکہ اصل واقعہ کو چھپانا مشکل ہوا تفسیر حسن عسکری ص ۲۲۳ میں ہے اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی اَوْحٰی اِلَیْہِ یَا مُحَمَّدُ اِنَّ الْعَلِیَّ الْاَعْلٰی یَقْرَءُ عَلَیْکَ السَّلَامُ وَیَقُوْلُ لَکَ اِنَّ اَبَا جَہْلٍ وَالْمَلَاءَ مِنْ قُرَیْشٍ قَدْ دَبَّرُوْا

يُرِيدُونَ قَتْلَكَ إِلَى أَنْ قَالَ وَأُمِرْتَ أَنْ تَسْتَصْحِبَ أَبَا بَكْرٍ فَإِنَّهُ إِنْ آنَسَكَ وَسَاعَدَكَ وَوَازَرَكَ وَثَبَتَ عَلَى تَعَاهُدِكَ وَتَعَاقُدِكَ كَانَ فِي الْجَنَّةِ كَانَ مِنْ رُفَقَائِكَ وَفِي غُرُفَاتِهَا مِنْ خُلَصَائِكَ وَإِلَى أَنْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَبِي بَكْرٍ رَضِيتَ أَنْ تَكُونَ مَعِي يَا أَبَا بَكْرٍ تُطْلَبُ كَمَا أُطْلَبُ وَتُعْرَفُ بِأَنَّكَ أَنْتَ الَّذِي تَحْمِلُنِي عَلَى مَا أَدَّعِيهِ فَتَحْمِلُ عَنِّي أَنْوَاعَ الْعَذَابِ قَالَ أَبُو بَكْرٍ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَمَّا أَنَا لَوْ عِشْتُ عُمُرَ الدُّنْيَا أُعَذَّبُ فِي جَمِيعِهَا أَشَدَّ عَذَابٍ لَا يَنْزِلُ عَلَيَّ مَوْتٌ مُرِيحٌ وَلَا فَرَحٌ مُنِيحٌ وَكَانَ ذَالِكَ فِي مَحَبَّتِكَ لَكَانَ ذَالِكَ أَحَبَّ إِلَيَّ أَنْ أَتَنَعَّمَ فِيهَا وَأَنَا مَالِكٌ لِجَمِيعِ مَمَالِكِ مُلُوكِهَا فِي مُخَالَفَتِكَ مَا أَهْلِي وَوَلَدِي إِلَّا فِدَاءُكَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ لَا جَرَمَ أَنِ اطَّلَعَ اللّٰهُ عَلَى قَلْبِكَ وَوَجَدَ مَا فِيهِ مُوَافِقًا لِمَا جَرَى عَلَى لِسَانِكَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ السَّمْعِ وَالْبَصَرِ وَالرَّأْسِ مِنَ الْجَسَدِ وَبِمَنْزِلَةِ مِنَ الْبَدَنِ كَعَلِيٍّ الَّذِي هُوَ كَذَالِكَ. انتهى ملخصا۔

ترجمہ: تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام کا یہ ہے۔ جبرئیل علیہ السلام رسول پر وحی لائے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ ابوجہل اور جماعت قریش نے تیرے قتل کرنے کی تدبیر کی ہے۔ آگے چل کر فرمایا اور خدا نے تجھے حکم دیا ہے کہ ابوبکرؓ کو اپنا رفیق سفر بناؤ۔ اگر وہ موافقت اور موانست اور اپنے عہد پر قائم رہے تو جنت میں بھی تیرے ساتھ ہوگا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکرؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا اے ابوبکرؓ تو راضی ہے کہ اس سفر میں میرے ہمراہ ہو۔ اور کفار قریش جس طرح میرے قتل کے لیے مجھے تلاش کریں۔ ویسے تیرے قتل کے لیے درپے ہوں۔ اور اس بات کی تشہیر ہو کہ تو نے ہی مجھے اس بات پر آمادہ کیا۔ اور میری رفاقت کے سبب تجھے قسم قسم کے عذاب پہنچیں۔ ابوبکرؓ نے کہا یا رسول اللہ میں تو وہ شخص ہوں کہ اگر آپ کی محبت میں تمام عمر مجھے عذاب اور تکلیف پہنچتی رہے۔ نہ مروں اور نہ آرام پاؤں تو میرے

نزدیک اس سے بہتر ہے کہ آپ کو چھوڑ کر دنیا کی سلطنت ہی قبول کروں۔ میری جان و مال اور اہل و عیال سب کے سب آپ پر قربان ہوں۔ آپ کو چھوڑ کر کہاں جاؤں۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تحقیق اللہ تعالیٰ تیرے دل پر مطلع ہوا اور تیرے دل کو تیری زبان کے مطابق پایا۔ بالیقین خدا نے تجھے بمنزلہ میرے سمع و بصر کے گردانا اور تجھ کو میرے ساتھ وہ نسبت ہے جو سر کو جسم سے اور روح کو بدن سے ہے۔

شیعوں کے دلوں میں اگر کچھ بھی عزت امام حسن عسکری کی ہے۔ تو وہ امام والا مقام کی روایت پڑھ کر غور کریں۔ کہ اس سے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی کسقدر تعریف ہوتی ہے۔ اس روایت سے حسب ذیل امور ثابت ہیں۔

(۱) ابوبکر صدیق رضؓ کی رفاقت رسول ؐ سفر ہجرت میں اللہ کے خاص حکم سے عمل میں آئی تھی۔ جس سے معلوم ہوا کہ علم الٰہی میں اس خدمت کے قابل ابوبکر صدیق رضؓ سے بڑھ کر کوئی صحابی نہ تھا۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے رسول پاک کو اطلاع دے دی کہ اگر صدیق اکبرؓ نے اس خدمت کو صدق دل سے انجام دیا۔ تو جنت میں بھی رفاقت رسول ؐ نصیب ہوگی۔ چونکہ یار غار نے اس خدمت کو باحسن وجوہ انجام دیا اس لئے بحکم خداوندی جنت الفردوس میں بھی رفاقت رسول ؐ کے مستحق قرار پائے۔

(۳) رسول پاک صلعم کا یہ فرمانا کہ ابوبکرؓ تجھے پسند ہے کہ کفار تیرے اور میرے درپے آزار یکساں ہوں۔ کیونکہ ان کو معلوم ہے کہ یہ سفر ہجرت تیرے ہی صلاح و مشورہ سے اختیار کیا گیا ہے۔ ابوبکرؓ کی عظمت شان کی دلیل ہے کہ ابوبکرؓ بھی تبلیغ اسلام اور استیصال کفر میں کفار کے نزدیک رسول پاکؐ کے دست و بازو تھے۔ اور ان کو صدیقؓ سے وہی عداوت تھی جو رسول پاکؐ سے تھی۔

(۴) باوجودیکہ شدائد تکالیف سفر سے حضور علیہ السلام نے اپنے جانباز عاشق کو آگاہ کر کے یقین دلایا تھا کہ اس سفر میں سخت ترین مصائب کا سامنا ہے مگر عاشق صادق کا اس کو قبول کر کے کہنا کہ اپنے آقائے نامدار کا ساتھ چھوڑنا ہرگز منظور نہیں گو یہ

میری جان قیامت تک عذاب میں پھنسی رہے اور یہ کہ تکلیف حضورؐ کی ذات
میں دل نثار عاشق کو روئے زمین کی سلطنت ملنے سے بھی ہزار درجہ زیادہ تلخ
اور آزار دہ ہے. بقول شخصے ؎

یک جاں چہ متاعیست کہ سازیم نثارت ... اما چہ تواں کرد کہ موجود ہمیں است

صدیق اکبرؓ کے جذبات محبت اور عشق رسول کا عملی ثبوت ہے۔

(۶) پھر حضور علیہ السلام نے یہ فرمایا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ خدا نے تجھ کو تیرے خلوص و عقیدت کا
عوض تھا اسی لئے تیرا میرا یہ جوڑ بنایا کہ تو میرے سمع و بصر کی جگہ ہے اور کہ میری اور تیری نسبت
روح و بدن کی نسبت ہے۔ سبحان اللہ۔ اس سے بڑھ کر فضل صدیقی کا ثبوت جو شیعہ
کی معتبر کتب جو کہ ان کے برگزیدہ اماموں کی تصنیف سے ملتا ہے۔ اور کیا چاہیے۔ لیکن
افسوس صد ہزار بار ہے۔ شیعہ ایسی ذی شان روشن روایات کو بھی تقیہ پر محمول کر دیں
گے۔ سچ ہے تقیہ تو شیعہ کے ہاتھ میں ایسی سپر ہے کہ جس کسی دلیل کی زد پڑتی نظر آئے
تو جھٹ حصن حصین میں آکر جان بچا لیتے ہیں۔ لیکن یاد رکھو! ائمہ اہلبیت پر یہ ایک بیہودہ بہتان
ہے کہ وہ تقیہ کی غرض سے کوئی خلاف واقعہ بات کہہ دیں۔ جو غیر مقبول کا فعل ہو سکتا
ہے۔

دوسری شہادت

واقعہ کی تصدیق میں دوسرا استشہاد شیعہ کی بڑی مستند کتاب حملہ حیدری سے
پیش کیا جاتا ہے۔

[illegible] ... چو [illegible] جہان آفریں
برون رفت آں نور پیغمبر رفت ... بسوئے مدینہ بو بکر رفت
بحجرت آں نیز استادہ بود ... کہ سابق بسویش خبر دادہ بود
[illegible] چوں رسید ... بگفتش [illegible] سفر در رسید
[illegible] آگاہ شد ... [illegible] ہمرہ شد
[illegible] دشت ... قدم [illegible] خبر در گشت
[illegible] گرفت ... دے زیں حدیث است [illegible] گفت

حدیث بیان کی اس نے بعض رجال سے جنہوں نے امام صادقؑ تک روایت پہنچائی۔ امام نے فرمایا جب کہ تھے رسول پاکؐ غار میں ابو بکرؓ کو فرمایا گویا کہ میں جعفر اور اس کے ساتھیوں کی کشتی کو دیکھ رہا ہوں جو دریا میں کھڑی ہے۔ اور میں انصار مدینہ کو بھی دیکھ رہا ہوں جو اپنے گھروں میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ ابو بکرؓ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ آپ ان کو دیکھ رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ ابو بکرؓ نے کہا مجھے بھی دکھایئے۔ حضورؐ نے ابو بکرؓ کی آنکھوں کو اپنے دست مبارک سے مس فرمایا۔ تو اس کو وہ تماشا نظر آیا۔ حضورؐ علیہ السلام نے فرمایا کہ تو صدیق ہے۔

اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے جو اسرار حضور انورؐ ملاحظہ فرما رہے تھے۔ ان کے مشاہدہ میں ابو بکرؓ کو بھی شریک فرمایا۔ اور آنکھوں کو دست مبارک سے مس فرمایا تو سب کچھ نظر آنے لگا پھر آپ نے ابو بکرؓ سے کہا کہ بیشک تو صدیق ہے۔ جب حضور علیہ السلام کے دست مبارک نے ابو بکرؓ کے چہرے کو منور فرمایا اور کشف اسرار غیبیہ ہو تو پھر اس چہرہ کو نار دوزخ سے کیا خطرہ جب کہ ایک رومال دست اقدس جو انسؓ کو عنایت ہوا تھا آگ میں ڈالتے تو پہلے سے زیادہ شفاف و صاف نظر آنے لگتا۔ اور آگ اس کو نہ جلا سکتی کیونکہ جلا بخشتی تھی۔ پھر دست مبارک کی برکت سے جو کشف اسرار غیبیہ ابو بکرؓ کو حاصل ہو گیا پھر یہ عطیہ عظمیٰ اس سے کون چھین سکتا تھا۔ بے شک صدیق اکبرؓ کو کلید اسرار غیبی بہ صدقہ ذات نبویؐ عطا ہوئی۔ علاوہ ازیں یہ حدیث اس بات میں نص ہے کہ ابو بکرؓ کو بہ صلہ خدمت سفر ہجرت و مصاحبت غار لقب صدیق بارگاہ رسالت مآب سے عطا ہوا تھا جس کی شہادت کتب مشہورہ شیعہ دے رہی ہیں
ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ ط

ایں سعادت بزور بازو نیست　　تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اس مضمون کی حدیث فروع کافی جلد ۳ روضہ صفحہ ۱۲۳ میں اور حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۲۴۱ میں درج ہے۔ اگرچہ ان میں مصنفین نے حسب عادت کسی قدر نکتہ زنی کی ہے لیکن واقعہ جلیل کا قول نقل کر دینے پر مجبور ہو گئے ہیں۔

اعتراضات شیعہ

واقعہ غار کے متعلق اگرچہ نص صریح منقبت کی صدیق اکبرؓ موجود ہے لیکن
بقول شخصے ؎

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد — عیب نماید ہنرش در نظر

شیعہ حضرات نے یہاں بھی فضول اعتراضات کرکے اپنی خوش فہمی کا ثبوت
دیا ہے جن کا دفعیہ ضروری سمجھ کر اعتراض شیعہ پہلے درج کرکے پھر جواب لکھا جاتا ہے

اعتراض شیعہ: آیت میں لصاحبہ سے ابوبکرؓ کی فضیلت
ثابت نہیں ہوتی کیونکہ قرآن میں دو مصاحب یوسفؑ کا ذکر ہے۔ یا صاحبی
السجن حالانکہ وہ کافر تھے۔

جواب: سبحان اللہ شیعہ صاحبان کی قرآن فہمی کا کیا کہنا۔ قرآن میں صاحبی
یوسف وغیرہ نہیں بلکہ یا صاحبی السجن مذکور ہے۔ وہ دونوں بسبب السجن یعنی
کے رہنے سے قیدی رہتے تھے۔ نہ کہ مصاحب۔ دو سجن مضاف الیہ صاحبی کا یا ظرفیہ
مقام نہیں ہے کہ جس میں صاحبین رہتے تھے۔ اضافت کے سبب نون
ساقط ہوکر صاحبی السجن ہوگیا۔ سو وہ صاحب زندان تھے۔ اور لصاحبہ
میں صاحب کی اضافت ضمیر کی طرف ہے جو رسول خدا کی طرف راجع ہے۔ غرض
صاحب الرسول کہنا اور چیز ہے اور صاحب السجن اور شے ہے۔ پھر جیل
میں رہنے والے یوسفؑ کے رفیق پیغمبر کے ساتھ نہیں گئے تھے۔ بلکہ اپنے جرم
کے باعث اسیر ہوئے تھے۔ اور مصاحب رسول ساتھی خدا کے حکم اور رسول کے
کے انتخاب سے رفیق سفر بنایا گیا تھا۔ پھر یہ صاحب غار حضور اقدس کا
یار غار تو جو آج تک دوستی صادق کے لیے ضرب المثل کے طور پر
مستعمل ہوتا ہے۔

ببین تفاوت رہ از کجاست بکجا

ایسا ہی قَالَ لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗ وغیرہ کو سمجھو یعنی صاحب
کے لفظ کی فضیلت نہیں ہے۔ بلکہ یہ فضیلت مضاف الیہ یعنی رسولؐ کی سبب
نسبت سے پیدا ہوئی ہے جو کسی دوسرے کو نصیب نہیں ہو سکتی۔ سچ پوچھو
تو شیعہ ایڑی چوٹی کا زور ماریں تو اس صراحت و وضاحت سے روایت نہیں نہ
تو کجا قرآن سے علی المرتضیٰ کا صاحب الرسول ہونا کبھی ثابت نہیں کر سکتے هَاتُوْا
بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ط

غور کرو کہ اگر رب العالمین کو ابو بکر صدیق رض کی فضیلت کا بیان نہ منظور
ہوتا تو واقعۂ غار میں صرف رسولؐ پاک کا ہی ذکر کافی تھا۔ ابو بکر رض کے ذکر کرنے
کی کیا ضرورت تھی اور ذکر بھی ثَانِيَ اثْنَيْنِ اور لِصَاحِبِهٖ کے ساتھ جو نہایت
ہی لطیف رمز رکھتا ہے۔

اعتراض شیعہ:۔ رسولؐ کا ساتھی ہونا فضیلت کی بات نہیں کیونکہ
نوح و لوط علیہ السلام کی عورتیں رسول کی ہم صحبت ہونے کے باوجود کافر تھیں۔

جواب:۔ اگر معترض کو کچھ عقل ہوتی تو ان عورتوں پر صدیق رض کو قیاس نہ
کرتا۔ ہر امر میں مستثنیات ہوتے ہیں۔ باوجودیکہ حق تعالیٰ نے اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ
لِلْخَبِيْثٰتِ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ، کا کلیہ بیان فرما کر ظاہر فرمایا
ہے کہ پلید عورتیں پلید مردوں کے لیے اور پلید مرد پلید عورتوں کے لیے اور پاک عورتیں پاک
مردوں کیلئے اور پاک مرد پاک عورتوں کے لیے ہیں) لیکن دو عورتوں کو اس حکم سے
استثنا فرما کر قرآن میں ان کو ضرب المثل بنا دیا ہے۔ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ
كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ
فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا ۝

لیکن معاذ اللہ کیا خدیجۃ الکبریٰ رض اور عائشۃ الصدیقہ رض کو ان پر قیاس کیا جا سکتا
ہے، کلا و حاشا۔ اس طرح صدیق اکبر رض جیسے جانباز کی صحبت رسولؐ کو امراۃ لوط و نوح
پر قیاس کرنا پرلے درجے کی حماقت ہے۔ جب کہ ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن میں

قَالُوا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ إِنَّا مُنَجُّوكَ وَأَهْلَكَ إِلَّا امْرَأَتَكَ كَانَتْ
مِنَ الْغَابِرِينَ ۝ (پارہ ۲ رکوع ۳)

ترجمہ فرشتوں نے کہا خوف اور غم مت کیجیے ہم تجھے اور تیرے عیال کو بچا لیں
گے سوائے تیری عورت کے جو قوم کفار میں شامل ہے۔

(۵) رسول پاک کو خطاب کر کے حق تعالیٰ نے فرمایا۔ لَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا
تَكُنْ فِي ضَيْقٍ مِمَّا يَمْكُرُونَ (پارہ ۲۰ رکوع ۲)

ترجمہ: آپ کچھ غم نہ کیجیے اور کفار کے مکر کی پرواہ نہ کریں۔

(۶) مومنین سے خطاب ہے لَا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ
الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ ط (پارہ ۲۴۔ رکوع ۱۸)

ترجمہ: خوف اور غم مت کرو اور بہشت موعودہ کی بشارت۔ الخ

اب شیعہ بتلائیں۔ یہ سب نہی کے صیغے ہیں جو اولی العزم مرسلین کے خطاب میں
ہیں اور بالخصوص ہمارے رسول اکرمؐ اور مومنین کے خطاب میں وہی کلمہ لا تحزن
استعمال ہوا ہے۔ کیا پیغمبروں کے اس خوف و حزن کو جو مقتضائے بشریت ان پر طاری
ہوا۔ داخل معصیت سمجھو گے اور لا تخف ولا تحزن کے خطاب کو ان کی عظمت
شان اور شفقت الٰہی پر محمول کرو گے یا ان کی توہین و ہتک قرار دو گے؟ پھر کلمہ
لا تحزن کا استعمال جب ابوبکرؓ کی تسکین خاطر کے لیے استعمال ہوا۔ اس کے متعلق
شیعہ کا اعتراض کہاں تک بجا ہو سکتا ہے؟

اعتراض: شیعہ کہتے ہیں جب کفار آئے، ابوبکرؓ رونے لگے۔ تاکہ
ان کو اطلاع ہو جائے کہ پیغمبر علیہ السلام غار میں چھپے ہوئے ہیں۔ حقیقت میں کفار
سے ملے ہوئے تھے۔

جواب: اس سے بڑھ کر بیہودہ اعتراض اور کیا ہو سکتا ہے کیا شیعہ
کو ابھی خبر نہ تھی کہ رسول علیہ السلام کو مشورہ مصاحبت ابوبکرؓ دیا گیا۔ اور رسول کیا
اس بات سے ناآشنا تھے کہ ابوبکرؓ اندر سے ان سے دشمنی رکھتا ہے۔ اور پھر جب

رسول علیہ السلام نے اس کو پہلے سے سفر ہجرت کی اطلاع دی ہوئی تھی۔ اور وہ ذات
جو منتظر بیٹھا رہا۔ اس وقت کفار کو کیوں نہ بتا دیا کہ تم لوگ گھات لگا کر رستہ میں
بیٹھے ہیں ابھی تمہارے دشمن کو تمہارے پاس لے آتا ہوں۔ ذرا پھر جس وقت حضور علیہ السلام
کو اپنے شانہ پر اٹھا لیا تو بجائے اس کے غار ثور کی طرف لے جاتا، ابوجہل کے گھر کو سیدھا کیوں
نہ چل پڑا۔ اور پھر جب کفار غار پر آ گئے۔ رو کر سنانے کی بجائے ان کو پکار کر کیوں نہ کہہ دیا کہ
آؤ۔ یہ تمہارا دشمن بیٹھا ہے۔ جب بزعم شیعہ اپنی جماعت (کفار) کے لوگ پہنچ گئے تو اس
اکیلے دشمن (رسول پاک صلعم) کا کیا خطرہ تھا؟ اور یہ اگر سچ ہے کہ اس وقت ابوبکرؓ نے رونا
چلانا شروع کر دیا تھا تو کافر آواز سن کر اندر داخل کیوں نہ ہو گئے؟ شیعو! کچھ غور
کرو بہکی بہکی باتیں کیوں کرتے ہو؟ ساری دنیا اندھی نہیں ہے!

حقیقت یہ ہے کہ ابوبکرؓ نہ روئے نہ چلائے۔ البتہ گھبراہٹ اس لئے پیدا ہوگی
کہ محبوب دوجہاں خدا کے پیارے رسول کو کوئی تکلیف نہ پہنچ جائے حزن اپنے لئے نہیں
ہوتا بلکہ کسی دوسری چیز یا شخص کے لئے ہوا کرتا ہے۔ جیسا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو ہجر یوسف
علیہ السلام کا تھا جس کی خبر قرآن میں یوں دی گئی ہے۔ وَابْيَضَّتْ عَيْنَاهُ مِنَ الْحُزْنِ
(یعقوب علیہ السلام کی آنکھیں غم ہجر یوسف سے سفید ہو گئیں) حضور علیہ السلام
نے اپنے لخت جگر ابراہیم کی وفات پر فرمایا۔ اِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا اِبْرَاهِيمُ لَمَحْزُونُونَ
(ہم اے ابراہیم! تیرے فراق سے غمناک ہیں)

غرض جو اپنی ذات کے لئے گھبراہٹ ہو اس کو خوف سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور جو
دوسرے کے لئے ہو اس کو حزن کہتے ہیں۔ بلا شبہ پروانہ شمع محمدی کو اپنی جان کی ذرہ
پرواہ نہ تھی۔ کیونکہ وہ نقد جان محبوب دوجہاں پر نثار کر چکا تھا۔ اور کہہ دیتا تھا کہ آپ کی محبت
میں جب تو تکلیف دیکھوں میرے لئے عین راحت ہے ؎

نیک دل چہ تو غیبت نہ ساز کند ذات   اہل دل قرآن کرد کہ موجود ہمیں است

بلکہ اس عاشق صادق کو غم تھا تو فقط اس بات کا کہ کفار بکار کے ہاتھ سے سردار دو
عالم کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔

میں ہوتے تو شمع کی ضرورت نہ ہوتی. بلکہ چہرۂ تاباں کی روشنی ہوتی. پھر اس ماہ مدنی ﷺ کے چہرۂ تاباں کے نور سے کیوں انکار ہے؟ کہ اس شمع انور کی موجودگی میں بھی ابوبکر رضؓ کو سوراخ نظر نہ آتے ہوں. پھر یہ بھی آپ کی کتابوں میں (جیسا کہ لکھا جا چکا ہے) درج ہے کہ اس شمع نور (ذات احمدی) کا یہ اثر تھا کہ غار میں بیٹھے ہوئے دونوں دوست مدینہ میں بیٹھے ہوئے انصار کو گھروں میں بیٹھے ہوئے دیکھ رہے تھے. اور جعفرؓ کی کشتی سمندر میں چکر کھاتی نظر آ رہی تھی. پھر افسوس ہے کہ شیعہ کو رباطن کو اس بات پر تعجب ہے کہ اندھیری رات میں ابوبکرؓ کو غار کے سوراخ کس طرح نظر آ گئے. حالانکہ یہ سب باتیں نہ بھی آخر اندھا بھی تو ٹٹول کر معلوم کر لیتا ہے۔

کیا ہاتھ سے ٹٹول کر بھی سوراخ غار معلوم نہ ہو سکتے تھے؟ امید ہے کہ اب معترض کی تسلی ہو گئی ہوگی اس لیے ہم اسی قدر پر اکتفا کرتے ہیں۔

آیت اِلَّا تَنْصُرُوْهُ کے متعلق اعتراضات شیعہ کا قلع قمع ہو چکا ہے اب ہم استخلاف کی بحث شروع کرتے ہیں۔

(۲) وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ (پارہ ۱۸ سورہ نور رکوع ۳)

ترجمہ: خدا تعالیٰ نے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور نیک عمل کیے وعدہ کر لیا ہے کہ بالضرور ان کو زمین کو جانشین اور خلیفہ بنائے گا. جیسا ان لوگوں کو خلیفہ بنایا جو تم سے پہلے تھے اور ان کے اس دین کو جس کو ان کے لیے پسند کیا ہے متمکن (مضبوط) کر دے گا. اور خوف کے بعد ان کی حالت کو امن سے بدل دے گا. وہ میری پرستش کریں گے. میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے. جس نے اس کے بعد کفران کیا وہ لوگ فاسق ہیں

اس آیت میں احکم الحاکمین نے ایک بڑے معرکے کے مسئلہ خلافت کا بھی فیصلہ فرما دیا اگر
کوئی دل نورِ ہدایت سے منور ہو تو اس کو مسئلہ معہودہ کی نسبت اس فیصلہ ربانی کے مان
لینے میں تامل نہ ہوگا۔ دیکھو! رب العباد نے فرمایا ہے کہ ہم نے اس خاص الخاص جماعت مومنین
کو حتمی وعدہ دے دیا ہے کہ ان کو خلافت کی مسند ضرور عطا کی جائے گی. جیسا کہ اس سے پہلے
ہم کئی غیر اسلام کے پچھلے پیروؤں کو ہم نے خلافت عطا فرمائی تھی. اس وقت دین مرضیہ کی خوب
استقامت ہوگی اور خوف کا زمانہ امن سے بدل جائے گا یہ جماعت ایسے مخلص عبد و صالحوں کی
ہوگی کہ باوجود اس اقتدار و عہدۂ خلافت کے حاصل کرنے کے بھی میری توحید پر قائم رہیں گے
اب ہم شیعہ صاحبان سے دریافت کرتے ہیں کہ یہ وعدۂ الٰہی اصحابِ ثلٰثہ کے حق میں پورا
ہوا یا نہیں اگر ہوا تو کیا وہ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کے مصداق تھے
یا نہ؟ اگر نہیں تھے تو کیوں اس انعام الٰہی و عطیہ خلافت معہودہ سے مشرف ہو گئے؟
اس کے مستحق تو وہی لوگ تھے جو اٰمَنُوْا الخ کے مصداق تھے. کیا غیر مستحق لوگ بھی انعام
پا جایا کرتے ہیں؟ خصوصاً جب انعام بخشنے والا علام الغیوب اور علیمٌ بذات الصدور ہو
کیا یہ بھی ممکن ہے کہ ایک انعام کا اطلاع نامہ تو دوسرے لوگوں کے نام تیار ہو چکا ہے
اور تقسیم انعام کے وقت وہ لوگ منہ دیکھتے رہ جائیں اور ایک دوسری جماعت جو بالکل
غیر مستحق تھی. انعام پا جائے. یہ کیوں ہوا کہ بوقت تقسیم انعام انعام بخشنے والے
کو مستحقین و غیر مستحقین کے امتیاز میں دھوکہ ہوا یا انعام دینے والے نے اپنا پہلا حکم منسوخ
کر کے دوسروں کو انعام دے دیا. وہ پہلوں سے وعدہ خلافی کر بیٹھا. یا جماعت غیر مستحقین
زبردست تھی اور انہوں نے دوسروں سے زبردستی چھین کر وہ انعام اڑا لیا. یہ سب باتیں
لغو ہیں. نہ اس کی ذات علیم و خبیر کے آگے اعزاز کے لائق مستحقین اور غیر مستحقین مخفی
رہ سکتے ہیں اور نہ وہ اپنے احکام نافذہ کو بلا وجہ توڑ کر تغیر و تبدل کرتا ہے اور نہ اس
کے حتمی وعدوں میں تخلف ہو سکتا ہے اور نہ کوئی طاقت اس سے زبردست ہو سکتی
ہے جو اس کے ارادہ پاک کی مزاحمت کر سکے اور اس کی دی ہوئی نعمت اس کی مقبول
جماعت کے ہاتھوں سے چھین سکے وہ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ وَيَفْعَلُ مَا يَشَآءُ

ہوجائے۔ جیسے کہ پہلے مسکنت اور فقر کی حالت میں رہے تب مومن نیک عمل تھے
اس اقتدار میں بھی میری عبادت میں مست اور توحید میں سرشار رہیں گے۔

صاحبان! غور کیجیے یہ آیت خلفائے ثلثہ کے ابدی ایمان پر شاہد عدل ہے نیز خدا
کریم نے ان کے ایمان ابدی کی شہادت دے کر پھر یہ بھی فرما دیا کہ ان میری شہادت کے بعد
بھی اگر میرے ان پاک بندوں کے ایمان میں کوئی شخص کلام کرے گا اور ان کے احسان عام کا
کفران کرے گا۔ تو سمجھ لو وہ گمراہ بدبخت فاسق ہے۔ مثل آیت فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ
ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔ مفسرین نے یہ لکھا ہے۔ اَمَّا مَنْ اَنْكَرَ
عَنْ اِحْسَانِهِمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۔ شیعہ صاحبان! ذرا انصاف
کی عینک لگا کر پڑھیں۔ بتائیے آیۃ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا
کا مصداق کون زمانہ ہے۔ کیا وہ زمانہ جو عہد خلافت جناب امیر علیہ السلام کا ہے۔ شیعہ
صاحبان تو مانتے ہیں کہ وہ زمانہ تو سخت پر آشوب تھا۔ ہمارا ایک مجتہد شیعہ نے رسالہ
سجادیہ کے صفحہ ۸۰ پر اس زمانہ کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے۔

"حضرت امیر کی خلافت کا زمانہ بوجہ بغاوت بی بی عائشہ صدیقہ" وغیرہ نہایت درجہ
پرشور رہتا۔ اور عرب میں گویا سنہ ۵۷ کا سا دل ہو رہا تھا۔

پھر ایسا پرشور زمانہ تو پیشگوئی وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ الخ کا مصداق نہیں
ہو سکتا۔ فی الحقیقت یہ خلفائے ثلثہ کا ہی زمانہ تھا۔ کہ بعد اس خوف کے جو وفات
رسول مقبول کے بعد ارتداد کا فتنہ عظیم برپا ہو گیا تھا مسیلمہ اور اسود عنسی جیسے
جھوٹے نبیوں نے اندھیر مچا دیا تھا اور صدیق اکبر نے توفیق یزدی سے ان کذابوں
کا قلع قمع کر کے تمام فتنہ فرو کر دیا تھا۔ اور پھر ہمیشہ کے لئے امن قائم ہو گیا تھا حتی کہ ہر سہ
خلفاء کے زمانہ میں وہ امن قائم رہا جس سے شیعہ بھی انکار نہیں کر سکتے۔ کیا یہ سب ہی
وعدے ان منافقوں کے حق میں پورے ہوئے! نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ
اَنْفُسِنَا۔ آیت استخلاف کے متعلق بحث ہو چکی۔ آئندہ ہم مسئلہ خلافت پر کسی قدر تفصیل
سے روشنی ڈالیں گے۔ جب کہ کتب مثبوتہ اہل سنت پیش کی جائے گی

(٢٨) وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ (پارہ ١٧، رکوع ٧)

ترجمہ: ہم نے ذکر (تورات) کے علاوہ زبور میں بھی لکھ دیا ہے کہ زمین موعود کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے۔

اس آیت میں ایک عظیم الشان پیشگوئی ہے۔ اب دیکھنا چاہیے کہ یہ پیشگوئی کس زمانہ میں کس کے حق میں پوری ہوئی؟ خداوند علیم وخبیر نے تورات[1] اور زبور میں پہلے ہی لکھ دیا تھا کہ الارض (ارض مقدسہ، زمین کنعان) کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے۔ اب بتائیے کہ یہ زمین کس کے ہاتھ پر فتح ہوئی؟ حضرت فاروق اعظم کے ہاتھ پر فتح ہوئی اور اس آیت کے رو سے آپ عباد صالحون میں سے ہوئے۔ کیا منافق بھی عباد صالحون کہلا سکتے ہیں؟ سچ کہیے کہ اس سے زیادہ فخر کیا ہو سکتا ہے کہ ایک عظیم الشان پیشگوئی جس کی خبریں آسمانی کتابیں دے رہی ہیں، وہ پیشگوئی آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد آپ کے سچے خادم فاروق اعظم رض کے عہد میں پوری ہوئی ہے اور عجیب طرفہ یہ کہ اس زمین کے وارث ہمیشہ اہل سنت والجماعت مسلمان ہی رہے ہیں۔ شیعہ پر یہ ساری حجت ہے کہ خدا کے نزدیک وہ عباد صالحون میں شمار نہیں ہیں اگر ہیں تو کیوں ارض مقدسہ کی وراثت ان کو نصیب نہیں۔

بعض مفسرین نے ارض سے مراد جنت کی زمین لی ہے۔ بہر حال ارض سے مراد زمین شام (بیت المقدس) ہو یا مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی زمین۔ ان کی وراثت ہمیشہ سے اہل سنت والجماعت مسلمانوں کے ہاتھ میں رہی ہے۔ اور تاقیامت رہے گی۔

---

[1] تورات میں ہے کہ خدا نے حضرت ابراہیم سے وعدہ کیا ہے میں تجھ کو اور تیرے بعد تیری نسل کو [illegible] ... صادق لوگ زمین کے وارث ہوں گے۔ ٢٧ آیت [illegible] ... زمین کے وارث ہوں گے [illegible] ... متقین کا [illegible]

گی۔ اور وہ بشارت نبی عبد ذمہ مخون ہیں۔

سوال: اس موقع پر مخالفین اعتراض کرتے ہیں کہ اس زمین پر ایک دور یزید جیسی حکومت رہ چکی ہے اور تھوڑا عرصہ ہوا ہے کہ بواسطہ شریف حسین نجدی کا بھی عمل دخل رہا ہے اور اب اس سرزمین پر وہابیوں کا قبضہ ہو گیا ہے۔ پھر آیت سے صداقت مذہب حق اہلسنت و الجماعت کس طرح ہو سکتی ہے؟

جواب: یہ اعتراض آیت کے الفاظ پر غور نہ کرنے کی وجہ سے پیدا ہوا ہے اگر مخالف کو قرآن میں تدبر کرنا نصیب ہو تو ہرگز بے بہرہ نہ رہے۔ اعتراض کردہ آیت میں یرث کا لفظ موجود ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ اس سرزمین پاک پر وارثانہ قبضہ صالح بندوں کا ہوگا۔ اگر کوئی فاسق فاجر یا بدمذہب شخص یا قوم تھوڑے دنوں کے لئے وہاں غاصبانہ قبضہ کر کے حکومت کرے اور کچھ دنوں کے بعد وہاں سے نکال دیا جائے تو وہ یرث کا مصداق ہرگز نہیں ہو سکتا۔ یزید کا غاصبانہ قبضہ گنتی کے دن رہا پھر اس کا ایسا استیصال ہوا کہ دنیا میں لعنت کے سوا اس کا نصیب نہ رہا۔ شریف حسین نے اگر نجدی کو دخیل رکھا تو اس کا بھی وہی حشر ہوا جو یزید کا ہوا تھا وہاں پہلے بھی کچھ وہاں حکومت کر چکے ہیں پھر ان کا نام و نشان مٹ گیا اب جو وہاں نجدیوں نے دخل و عمل کیا ہے۔ میرا ایمان ہے کہ یہ بھی چند روزہ بات ہے وہاں سے یہ لوگ بھی اسی ذلت و خواری سے نکال دیئے جائیں گے وارثانہ اور مالکانہ قبضہ اس سرزمین پر ہمیشہ مسلمانان اہلسنت والجماعت کا رہا ہے اور رہے گا کیونکہ قرآن سچا ہے اور خدا کا وعدہ ہرگز غلط نہیں ہو سکتا اس پاک سرزمین پر عرصہ دراز تک ترکوں کی حکومت رہی جو خالص سنی حنفی تھے انہوں نے ارض پاک کا احترام رکھا اور حرمین شریفین کے خادم رہے۔ خدا نے چاہا تو پھر بھی اس پاک زمین کی خدمت انہی کے سپرد ہوگی۔

آیت میں الارض سے مراد ارض جنت ہے اور سیاق قرآنی سے یہ معنی زیادہ مناسبت رکھتے ہیں۔

دستخط حسین۔

فضائل اصحاب ثلاثہ کا ثبوت کتب شیعہ سے

قرآنی براہین قاہرہ بیان ہوچکے ہیں۔ اب ہم اصحاب ثلاثہ کا کامل الایمان ہونا حضرت علی المرتضیٰ کا اور ان کا شیر و شکر ہونا۔ ایک دوسرے کا خیرخواہ اور رشتہ دار ہونا، نبی علیہ السلام کے قرابت دار اور سچے تابعدار ہونا، مقبول بارگاہ الٰہی ہونا، شہادت ائمہ اہلبیت کتب معتبرہ شیعہ سے بیان کرتے ہیں۔ ہرچند متقدمین شیعہ بھی متاخرین کی طرح اصحاب ثلاثہ سے غیظ وغضب اور بغض وعناد رکھتے تھے۔ لیکن پھر بھی واقعات کا چھپانا آسان بات نہیں ہے۔ ان صحیح واقعات کا ذکر مخالفین کی کتابوں میں بھی درج ہے۔ پہلے تو شیعہ اپنی کتابیں اہلسنت کو دیکھنے ہی نہ دیتے تھے لیکن اب پریس کی برکت سے کتابیں مل سکتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اب ہم نفس شیعہ کی معتبر کتابوں سے ان کو الزام دے سکتے ہیں۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے تقدس و تقویٰ کے متعلق تفسیر عسکری قمی و حملہ حیدری کی عبارتیں اوپر لکھی جا چکی ہیں جن سے فضائل صدیقی کا نمایاں ثبوت ملتا ہے اب دوسری کتب سے روایات لکھی جاتی ہیں۔

اول: فروع کافی جلد دوم صفحہ ۴۲ میں ایک طویل حدیث مرویہ جناب صادق علیہ السلام درج ہے جس میں صدقہ کے متعلق ذکر ہے کہ کل مال صدقہ نہیں کر دینا چاہئے بلکہ تہائی دو ورنہ محتاج بن جاؤ گے۔ آگے لکھا ہے۔

هٰذِهِ اَحَادِيثُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَدِّقُهَا الْكِتَابُ وَالْكِتَابُ يُصَدِّقُهُ اَهْلُهُ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَقَالَ اَبُوبَكْرٍ عِنْدَ مَوْتِهِ حَيْثُ قِيلَ لَهُ اَوْصِ فَقَالَ اُوصِي بِالْخُمُسِ وَقَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لَهُ الثُّلُثَ عِنْدَ مَوْتِهِ وَلَوْ عَلِمَ اَنَّ الثُّلُثَ خَيْرٌ لَهُ اَوْصَى بِهِ

ثُمَّ مَنْ عَلِمْتُمْ بَعْدَهُ فِي فَضْلِهِ وَزُهْدِهِ سَلْمَانُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَأَبُوذَرٍ رَحِمَهُ اللهُ فَأَمَّا سَلْمَانُ فَكَانَ إِذَا أَخَذَ عَطَاءَهُ رَفَعَ مِنْهُ قُوتَهُ لِسَنَتِهِ حَتَّى يَحْضُرَ عَطَاؤُهُ مِنْ قَابِلٍ فَقِيلَ لَهُ يَا أَبَا عَبْدِ اللهِ أَنْتَ فِي زُهْدِكَ تَصْنَعُ هٰذَا وَأَنْتَ لَا تَدْرِي لَعَلَّكَ تَمُوتُ الْيَوْمَ فَكَانَ جَوَابُهُ أَنْ قَالَ مَا لَكُمْ لَا تَرْجُونَ لِيَ الْبَقَاءَ كَمَا خِفْتُمْ عَلَيَّ الْفَنَاءَ أَمَا عَلِمْتُمْ يَا جَهَلَةُ أَنَّ النَّفْسَ قَدْ تَلْتَاثُ عَلَى صَاحِبِهَا إِذَا لَمْ يَكُنْ مِنَ الْعَيْشِ مَا تَعْتَمِدُ عَلَيْهِ وَإِذَا هِيَ أَحْرَزَتْ مَعِيشَتَهَا اطْمَأَنَّتْ.

وَأَمَّا أَبُوذَرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَكَانَ لَهُ نُوَيْقَاتٌ وَشُوَيْهَاتٌ يَحْلِبُهَا فَيَذْبَحُ مِنْهَا إِذَا اشْتَهَى أَهْلُهُ اللَّحْمَ أَوْ نَزَلَ بِهِ ضَيْفٌ أَوْ رَأَى بِأَهْلِهِ الَّذِي مَعَهُ خَصَاصَةً نَحَرَ لَهُمُ الْجَزُورَ أَوْ مِنَ الشِّيَاهِ عَلَى قَدْرِ مَا يَذْهَبُ عَنْهُمْ بِقَرَمِ اللَّحْمِ وَيَأْخُذُ هُوَ كَنَصِيبِ وَاحِدٍ مِنْهُمْ لَا يَتَفَضَّلُ عَلَيْهِمْ وَمَنْ أَزْهَدُ مِنْ هٰؤُلَاءِ وَقَدْ قَالَ فِيهِمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَا قَالَ۔

ترجمہ: یہ احادیث رسول ہیں جن کی تصدیق کتاب خدا کرتی ہے اور کتاب اللہ کی تصدیق اپنے عمل سے مومنین کرتے ہیں جو کتاب اللہ سمجھنے والے ہوں۔ ابوبکرؓ نے بوقت وفات جب ان کو وصیت کے لیے کہا گیا تو انہوں نے کہا میں پانچویں حصہ مال کی وصیت کرتا ہوں۔ چنانچہ پانچویں حصہ کی وصیت کی۔ حالانکہ خدا نے تیسرے حصہ کی اسے اجازت دی ہوئی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ تیسرے حصہ کی وصیت میں زیادہ ثواب ہے تو ایسا ہی کرتا۔ پھر ابوبکرؓ کے بعد دوسرے درجہ پر فضل و زہد میں تم سلمانؓ اور ابوذرؓ کو سمجھتے ہو۔ پس سلمانؓ کو کوئی عطیہ دیتا تو پورے سال کی خوراک ذخیرہ اٹھا لیتے حتی کہ سال آئندہ کو پھر عطیہ حاصل ہو۔ لوگوں نے کہا آپ باوجود زاہد ہونے کے ایسا کرتے ہیں۔ آپ کو معلوم نہیں کہ آج ہی فوت ہو جائیں۔ جواب دیا۔ تمہیں میرے

زندہ رہنے کی امید نہیں ہے؟ جبکہ میرے مرجانے کا اندیشہ ہے۔ اے جابلو۔ تمہیں معلوم ہو کہ نفس اپنے صاحب پر سرکشی کرتا ہے۔ جب تک کہ اسے قدر معیشت نہ مل جائے جس پر اسے بھروسہ ہو۔ اور جب وہ اپنی معیشت فراہم کرے مطمئن ہو جاتا ہے اور ابوذر رضہ کے پاس اونٹنیاں اور بکریاں رہتی تھیں جو دودھ دیتی تھیں اور جب ان کے عیال کو گوشت کی حاجت ہوتی۔ یا کوئی مہمان آجاتا۔ یا اپنے متعلقین کو بھوکا دیکھتے ان میں سے اونٹ یا بکری ذبح کر لیتے اور سب کو تقسیم کر دیتے۔ اور اپنے لئے ایک آدمی کی خوراک رکھ لیتے جو دوسروں سے زائد نہ ہو۔ تم جانتے ہو کہ ان تین مقدس بزرگواروں سے بڑھ کر بڑا زاہد کون ہو سکتا ہے؟ حالانکہ ان کی شان میں رسولؐ پاک نے فرمایا جو کچھ کہ فرمایا۔

اس حدیث سے حسب ذیل باتیں ظاہر ہوئیں۔

(۱) حضرت امام علیہ السلام کے نزدیک حضرت ابوبکر رضہ ان مومنین کاملین میں سے تھے جو کتاب اللہ کے سمجھنے کی اہلیت رکھتے تھے اور اپنے عمل سے کتاب اللہ کے احکام کی تصدیق کرتے تھے۔

(۲) حضرت سلمان رضہ اور ابوذر رضہ فضل و زہد میں دوسرا درجہ رکھتے تھے۔ اور حضرت ابوبکر رضہ کا زہد و فضل اس سے اول درجہ رفائق رکھتا۔

(۳) حضرت ابوبکر رضہ ان برگزیدہ زاہدوں سے تھے۔ جن کا ہم پلہ کوئی دوسرا شخص نہیں ہو سکتا۔

(۴) حضرت ابوبکر رضہ کی شان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی حدیثیں بیان کی ہوئی تھیں۔

سوال شیعہ:۔ ممکن ہے کہ مَنْ ازھَدُ مِن ھٰؤلَاءِ کا اشارہ صرف سلمان رضہ اور ابوذر رضہ کی طرف ہو اور ابوبکر رضہ ان میں شمار نہ ہوں۔

جواب:۔ اگر معترض عقل کا اندھا نہیں ہے تو ابتداء حدیث میں الفاظ الکتاب بتصدیقہ اھلہ مِنَ المؤمنین ۔ کے بعد سے

ذکر ابوبکرؓ کا ہونا اور پھر سلمانؓ اور ابوذرؓ کے متعلق امام علیہ السلام کا یہ فرمانا
ثُمَّ مِنْ عَلِمْتُمْ بَعْدَهٗ فِیْ فَضْلِهٖ وَ زُهْدِهٖ (جس کا مفہوم صاف
یہ ہے کہ ابوبکرؓ کے فضل و زہد کے دوسرے درجہ پر سلمانؓ اور ابوذرؓ ہیں پھر ھٰؤُلَاءِ کا
مشارٌ الیہ صرف دو کو سمجھنا حد درجہ کی حماقت ہے ھٰؤُلَاءِ کے مشارٌ الیہ بلاشبہ ہر سہ
بزرگوار ہیں۔ اور حدیث میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ زہد و فضل میں حضرت ابوبکرؓ کا
نمبر سب سے اول ہے۔

افسوس! اشیعہ اپنی مستند کتابوں میں اصحابِ ثلثہ کے زہد و تقویٰ کی نسبت آئمہ
شہادت ائمہ اہلبیت علیہم السلام پڑھ کر بھی ان کی بدگوئی سے باز نہیں آتے خَتَمَ اللّٰهُ
عَلٰی قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰی سَمْعِهِمْ وَعَلٰی اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ط

دوم۔ علامہ طبرسی کتاب مجمع البیان میں تحریر کرتا ہے کہ آیت وَسَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقَی
الَّذِیْ ابوبکرؓ کی شان میں نازل ہوئی ہے روایت یوں ہے۔ عَنْ ابْنِ زُبَیْرٍ قَالَ
اِنَّ الْاٰیَةَ نَزَلَتْ فِیْ اَبِیْ بَکْرٍ لِاَنَّهٗ اشْتَرَی الْمَمَالِیْکَ الَّذِیْنَ اَسْلَمُوْا
مِثْلَ بِلَالٍ وَعَامِرِ بْنِ فُهَیْرَةَ وَغَیْرِهِمَا وَاَعْتَقَهُمْ ط

ترجمہ: ابن زبیر سے روایت ہے کہ آیت شانِ ابوبکرؓ میں نازل ہوئی ہے اس
نے غلاموں کو جو اسلام لائے اپنے مال سے خرید لیا جیسا کہ بلالؓ اور عامر بن فہیرہ اور
ان کو آزاد کیا

جس کی خدمات اسلام میں یہ ہوں کہ بلالؓ جیسے عاشق ذات نبویؐ کو کفار کے
ہاتھ سے اپنا مال خرچ کر کے نجات دلائے اور آزاد کر دے۔ اور اللہ تعالیٰ اس کے نہ صرف
متقی بلکہ اتقیٰ ہونے کی شہادت دے۔ اس شخص کی شان والا میں گستاخی کرنا کتنی جسارت
ہے۔ خدا روافض کو ہدایت کرے۔

سوم: کتاب احتجاج صہ ۲۰۲ میں حضرت امام باقر علیہ السلام کی حدیث درج ہے
آپ نے فرمایا۔ لَسْتُ بِمُنْکِرٍ فَضْلَ اَبِیْ بَکْرٍ وَلَسْتُ بِمُنْکِرٍ فَضْلَ عُمَرَ وَلٰکِنْ
اَبَا بَکْرٍ اَفْضَلُ ط

ترجمہ: میں ابوبکرؓ و عمرؓ کے فضائل کا منکر نہیں ہوں۔ البتہ ابوبکرؓ فضیلت میں برتر ہیں۔ پھر جس شخص کو حضرت امام محمد باقرؒ افضل سمجھتے ہوں۔ ان کی فضیلت سے انکار کرنا حد درجہ کی شقاوت ہے۔

چہارم: کتاب مجالس المومنین مجلس سوم صفحہ ۸۹ میں ہے کہ حضرت سلمانؓ فارسی فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام حضرت ابوبکرؓ کی شان میں صحابہؓ کی مجلس میں بیٹھ کر ہمیشہ یوں فرمایا کرتے تھے۔ مَا سَبَقَكُمْ اَبُوْبَكْرٍ بِصَوْمٍ وَلَا صَلٰوةٍ وَلٰكِنْ لِشَيْءٍ وُقِرَ فِيْ قَلْبِهٖ۔

ترجمہ: ابوبکرؓ نے تم سے زیادہ نماز و روزہ ادا کرنے میں فوقیت حاصل نہیں کی بلکہ اس کے صدق و صفائے قلبی کی وجہ سے اس کی عزت و وقار بڑھا ہے۔

پنجم: شیعہ کی بڑی معتبر کتاب کشف الغمہ مطبوعہ ایران صفحہ ۲۲۰ میں یہ روایت درج ہے۔ سُئِلَ الْاِمَامُ جَعْفَرٌ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ حِلْيَةِ السَّيْفِ هَلْ يَجُوْزُ قَالَ نَعَمْ قَدْ حَلّٰى اَبُوْبَكْرِ نِ الصِّدِّيْقُ سَيْفَهٗ فَقَالَ الرَّاوِيْ تَقُوْلُ هٰكَذَا فَوَثَبَ الْاِمَامُ عَنْ مَقَامِهٖ فَقَالَ نِعْمَ الصِّدِّيْقُ نِعْمَ الصِّدِّيْقُ نِعْمَ الصِّدِّيْقُ فَمَنْ لَمْ يَقُلْ لَهُ الصِّدِّيْقُ فَلَا صَدَّقَ اللّٰهُ قَوْلَهٗ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ۔

ترجمہ: حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے تلوار کو چاندی سے مرصع کرنے کے متعلق دریافت کیا گیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا جائز ہے۔ کیونکہ ابوبکرؓ نے بھی تلوار کو مرصع کیا تھا۔ راوی کہنے لگا آپ بھی ان کو صدیق کہتے ہیں؟ امام غضبناک ہو کر اپنے مقام سے اٹھ بیٹھے۔ بہت اچھا صدیق، بہت اچھا صدیق، بہت اچھا صدیق۔ جو ان کو صدیق نہ کہے خدا اس کو دنیا و آخرت میں جھوٹا کرے۔

ششم: کتاب ناسخ التواریخ جو شیعہ کی مستند کتاب ہے۔ اس کی جلد ۲ صفحہ ۲۳۰ میں ہے۔

بعد از پس اول زید بن حارثہ ابوبکرؓ مسلمان شد۔ و اسم او عبداللہ است پسر

عتیق و کنیت او ابوبکر رض است و او پسر ابو قحافہ عثمان است و ہو عثمان بن عامر بن
عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی۔ و ابوبکر رض علم انساب نیک میدانست
و نسب او نیز محفوظ بود۔ و بعضے از قریش الفتے کمال داشت و چند تن را بنہانی دعوت
اسلام نمود۔ و نزدیک پیغمبر صلعم آورد تا اسلام ایشان عرضداشت نخستین عثمان بن عفان بن
العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بود و دیگر
زبیر رض بن العوام بن خویلد بن اسد بن عبد العزی بن قصی بود۔ و این زبیر رض پسر برادر خدیجہ
علیہ السلام است و دیگر عبد الرحمن بن عوف بن عبد عوف بن عبد الحارث بن کلاب بن
مرہ بن کعب بن لوی است۔ و دیگر سعد بن ابی وقاص و اسم ابی وقاص مالک بود۔ او پسر
وہیب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی است۔ و دیگر طلحہ بن عبید اللہ
بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی است این جملہ از دستان ابوبکر رض
بودند بدلالت او اسلام یافتند و از پس او عبیدہ رض اسلام آورد۔

ترجمہ۔ اور زید بن حارثہ کے بعد ابوبکر رض مسلمان ہوئے۔ ان کا نام عبد اللہ اور لقب
عتیق اور کنیت ابوبکر رض ہے اور بیٹے ابو قحافہ کے ہیں جن کا نام عثمان ہے۔ ان کا نسب یوں
ہے۔ عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی۔ ابوبکر رض علم انساب
خوب جانتے تھے اور ان کا نسب بھی محفوظ تھا۔ اور بعض قریش سے ان کی نہایت محبت تھی
چند اشخاص کو انہوں نے خفیہ طور پر دعوت اسلام دی اور پیغمبر صلعم کے پاس لائے۔ آپ نے ان پر
اسلام پیش کیا۔ سب سے پہلے جو ترغیب ابوبکر رض سے مسلمان ہوئے عثمان بن عفان
بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی
تھے۔ دوسرے شخص زبیر بن عوام بن خویلد بن عبد العزی بن قصی تھے۔ یہ زبیر حضرت خدیجہ علیہا
السلام کے بھتیجے تھے۔ تیسرے شخص عبد الرحمن رض بن عوف بن عبد عوف بن عبد الحارث
بن زہرہ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی تھے۔ چوتھے سعد بن ابی وقاص ان کا نام مالک تھا۔
وہ بیٹے اہیب بن عبد مناف بن زہرہ بن مرہ بن کعب بن لوی ہیں۔ اور پانچویں طلحہ بن
عبید اللہ بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی ہیں۔ یہ سب لوگ

ابوبکرؓ کے دوستوں میں سے تھے اور انہی کی رہنمائی سے یہ سب مسلمان ہوئے بعد ابوبکرؓ کے بعد عبیدہؓ اسلام لائے۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکرؓ بڑے پایہ کے شخص تھے اور برگزیدہ خاندان قریش سے تھے پہلے ہی سے ان کے نام (عبداللہ) میں توحید کی جھلک موجود تھی علم الانساب کی خاص مہارت رکھتے تھے اور محفوظ النسب تھے۔ ان کا لقب بھی عتیق و نجیب تھا۔ قریش میں بڑے ذی رسوخ تھے۔ آپ کے اسلام لانے سے اسلام کو خاص مدد حاصل ہوئی چنانچہ ان کے طفیل بڑے بڑے اکابر قوم قریش اسلام میں داخل ہوئے۔ کیا ایک شخص جو اسلام لاتے ہی اشاعت اسلام میں مصروف ہوگیا اور جس نے اکابر قوم کو حلقہ بگوش اسلام کیا اور اپنی زندگی خدمت اسلام میں بسر کی حضور سرور عالم کی تعلیم و تربیت کامل کے بعد پھر منافق ہو سکتا ہے۔ کَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ۔

ہفتم: تفسیر مجمع البیان طبرسی (شیعہ کی معتبر تفسیر ہے) تفسیر آیت الذی جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۔

ترجمہ: اور جو شخص آیا ساتھ صدق کے اور جس نے تصدیق کی اس کی وہی لوگ متقی ہیں کی تفسیر میں لکھا ہے۔ قِيْلَ الَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَصَدَّقَ بِهٖ اَبُوْبَكْرٍ ط ترجمہ: جو شخص آیا ساتھ صدق کے وہ رسول خدا ہیں اور جس نے تصدیق کی ان کی اس سے مراد ابوبکرؓ ہیں۔

ہشتم: کتاب معرفۃ اخبار الرجال مصنفہ شیخ جلیل ابو عمرو محمد بن عمر بن عبدالعزیز رجال کشی مطبوعہ بمبئی صفحہ ۳ میں یہ حدیث بروایت بریدہ اسلمی درج ہے۔ قال سَمِعْتُ اَبَا دَاوٗدَ يَقُوْلُ حَدَّثَنِيْ بُرَيْدَةُ الْاَسْلَمِيُّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ الْجَنَّةَ مُشْتَاقٌ اِلٰى ثَلٰثَةٍ فَجَاءَ اَبُوْبَكْرٍ فَقَالَ اَنْتَ الصِّدِّيْقُ اَنْتَ ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ فَسَئَلْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ عَنْ هٰؤُلَاءِ الثَّلٰثَةِ ۔

ترجمہ: ابوداؤد کہتے ہیں۔ بریدہ اسلمی نے مجھے بتایا کہ میں نے رسول خدا صلعم سے سنا فرمایا۔ بہشت تین شخص کا مشتاق ہے۔ اتنے میں ابوبکر آ گئے تو حضور نے فرمایا تو صدیق ہے تو دوسرے دو تھے جو غائب تھے۔ راوی کہتا ہے کاش ہم حضور سے پوچھتے کہ وہ تین کون ہیں؟

نہم: حجۃ حجری میں بروایت امیر المومنین یہ حدیث درج ہے۔

كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ عَلَى جَبَلِ حِرَاءَ فَتَحَرَّكَ الْجَبَلُ فَقَالَ لَهُ قِرَّ فَإِنَّهُ لَيْسَ عَلَيْكَ إِلَّا نَبِيٌّ وَصِدِّيقٌ وَشَهِيدٌ۔

ترجمہ: حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ ہم پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ جبل حرا پر تھے کہ پہاڑ نے جنبش کی تو حضور نے فرمایا کہ ٹھہر جا کیونکہ تجھ پر ایک نبی دوسرا صدیق تیسرا شہید بیٹھے ہیں۔

کیا اس روایت کے بعد بھی شیعوں کو حضرت ابوبکر کی صدیقیت میں کچھ شک و شبہ باقی رہے گا یہیں ضد کا کیا علاج؟

دہم: نہج البلاغت میں جو شیعوں کی مستند کتاب ہے جس میں جناب امیر علیہ السلام کے خطبات اور تقاریر درج ہیں لکھا ہے۔

لِلّٰهِ بِلَادُ فُلَانٍ فَلَقَدْ قَوَّمَ الْأَوَدَ وَدَاوَى الْعَمَدَ وَأَقَامَ السُّنَّةَ وَخَلَّفَ الْبِدْعَةَ ذَهَبَ نَقِيَّ الثَّوْبِ قَلِيلَ الْعَيْبِ أَصَابَ خَيْرَهَا وَسَبَقَ شَرَّهَا أَدَّى إِلَى اللّٰهِ طَاعَتَهُ وَاتَّقَاهُ بِحَقِّهِ رَحَلَ وَتَرَكَهُمْ فِي طُرُقٍ مُتَشَعِّبَةٍ لَا يَهْتَدِي فِيهِ الضَّالُّ وَلَا يَسْتَيْقِنُ الْمُهْتَدِي۔

نہج البلاغت مطبوعہ بیروت جلد اول صفحہ ۲۵۔ ترجمہ: خدا فلاں شخص پر رحمت کرے کہ کجی کو سیدھا کیا بیماری جہالت کا علاج کیا سنت رسول کو قائم کیا۔ بدعت کو پیچھے ڈالا۔ دنیا سے پاک دامن اور کم عیب ہو کر گزر گیا خوبی کو پایا اور شر و فساد سے پہلے چل دیا۔ خدا کی بندگی کا حق ادا کیا۔ اور تقویٰ جیسے کہ چاہیے اختیار کیا۔ فوت ہو گیا اور لوگوں کو پیچ در پیچ راستوں میں چھوڑ گیا۔ کہ گمراہ کو راستہ نہیں ملتا اور راہ پانے والا

یقین نہیں کرتا۔ شارحین نہج البلاغت نے لفظ فلاں سے ابوبکرؓ و عمرؓ مراد لیا ہے
دیکھو اس خطبہ میں علی مرتضیٰ، صدیق اکبرؓ کی کیسی تعریف کرتے ہیں اور خیر میں
کہتے ہیں کہ ہمارا عہد خلافت ایسا پرشور ہے کہ ہدایت یافتہ بھی گمراہ ہو جاتے ہیں۔

یارو نشعہ: تزویج فاطمہؓ کی تحریک ابوبکرؓ نے کی۔ جلاء العیون اردو
جلد اول ص۱۱۶ میں درج ہے۔

روایت کی ہے کہ ایک دن ابوبکرؓ و عمرؓ و سعد بن معاذ مسجد حضرت
رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں آ بیٹھے اور آپس میں مزاوجت جناب فاطمہؓ کا ذکر کرتے
تھے۔ ابوبکرؓ نے کہا اشراف قریش نے فاطمہؓ کی خواستگاری حضرت سے کی اور
حضرت نے ان کو جواب دیا کہ ان کا اختیار پروردگار کو ہے اور حضرت علیؓ بن ابی
طالب نے اس بارہ میں حضرت سے کچھ نہیں کہا اور نہ کسی نے ان کی طرف سے کہا۔
اور میں گمان یہی ہے کہ سوائے تنگدستی کے اور انہیں کچھ منع
اور جو کچھ ہم جانتے ہیں وہ یہ ہے کہ خدا اور رسولؐ خدا نے فاطمہؓ کو بیشک علیؓ کے لئے
رکھا ہے۔ پس ابوبکرؓ، عمرؓ اور سعد بن معاذ نے کہا۔ اٹھو علیؓ کے پاس چلیں اور
ان سے کہیں کہ فاطمہؓ کی خواستگاری کریں۔ اگر تنگدستی انہیں مانع ہے تو ہم اس
بات میں ان کی مدد کریں گے۔ سعد بن معاذؓ نے کہا بہت درست ہے۔ یہ کہہ کر
اٹھے اور جناب امیر کے گھر گئے۔ جب جناب امیر کی خدمت میں پہنچے۔ حضرت نے فرمایا
کس لئے آئے ہو؟ ابوبکرؓ نے کہا۔ اے ابوالحسنؓ! کوئی فضیلت فضیلت ہائے
نیک سے نہیں ہے مگر یہ کہ تم اور لوگوں پر اس فضیلت میں سابق ہو۔ تمہارے اور
حضرت رسولؐ کے درمیان جو رابطہ بہ سبب یگانگی و مصاحبت دینی و نصرت
یاری اور قرابت ہے معلوم ہے۔ اور معلوم ہے جمیع قریش نے فاطمہؓ کی خواستگاری
کی مگر حضرت نے قبول نہیں کی اور جواب دیا کہ ان کی نسبت پروردگار کو ہے۔ پس تم کیا

۱؎ شارح نہج البلاغت علامہ کمال الدین ابن میثم بحرانی نے لفظ فلاں سے حضرت ابوبکر صدیقؓ
مراد ہونے کو ترجیح دی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں واقول اراد به ابابکر و نسبه من روات عمرؓ مثله بمسئله

کیا جنابِ فاطمہؓ کی خواستگاری سے۔ نعم ہے۔ ؟ تم کو گمان یہ ہے کہ خدا اور رسولؐ
نے فاطمہؓ کو تمہارے واسطے رکھا ہے۔ باقی اور لوگوں سے منع کیا ہے۔ امیرؑ نے ابوبکرؓ
سے جب سنا آنسو چشمہائے مبارک سے جاری ہوئے اور فرمایا میرا غم اور اندوہ تم
نے تازہ کیا اور جو آرزو میرے دل میں پنہاں تھی اس کو تم نے تیز کر دیا۔ کون ایسا ہوگا جو
فاطمہؓ کی خواستگاری نہ چاہتا ہو ولیکن بسبب تنگدستی اس امر کے اظہار سے شرم
آتی ہے پس ان لوگوں نے جس طرح ہو حضرت کو راضی کیا کہ جناب رسولؐ خدا کے
پاس جا کر فاطمہؓ کی خواستگاری کریں۔ جناب امیرؑ نے پانی لانے کا اونٹ کھولا اور گھر میں لا کر
باندھا۔ الخ۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکرؓ کس قدر خیر خواہ امیر علیہ السلام
کی مطلوب تھی کہ اس مبارک رشتہ (تزویج فاطمہؓ) کی تحریک کی اور ہر طرح سے اس
معاملہ میں جناب امیر علیہ السلام کی امداد پر آمادگی ظاہر کی۔ جیسے جناب امیرؑ نے اپنی مفلسی
کا عذر پیش کیا تو ان مردان خدا نے ان کو ڈھارس بندھائی اور سامان مہیا کرنے میں بخیر ہوئے۔
کیا دشمن بھی کسی کی ایسی خیر خواہی کیا کرتے ہیں؟ اگر شیعہ غور کریں تو اس مبارک رشتہ
(تزویج فاطمہؓ) کا سہرا بھی ابوبکرؓ کے سر بندھتا ہے جنہوں نے اس سلسلہ میں تحریک کی

دوازدہم: جہیز فاطمہؓ ابوبکرؓ نے خریدا۔

تزویج فاطمہؓ کی ابتدائی تحریک ہی حضرت ابوبکرؓ نے نہیں کی بلکہ آخری رسوم
خرید جہیز وغیرہ بھی ابوبکرؓ کے ہی ہاتھوں سے انجام پذیر ہوا۔ چنانچہ جلاء العیون اردو
ص ۱۴۳ پر مذکور ہے۔

جناب امیرؑ نے فرمایا حضرت رسولؐ نے مجھے ارشاد کیا یا علی اٹھو اور اپنی زرہ
بیچ ڈالو پس میں گیا اور زرہ فروخت کر کے اس کی قیمت حضرت کی خدمت میں لایا اور روپے
حضرت کے دامن میں رکھ دیئے۔ حضرت نے مجھ سے پوچھا کتنے روپے ہیں؟ اور میں نے
کچھ نہ کہا۔ پس ان میں سے ایک مٹھی روپیہ لیا اور بلالؓ کو بلا کر ارشاد فرمایا فاطمہ کے لئے
عطر و خوشبوئے بیت ... اس کے بعد دو مٹھیاں لے کر ابوبکرؓ کو دیں اور فرمایا بازار

جا کر کپڑا وغیرہ وغیرہ جو کچھ اثاث البیت درکار ہے لے آؤ۔ پس عمار بن یاسر اور ایک
جماعت صحابہ کو ابو بکرؓ کے پیچھے بھیجا۔ اور سب بازار میں پہنچے جب ان میں سے ہر ایک
شخص جو چیز لیتا تھا ابو بکرؓ کے مشورہ سے خرید کرتا اور دکھا لیتا تھا پس پیراہن سات درہم کو ایک مقنعہ چار درہم
کو اور ایک چادر سیاہ خیبری اور ایک پلنگ کہ دونوں بازو اس کے لیف خرما سے جڑے ہوئے تھے اور
دو توشک جامہ ہائے مصری کہ ایک لیف خرما سے اور دوسری کو پشم گوسفند سے
بھرا تھا اور چار تکیے پوست طائف کے ان کو گیاہ اذخر سے بھرا تھا۔ اور ایک پردہ
پشم اور بوریا اور چکی اور بادیہ مسی اور ایک ظرف پوست پانی پینے کا اور کاسہ چوبیں
دودھ کے لیے اور ایک مشک پانی کے لیے اور ایک آفتابہ قیر اندود اور ایک سبوی
سبز اور کوزہ ہائے سفالین خرید کیے۔ جب یہ اسباب خرید چکے بعض اسباب
ابو بکرؓ نے اور سب صحابہؓ نے بھی اسباب مذکورہ اٹھایا اور حضرت رسولؐ کی خدمت
میں لائے حضرت ہر ایک چیز کو دست مبارک میں اٹھا کر ملاحظہ فرماتے اور کہتے تھے۔
خداوندا میرے اہلبیت پر مبارک کر (صفحہ ۲۲) اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ مرتضیٰ کی
دوستی کے علاوہ حضرت رسول پاکؐ کو بھی ابو بکرؓ پر اس قدر بھروسہ و اعتماد تھا کہ جہیز
فاطمہؓ کی خرید پر بھی وہی مامور ہوئے اور سب اسباب ان کے مشورہ سے خریدا
گیا۔ دشمنوں کو بھی ایسے مبارک کام کے لیے منتخب کیا جاتا ہے؟

سیزدھم۔ صدیق اکبرؓ کی حضورؐ سے آخری باتیں۔

جلاء العیون اردو صفحہ ... میں ہے ثعلبی نے روایت کی ہے کہ جس وقت
مرض حضرت رسول کریمؐ پر مستولی ہوا۔ اس وقت ابو بکرؓ آئے اور کہا یا حضرت
آپ کس وقت انتقال کریں گے؟ حضرتؐ نے فرمایا میری اجل تو حاضر ہے۔ ابو بکرؓ
نے کہا آپ کی بازگشت کہاں ہے۔ حضرت نے فرمایا طرف سدرۃ المنتہی و
جنت الماوی و رفیق اعلیٰ و عیش گوارا۔ اور شربت قرب حق تعالیٰ میری
بازگشت ہے۔ ابو بکرؓ نے کہا آپ کو غسل کون دے گا؟ حضرتؐ نے فرمایا
جو میرے اہلبیت سے ہے۔ مجھ سے بہت قریب ہے۔ ابو بکرؓ نے پوچھا کس چیز میں

اب میں پندرہ شہادت کتب شیعہ سے لکھ کر حضرات شیعہ کو دوازدہ ائمہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ اس قدر روشن شہادت دربارہ تعریف اعتراف فضیلت و صدیقیت حضرت ابوبکرؓ دیکھ کر بھی تم لوگ ضد سے باز نہ آؤ گے؟ ہاں مگر جن لوگوں کے دلوں پر شقاوت کی مہر لگ چکی ہے ان کو کون ہدایت کرے۔

وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ○

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

۱۔ حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کے متعلق ملا باقر مجلسی شیعی نے بحار الانوار جلد ۸ کتاب الفتن والمحن میں مسعود عیاشی سے یوں روایت کی ہے۔ وَفِی الْعَیَاشِیِّ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قَالَ اَللّٰھُمَّ اَعِزَّ الْاِسْلَامَ بِعُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ اَوْ بِاَبِیْ جَھْلِ بْنِ ھِشَامٍ ○

ترجمہ: مسعود عیاشی امام باقر علیہ السلام سے روایت کرتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے دعا فرمائی اے خدا! اسلام کو عمر بن خطاب یا ابوجہل بن ہشام کے اسلام لانے سے عزت بخش۔ سو حضورؐ کی دعا مستجاب ہوئی۔ حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کی کیفیت صاحب حملہ حیدری یوں لکھتا ہے۔

نظم

چناں بد کہ بوجہل زاں سرزنش — بکینہ فزوں شد عداوت منش

کہ جز قتل پیغمبر ذوالجلال — نبودش دگر ہیچ فکر و خیال

یکے روز بگفت با اشقیا — کہ آرد کسے گر سر مصطفیٰ

ہزار اشتر از خود بہ بخشم بدو — دو کوہان سیہ دیدہ و سرخ مو

ز دیبائے مصری و برد یمن — دگر سیم و زر بخشش چند من

عمر چوں شنید ایں سخن گفتنش — بجنبید عرق طمع در تنش

بگفت ار بسوگند گر می خوری — کہ از گفتہ خویش برنگذری

من از روئے خدمت رسانم بجا — [illegible] بہ بیعت سر مصطفیٰ

گرفت از ابوجهل آن قسم — پس آنگه ز زود بر زمین قدم

پس آن کار چون رفت بیرون عمر — یکی گفت با او نداری خبر

که همشیره‌ات نیز با جفت خویش — گرفت است دین محمد به پیش

برآشفت ابوحفص زین گفتگو — بگفتا بریزم کنون خون او

سوی خانهٔ خواهر خویش رفت — چو آمد به نزدیک‌تر پیش رفت

چو آمد به پیش در و ایستاد — صدایی شنید و بدان گوش داد

شنید آنکه می‌خواند مرد نکو — کلامی که نشنیده بد آن گوش شاد

عمر زود در خواهرش باز کرد — چو آمد درون شور آغاز کرد

درافتاد با جفت خواهر بجنگ — گرفتش ز حلق بیفشرد تنگ

گلویش به تنگی فشرد آن‌چنان — که نزدیک شد تا شود قبض جان

بیامد دوان خواهرش نوحه‌گر — بگفتش چه خواهی ز ما ای عمر

اگر ساز گردی ز ما در ملول — نمودیم دین محمد قبول

کنون گر کشی سر بداریم پیش — ولی برنگردیم ز دین خویش

چو بشنید زین حکایت عمر — بدانست کو برنگردد دگر

بگفتش چه خواندی تو از مصطفی — [illegible]

بگفتا کلام خدای حبیب — که آورد با حضرت جبرئیل

شنیدیم و گردیده بر یقین — که هست آن کلام جهان آفرین

عمر گفت زان قول معجز نشان — اگر یاد داری بخوان بر [illegible]

بود خواهرش آیه چند خواند — عمر گوش چون کرد حیران بماند

دلش زان شنیدن بسی نرم شد — به پیدائی اسلام سرگرم شد

از آن پس بگفتند با هم روان — بنزد رسول خدای جهان

به وقت سرای پیمبر شدند — چو در بسته دیدند حلقه بر در زدند

یکی آمد و دید از پشت در — که استاده با تیغ بر در عمر

کر جان نکلنے لگی۔

ہمشیرہ چیونٹی ہوئی دوڑ کر آئی اور کہا کہ لے عمرؓ ہم سے کیا جانتا ہے خواہ تو خوش ہو یا ناخوش ہم نے تو دینِ محمدی قبول کر لیا ہے۔ اب چاہے ہمیں جان سے مار ڈالو ہم یہ سچا دین نہیں چھوڑیں گے۔ جب حضرت عمرؓ نے ہمشیرہ سے یہ بات سنی معلوم ہوا اب یہ پھرنے کے نہیں کہا تم نے محمد سے کیا کچھ دیکھا ہے کہ اس کے دین پر معتقد ہوئے۔ ہمشیرہ نے کہا خدا کا یہ رسالہ ہے جو حضرت جبرائیل حضورؐ کے پاس لائے ہیں۔ ہم نے یہ کلام سنا۔
اور ہمیں یقین ہوا ہے کہ بیشک خدا کا فرمان ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ وہ کلام مجھے سناؤ اگر کچھ یاد ہو تو بے خطر پڑھو۔ ہمشیرہ نے چند آیتیں پڑھیں جن کو سنکر حضرت عمر حیران ہوئے۔ حضرت یہ آیات سنکر [illegible] ہو گئے اور اسلام کی محبت میں سرگرم ہوئے ازاں بعد سب مل کر حضور سرور عالمؐ کی خدمت میں چل پڑے۔ حضورؐ کے در دولت پر حاضر ہوئے۔ دروازہ بند دیکھ کر کھڑے ہوئے اور سلام کیا۔ اندر سے دروازہ کی پشت سے دیکھا کہ حضرت عمرؓ تلوار لئے کھڑے ہیں نبی کریمؐ کے پاس جا کر حال بتایا۔ اصحاب رسولؐ اس بات سے متعجب ہوئے۔ پس رسولؐ کے چچا امیر حمزہ نے فرمایا کچھ ڈر نہیں دروازہ کھول دو اگر صدق ارادت سے آیا ہے تو مبارک اور اگر دل میں کچھ اور خیال ہے۔ اسی تلوار سے جو کمر میں باندھے ہے عمر کا سر قلم کر دوں گا۔ جب دروازہ کھولا حضرت عمرؓ معذرت کرتے ہوئے قدمبوس ہوئے۔ حضورؐ حضرت عمرؓ سے بغلگیر ہوئے اور ان کو عزت سے بٹھایا تمام اصحاب نے مبارکباد کہی اور حضرت عمرؓ کے اسلام لینے سے دین کو تقویت حاصل ہوئی۔ اس کے بعد اصحاب نے کہا کہ اب تو حضور کی خدمت میں عرض کریں کہ اب حرم شریف میں ہم علانیہ نماز باجماعت گزاریں جب یہ بات حضورؐ کے گوش گزار ہوئی حضورؐ نے منظور فرمایا۔
روایات بالا سے حسب ذیل امور ظاہر ہوتے ہیں جو حضرت عمرؓ کی فضیلت کا نمایاں ثبوت ہے؛

(۱) آپ کا اسلام لانا حضور سرور کائناتؐ کی مستجاب دعا کا نتیجہ ہے اور ناممکن ہے جس سینہ میں نور اسلام حبیب کبریا کی خاص توجہ و دعا سے داخل ہوا ہو پھر اس میں ظلمت کفر و نفاق داخل ہو سکے

(۲) اسلام عمرؓ کسی دنیوی لالچ یا طمع سے نہیں بلکہ صداقت اسلام دیکھنے اور کلام الٰہی کی قوت اعجاز کے خاص تاثیر ہونے کے سبب سے ہوا تھا۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ اتنی مدت صحبت رسولؐ کرنے اور تعلیم و تربیت پانے کے بعد پھر تاریکی ضلالت و کفر عود کر آئے۔

(۳) حضرت عمرؓ کے اسلام کا خیر مقدم رسول پاکؐ اور اصحاب رسولؐ نے گرمجوشی سے کیا اور حضور علیہ السلام نے تکبیر ہو کر جو برکات پہنچائیں اور اعزاز بخشا یہ حضرت عمرؓ کا ہی خاص حصہ تھا۔

(۴) یہ حضرت عمرؓ کے جلال و جبروت کا نتیجہ تھا کہ آپ کے اسلام لاتے ہی شوکت اسلام دوبالا ہو گئی۔ اور بجائے مخفی عبادت کے خدا کے گھر کعبۃ اللہ میں پہنچ گئے۔ نماز باجماعت پڑھی گئی اور کفار نابکار کو حضرت عمرؓ کی تیغ آبدار کے سامنے آنے کی جرأت نہ ہو سکی۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

جس روز آپ داخل دین مبین ہوئے	کعبہ میں جمع بہر نماز اہل دین ہوئے
آہستہ سے اذان جو کہی خشمگیں ہوئے	فرمایا کہ مشرف دین ہم نہیں ہوئے

نام خدا و نام نبیؐ لو پکار کر
اب تم کو کس کا ڈر ہے اذاں دو پکار کر

(۲) شیعہ کی معتبر کتاب تاریخ ناسخ التواریخ ص۲۱۶ میں اسلام عمرؓ کے متعلق یوں لکھا ہے۔ "عرض کرد یا رسول اللہ از بہر آں آمدہ ام کہ کیش مسلمانی گیرم۔ و کلمہ توحید بر زبان راند پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم از اسلام عمرؓ چناں شاد شد کہ بہ بانگ بلند تکبیر گفت و تکبیر آں حضرتؐ را اصحابؓ شنیدند و ہمہ بیک بار تکبیر گفتند و باستقبال عمرؓ بیرون آمدند۔ در آنوقت عمرؓ گفت یا رسول اللہؐ کافراں لات و عزیٰ را آشکارا پرستش میکنند چرا باید خدائے را پنہاں پرستش کرد پس آہنگ کعبہ کردند۔"

ترجمہ:۔ عمرؓ نے عرض کی حضور! میں اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ مذہب اسلام قبول کروں یہ کہہ کر کلمہ توحید پڑھا۔ آنحضرتؐ حضرت عمرؓ کے اسلام لانے سے ایسے خوش ہوئے کہ بلند آواز سے تکبیر کہی۔ آپ کی تکبیر اصحاب نے سنی اور سب نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور حضرت عمرؓ کے استقبال کو باہر نکلے۔ اس وقت حضرت عمرؓ نے عرض کی حضورؐ! کافر تو لات و عزیٰ کی پرستش ظاہر ہو کر کریں۔ ہم خدا کے لئے تو اس کی عبادت کیوں چھپ کر کریں؟ پھر انہوں نے کعبہ چلنے کا ارادہ کر لیا۔

گا۔ حضرت عمرؓ نے یہ عربی شعر پڑھے۔ کیا وجہ ہے کہ میں تم کو یہاں کھڑا ہوا دیکھتا
ہوں۔ بوڑھوں جوانوں اور بچوں کو بھی۔ بتحقیق خدا نے ہمارے لیے ایک امام مبعوث
کیا ہے جس کا اسم گرامی محمدؐ ہے جس نے سچا دین ہمارے لئے جاری کیا ہے۔ وہ بتوں کو
توڑ دیں گے اور ہم ان سے اپنے ماموؤں اور چچاؤں کو دور ہٹا دیں گے۔ پس کافر غضب
ناک ہوئے اور انہوں نے حضرت عمرؓ کے قتل کا ارادہ کیا۔ حضرت عمرؓ نے [illegible] سے
مقابلہ کرکے ان کو کعبہ سے دور ہٹا دیا۔ اور رسولِ خداؐ نے مسلمانوں کے ساتھ کعبہ میں دو رکعت
نماز ادا کی اور پھر گھر واپس چلے گئے۔ حضرت عمرؓ کے اسلام کو بزرگوں نے دوسری طرح
بیان کیا ہے۔ مگر صحیح یہی روایت ہے۔ حضرت عمرؓ اسلام لانے کے بعد ابوجہل کے گھر گئے
دروازہ کھٹکھٹایا۔ ابوجہل نے دروازہ کھولا اور آؤ بھگت کرکے کہا کہ آپ نے مجھے کیسے
یاد کیا اور کس طرح تشریف لائے ہو؟ آپ نے کہا کہ تجھے بتانے آیا ہوں کہ میں خدا اور اس کے
رسولؐ پر ایمان لے آیا ہوں۔ ابوجہل کو بہت غصہ آیا اور دروازہ بند کر لیا اور کہنے لگا خدا
تمہارا [illegible] اور جو خبر لائے ہو اس کو بھی برا کرے۔

اب غور طلب یہ ہے کہ اسلام لاتے ہی حضرت عمرؓ کی حسن عقیدت کا یہ
حال ہو گیا تھا کہ دین حق کے پاس کی کفار سے دور ہو گئے۔ اور ان کو للکار کر کہا کہ اگر ذرہ برابر
بھی رسول پاکؐ کی شان والا میں بے ادبی سے پیش آؤ گے تو میری تلوار ہے اور تمہارا سر پھر
کس بہادری سے ابوجہل جیسے [illegible] دشمن دین کے گھر تن تنہا جا کر اپنے اسلام کو ظاہر کیا۔
ایسی جرات کوئی شخص کر سکتا ہے؟ پھر حضور علیہ السلام جب کہ خود دین کے آخری نبی
معلوم ہوتے، اسلام عمرؓ پر اس قدر خوشی کیوں مناتے۔ اگر معلوم تھا کہ بالآخر اس نے اسلام سے
پھر جانا ہے۔ اور میرے اہلبیت کو تکلیف پہنچانی ہے۔ [illegible]

أَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَشِيدٌ

٣۔ نہج البلاغہ میں ہے۔

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَدْ شَاوَرَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فِي الْخُرُوجِ إِلَى غَزْوِ
الرُّومِ بِنَفْسِهِ: وَقَدْ تَوَكَّلَ اللّٰهُ لِأَهْلِ هٰذَا الدِّينِ بِإِعْزَازِ الْحَوْزَةِ
وَسَتْرِ الْعَوْرَةِ، وَالَّذِي نَصَرَهُمْ وَهُمْ قَلِيلٌ لَا يَنْتَصِرُونَ

وَهُمْ قَلِيلٌ لَا يَمْتَنِعُونَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ اِنَّكَ مَتَى تَسِرْ اِلَى هٰذَا الْعَدُوِّ بِنَفْسِكَ فَتَلْقَهُمْ فَتُنْكَبْ لَا تَكُنْ لِلْمُسْلِمِيْنَ كَانِفَةٌ دُوْنَ اَقْصٰى بِلَادِهِمْ لَيْسَ بَعْدَكَ مَرْجِعٌ يَرْجِعُوْنَ اِلَيْهِ فَابْعَثْ اِلَيْهِمْ رَجُلًا مِحْرَبًا وَاحْفِزْ مَعَهُ اَهْلَ الْبَلَاءِ وَالنَّصِيْحَةِ فَاِنْ اَظْهَرَ اللّٰهُ فَذَاكَ مَا تُحِبُّ وَاِنْ تَكُنِ الْاُخْرٰى كُنْتَ رِدْءًا لِلنَّاسِ وَمَثَابَةً لِلْمُسْلِمِيْنَ۔

ترجمہ: جب خلیفہ ثانی عمرؓ نے بذات خود جہاد کی بابت حضرت علیؓ سے مشورہ لیا تو آپ نے فرمایا۔ اور اسلام کو غلبہ دشمن سے بچانے اور مسلمانوں کی ستر پوشی رکھنے کا خدا ہی کفیل ہے وہ ایسا خدا ہے جس نے انہیں اس وقت فتح دی ہے جب ان کی تعداد نہایت تھوڑی تھی اور کسی طرح فتح نہیں پا سکتے تھے۔ انہیں اس وقت مغلوب ہونے سے روکا جب یہ کسی طرح روکے نہیں جا سکتے تھے اور وہ خداوند عالم حی لایموت ہے۔ اب اگر تو خود دشمن کی طرف کوچ کرے اور تکلیف اٹھائے تو یہ سمجھ لے کہ پھر مسلمانوں کو ان کے انتہائے بلاد تک پناہ نہ ملے گی اور تیرے بعد کوئی ایسا مرجع نہ ہوگا جس کی طرف وہ رجوع کریں۔ لہذا تو دشمنوں کی طرف اس شخص کو بھیج جو کار آزمودہ ہو۔ اس کے تحت ان لوگوں کو روانہ کر جو جنگ کی سختیوں کے متحمل ہوں اور اپنے سردار کی نصیحت کو قبول کریں۔ اب اگر خدا غلبہ نصیب کرے گا تب تو وہ چیز ہے جسے تو دوست رکھتا ہے اور اگر اس کے خلاف ظہور میں آیا تو ان لوگوں کا مددگار اور مسلمانوں کا مرجع تو موجود ہے۔ (نیرنگ فصاحت ص)

ہم نے جناب امیر علیہ السلام کے عربی کلام کا ترجمہ شیعوں کی کتاب نیرنگ فصاحت سے لیا ہے تاکہ ان کو یہ عذر نہ ہو کہ ترجمہ میں کچھ دست اندازی کی گئی ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ کے اس کلام سے حسب ذیل امور ثابت ہوتے ہیں۔

(۱) حضرت عمرؓ کو حضرت علی مرتضیٰ پر پورا اعتماد و بھروسہ تھا اور باہمی کمال اتحاد تھا کہ ہر ایک معاملہ میں ان سے مشورہ لیا جاتا تھا ورنہ یہ مسلم ہے کہ کوئی شخص

اپنے دشمن سے ایسے اہم معاملہ میں ہرگز مشورہ نہیں دیا کرتا،

(۲) حضرت علی المرتضیٰ حضرت عمرؓ کو مسلمانوں کا ملجا و ماویٰ سمجھتے تھے۔ اور ان کو کچھ صدمہ پہنچنا صدمۂ اسلام تصور فرماتے تھے۔ اسی وجہ سے آپ نے حضرت عمرؓ کو یہ مشورہ نہ دیا کہ اس مہم میں بذات خود معرکہ کارزار میں جائیں۔ اگر خدانخواستہ باہمی عداوت ہوتی اور حضرت عمرؓ کے خیرخواہ نہ ہوتے تو یہ مشورہ کیوں دیتے کہ آپ لڑائی میں نہ جائیں تاکہ کوئی صدمہ نہ پہنچ جائے۔ بلکہ ان کی تو یہ خواہش چاہیے تھی کہ یہ خود وہاں جائیں تاکہ وہاں کام تمام ہو اور آپ کے لیے جگہ خالی ہو۔ غرض جناب امیرؓ کا یہ مشورہ دینا کہ آپ میدان جنگ میں نہ جائیں بلکہ کسی آزمودہ کار جرنیل کو بھیج دیں، اس کا بین ثبوت ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ حضرت عمرؓ کے صادق الوداد دوست تھے۔

(۳) حضرت علی المرتضیٰ حضرت عمرؓ کی کامیابی کو کامیابی اسلام تصور کرتے تھے کہ ان کو تسلی دی کہ ایزد متعال تمہارا اور مسلمانوں کا خود حافظ و ناصر ہے۔ جب مسلمان تھوڑے تھے اس وقت بھی ان کی حفاظت فرمائی۔ اور اب تو خدا کے فضل سے مسلمانوں کی تعداد کثیر ہے۔ پھر اس کی تائید و نصرت پر کیوں بھروسہ نہ کیا جائے۔ جناب امیر علیہ السلام کے کلام سے لوگوں کی اس گھڑت کی بھی تردید ہوتی ہے۔ کہ مسلمان بعد وفات رسولؐ صرف تین چار ہی رہ گئے تھے۔ ایسا ہوتا تو آپ یوں فرماتے کہ پہلے مسلمانوں کی تعداد کثیر تھی۔ اب گنتی کے چند آدمی مسلمان رہ گئے ہیں۔ ان کو اس مہم پر بھیجو تو فتح ہوگی ورنہ شکست۔

(۴) نہج البلاغت ص۱۹۷ میں دوسرا خطبہ جناب امیر علیہ السلام۔

وَمِنْ كَلَامِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَقَدِ اسْتَشَارَهٗ فِي غَزْوَةِ الْفُرْسِ بِنَفْسِهٖ اِنَّ هٰذَا الْاَمْرَ لَمْ يَكُنْ نَصْرُهٗ وَلَا خِذْلَانُهٗ بِكَثْرَةٍ وَلَا بِقِلَّةٍ وَهُوَ دِيْنُ اللّٰهِ الَّذِيْ اَظْهَرَهٗ وَجُنْدُهُ الَّذِيْ اَعَدَّهٗ وَاَمَدَّهٗ حَتّٰى بَلَغَ مَا بَلَغَ وَطَلَعَ حَيْثُ مَا طَلَعَ وَنَحْنُ عَلٰى مَوْعُوْدٍ مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ مُنْجِزٌ وَعْدَهٗ وَنَاصِرٌ جُنْدَهٗ وَمَكَانُ الْقَيِّمِ بِالْاَمْرِ مَكَانُ النِّظَامِ مِنَ الْخَرَزِ يَجْمَعُهٗ وَيَضُمُّهٗ فَاِذَا انْقَطَعَ النِّظَامُ تَفَرَّقَ الْخَرَزُ

وَذَهَبَ ثُمَّ لَمْ يَجْتَمِعْ بِحَذَافِيرِهِ أَبَداً وَالْعَرَبُ الْيَوْمَ وَإِنْ
كَانُوا قَلِيلاً فَهُمْ كَثِيرُونَ بِالْإِسْلاَمِ وَعَزِيزُونَ بِالْاجْتِمَاعِ فَكُنْ قُطْباً
وَاسْتَدِرِ الرَّحَى بِالْعَرَبِ وَأَصْلِهِمْ دُونَكَ نَارَ الْحَرْبِ فَإِنَّكَ إِنْ شَخَصْتَ
مِنْ هٰذِهِ الْأَرْضِ انْتَقَضَتْ عَلَيْكَ الْعَرَبُ مِنْ أَطْرَافِهَا وَأَقْطَارِهَا حَتّٰى
يَكُونَ مَا تَدَعُ وَرَاءَكَ مِنَ الْعَوْرَاتِ أَهَمَّ إِلَيْكَ مِمَّا بَيْنَ يَدَيْكَ
إِنَّ الْأَعَاجِمَ إِنْ يَنْظُرُوا إِلَيْكَ غَداً يَقُولُوا هٰذَا أَصْلُ الْعَرَبِ فَإِذَا
اقْتَطَعْتُمُوهُ اسْتَرَحْتُمْ فَيَكُونُ ذٰلِكَ أَشَدَّ لِكَلَبِهِمْ عَلَيْكَ وَطَمَعِهِمْ
فِيكَ وَأَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنْ مَسِيرِ الْقَوْمِ إِلَى قِتَالِ الْمُسْلِمِينَ فَإِنَّ اللهَ
سُبْحَانَهُ هُوَ أَكْرَهُ لِمَسِيرِهِمْ مِنْكَ وَهُوَ أَقْدَرُ عَلَى تَغْيِيرِ مَا يَكْرَهُ
وَأَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنْ عَدَدِهِمْ فَإِنَّا لَمْ نَكُنْ نُقَاتِلُ فِيمَا مَضَى بِالْكَثْرَةِ
إِنَّمَا نُقَاتِلُ بِالنَّصْرِ وَالْمَعُونَةِ

ترجمہ: جب حضرت عمرؓ نے غزوۂ فارس میں بذات خود جانا چاہا اور امیر علیہ السلام
سے مشورہ لیا تو آپ نے فرمایا: دین اسلام کا غالب آنا اور مغلوب ہونا کچھ سپاہ کی کثرت
وقلت پر موقوف نہیں ہے۔ یہ اسلام اس خدا کا دین ہے۔ جس نے اس کو تمام ادیان
و مذاہب پر غالب کیا ہے اور لشکر اسلام اس خدا کی فوج ہے۔ جس نے اس کی ہر جگہ نصرت
و تائید کی اور اسے ایک بلند مرتبہ پر پہنچا دیا۔ ان کا آفتاب وہاں سے طلوع ہوا جہاں سے
طلوع ہونا تھا۔ ہم لوگ اس وعدۂ خداوندی پر کامل یقین کے ساتھ راسخ القدم ہیں جو
اس نے غلبۂ اسلام کے بارے میں فرمایا۔ بیشک وہ اپنے وعدوں کا وفا کرنے والا ہے وہ
اپنی سپاہ کا مددگار ہے۔ دین اسلام کے پیشوا مختار کار (خلیفہ) کا مرتبہ رشتہ مروارید
کی مثل ہے۔ جو موتیوں کے دانوں کو ایک نظام میں منسلک رکھتا ہے۔ اگر رشتہ ٹوٹ
جائے تو تمام دانے متفرق ہو کر بکھر جاتے ہیں۔ پھر اجتماع کامل مشکل ہے۔ آج کے
روز اہل عرب اگرچہ قلیل ہیں لیکن شوکت اسلام انہیں کثیر ظاہر کر رہی ہے۔ یہ اپنے اتفاق
واجتماع کی وجہ سے یقیناً دشمن پر غالب ہونگے۔ تم ان کے لیے قطب آسیا ہو۔ اور آسیا کے

جنگ کو گروہ عرب کے ساتھ گردش دیتے رہو اور اپنے سوائے کسی دوسرے شخص کے تحت
تاکہ آتش جنگ کو برافروختہ کرو۔ کیونکہ اگر تم مدینے سے باہر چلے گئے تو عرب کے تمام قبائل
اطراف و اکناف سے یک لخت ٹوٹ پڑیں گے۔ اس وقت پیچھے رہنے والی مستورات کی حفاظت
تمہارے لئے اس سے زیادہ مقدم ہو جائے گی جو تمہارے سامنے جنگ موجود ہے۔ دوم یہ کہ
اہل ایران تجھے دیکھیں گے تو کہیں گے بس یہی ان عربوں کا سردار ہے۔ اگر اس کا کام تمام
کر دو تو پھر تمہیں ہر طرح سے آرام ہے بے شک یہ قول تمہاری ذات پر نہایت حریص ہوں
گے اور تمہاری گرفتاری کی از حد طمع کریں گے۔ اور یہ جو تم نے کہا ہے کہ ایرانی فوج مسلمانوں پر
چڑھائی کر رہی ہے۔ سو پروردگار عالم ان کی اس حرکت کو تم سے زیادہ مکروہ سمجھتا ہے
اور وہ بے شک جس امر سے کراہت رکھتا ہے اس کی تغییر پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ اور یہ بات
کہ ان کی تعداد زیادہ ہے۔ سو یہ خیال نہ کرو کہ گروہ عرب نے عہد پیغمبر خدا سے اب تک
کبھی دشمن کے ساتھ کثیر تعداد لشکر سے جنگ نہیں کی۔ بلکہ ہمیشہ خدا کی مدد و نصرت
معونت ہمارے شامل حال رہی ہے۔ اور اب صرف اسی کی نصرت و امداد کے بھروسہ
پر کفار سے قتل و قتال کرتے رہے ہیں۔ (زیر خطب فن حرب صفحہ ۲۰)

جناب امیر علیہ السلام کے اس فصیح و بلیغ خطبے میں جو قیمتی مشورہ ہے آفتاب نیمروز
کی طرح روشن ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ خلیفہ دوم حضرت عمرؓ کے سچے دوست تھے
دونوں کو ایک دوسرے پر کس قدر اعتماد اور بھروسہ تھا۔ آپ ہی نے غزوہ نہاوند کی طرح جب
امیر المومنین فاروق اعظمؓ نے اسد اللہ الغالب سے مشورہ طلب کیا تو آپ نے کمال
خیر خواہی سے ان کو یہی مشورہ دیا کہ آپ بذات خود معرکہ کارزار میں تشریف نہ لے جائیں
ایسا نہ ہو کہ ایرانی آپ کو لشکر اسلام کا قائد اعظم سمجھ کر یکبارگی ٹوٹ پڑیں اور آپ کو
نقصان پہنچانے کی سعی کریں۔ اگر خدانخواستہ باہمی دشمنی ہوتی تو حضرت علی کو خوب
موقع ہاتھ آگیا تھا یہی صلاح دیتے کہ تم خود لڑائی پر جاؤ۔ تاکہ تم ہلاک ہو جاؤ
اور خلافت کی گدی ہمارے لئے خالی ہو۔ آپ کا یہ فرمانا کہ مکان القیم بالامر مکان النظام من
الخرز الخ صاحب اختیار خلیفہ کی مثال رشتہ مروارید کی سی ہے۔ رشتہ ٹوٹ جائے

نہج البلاغہ صفحہ ... مطبوعہ مصر

اور جب وہ مسجد میں داخل ہوئی تو مسجد اس کی روشنی سے چمکنے لگی حضرت عمرؓ نے
اس کی طرف دیکھا تو اس نے کہا یہ "فیروج باذا ہرمز" حضرت عمرؓ نے کہا کیا یہ مجھے گالی
دیتی ہے؟ اور اس کو سزا دینے کا ارادہ کیا تو امیر المومنین علیہ السلام نے کہا کہ یہ آپ کو
نہ چاہیے۔ آپ اس کو اختیار دیجئے کہ جس مسلمان کو چاہے پسند کرے۔ اور اس کو اس کے
حصہ میں سمجھ لیجئے۔ تو حضرت عمرؓ نے اس کو اختیار دے دیا۔ اس نے جا کر حضرت امام
حسین علیہ السلام کے سر پر ہاتھ رکھ دیا۔ امیر المومنین نے پوچھا "تمہارا نام کیا ہے؟" اس
نے کہا "جہاں شاہ" امیر المومنین نے فرمایا نہیں! بلکہ شہر بانو۔ حضرت امام حسین علیہ السلام
سے فرمایا اے ابو عبداللہ! اس سے تمہارا ایک فرزند پیدا ہوگا جو تمام روئے زمین کے
لوگوں سے بہتر ہوگا" چنانچہ زین العابدین پیدا ہوئے۔

اس حدیث سے حسب ذیل امور ثابت ہوتے ہیں۔

(۱) حضرت علیؓ اور امام حسینؓ حضرت عمرؓ کی بارگاہ خلافت میں ہمیشہ باریاب
رہتے تھے اور مال غنیمت میں جو فتوحات عمرؓ سے حاصل ہوتا تھا برابر حصہ لیتے تھے۔

(۲) حضرت عمرؓ کو حضرت علیؓ اور آپ کے شہزادہ امام حسینؑ سے اسقدر محبت
تھی کہ آپ نے شاہی خاندان کی ایک پری جمال خاتون شہزادی شہر بانو حضرت
امام حسینؑ کو بخشدی جو تمام سادات کی جدۂ علیا ہے۔

(۳) جناب امیر علیہ السلام حضرت عمرؓ کی خلافت کو جائز خلافت اور آپ کو برحق خلیفہ
سمجھتے تھے۔ اسی لئے یہ عطیہ قبول کیا۔ ورنہ ایک کافر یا فاسق کی فتوحات کا مال غنیمت
ایک متقی متورع مسلمان کو اپنی ذات و اولاد کے لئے لینا ہرگز جائز نہیں ہے۔

سادات پر حضرت عمرؓ کا بھاری احسان

شیعہ سادات اگر احسان فراموش نہ ہوں تو حضرت عمرؓ کے بارے میں منت
سے وہ قیامت تک سبکدوش نہیں ہو سکتے۔ اگر حضرت عمرؓ بکمال ایثار حضرت
شہر بانو حضرت امام حسینؑ کو نہ بخشدیتے تو زین العابدین کا وجود مسعود ظہور پذیر ہوتا؟

نہ اس کی پشت سے سادات ہی پیدا ہوتے۔ یہ بھی معلوم ہو کہ معاذ اللہ اگر حضرت عمرؓ مسلمان نہ تھے۔ تو ان کا بخشا ہوا مال غنیمت نہ حضرت علیؓ نہ حضرت امام حسینؓ کو لینا حلال ہوتا تو پھر حضرت شہر بانو کا نکاح بھی جائز نہ ہو سکتا تھا اس لئے اس اولاد کے جو اماہ شیعہ سادات ہیں کہ جب ماں ذاتی نذر یہ کی صحیح نہیں تو اولاد کیسے رشید ہو سکتی ہے غرض ہمارے شیعہ بھائی سوچیں کہ یہ برا عقیدہ حضرت عمرؓ کو کافر و منافق سمجھنا کیا کچھ خرابیاں پیدا کرتا ہے بھائیو سوچو اور خوب غور کرو!

ایک اور بات

پھر قابل غور بات یہ ہے کہ حضرت شہر بانو شہزادی کی بخشش بجائے خود بھی ایک بڑی ایثار کی بات تھی کہ اپنی اولاد پر حضرت امام حسینؓ کو ترجیح دے کر شہزادی شہر بانو ان کو نکاح کر دی گئی۔ ورنہ اگر ان کی دلی منشاء نہ ہوتی۔ تو شہزادی کا امام حسینؓ کو پسند کرنا امیر علیہ السلام کی سفارش کیا اثر ہو سکتا تھا۔ شیعہ کہتے ہیں کہ شیخین نے باوجود مشکلات اور خاتون کی منت خوشامد کے باغ فدک ان کو نہ دیا تو شہر بانو کا گرانقدر عطیہ کیسے مل سکتا تھا۔ علاوہ ازیں شہزادی جس وقت قید ہو کر آئیں تو وہ بیش قیمت شاہانہ پوشاک اور گراں بہا زیورات پہنے ہوئے تھیں۔ ان کے زیورات میں اس قدر جواہرات جڑے ہوئے تھے کہ جن کی قیمت سے فدک جیسے کئی باغ خریدے جا سکتے تھے۔ جو شہر بانو معہ لباس فاخرہ زرنگار و زیورات وجواہرات حضرت امام حسینؓ کے حوالے کر دی گئیں۔ اگر حضرت عمرؓ کو بزعم شیعہ اہلبیت سے عداوت ہوتی تو وہ ہرگز ایسا نہ کرتے۔ غرض حضرت شہر بانو کا عطیہ تمام ہنگامہ عن شیعہ کا ایک مکمل جواب ہے جس کا کوئی جواب الجواب نہیں ہو سکتا۔ شیعہ سخت احسان فراموش اور ناشکر گذار ہیں کہ باوجود اس قدر احسانات کے پھر ان کی شکایت کرتے ہیں۔ خدا ان کو ہدایت کرے۔

(۶) حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۲۰۳ میں ہے۔

خاصہ و عامہ روایت کردہ اند کہ
در جنگ احزاب آنحضرت صلعم خندق
را درمیان صحابہ بہ قسمت فرمودہ کہ ہر چہل
ذرع را دہ نفر حفر نمایند پس در حصہ
سلمان و حذیفہ زمین بسنگے رسید کہ کلنگ
در آں اثر نمی کرد چون سلمان بخدمت
آنحضرت عرض کرد از مسجد احزاب
زیر آمد و کلنگ را از ایشاں گرفت و سہ
مرتبہ برقے ساطع می شد کہ مدینہ روشن
می شد و اللہ اکبر می گفت و صحابہ اللہ اکبر
می گفتند پس فرمود کہ برق اول قصر یمن
را دیدم و خدا آں را بمن داد۔ دوم قصر
ہائے شام را دیدم و ملک بادشاہان عجم
بمن داد پس خدا فرمود۔ لِيُظْهِرَهٗ
عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ

ترجمہ: خاص و عام نے روایت کی ہے کہ
جنگ احزاب میں حضور علیہ السلام نے خندق
کی کھدائی کا کام صحابہ کرام میں اس طرح
تقسیم کیا کہ دس دس اشخاص چالیس چالیس
گز کی کھدائی کریں۔ جو زمین حضرت سلمان
اور حذیفہ کے درمیان تقسیم ہوئی تھی اس میں ایک
پتھر آگیا۔ انہوں نے حضور علیہ السلام کی
خدمت میں عرض کیا تو حضور مسجد احزاب
سے اترے اور ان سے تیشہ لے کر تین
دفعہ پتھر پر رسید کیا۔ ہر مرتبہ پتھر کا تیسرا حصہ
ٹوٹ گیا۔ اور ہر دفعہ کی ضرب سے پتھر سے روشنی
نکلی جس سے جہان روشن ہو گیا۔ حضور
علیہ السلام نے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے
بھی تکبیر کہی۔ حضور نے فرمایا پہلی روشنی
میں میں نے یمن کے محلات دیکھے اور خدا نے
وہ ملک مجھے دیدیا۔ دوسرے میں شام کے محلات نظر آئے وہ ملک بھی خدا نے مجھے عطا فرمایا
تیسرے میں مدائن کے چوبارے دکھائی دیے اور خدا نے بادشاہان عجم کی سلطنت مجھے بخش
دی۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ خدا اس دین کو غالب کرے گا چاہے کفار برا مانیں۔

یہی واقعہ فروع کافی جلد دوم صفحہ میں بروایت حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام
درج ہے۔ اور صاحب حملہ حیدری نے بھی اس کو نظم میں لکھا ہے۔

نظم فارسی

بر آں زانوی ضعف سالار دیں   ستد تیشہ از دست انصار دیں

دکھائے گئے۔ دوسری ضرب سے محلات روم تیسری میں یمن نمودار ہوئے اس کا سبب جبرائیل نے یہ بتایا کہ میرے بعد میرے تابعداران جو اس دین کے اعوان و انصار ہونگے ان ملک کو فتح کریں گے اور میری طرح ان میں حکمرانی کریں گے۔ اس بشارت پر آپ نے ہر دفعہ شکریہ کے طور پر تکبیر پڑھی پس مسلمانوں نے جب بشارت سنی۔ سب نے غلغلۂ تکبیر بلند کیا۔

پس اب ہم شیعہ حضرات سے دریافت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کی یہ پیشگوئی کس کے عہد میں پوری ہوئی۔ یہ بات مسلّم ہے کہ روم، یمن، مدائن حضرت عمرؓ کے عہد میں فتح ہوگئے۔ قیصر و کسریٰ کے تخت آپ ہی نے الٹ دیئے اور ایوان کسریٰ میں جہاں تخت نوشیروان بچھا تھا۔ مسلمانوں نے اذان دیکر نماز جمعہ ادا کی۔ پھر اگر معاذ اللہ حسب زعم شیعہ حضرت عمرؓ منافق یا کافر تھے تو حضور علیہ السلام نے ان کے فتوحات کی خوشی کیوں کی؟ ان کو دین حق کا اعوان و انصار کیوں فرمایا؟ اور ان کی فتوحات کو اپنی طرف منسوب کیوں کیا؟ اس سے روز روشن کی طرح واضح ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا جائز جانشین تصور فرماتے تھے۔ تب ہی تو ان کی فتح کو اپنی فتح فرمایا۔ اور دین متین کے سچے مددگار انصار کا لقب عطا فرمایا کہ ؎

بریں مملکت ہا مسلط شوند ۔۔۔۔ بہ آئین من اہل آں جگہ دہند

یعنی دین حق کے پاسبان وہ اعوان میرے جانشین ان ممالک پر مسلط ہونگے اور میری طرح حکمرانی کریں گے۔ ان کی فتح میری فتح ہوگی اور ان کی حکومت میری حکومت ہوگی کیا شیعہ صاحبان میں کوئی صاحب بصیرت ہے جو اپنی کتابوں کی یہ شہادت دیکھ کر خیال کرے کہ جن پاک ہستیوں کی تم شکایت کرتے ہو۔ رسول پاک کے بعد انہوں نے کیسی مدد کی اور کیسے بازی جبروت سلاطین کو حلقہ بگوش اسلام بنایا اور دنیا کی تاریکی ظلمت کفر کو مٹا کر انھوں نے نور اسلام پھیلایا۔

مولانا شبلی نے الفاروق حصہ دوم میں یورپین مورخین کی رائے کے موافق فتوحات فاروقی کی وسعت اور اس کے حدود اربعہ کی یوں تشریح کی ہے کہ۔

؛ حضرت عمرؓ کے مقبوضہ ممالک کا کل رقبہ ۲۲۵۱۰۳۰ میل مربع یعنی مکہ معظمہ سے

سے شمال کی جانب ۳۶۰، مشرق کی جانب ۱۰۲۷، جنوب کی جانب ۴۸۳ میل تھا مغرب کی جانب چونکہ صرف جدّہ تک حد حکومت تھی۔ اس لئے وہ قابل ذکر نہیں۔

اس میں شام، مصر، عراق، جزیرہ خوزستان، عراق عجم، آذربائیجان فارس کرمان، خراسان، جس میں بلوچستان کا کچھ حصہ آجاتا ہے۔ شامل تھا۔ یہ تمام فتوحات خاص حضرت عمرؓ کی فتوحات ہیں اور اس کی تمام مدت دس برس سے کچھ ہی زیادہ ہے،

سچ تو یہ ہے کہ دنیائے اسلام حضرت عمرؓ کی ذات اقدس پر جس قدر فخر کرے بجا ہے۔ آپ نے اپنے عہد خلافت میں ایسی مشکلات کو حل کیا جو انسانی طاقت سے بالاتر ہے۔ ایک ہزار چھتیس بلاد و امصار (بڑے بڑے شہر) جس میں کفار کی حکومت اور تبدل کی خدائی مانی جاتی تھی۔ فتح کرکے ان کو دار السلام بنایا اور باشندگان کو کلمہ توحید پڑھایا۔ چار ہزار جامع مسجد تعمیر کیں۔ ہزار ولایت خانے گرائے اور آتشکدے سرد کئے۔ حق یہ ہے کہ آنجناب کی کوشش اور علو ہمت نے مشرق سے مغرب تک اور جنوب سے شمال تک آفتاب عالمتاب کی طرح نور ایمان پھیلایا اور صحرائے ضلالت میں مشعل ہدایت جلا کر تاریکی کفر کو مٹا دیا۔ آپ کی صولت فاروقی نے لشکر قیصر و کسریٰ کو ہزیمت دی اور عجم و عراق سے بیشمار مال غنیمت حاصل کیا۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔ ؎

کی ہے خدمت آپ نے کس دھوم دھام سے — ایران سے خراج لیا اور شام سے
شوکت بھی فخر کرتی ہے حضرت کے نام سے — گر شبہ ہے تو پوچھ یہ سر خاص و عام سے
طہران اور عراق میں سکہ بٹھا دیا — گردوں کا نام ملک عجم سے مٹا دیا

(۷) حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۴۲۹ میں ہے۔

ابن شہر آشوب وغیرہ روایت کردہ اند کہ روزے آنحضرت نظر کرد بسوئے ذراعہائے سراقہ بن مالک کہ باریک و پر مو بود پس فرمود چگونہ خواہد بود حال تو

ابن شہر آشوب وغیرہ نے روایت کی کہ ایک روز آنحضرتؐ نے سراقہ بن مالک کے بازوؤں کو دیکھا جو بہت پتلے اور بالوں سے بھرے ہوئے تھے اور فرمایا۔ سراقہ! تمہاری

کہ دست رنجہائے بادشاہ عجم را در
دست خود کردہ باشی پس چوں در زمن
عمرؓ فتح مدائن کردند عمرؓ سراقہ را طلبید
و دست رنجہائے بادشاہ عجم را در دست
او کرد۔

اس روز کیا حالت ہوگی جب شاہ عجم کے
کنگن تمہارے ہاتھ میں ہونگے؟ پھر جب
حضرت عمرؓ کے زمانہ میں مدائن فتح ہو
تو آپ نے سراقہ کو طلب کیا اور شاہ عجم کے
کنگن اس کے ہاتھ میں پہنا دیئے۔

اس روایت کو بغور دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام کو قیامت تک کے
واقعات کا علم غیب[1] حق تعالیٰ نے بخشا ہوا تھا۔ جبھی تو حضور صحابہؓ حضرت عمرؓ کی نوبت
کو دیکھ دیکھ کر ایسی خوشی ہوتی تھی کہ مسلمانوں کو نئے نئے ترقی کی بشارت سنا کر
حضرت عمرؓ کی جلالت قدر اور عظمت پر متنبہ فرماتے تھے۔ بعد اگر حضرت عمرؓ بقول شیعہ

---

[1] علم سے مراد علم اجمالی ہے نہ تفصیلی چنانچہ مصنف آفتاب ہدایت مرحوم نے بھی دوسری
جگہ ص[illegible] پر اس کی تصریح فرما دی ہے کہ یہ مسئلہ بھی مسلم ہے کہ علم ما کان و ما یکون خاصہ ذات باری
تعالیٰ ہے۔ نیز جناب مولف نے ص۱۹۴ پر تصریح فرمائی ہے کہ کسی مخلوق کے لئے علم ما کان و ما یکون
کا اعتقاد رکھنا اس کو شان ربوبیت تک پہنچا دیتا ہے۔
مسئلہ کی تحقیق کے لئے حضرات علماء محققین کی تصانیف کا مطالعہ ضروری ہے اور
اکابر صوفیہ کے ارشادات سے بھی یہی مستفاد ہوتا ہے۔ چنانچہ قطب ربانی جامع کمالات صوری
و معنوی عارف باللہ حضرت شاہ غلام علی شاہ صاحب نقشبندی مجددی قدس سرہ خلیفہ اعظم
حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید قدس سرہم کے ملفوظات میں ہے: بعد ازاں در مجلس ذکر بعثت
آں سرور علیہ السلام [illegible] بود آں حضرت ایشاں فرمودند کہ جمیع کمالات ظاہری موقوف بزمانہ
خاص و بہ شخص خاص بود چنانچہ فرمودہ اند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اعطیت بمفاتیح کنوز ارض
و اما آنکہ در زمان آنحضرت فتح کنوز میسر نشدہ بود در زمان خلفاء اکثر مقامات فتح شدند و اکثر بعد
[illegible] بدست سلاطین [illegible] فتح کردہ اند چنانچہ محمود غزنوی ہندوستان فتح کرد ظہور ایں کمال موقوف
برین بود و در جناب آں سرور علیہ الصلوٰۃ [illegible] بالا اکبر را جمیع علوم چہ علم توحید وجودی و چہ کہ [illegible]
[illegible] خاص سنت محمدی میسر بود۔ لیکن تفصیل علم توحید وجودی بر وجود محی الدین عربی رحمۃ اللہ علیہ

وَأَخْبَرَهُ وَسَأَلَهُ أَنْ يَجْعَلَ الْأَمْرَ إِلَيْهِ فَجَعَلَهُ إِلَيْهِ
علیؓ کے پاس آئے اور کہا اس معاملہ کا مجھے اختیار دے دو۔ حضرت علیؓ نے ان کو اجازت دیدی اور نکاح ہوگیا۔"

ان روایات میں اس امر کو تسلیم کیا گیا ہے کہ حضرت ام کلثوم کا نکاح حضرت عمرؓ سے
ہوا لیکن پہلی روایت میں نہایت مکروہ لفظ "فرج" استعمال کرکے کہا گیا ہے کہ ام کلثوم جبراً
چھین لی گئی تھی۔ دوسری روایت میں بتایا گیا ہے کہ حضرت علیؓ نکاح دینے پر اس لئے مجبور
ہوگئے کہ ان کو دھمکی دی گئی کہ تمہارے عزاز چھین لئے جائیں گے۔ نیز تمہیں سرقہ کا الزام لگا کر
قطع ید کی سزا دیجائے گی۔ سو اہل بصیرت سمجھ سکتے ہیں کہ یہ کبھی ہو سکتا ہے کہ شجاعت
مآب فاتح خیبر حیدر کرار سے ان کی صغیرۃ السن لڑکی جبراً چھین لیجائے۔ یا ان کو ڈرا دھمکا
کر نکاح دینے پر مجبور کر دیا جائے۔ ایسا تو کوئی کم حیثیت کمین شخص جو بالکل بھنگی بھی نہیں کرے گا
کہ جیتے جی ڈر کر اپنی کمسن لڑکی دوسرے کے حوالے کر دے یا خوف سزا بدنی ایک غیر مستحق
شخص کو بلا رضامندی خود نکاح دیدے۔ ایسے موقع پر انسان سزا بدنی تو کیا جان دیدینا گوارا کر لیتا
ہے۔ لیکن یہ ذلت کبھی گوارا نہیں کرتا کہ کوئی غیر شخص اس کی دوشیزہ کمسن لڑکی جبراً چھین لے۔ ہر
دانشمند شخص قیاس کر سکتا ہے کہ کوئی باغیرت بہادر شخص اس قسم کی ذلت کبھی قبول
کر سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ یہ تمام باتیں یار لوگوں کی من گھڑت ہیں۔ جو اصلیت کو چھپانے کے
لئے وضع کی گئی ہیں۔ لیکن حق چھپانے سے چھپ نہیں سکتا۔

کتاب تزویج ام کلثوم میں ایک دوسری حدیث درج ہے۔[1]

---

[1] قاضی نور اللہ شوستری نے بھی اپنی کتاب مجالس المومنین مطبوعہ ایران صفحہ ۷۶ میں ام کلثوم کی عبارت
لکھی ہے۔ نیز اسی کتاب کے صفحہ ۹۲ میں ہے کہ ام کلثوم حضرت عمر کی وفات کے بعد محمد بن جعفر کے نکاح میں آئیں
نیز اسی کتاب کے صفحہ ۸۸ میں یہ عبارت درج ہے۔ "دیگر آنکہ دختر عثمان داد و ولی نعمت بعمر فرستاد" نیز اس
کتاب کے صفحہ ۸۲ میں لکھا ہے۔ "دیگر آنکہ چوں آنحضرت دختر خود را بعمر ابن الخطاب داد۔ گفت لا سیما
آنکہ اہل بیت [illegible] در بعض حضرت امیر کردہ [illegible] الغرض کاتب [illegible]

كتب علي بن أسباط إلى أبي جعفر عليه السلام في أمر بناته وأنه لا يجد أحداً مثله فكتب إليه أبو جعفر عليه السلام فهمت ما ذكرت من أمر بناتك وأنك لا تجد أحداً مثلك ولا تنظر في ذلك رحمك الله فإن رسول الله صلى الله عليه وآله قال إذا جاءكم من ترضون خلقه ودينه فزوجوه إلا تفعلوه تكن فتنة في الأرض وفساد كبير (فروع کافی جلد ۲ ص ۱۳)

علی بن اسباط نے امام محمد باقر رح کو اپنی لڑکیوں کے بارے میں لکھا اور کہا کہ مجھ جیسا کوئی شخص نہیں مل سکتا تو آپ نے فرمایا میں نے تیرا مطلب سمجھا ہے کہ تجھے اپنے رتبہ کا داماد نہیں مل سکتا مگر تم اس بات کی فکر مت کرو رسول اللہ نے فرمایا کہ جب تمہارے پاس ایسا شخص ناطہ مانگنے آجائے جس کے اخلاق اور دینداری کو تم پسند کرتے ہو تو اسے ناطہ دے دو، ورنہ زمین میں فتنہ و فساد کا اندیشہ ہوگا۔

اس حدیث کو تزویج ام کلثوم میں درج کرنے سے مطلب صرف یہ ہے کہ حضرت علی رض بھی چونکہ حضرت عمر رض کے اخلاق اور دینداری کو پسند کرتے تھے اور ناطہ کے نہ دینے میں فتنہ و فساد کا اندیشہ تھا۔ اس لئے اپنی خوشی سے انہوں نے نکاح کر دیا۔

شیعہ کی دوسری چال

نکاح ام کلثوم کے متعلق جب شیعہ حضرات کو سخت گھبراہٹ پیدا ہوئی اور کچھ جواب نہیں بن سکا تو ایک دوسری چال یہ چلے ہیں کہ ام کلثوم کا نکاح تو حضرت عمر رض سے ہوا لیکن وہ ام کلثوم حضرت علی رض کی اپنی بیٹی نہ تھیں بلکہ بنت اسما بنت عمیس اور حضرت علی رض کی ربیبہ تھیں۔ سو احادیث بالا میں اس امر کی واضح تصریح ہے کہ وہ حضرت علی رض کی

سلہ شیعہ مذہب کی ایک اور مشہور کتاب حدائق [illegible] یوں لکھتے ہیں کہ منکوحہ عمر رض ام کلثوم بنت علی نہ تھیں بلکہ ان کی ہم شکل جنیہ [illegible] سحیقہ نجران سے [illegible] گئی تھیں اور حضرت عمر رض کے گھر بھیجی گئی تھیں جیسا کہ [illegible] متبحر شیعی [illegible] سید محمد باقر موسوی نے بحر الجواہر میں یوں لکھا ہے بطریق صحیح [illegible] زندگی گزشت [illegible] سحیقہ بنت جریرہ بود [illegible] ص ۳۴۹

اپنی دختر تھیں۔ اسی لیے اوّل فرج غُصِبنَاہُ کہا گیا ورنہ اسماء کی لڑکی کو چھین لی جاے
تو جناب امیر علیہ السلام اور ان کے اہلبیت کو کس طرح کی شکایت تھی۔ اور حضرت عمر رض
کو حضرت علی رض سے خواستگاری نکاح اور طرح طرح کی ترغیب و ترہیب کی کیا ضرورت
تھی۔ جب لڑکی نابالغہ تھی تو لڑکی کے ورثاء کی اجازت سے نکاح ہو سکتا تھا اور اس
میں کسی قسم کی کوئی دقت نہ تھی۔"

اس میں مطلق شک وشبہ نہیں ہے کہ حضرت ام کلثوم حضرت فاطمۃ الزہرا رض
کے بطن سے حضرت علی رض کی دختر تھیں اور نکاح حضرت علی المرتضیٰ رض نے بخوشی خود کر دیا۔
اس کے متعلق ہم شیعہ کی کتاب حدیث تہذیب الاحکام صفحہ ۳۸۰ سے دوسری حدیث
تحریر کرتے ہیں۔

عَنْ جَعْفَرٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ مَاتَتْ
أُمُّ كُلْثُومٍ بِنْتُ عَلِيٍّ وَابْنُهَا زَيْدُ
ابْنُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِي سَاعَةٍ
وَاحِدَةٍ۔

جعفر صادق اپنے والد ماجد سے روایت
کرتے ہیں کہ ام کلثوم بنت علی رض اور اس
کا بیٹا زید بن عمر بن خطاب رض ایک ہی وقت
فوت ہوئے۔

اس حدیث میں صاف بیان ہے کہ حضرت ام کلثوم جو حضرت کی زوجہ محترمہ
تھیں علی مرتضیٰ کی دختر تھیں اور ان کے شکم سے زید بن عمر بن خطاب پیدا ہوئے اور ماں
بیٹا دونوں ایک روز ہی فوت ہوئے تھے اب جو لوگ کہتے ہیں کہ ام کلثوم کا نکاح عمر
ابن الخطاب سے ہوا تھا وہ حضرت علی رض کی نہ تھیں اس حدیث سے ان کی تکذیب ہوتی
ہے۔

چون آں جنیہ بخدمت حضرت رسید فرمود بشکل ام کلثوم درآمد و بعد ازاں در خانہ عمر رض رفتہ ابی
شیعہ حضرات کی یہ گھڑت نہایت ہی عجیب ہے کہ ایک مدت مدید تک جب بیرنے کی خبر تک نہ
چھپائے رکھی۔ اور جنیہ ان کے گھر میں رہی اور عمر رض جنیہ کے ساتھ سے کیونکر پیدا ہوئے۔
کیونکہ وہ زید اور عمر رض نے فاطمہ اور قدرت جنس منع حق ہے۔ جب کہ ثابت مذکور ہے یہ تو کہ ہے
کہ حضرت عمر رض ہو کہ مدت مدید تک رہ سکے۔ اور یہ بات ذی ہوش کے سمجھ کی ہے تو سوچ سمجھ سے
کام لو۔

دوسری حدیث :- اس کی تائید میں ایک دوسری حدیث جو فروع کافی جلد ۲ صفحہ ۳۱۱/۳۱۱ میں ہے پیش کی جاتی ہے۔

عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ خَالِدٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنِ امْرَأَةٍ تُوُفِّيَ عَنْهَا زَوْجُهَا أَيْنَ تَعْتَدُّ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا أَوْ حَيْثُ شَاءَتْ ثُمَّ قَالَ إِنَّ عَلِيًّا صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِ لَمَّا مَاتَ عُمَرُ أَتَى أُمَّ كُلْثُومٍ فَأَخَذَ بِيَدِهَا فَانْطَلَقَ بِهَا إِلَى بَيْتِهِ [1]

سلیمان بن خالد سے روایت ہے کہ میں نے حضرت صادق سے پوچھا کہ جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے وہ عدت کہاں گذارے خاوند کے گھر میں یا جہاں اس کا جی چاہے۔؟ پھر کہا کہ جب عمرؓ فوت ہو گئے حضرت علیؓ ام کلثوم کے پاس آئے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گئے۔

اس حدیث سے اس امر کا فیصلہ ہو گیا کہ ام کلثوم زوجہ عمرؓ حضرت علیؓ کی بیٹی تھیں۔ کیونکہ جب حضرت عمرؓ فوت ہو گئے تو آپ جا کر ام کلثوم کو اپنے گھر لے آئے۔ اگر ام کلثومؓ آپ کی بیٹی نہ ہوتیں یا آپ کی رضامندی کے بغیر ان کا نکاح حضرت عمرؓ سے ہوا تو باہمی تعلقات بالکل منقطع ہو گئے ہوتے۔ پھر ان کو کیا پڑی تھی کہ وفات شوہر پر ان کو اپنے گھر لے آتے۔ علاوہ ازیں ایک برہان قاطع اس امر کی کہ ام کلثومؓ منکوحہ حضرت عمرؓ جناب امیرؓ کی دختر حضرت فاطمہؓ کے شکم سے تھیں یہ ہے کہ اصول کافی صفحہ ۱۴۳ مطبوعہ نولکشور میں ایک آسمانی وصیت کا ذکر ہے جس میں جناب امیر کو جن مکارہ پر صبر کرنے کا حکم دیا گیا ہے منجملہ ان کے ہتک حرمت بھی ہے جو غصب ام کلثوم بنت فاطمہؓ کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ ملا خلیل قزوینی نے صافی شرح اصول کافی جزو سوم صفحہ ۲۸۲ میں یوں لکھا ہے

"گفت امیر المومنین پس بغایت مضطرب شدم و تقیہ فکر کردم و فہمیدم آں سخن را از امین یعنی جبرئیل عیاں شدہ کہ مراد شکستن عہد نیست بلکہ مراد غصب دختر من است

[1] یہی حدیث تہذیب الاحکام مصنفہ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی (متوفی سنہ ۴۶۰ھ) مطبوعہ ایران کتاب العدد باب عدۃ النساء کے صفحہ ۲۳۸ میں بھی درج ہے۔

بزور خواہند گرفت اشارتست بغصب عمرؓ ام کلثوم بنت فاطمہ علیہا السلام را تاکہ
افتادم بر روئے خود الخ"۔ اس عبارت سے ظاہر ہے کہ جناب امیر علیہ السلام کو سنن کے
معطل ہو جانے۔ قرآن کے پارہ پارہ ہو جانے۔ کعبے کے گرا دینے۔ آپ کی ریش کو خون آلودہ
کر دینے سے اس قدر صدمہ نہ ہوا جیسا کہ غصب ام کلثوم کی خبر سنکر ہوا جس کی وجہ سے
آپ منہ کے بل گر پڑے۔ پھر اگر آپ کی حقیقی دختر نہ تھیں بلکہ بنت عمیس کی بیٹی تھیں
تو آپ کو اس سے غشی کی آجانے اور منہ کے بل گر پڑنے کی کیا وجہ تھی؟ فھل من مدکر

جب تحقیق بالا سے صاف ہو گیا کہ ام کلثوم بنت علیؓ کا نکاح حضرت عمرؓ
سے ان کی رضامندی سے ہوا تھا۔ وہ بنت علیؓ اپنے شوہر حضرت عمرؓ کے گھر ان کی زندگی
بھر آباد ہی رہیں۔ ایک بیٹا زید بھی وہاں پیدا ہوا تھا تو محبان علیؓ اگر واقعی امیر علیہ السلام
کے محب صادق ہیں تو پھر داماد علیؓ کو گالیاں دینا ان کو مناسب نہیں۔ کیا شیعہ صاحبان
غور کریں گے۔؟ ویسے تو شیعہ صاحبان کہا کرتے ہیں ؎

علیؓ کو ہیں محمدؐ سے تو بہتر مل نہیں سکتا　　مگر ان سے بہتر ڈھونڈ کر داماد کرتے ہیں

لیکن یہاں اس مقولہ کو بھول کر داماد علیؓ کو بجائے بہتر سمجھنے کے بدتر سمجھتے ہیں

یا للعجب

۱۰۔ یورپین مورخین کی شہادت

حضرت عمرؓ کے کمالات کے نہ صرف مسلمان ہی قائل ہیں۔ بلکہ مخالفین اسلام بھی
آپ کے محاسن کے بیان کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ الفضل ما شہدت بہ الاعداء

سر ولیم میور جیسا متعصب عیسائی بھی حضرت عمرؓ کا یوں مداح ہو رہا ہے۔

"حضرت عمرؓ انتقال کے وقت اتنی بڑی سلطنت کے شہنشاہ اور خلیفہ تھے جس
میں شام مصر اور فارس کے ملک شامل تھے تاہم ایسے تعجب خیز دولت اور اقبال کے
زمانہ میں ان کی قوت فیصلہ میں ہمیشہ دانائی اور سنجیدگی پائی جاتی تھی۔ انہوں نے بے
گزارہ میں معمولی سرداران عرب کے قناعت آمیز طریقہ سے کبھی تجاوز نہیں کیا۔ اگر کوئی
اجنبی دور کے ملک سے آتا تو بڑی مسجد کے صحن کے چاروں طرف دیکھ کر سوال کرتا

کہ خلیفہ کہاں ہے۔ بتایا گیا کہ وہ شہنشاہ اپنے معمولی لباس میں اس کے سامنے بیٹھا ہوتا تھا۔ سادہ مزاجی اور اداے فرض ان کے اصول تھے۔ بڑی ذمہ داری کے عہدہ کے فرائض ادا کرنے کے قابل تھے۔ عدل و انصاف اور پرہیزگاری مشہور اور ضرب المثل تھی۔ آپ امور خلافت کے انصرام میں ایسے خوف سے کام کرتے کہ اکثر اوقات پکار اٹھتے کہ کاش! میری ماں مجھے نہ جنتی۔ یا میں گھاس کا پودا ہوتا۔

جوانی میں آپ اکھڑ اور تند مزاج و صاحب انتقام مشہور تھے۔ وہ ہمیشہ اپنی تلوار کو نیام سے باہر نکالنے کو تیار رہتے۔ بدر کی لڑائی میں آپ ہی نے صلاح دی تھی کہ تمام قیدیوں کو قتل کر دیا جائے۔ مگر عمر رسیدگی اور تجربہ کاری نے آپ کی فطرت کو نرم کر دیا تھا۔ آپ کے عدل و انصاف کی قوت نہایت مضبوط تھی۔ حکام اور عمال کے تقرر میں آپ کا انتخاب طرفداری سے بالکل بری ہوتا تھا۔ آپ کی عادت تھی کہ آپ گلیوں اور کوچوں میں گشت کیا کرتے۔ تاکہ ملزموں کو موقع پر سزا دیں۔ یہ ایک کہاوت بن گئی تھی کہ عمر کا چابک دوسروں کی تلوار سے زیادہ خوفناک ہے۔ مگر باوجود ان سب باتوں کے آپ کا دل نہایت نرم تھا اور آپ کے رحم کی بے شمار مثالیں بیان کی جاتی ہیں جن میں آپ نے بیواؤں اور یتیموں کی دستگیری کی (کتاب سکسیز آف محمد مؤلفہ سر ولیم میور)

یہی ڈاکٹر موسیو لیبان پیرس کا مشہور اور مورخ اپنی کتاب سیولیزیشن آف دی عربس میں حضرت عمرؓ کے متعلق یوں رقمطراز ہے۔

حضرت عمرؓ بعوض اس کے کہ افواج اسلام کی بیش بہا غنیمتوں سے حصہ لیں محض ایک عبا کے مالک تھے۔ جس میں متعدد پیوند تھے اور آپ راتوں کو مساجد کی سیڑھیوں پر غربا کے ساتھ سویا کرتے تھے۔ جس وقت غسان کا نصرانی بادشاہ مسلمان ہو گیا تھا۔ حضرت عمرؓ سے ملنے کے لئے آیا۔ تو حسن اتفاق سے ایک عرب نے [illegible] دبا دیا۔ اس پر بادشاہ نے خفا ہو کر اسے مار خوب کی۔ اس پر حضرت عمرؓ نے یہ فیصلہ دیا کہ وہ عرب بادشاہ کو مارے۔ اس پر بادشاہ نے کہا اے امیر المومنین! یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک عامی بادشاہ کو ہاتھ لگائے۔ خلیفہ نے جواب دیا کہ اسلام کا قانون یہی ہے۔ اسلام میں درجہ کی عزت ہے۔ نہ دولت

کہ ہمارے پیغمبرؐ کی نظروں میں سب مسلمان برابر تھے۔ اور ان کے خلفاء کی نظروں میں بھی یہ مساوات قائم رہے گی"۔ "حضرت عمرؓ ہی کا زمانہ تھا جس میں اسلام کی بڑی بڑی فتوحات ہوئیں۔ آپ جس قدر عمدہ منتظم تھے۔ اسی قدر عمدہ سپہ سالار بھی۔ اور آپ کا انصاف ضرب المثل ہے۔ جس وقت آپ خلیفہ مقرر ہوئے تو یہ تقریر کی۔

"اے سامعین غور سے سنو۔ میری نظروں میں تم میں سے ضعیف شخص سب سے قوی ہے۔ بشرطیکہ وہ حق پر ہو"۔

فی الحقیقت مسلمانوں کی سلطنت کی ابتدا حضرت عمرؓ سے ہوئی۔ اور جس وقت عربوں کے غلبہ سے شہنشاہ ہرقل شام سے بھاگ کر قسطنطنیہ جا چھپا۔ تو اس کو معلوم ہوا کہ اب حکومت دوسرے کے ہاتھوں میں چلی گئی"۔

غیر مسلم مورخین کی ان شہادتوں سے عمرؓ کے شہنشاہ اعظم ہو کر زہد و تورع۔ انکسار و خشیت الٰہی انصاف پروری حق پسندی کا ثبوت ملتا ہے۔ پھر افسوس ہے کہ شیعہ مدعی اسلام کہتے ہوئے ایسی مایہ ناز ہستی پر زبان طعن دراز کریں۔ غرض حضرت عمرؓ کے کمالات کا استقصار مشکل ہے۔ مصنفین اسلام نے ان کی سوانح عمری میں ضخیم کتابیں لکھی ہیں۔ چونکہ روئے سخن صرف شیعہ حضرات سے ہے۔ اس لئے یہاں مشتے نمونہ از خروارے صرف شیعہ کی مستند اور مسلّم کتب سے اوپر کی شہادت لکھی گئی ہیں۔ وَتِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ خدا کرے کسی بھائی کی ہدایت کا باعث ہو۔ وَاللّٰهُ يَهْدِي مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ

اب ہم خلیفہ سوم کا ذکر کرتے ہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے فضائل کے متعلق حسب ذیل شہادتیں ہم شیعوں کی مستند کتب سے درج کرتے ہیں۔

پہلی شہادت: شیعوں کی صحیح ترین کتاب مصدقہ امام غائب علیہ السلام فروع کافی جلد ۳ کتاب روضہ صفحہ ۹۹ میں ہے۔

عن محمد بن علی الحلبی قال سمعت ابا عبد الله علیه السلام یقول اختلاف بنی العباس من المحتوم والنداء من المحتوم قلت وکیف النداء قال ینادی منادٍ من السماء اول النهار الا ان علیا وشیعته هم الفائزون قال وینادی منادٍ فی آخر النهار الا ان عثمان وشیعته هم الفائزون (فروع کافی جلد ۳ ص ۹۹)

محمد بن علی حلبی روایت کرتے ہیں کہ میں نے ابو عبداللہ سے سنا۔ آپ فرماتے تھے۔ بنی عباس کا اختلاف یقینی ہے اور ندا بھی یقینی ہے۔ میں نے کہا ندا کیسے ہو گی۔ فرمایا آسمان سے ایک پکارنے والا ابتدائے روز میں پکارے گا کہ خبردار علیؓ اور ان کے پیرو کامیاب ہیں۔ اور آخر دن میں پکارنے والا پکارتا ہے خبردار عثمانؓ اور ان کے پیرو کامیاب ہیں۔

اس حدیث میں جو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے صاف تصریح ہے کہ ہر روز دن کے اول و آخر میں غیب سے آواز آتی ہے۔ پہلے یہ کہ علیؓ اور ان کے متبعین کامیاب ہیں پھر اسی طرح دوسری آواز آتی ہے کہ عثمانؓ اور ان کے متبعین بھی کامیاب ہیں پھر اس تصریح کے بعد اگر شیعہ فضیلت عثمانؓ سے انکار کریں تو امام والا مقام کی تکذیب ہو گی۔

دوسری شہادت: ایسا ہی کتاب مذکور کے ص ۱۵۱ جلد ۳ میں درج ہے

فجلس سهیل بن عمرو عند رسول الله صلی الله علیه وسلم وحبس عثمان فی عسکر المشرکین وبایع رسول الله صلی الله علیه وسلم وضرب باحدی یدیه علی الاخری لعثمان وقال المسلمون طوبی لعثمان قد طاف بالبیت وسعی بین الصفا والمروة واحل قال رسول الله ما کان لیفعل فلما جاء عثمان قال له رسول الله اطفت بالبیت فقال ما کنت لاطوف

سہیل ابن عمرو سفیر مشرکین، رسول خدا کے پاس بیٹھا اور حضرت عثمانؓ سفیر رسولؐ مشرکین کے لشکر میں محبوس ہوئے رسول پاکؐ نے اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر مارا اور عثمانؓ کی غائبانہ بیعت کی۔ مسلمان کہنے لگے زہے نصیب عثمانؓ نے طواف کعبہ کیا۔ اور صفا مروہ کی سعی نصیب ہوئی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا عثمان ایسا نہیں کرے گا پھر جب عثمانؓ آئے تو حضور علیہ السلام نے دریافت

ہے۔ اور جو کچھ ہم نے سنا آپ نے بھی سنا ہے۔ جیسے ہم نے رسول خدا کی صحبت حاصل کی ہے۔ آپ نے بھی کی ہے۔ اور ابوبکرؓ و عمرؓ آپ سے زیادہ عمل حق کے مستحق نہ تھے آپ قرابت کی وجہ سے رسول علیہ السلام کے ان سے زیادہ قریب تھے۔ اور آپ داماد رسولؐ ہونے کی سبقت رکھتے ہیں جو ان دونوں کو حاصل نہیں ہے۔

اس خطبہ میں حضرت علی المرتضیٰؓ کمال صراحت سے اوصاف امیر المومنین عثمانؓ یوں بیان فرماتے ہیں۔

(۱) علم و معلومات میں ہم اور آپ برابر ہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے جو ہمیں آپ سے زیادہ معلوم ہو۔

(۲) اب کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ جسے ہم جانتے ہوں اور آپ کو اس کا علم نہ ہو۔

(۳) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور جو کچھ ہم نے دیکھا سنا۔ اس میں ہمیں اور تمہیں مساوات ہے۔ ابوبکرؓ کو کسی امر میں آپ پر ترجیح نہیں ہے۔

(۴) آپ کو حضور علیہ السلام سے دوسرے دونوں یاروں پر دو وجہ سے ترجیح ہے۔ ایک قرابت کی وجہ سے اور دوسرے داماد رسولؐ ہونے کے باعث۔

شیعہ صاحبان میں اگر کچھ بھی انصاف ہو۔ تو ان کی تسلی کے لئے جناب امیرؓ کا یہ خطبہ دربارہ فضیلت عثمانؓ کافی و وافی ہے۔ جب جناب امیرؓ حضرت عثمانؓ کو ہر کمال میں علمی ہو یا حسبی نسبی اپنے برابر سمجھتے ہیں۔ اور ان کی قرابت رسولؐ اور دامادی کا اعتراف کرتے ہیں تو پھر شیعہ حضرات کیا اس شہادت امیر علیہ السلام کی رد کر سکتے ہیں نہیں کر سکتے۔ یہ ایسی زبردست شہادت ہے۔ جس کے مقابلہ میں دشمنوں کی خرافات کی ذرہ بھر وقعت نہیں ہو سکتی۔ اگر حضرت عثمانؓ معاذ اللہ کافر و منافق ہوتے تو حضور علیہ السلام اپنی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے ان کو نکاح نہ کر دیتے۔

چوتھی شہادت۔ حضرت عثمانؓ کے داماد رسولؐ ہونے کا ثبوت

شیعہ کی مستند کتاب حیات القلوب، مصنفہ ملا باقر مجلسی جلد دوم ص۲۲۲ میں ہے۔

در قرب الاسناد بسند معتبر از حضرت صادقؑ روایت کردہ است کہ از برائے رسول خدا از خدیجہؓ متولد شدند طاہر و قاسم و فاطمہؓ و ام کلثومؓ و رقیہؓ و زینبؓ و فاطمہؓ

را بحضرت امیر المومنین تزویج نمود۔ و زینب را تزویج کرد با بی العاص بن ربیع کہ بنی امیہ بود و زینب رض
را و بہ عثمان رض بن عفان ام کلثوم رض را و پیش از آنکہ بخانہ آں برد او بر حمت الٰہی داخل شد
و بعد از و رقیہ رض را بد تزویج نمود۔

ترجمہ: قرب الاسناد میں معتبر سند کے ساتھ حضرت امام جعفر صادق سے مروی ہے
کہ رسول خدا کی اولاد جو حضرت خدیجہ رض کے شکم سے ہوئی۔ طاہر اور قاسم اور فاطمہ رض ام کلثوم
رقیہ رض، زینب رض تھیں۔ فاطمہ رض کا نکاح حضرت علی علیہ السلام سے کر دیا۔ اور زینب رض ابو العاص رض کو نکاح
کر دی۔ اور ام کلثوم رض کے ساتھ عثمان رض کا نکاح ہوا۔ ابھی وہ حضرت عثمان رض کے گھر نہ گئی تھیں کہ
فوت ہو گئیں۔ پھر حضور نے حضرت رقیہ رض کا حضرت عثمان سے نکاح کر دیا۔

اس روایت سے جو شیعوں کے مفترض الاطاعت امام جعفر صادق سے مروی ہے ثابت
ہوا کہ حضور علیہ السلام نے اپنی دو صاحبزادیوں ام کلثوم رض، رقیہ رض کا نکاح حضرت عثمان رض سے
یکے بعد دیگرے کیا۔ پہلی صاحبزادی ام کلثوم رض کا آباد ہونے سے پہلے وصال ہو گیا۔ تو پھر
دوسری صاحبزادی رقیہ رض کا ان سے نکاح کر دیا گیا۔ جو عمر بھر ان کے گھر آباد رہیں۔

شیعہ کی بے قراری اس بات سے کہ حضرت عثمان رض کو حضور کی
دامادی کا فخر حاصل تھا اور اسی وجہ سے ان کا لقب ذوالنورین مشہور ہے۔ شیعہ سخت
بے قرار ہوتے ہیں۔ اور کوئی چارہ کار نظر نہیں آتا۔ اس زبردست انکار کا۔ اگر حضرت عثمان جیسا
کہ شیعہ کہتے ہیں معاذ اللہ مسلمان نہ تھے۔ تو حضور علیہ السلام نے اپنی صاحبزادیاں ان کو کیوں
نکاح کر دیں۔ جب کہ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ الخ۔ کہ اپنی لڑکیاں مت دو مشرکوں کو ممانعت
ہو چکی تھی۔ کہ کفار سے ناطے نہ کئے جائیں۔ شیعہ کیا جواب دیں۔ اس موقع پر پریشان حال ہو کر
عجیب حیلہ سازیاں کرتے ہیں۔ پہلے تو یہ کہتے ہیں کہ سوائے فاطمہ رض کے اور کوئی لڑکی حضور
کی تھی ہی نہیں اور یہ ایسا دھوکا ہے جس میں تمام عوام شیعہ کو پھنسا رکھا ہے
جب کہیں یہ کہو کہ حضرت عثمان رض داماد رسول تھے جھٹ کہہ دیتے ہیں کہ اور کون سی بیٹی حضرت کی
تھی جس کا نکاح عثمان رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ اس لئے میں اس معاملہ کو ذرا وضاحت سے بیان
کرنا چاہتا ہوں تاکہ شیعہ کے اس مغالطہ کا قلع قمع ہو جائے۔

کیا رسول پاکؐ کی حضرت فاطمہؓ کے سوائے کوئی اور بیٹیاں نہیں تھیں؟

یہ حیران ہوں کہ اہل سنت تو معتقد ہیں۔ لیکن لکھے پڑھے شیعہ اس بات سے کس طرح انکار کر سکتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے بطن سے حضرت فاطمہؓ کے علاوہ تین صاحبزادیاں زینبؓ، ام کلثومؓ اور رقیہؓ بھی تھیں۔ چنانچہ ان کے ثبوت میں ایک تو حیات القلوب کی روایت پیش کی جا چکی ہے۔ اب دوسرا ثبوت ملاحظہ فرمائیے۔

دوسرا ثبوت: اس امر کا کہ حضرت رسول پاکؐ کی صاحبزادیاں چار تھیں جو سب کی سب ام المومنین خدیجہؓ کے بطن سے تھیں۔

شیعوں کی مستند کتاب حدیث مصدقہ امام مہدی علیہ السلام اصول کافی ص ۲۷۹ میں لکھا ہے۔

وَتَزَوَّجَ خَدِيجَةَ وَهُوَ ابْنُ بِضْعٍ وَعِشْرِينَ سَنَةً فَوُلِدَ لَهُ مِنْهَا قَبْلَ مَبْعَثِهِ الْقَاسِمُ وَرُقَيَّةُ وَزَيْنَبُ وَأُمُّ كُلْثُومٍ وَوُلِدَ لَهُ بَعْدَ الْمَبْعَثِ الطَّيِّبُ وَالطَّاهِرُ وَفَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ	آپؐ نے خدیجہؓ سے نکاح کیا جب کہ بیس اور چند سال کے تھے پس مبعوث ہونے سے پہلے ان کے بطن سے قاسمؓ، رقیہؓ، زینبؓ اور ام کلثومؓ پیدا ہوئیں۔ اور مبعوث ہونے کے بعد طیب، طاہر و فاطمہؓ پیدا ہوئے۔

اس روایت سے مثل روایت حیات القلوب کے ثابت ہو گیا کہ حضورؐ کی صاحبزادیاں حضرت فاطمہؓ کے علاوہ رقیہؓ، زینبؓ، اور ام کلثومؓ بھی تھیں جو خدیجہؓ کے بطن مبارک سے پیدا ہوئی تھیں۔ ایسی صاف روایات کے ہوتے ہوئے اگر شیعہ عوام کا یہ خیال ہے کہ حضرتؐ کی ایک ہی صاحبزادی تھی۔ تو اس مصرع کے مصداق ہو گئے۔

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

تیسرا ثبوت: شیعوں کی مشہور و متداول کتاب تحفۃ العوام جو ہر ایک

اُن کی بعثت سے قبل یا ممانعت نکاح مشرکین سے پہلے کر دیا ہو گا لیکن یہ عذر بھی
قابل سماعت نہیں ہے۔ کیونکہ شیعوں کی کتابوں میں بھی یہ تصریح ہے کہ رقیہ بنت رسول ؐ کا نکاح
اس وقت ہوا تھا۔ جب آپ جنگ بدر کو روانہ ہو سکے تھے۔ جیسے کہ حیات القلوب جلد دوم
صفحہ ۵۵۹ پر ہے۔

و ابن بابویہ بسند معتبر از آنحضرت
روایت کردہ است کہ از برائے رسول ؐ
متولد شد از خدیجہ ؓ قاسم و طاہر و نام طاہر
عبد اللہ بود و ام کلثوم و رقیہ و زینب و
فاطمہ و حضرت امیر المومنین فاطمہ را تزویج نمود
و تزویج نمود زینب را ابو العاص ابن ربیعہ
و او مردے بود از بنی امیہ و عثمان بن عفان
ام کلثوم را تزویج نمود و پیش از آنکہ بخانہ
آورد رحمت حق واصل شد پس چوں جنگ
بدر رفتند حضرت رسول ؐ رقیہ را باو تزویج
نمود۔

ابن بابویہ نے معتبر سند سے روایت کی ہے
کہ رسول خدا کی حضرت خدیجہ ؓ کے شکم سے
قاسم و طاہر پیدا ہوئے۔ طاہر کا نام عبد اللہ
تھا۔ اور بیٹیاں ام کلثوم ؓ، رقیہ ؓ، زینب ؓ
اور فاطمہ ؓ کا نکاح ہوا۔ حضرت علی ؓ
سے اور زینب ؓ کا ابو العاص بن ربیعہ سے نکاح
ہوا جو بنی امیہ سے تھا۔ اور کلثوم ؓ کا نکاح
حضرت عثمان ؓ بن عفان سے ہوا۔ آپ
ان کے گھر جانے سے پہلے واصل بحق
ہو گئیں پس جب جنگ بدر کو گئے رسول
پاک ؐ نے رقیہ ؓ کا نکاح عثمان سے کر دیا۔

اب شیعوں کا یہ فضول عذر بھی رفع ہو گیا۔ جنگ بدر کا واقعہ اس وقت ہوا۔ جب
رسول پاک ؐ منصب رسالت پر سرفراز ہو کر اشاعت کلمہ توحید میں مصروف تھے اور اس وقت
مشرکین کو رشتے ناطے دینے کی ممانعت ہو چکی تھی۔ غرض حضرت عثمان ؓ کے لیے یہ فخر کہ
دو صاحبزادیاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آپ کی تزویج میں ہیں۔ ان کی فضیلت
کے لیے ایک کامل سرٹیفیکیٹ ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے جو شخص داماد رسول ؐ کو گالیاں دیتے
ہیں۔ وہ رسول ؐ کے سخت دشمن ہیں۔ خدا ان کو عقل دے کہ وہ راہ راست پر
آ جائیں۔

حضرت عثمان کے محامد و محاسن کا شمار نہیں ہو سکتا۔ آپ نے جس قدر مالی و

جانی خدمتِ اسلام کی۔ دنیائے اسلام تا قیامت ان کی ممنون رہے گی۔ روایت میں
چونکہ آپ کے فضائل کا بیّن ثبوت کتب شیعہ سے لکھا گیا ہے۔ اس لئے ہم مزید بیان خوف
طوالت سے چھوڑ کر وہ روایات لکھتے ہیں جن سے اصحاب ثلاثہ کی تعریف ثابت ہوتی ہے۔

اصحاب ثلاثہ رض کی مشترکہ تعریف

حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ رض نے جہاں اصحاب ثلاثہ کی زرّیں اقوال میں
تعریف فرمائی ہے وہاں مشترکہ اوصاف کا بیان بھی ان کے خطبات میں پایا جاتا ہے
جو ان کے فضائل کا بیّن ثبوت ہے۔ اس لئے اب ہم بھی روایات لکھیں گے جو کتب
شیعہ میں اصحاب ثلاثہ کے اوصاف میں مشترکہ پائی جاتی ہیں۔ اول نہج البلاغت جلد نمبر ا ص ۲۹[1]
میں ہے۔

لَقَدْ عَهِدْتُ اَقْوَامًا فِیْ عَهْدِ خَلِیْلِیْ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مُرْهَ
الْعُیُوْنِ مِنَ الْبُکَاءِ وَخُمُصَ الْبُطُوْنِ مِنَ الصِّیَامِ ذُبُلَ الشِّفَاءِ مِنَ الدُّعَاءِ
صُفْرَ الْاَلْوَانِ مِنَ السَّهَرِ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ غَبَرَةُ الْخَاشِعِیْنَ اُولٰئِکَ اِخْوَانِیَ
الذَّاهِبُوْنَ فَحَقَّ لَنَا اَنْ نَظْمَاءَ اِلَیْهِمْ وَنَعُضَّ الْاَیْدِیَ عَلٰی فِرَاقِهِمْ اِنَّ
الشَّیْطَانَ یُسَنِّیْ لَکُمْ طُرُقَهٗ وَیُرِیْدُ اَنْ یُّحِلَّ دِیْنَکُمْ عُقْدَةً عُقْدَةً وَ
یُعْطِیَکُمْ بِالْجَمَاعَةِ الْفُرْقَةَ فَاصْدِفُوْا عَنْ نَزَغَاتِهٖ وَاقْبَلُوا النَّصِیْحَةَ
مِمَّنْ اَهْدَاهَا اِلَیْکُمْ وَاعْقِلُوْهَا عَلٰی اَنْفُسِکُمْ

ترجمہ: میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رض کو دیکھا ہے۔ کثرت گریہ سے
ان کی آنکھیں نیم ہوگئی تھیں۔ روزہ داری کی وجہ سے ان کے پیٹ خالی ہوگئے تھے۔ دعا
کرتے کرتے ان کے ہونٹ خشک ہوگئے تھے۔ شب بیداری کے سبب ان کے چہرے زرد
تھے۔ کثرت سجود کے باعث ان کے چہرے خاک آلود رہتے تھے۔ وہ لوگ میرے بھائی
تھے جو گذر گئے کہ ان کی ملاقات کی پیاس رکھیں۔ اور ان کے فراق میں دانتوں سے ہاتھ کاٹیں

---

[1] ابن ابو بکر کی کتاب لحفول مطبوعہ ایران ص ۳۳ تا ۳۸ میں یہ حدیث پوری اسناد کے ساتھ درج ہے ۱۲

تھے۔ اور انہوں نے بیعت نہ کی تھی؟ جبراً قہراً بیعت کرائی گئی تھی۔ یہ سب کچھ بالکل لوگوں کی گھڑت اور اتہام محض ہے۔ کیونکہ جناب ممدوح خود فرماتے ہیں کہ مجلس شوریٰ کے فیصلہ پر جو شخص راضی نہ ہو اور منتخب شدہ خلیفہ کی بیعت سے انکار کرے وہ مومنین کے طریقہ سے الگ اور واجب القتال ہے اور کہ خدا کو بھی وہی فیصلہ منظور ہے جو مہاجرین و انصار کی مجلس شوریٰ فیصلہ کردے۔ کیا شیعہ اصحاب جناب امیر المومنین کے اس فرمان واجب الاذعان کے سامنے سر تسلیم خم کرینگے۔؟

سوئم حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۵۸۹ میں ہے۔

وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ۔

یعنی پیشی گیرندگان کہ پیشتر بودہ اند از مہاجرین و انصار و آنکہ متابعت ایشاں کردند بہ نیکی راضی شد خدا از ایشاں و راضی شدند از وحضرت فرمودہ پس خدا ابتدا نمود آں کہ پیشتر ہجرت کردہ بودند بقدر درجہ آں پس در مرتبہ دوم انصار را ذکر کرد کہ بعد از مہاجرین یاری آنحضرت نمودند پس در مرتبہ دوم قرار داد۔ بقدر درجات و منازلے کہ ایشاں نزد او داشت۔

شیعی مصنف نے تفسیر آیت میں مہاجرین و انصار اور تابعین کی تعریف اور ان کے مدارج کا ذکر کیا ہے۔ یہ کون تھے؟ کیا اس کے مصداق وہی تین مقداد، ابوذر، سلمان ہی تھے۔ کیا خلفاء ثلاثہ مہاجرین و انصار سے خارج ہیں؟ اگر یہ ان کے مرتبہ میں ہیں تو ان کے خدا اور راضی مرضی ہونے سے کیوں انکار کیا جاتا ہے؟ کیا خدا کے پاک کا کلام معاذ اللہ جھوٹا؟ اور شیعہ سچے ہیں؟

چہارم: حملہ حیدری میں جنگ بدر کے بیان میں لکھا ہے کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کی قلت اور بے سامانی اور کفار کی کثرت اور ان کے ساز و سامان کو دیکھا تو دست بدعا ہو کر فرمانے لگے۔

خدایا گر ایں چند تن از عباد	کہ کردند بر تو را انقیاد
بجنگ تو بستند برکیں میاں	ندیدند بیش و کم دشمناں
بمانند زیں گونہ کوتاہ دست	بمانند از دست خدا پرست

بروئے زمیں تا قیامت دگر نگردد پرستندہ اے داور

ترجمہ: اے خدا اگر تیرے یہ قلیل بندے جو تیرے عبادت گزار ہیں اور تیرے حکم کی تعمیل میں لڑائی پر کمربستہ ہو کر دشمن کی قوت و کثرت کی پرواہ نہیں رکھتے۔ اگر یہ دشمن کے ہاتھ سے شکست یاب ہو کر فتح یابی حاصل نہ کر سکے تو یا خدایا! روئے زمین پر تا قیامت تیری پرستش کرنے والا کوئی باقی نہ رہ جائے گا۔

بتاؤ جن اشخاص کے متعلق حضور علیہ السلام نے یہ شہادت دے کر حق تعالیٰ سے دعا کی کہ یہ تیرے قلیل بہادر بندے ہیں۔ اور تیرے عشق کے ایسے متوالے ہیں کہ یہ بے دشمنوں سے لڑائی کرتے وقت دشمن کی تعداد کی کچھ پرواہ نہیں کرتے۔ وہ یہ تیرے پیارے مخلص بندے ہیں۔ اگر ان کا وجود صفحۂ دہر سے مٹ گیا تو دنیا میں تیرا پرستار، تیرا نام لیوا قیامت تک پیدا نہ ہوگا۔ یہ لوگ کون تھے؟ وہی مہاجرین و انصار جن کے میر عسکر خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم تھے یا کوئی اور؟ کیا صرف وہی شیعوں کے تین چار بزرگوار جو ہر ایک معرکہ کارزار میں شامل ہو کر دشمن کی صفیں الٹ دیا کرتے تھے۔ یا وہی حضرات تھے جنہوں نے نبی علیہ السلام کی زندگی ہی میں نہیں، آپ کی وفات کے بعد بھی دین سید کونین کو مشرق سے مغرب تک پھیلا دیا اور دشمنان دین کا نام و نشان باقی نہ رہنے دیا۔ (انصاف انصاف)

پنجم: حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۱۲۱ میں ہے۔

عروہ بن مسعود ثقفی در غزوۂ حدیبیہ از جانب قریش بخدمت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آمد دید کہ ہرگاہ آنحضرت وضو می ساخت یاران دست می شستند مبادرت میکردند و نگذاشتند کہ آب بر زمین ریزد و ہر مرتبہ کہ آب دہان یا آب بینی می انداخت بدست خود آں را می ربودند و چوں سخن فرمود بر یکدیگر سبقت می گرفتند در استماع آں، و چوں سخن می فرمود صدا ہائے خود را پست می کردند و تند بر روئے مبارک آنحضرت نظر نمی کردند و سر ہا در پیش می فگندند و چوں عروہ بنزد قریش برگشت۔ گفت اے گروہ قریش من بنزد پادشاہ عجم و پادشاہ روم و پادشاہ حبشہ رفتہ

الغرض جاں نثاری رسول پاک جیسے حضور کی زندگی میں دینِ حق کے شیدا تھے۔ بعد وفات بھی انہوں نے اپنی جانیں اعلائے کلمۃ الحق کے لئے وقف کر دی تھیں۔ انہوں نے اشاعتِ اسلام میں عمریں خرچ کر دیں۔ اور تمام دنیا میں کلمۂ توحید قائم کر کے چھوڑا۔ اصحابِ رسول نہ ہوتے تو خدائے قدوس کا صحیفۂ قدس قرآن بھی ہم تک نہ پہنچتا۔ کسی کو سو برس مسلمانی کی تو خبر ہوتی۔ دنیائے اسلام آج تک فاروق و ذوالنورین کے احسان خلفائے راشدین کی ممنونِ احسان ہے رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ۔

اگرچہ اصحابِ رسول سب کے سب نجومِ ہدایت تھے لیکن خلفائے اربعہ تو اسلام کے روشن سیارے تھے جن کے نور نے عالم کو منور کیا۔ اور جن کی بدولت مشرق سے مغرب و جنوب سے شمال تک خشکی و تری میں اسلامی حکومت کا ڈنکا بجا۔

چار یار

چار کے اعداد سے بس حق تعالیٰ کو ہے پیار — ہیں حبیبِ کبریا کے برگزیدہ چار یار
جسم کی ترکیب ہے اربعہ عناصر سے ہوئی — ہوتے ہیں ہر اک مکاں کے دیکھ لو دیوار چار
آسماں سے نازل ہوئی ہیں چار ہی کتابیں[1] دوستو — ہیں اولوالعزم انبیا[2] ازروئے عقیدت چار
ہیں فرشتے[3] بھی مقرب چار جو مشہور ہیں — ہیں مذاہب بھی یہی مقبول سرکار چار
کعبۃ اللہ میں بھی چاروں مصلّے ہیں ضرور — خانوادے[4] بھی طریقت کے ہیں مشہور چار
اربعہ متناسبہ پڑھتے ہیں طفلانِ سکول — اور مربع شکل کے اضلاع گنتی میں ہیں چار
تم فخذ اربعۃ من الطیر جو ارشادِ حق — ہے تمہیں معلوم تھے وہ طائر طیار چار
چارپائے تخت کے ہوتے ہیں بیشک دوستو — اور جوارح بھی ہر اک انسان کے ہیں چار چار
چار کے اعداد ہیں مرغوب منظورِ خدا — بالیقیں ہے دوزخی کرتا ہے جو انکار چار
فاطمہؓ حسنینؓ اور حضرت علی المرتضیٰ — تھے یہ ذی شان نبی احمد مختار چار
ہیں چراغِ مسجد و محراب و منبرائے دین — بوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و حیدر یار چار

[1] زبور۔ توریت۔ انجیل۔ قرآن [2] ابراہیمؑ، موسیٰؑ، عیسیٰؑ، محمد علیہ السلام [3] جبرئیلؑ، میکائیلؑ، اسرافیلؑ، عزرائیلؑ [4] چشتی، نقشبندی، قادری، سہروردی

خلافت وامامت[1]

اب ہم شیعہ سنی کا معرکۃ الآرا مسئلہ خلافت وامامت شروع کرتے ہیں اور اس پر کسی قدر تفصیل سے روشنی ڈالنا چاہتے ہیں کیونکہ یہی مسئلہ تمام نزاعات کا اصل اصول ہے۔ مسئلہ خلافت میں اہل سنت والجماعت کا یہ اعتقاد ہے کہ خلافت کا زمانہ حضور رسول اللہ علیہ وسلم نے تیس سال تک بتایا تھا جن نفوس مقدسہ کی دینی واسلامی خدمات پیش نظر تھیں بموجب وعدہ الٰہی اس مخصوص زمانہ میں ان کو یہ اعزاز بالترتیب حاصل ہوا۔ وہ بالاتفاق اہل سنت والجماعت ابوبکر صدیقؓ پھر حضرت عمر فاروقؓ پھر عثمان ذوالنورینؓ پھر علی مرتضیٰؓ منصب خلافت پر متمکن ہوئے۔ سب کی خلافت جائز خلافت تھی یہی ترتیب رب العباد کو منظور تھی۔ اور اپنے وعدے کے مطابق حق تعالیٰ نے ان بزرگان اسلام کو یہ جلیل القدر منصب خلافت عطا فرمایا تھا خلافت وامامت ایک ہی چیز ہے۔ امامت اصول دین سے نہیں ہے۔

اہل تشیع کا مذہب ہے کہ امامت اصول دین سے ہے۔ حق امامت بعد وفات رسولؐ حضرت علیؓ کا تھا۔ ان کی امامت منصوص تھی۔ خدا ورسولؐ نے ہی کی امامت پر نص کی۔ لیکن خلفائے ثلاثہؓ زبردستی تخت خلافت پر بیٹھ گئے۔ ان کا زمانہ جور کا زمانہ تھا۔ عدل وانصاف کا زمانہ حضرت علیؓ کا تھا۔ اور اب اس موقعہ پر ہم امور تنقیح قائم کرکے ہر ایک امر پر بالتفصیل مدلل بحث کرینگے۔

فرد تنقیح

(۱) کیا امامت وخلافت دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں۔ یا دونوں کا ایک ہی مفہوم ہے
کیا امامت اصول دین سے ہے یا نہ؟

(۲) کیا امامت حضرت علیؓ کا ان کا حق تھا۔ اور وہ خلیفہ منصوص تھے۔ ان کے متعلق قرآن یا حدیث سے کوئی نص ہوئی تھی۔ یا انتخاب خلافت شوریٰ مہاجرین وانصار واتفاق

[1] حاشیہ بر صفحہ

ناطق فیصلہ

اس بارہ میں کہ خلافت و امامت ایک ہی چیز ہے اور جس کو مہاجرین و انصار باتفاق خلافت کے لئے نامزد کریں۔ وہی امام ہے۔ اور اسی میں خوشنودی رب العباد ہے۔ ناطق فیصلہ جناب امیر علیہ السلام صادر ہو چکا ہے۔ چنانچہ آپ کا قول نہج البلاغت مطبوعہ طہران صفحہ ۳۹۸ و جلد ۲ صفحہ ۸ مطبوعہ بیروت میں لکھا ہے۔ وَاِنَّمَا الشُّوْرٰى لِلْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ فَاِنِ اجْتَمَعُوْا عَلٰى رَجُلٍ وَّسَمَّوْهُ اِمَامًا كَانَ ذٰلِكَ لِلّٰهِ رِضًى۔

ترجمہ:- شوریٰ مہاجرین و انصار کا حق ہے پس جس شخص پر وہ اتفاق کر لیں اور اس کو امام نامزد کریں۔ وہی اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہے۔

پس خطبہ میں جناب امیر نے ناطق فیصلہ دے کر ہمیں اہل تشیع کے خلاف ڈگری دے دی ہے کہ امام اور خلیفہ وہ ہے جسے مجلس شوریٰ نامزد کر دے اور اسی بات پر اللہ تعالیٰ بھی راضی ہوتا ہے۔ اب اس فیصلہ کے بعد ہمیں مزید دلیل کی ضرورت نہیں ہے۔ ایسا ہی جناب ممدوح نے فیصلہ فرما دیا ہے کہ امام اور خلیفہ کا معصوم ہونا بھی ضروری نہیں ہے۔ چنانچہ نہج البلاغت صفحہ ۶۲ میں ہے۔

اِنَّهُ لَا بُدَّ لِلنَّاسِ مِنْ اَمِيْرٍ بَرٍّ اَوْ فَاجِرٍ يَعْمَلُ فِيْ اِمْرَتِهِ الْمُؤْمِنُ وَيَسْتَمْتِعُ فِيْهَا الْكَافِرُ وَيُبَلِّغُ اللّٰهُ فِيْهَا الْاَجَلَ وَتَاْمَنُ فِيْهَا السُّبُلُ وَيُؤْخَذُ بِهٖ لِلضَّعِيْفِ مِنَ الْقَوِيِّ حَتّٰى يَسْتَرِيْحَ بَرٌّ وَّيُسْتَرَاحَ مِنْ فَاجِرٍ۔

ترجمہ اور فرمایا۔ آدمیوں کے لئے چارہ نہیں ہے امام سے نیک ہو یا بد کہ ان کی حکومت میں مومن عمل کرے آخرت کے لئے اور کافر مال دنیا سے متمتع ہو اور اس کی امارت میں پیادہ ہو منزل مقصود کو پہنچ سکے۔ راستے محفوظ ہوں اور کمزور زبردست سے اپنا حق لے سکے۔ تاکہ نیکو کار بھلا انسان امن و آسائش میں رہے۔ اور بد معاشوں سے کھٹکا نہ رہے۔

اس خطبہ میں جناب ممدوح نے قطعی فیصلہ فرما دیا ہے کہ خلیفہ و امام کا تقرر اس لئے ہے کہ عیت کو آرام و آسائش ہو۔ مومن تو مومن کافر بھی دنیوی امور میں آزاد رہے۔ کسی

راہرو کو راہزنوں کی لوٹ مار کا ڈر نہ ہو۔ مظلوم کا بدلہ ظالم سے لیا جائے۔ عدل و انصاف کا دور دورہ ہو۔ نیک معاش انسان پر بدکردار شخص دست برد نہ کر سکیں۔ آپ نے ابتدا ہی میں اس بات کا تصفیہ فرما دیا۔ کہ امام میں معصومیت شرط نہیں ہے۔ بلکہ ہر نیک و بد مومن یہ عہدہ حاصل کر سکتا ہے۔ جناب امیر نے یہ خطبہ خارجیوں کے جواب میں فرمایا جو آپ کو اس وجہ سے خلیفہ نہیں مانتے تھے۔ کہ ان کے خیال میں آپ نیک نہ تھے۔ آپ فرماتے ہیں ہیں خواہ نیک ہوں یا بد درجۂ امارت سے تو گر نہیں سکتا کیونکہ اس میں معصومیت شرط نہیں ہے۔

اب شیعہ صاحبان بتائیں کہ جناب امیر تو تمہارے خلاف فیصلہ صادر کرتے ہیں۔ اب تمہارے ہاتھ میں شرط عصمت امام کی کونسی دلیل ہے؟

رہا یہ امر کہ امامت اصول دین سے ہے۔ سو واضح ہو کہ شیعہ صاحبان کا اس کے متعلق بھی عجیب عقیدہ ہے۔ ان کے نزدیک اصول چار ہیں (۱) توحید (۲) عدل (۳) نبوت (۴) امامت۔[1]

رہا یہ امر سو یہ ایک عجیب بات ہے کہ قرآن نے جہاں اصول دین بیان فرمائے ہیں وہاں امامت کے متعلق صراحتاً یا کنایتاً بھی کوئی حکم بیان نہیں کیا۔ اور نہ ہی رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے امامت علی المرتضیٰ کے متعلق کوئی نص فرمائی۔ پھر شیعہ کا امامت کو اصول دین میں داخل کرنا قول بے دلیل ہے جس کے متعلق بحث کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ مسائل کی نسبت کافی بحث ہو چکی ہے۔ اور یہ تنقیح بحق اہلسنت خلاف اہل تشیع ثابت ہے۔ اب

---

[1] شیعہ اسی قدر نہیں کہتے۔ بلکہ ان کا عقیدہ ہے کہ اسلام کی بنا نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، ولایت پر ہے اور ان میں سے افضل ولایت ہے جیسا اصول کافی صفحہ ۳۶۸ میں ہے عن ابی جعفر علیہ السلام بنی الاسلام علی خمسۃ اشیاء علی الصلوٰۃ والزکوٰۃ والحج والصوم والولایۃ قال زرارۃ وای شیء من ذلک افضل فقال الولایۃ افضل۔
ترجمہ۔ یہ کہ امام باقر نے کہا۔ اسلام کی بنا پانچ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور ولایت پر ہے اور ان سے افضل ولایت ہے لیکن تعجب ہے نماز، روزہ، زکوٰۃ کے متعلق تو قرآن میں بہت سے احکام موجود ہیں۔ لیکن ولایت کے متعلق کہیں اشارہ تک نہیں۔ شاید کہ قرآن مزعومہ شیعہ میں ہو جو امام غائب کے پاس ہے۔

امر تنقیح ملا کی بحث شروع ہوتی ہے۔

امر دوم: کیا حضرت علیؓ خلیفہ بلا فصل تھے؟

ہم علی مرتضیٰ کی عظمت شان اور رفعت قدر کے قائل ہیں، بیشک آپ صہر نبیؐ ابن عم رسولؐ والد حسنینؓ زوج زہراؓ باب علم خلیفہ رابع تھے۔ اور آپ کے مناقب و فضائل کا احصار نہیں ہو سکتا۔ لیکن یہ دعویٰ کہ خلافت آپ ہی کا حق تھا، اور آپ خلیفہ بلا فصل تھے عقل و نقل کے خلاف ہے، اور اس دعویٰ کے بطلان پر ہم چند ایسے دلائل پیش کرتے ہیں۔ کہ ان کے ماننے سے کسی ذی فہم منصف شخص کو انکار نہیں ہو سکتا۔

پہلی دلیل: آیۃ استخلاف سے ثابت ہو چکا ہے کہ خلافت خلفاء ثلاثہ وعدہ ایزدی متعلق عمل میں آئی جب قرآن اس بات پر ناطق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مقبول بندوں سے وعدہ فرمایا تھا کہ ہم ان کو ضرور خلیفہ بنائیں گے جیسے بنی اسرائیل میں خلیفہ گزر چکے ہیں۔ تو پھر ناممکن تھا کہ منشاء ایزدی وعدہ الٰہی کے خلاف خلافت موعود سے کوئی غیر مستحق مستفید ہو جاتا۔ اور جس سے وعدہ کیا گیا ہے وہ محروم رہ جاتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے وعدوں میں تخلف نہیں ہے۔ اور خدا تعالیٰ سے کوئی شخص غالب نہیں ہو سکتا۔ کہ اس کے خلاف منشاء اسکا موعودہ انعام زبردستی چھین لے۔ اللہ تعالیٰ علیم و خبیر ہے۔ وہ سب سے زبردست جبار و قہار خدا ہے۔ کون ہے جو اس کے ارادوں میں خلل انداز ہو۔ یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ اور فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ اس کی ذاتی اوصاف ہیں۔ اس لئے ماننا پڑے گا کہ اس کو ایسا ہی منظور تھا جیسا کہ وقوع میں آیا کہ خلافت کا منصب جلیل رسول پاکؐ کے جلیل القدر اصحابؓ اربعہ کو اسی ترتیب سے ملے جو عمل میں آئی۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک خلافت کے مستحق یہی چاروں اصحابؓ تھے۔ ان کی خدمت اسلام میں بیش از بیش تھیں اور دیگر اصحاب پر ان کو ہر طرح سے ترجیح تھی۔ اگر یہ ترتیب قائم نہ رہتی تو ان سب کو اس انعام سے حصہ ملنا مشکل تھا کیونکہ حضرت ابوبکرؓ نے سب سے پہلے فوت ہو جانا تھا۔ اگر باقی خلفاء سے کوئی شخص خلیفہ ہو جاتا تو ان کو خلافت نہ مل سکتی۔ اور اگر عثمانؓ یا علیؓ میں سے کوئی شخص ہوتا تو حضرت عمرؓ کی عمر چونکہ ان سے پہلے ختم ہو جانے والی تھی۔ وہ محروم رہ جاتے اور اگر

حضرت عثمانؓ سے اول حضرت علی المرتضیٰ خلافت حاصل کر لیتے۔ تو حضرت عثمانؓ کی زندگی پہلے ختم ہو جانے کی وجہ سے وہ بہرہ ور نہ ہو سکتے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ علیم و خبیر نے اپنے وعدے کئے ہوئے انعام کو اس طرح تقسیم فرمایا کہ ہر چہار اصحابِ رسولؐ اس سے بہرہ یاب ہو گئے۔

سُبْحَانَ اللهِ فِعْلُ الْحَكِيْمِ لَا يَخْلُوْعَنِ الْحِكْمَةِ (اللہ تعالیٰ کے کام حکمت سے خالی نہیں ہوتے)

دوسری دلیل:۔ اگر رسول پاکؐ کی وفات کے بعد حضرت علی منصب خلافت پر جاگزیں ہو جاتے۔ تو مخالفین اسلام (کفار) کو یہ طعن کرنے کا موقع ملتا کہ پیغمبر علیہ السلام نے یہ سارا کام کنبہ کے لوگوں کو فائدہ پہنچانے کے لئے بنا رکھا تھا۔ کہ زندگی میں خود حکومت کی اور مرنے کے بعد اپنے چچازاد بھائی اپنے داماد کو یہ اعزاز بخش دیا۔ کہ ان کی دختر بلند اختر (فاطمہؓ) اور ان کے نواسے حسنینؓ چین سے زندگی بسر کریں۔ پھر کفار کے اس اعتراض کا کوئی جواب ہی نہ ہو سکتا اور اسلام پاک کے دامن ہمیشہ کے لئے یہ طعن باقی رہتا یہی وجہ ہے کہ حق تعالیٰ جو اسلام پاک کا ہمیشہ کے لئے ناصر و محافظ تھا اس نے اپنی قدرت کاملہ سے انتظام خلافت کا کام اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اور خلافت کی ترتیب اس طرح اختیار فرمائی کہ کسی دشمن اسلام کو کوئی گنجائش اعتراض کرنے کی نہ رہی۔ کیونکہ اگر صرف نیابت رسولؐ موروثی ہوتا تو سب سے زیادہ مستحق حضرت عباسؓ عم رسولؐ تھے ان کو خلافت نہ ملی۔ پھر زیادہ قرابت حضرت علیؓ سے تھی ان کو بھی سب سے آخر میں حصہ ملا۔ بلکہ رب العباد نے یہ کام خود مسلمانوں کے سپرد فرما دیا۔ کہ جس کو وہ مستحق سمجھیں، خلیفہ بنائیں۔ چنانچہ مجلس شوریٰ نے انتخاب خلیفہ باتفاق رائے کیا۔ ثم۔ ثم۔ ثم۔

تیسری دلیل:۔ حضرت علی المرتضیٰ نے اس بارہ میں خود فیصلہ فرما دیا۔

اِنَّمَا الشُّوْرٰى لِلْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ فَاِنِ اجْتَمَعُوْا عَلٰى رَجُلٍ وَسَمَّوْهُ اِمَامًا كَانَ ذٰلِكَ لِلّٰهِ رِضًى۔ انتخاب خلافت کا کام مجلس شوریٰ مہاجرین و انصار کے ہاتھ میں ہے جس کو وہ خلیفہ منتخب کر لیں۔ اللہ تعالیٰ کو بھی وہی منظور ہے۔

اور یہ مسلّم الطرفین ہے کہ خلیفہ اول حضرت ابوبکرؓ صدیق کا انتخاب مجلس شوریٰ مہاجرین و انصار کے اجتماع سے عمل میں آیا۔ اور جب تک علی المرتضیٰؓ حق بجانب سمجھتے ہیں۔ تو بقول شخصے "مدعی سست و گواہ چست" شیعہ کا امیرؓ کے فیصلہ کے خلاف شور و غل کرنا بے فائدہ ہے۔

چوتھی دلیل: اگر علی المرتضیٰؓ کو یہ فیصلہ منظور نہ ہوتا۔ اور وہ خلافت اپنا حق تصور فرماتے۔ تو وہ کبھی خاموش نہ بیٹھتے۔ بلکہ مرنے مارنے پر تیار ہو جاتے۔ آپ کی شجاعت مسلّم تھی۔ آپ کی ذوالفقار غضب ڈھاتی تھی۔ آدمی تو آدمی بقول شیعہ دیو اور جن بھی اس کے سایہ سے کانپتے تھے۔ اور چونکہ آپ ابن عمِ رسولؐ اور صہر النبیؐ تھے۔ مسلمان کبھی ان کی حق تلفی پسند نہ کرتے، اور قتل و قتال کی نوبت آجاتی۔ تو جمہور المسلمین آپ کا ساتھ دیتے اور نہیں تو بنو ہاشم تو سب آپ کے ساتھ تھے ہی۔ آپ کو غاصبین خلافت پر تلوار اٹھانی واجب تھی اور اگر آپ راستی پر ہوتے تو نصرت الٰہی آپ کے شامل حال ہوتی در بحکم "کَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِاِذْنِ اللّٰهِ" اہل حق کی تھوڑی جماعت اہل باطل کی بڑی جماعت پر غالب ہو کرتی ہے۔ آپ ضرور اس مقابلہ میں کامیاب ہوتے جب رسول پاکؐ کفار کے مقابلہ میں لا الٰہ الا اللہ کی تیغ عریاں ہاتھ میں لے کر کھڑے ہوئے تھے تو آپ کے ساتھ کون تھا۔ وہی نصرت الٰہی آپ کے شامل حال تھی۔ اور اسی وجہ سے دنیا کی طاقتیں آپ کے مقابلہ سے عاجز آگئیں اور اسد اللہ الغالب کا لَا فَتیٰ اِلَّا عَلِی لَا سَیفَ اِلَّا ذوالفقار کے مصداق تو اکیلے مقابلہ پر کھڑے ہو جاتے تو مخالفین کا تہس نہس کر دیتے جیسا کہ "نہج البلاغت" مطبوعہ بیروت جلد ۲ صفحہ ۶۵ ایضاً مطبوعہ طہران ص ۵۰۷ میں لکھا ہے۔

قَالَ اَمِیرُ الْمُؤْمِنِینَ اِنِّی وَاللّٰہِ لَوْ لَقِیتُہُمْ وَاحِدًا وَّ ہُمْ طِلَاعُ الْاَرْضِ کُلِّہَا مَا بَالَیْتُ وَلَا اسْتَوْحَشْتُ۔

ترجمہ: "جناب امیرؑ نے فرمایا۔ خدا کی قسم! اگر میں ان کے مقابلہ میں کھڑا ہو جاؤں اور زمین سے پُر ہوں۔ تو مجھے کچھ پرواہ نہ ہو۔ اور نہ مجھے کچھ وحشت ہو۔"

پھر جب آپ تن تنہا سارے جہاں کے مقابلے کے لئے کافی تھے اور اصحاب ثلاثہؓ نے آپ سے زبردستی خلافت چھین لی ہوتی تو وہ ان کو دنیا میں دم نہ لینے دیتے، اور ایک پل میں تباہ کر دیتے۔

اس سے صاف ثابت ہے کہ حضرت امیر المومنین علیؓ خلافت بلا فصل اپنا حق نہیں سمجھتے تھے اور جس طرح خلافت کی ترتیب عمل میں آئی اسی پر راضی تھے۔ اور خدا کو بھی یہی منظور تھی۔

پانچویں دلیل:۔ اگر ترتیب خلافت حق نہ تھی، اور اصحاب ثلاثہؓ نے خلافت زبردستی چھین لی تھی اور اپنے وقت میں وہ جور و جفا اور بے انصافی کرتے رہے تھے۔ تو حضرت علیؓ کا پہلے تو ان سے جہاد کرنا فرض تھا۔ اگر اس کی طاقت نہ رکھتے تھے تو ان کے مشیر کار نہ بنے رہتے اور مال غنیمت میں حصہ گیر نہ ہوتے بلکہ ان کا فرض تھا کہ ملک چھوڑ کر ہجرت کر جاتے۔ جیسا کہ ایسے موقع پر ہجرت کرنا بحکم الٰہی فرض[1] ہے۔ جب کہ نہ لڑائی کی نہ ہجرت فرمائی۔ بلکہ ہر ایک امر میں ان کے صلاح کار اور مشیر بنے رہے اور غنائم سے حصہ لیتے رہے۔ تو اس سے اس امر کا یقین ہوتا ہے کہ آپ ہرگز ہرگز خلافت بلا فصل اپنا حق نہ سمجھتے تھے۔

ان پانچ دلائل سے ہر ایک باسمجھ انسان اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ حضرت علیؓ خلیفہ بلا فصل نہ تھے۔ پہلی خلافتیں صحیح اور درست تھیں۔ اور حضرت نے ان کو درست تسلیم کیا اور خدا کو بھی یہی منظور تھا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ شیعہ کے پاس خلافت بلا فصل علی مرتضیٰؓ کے متعلق کیا دلائل ہیں اور ان کا جواب کیا ہے؟

لہ قرآن میں ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰھُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِھِمْ قَالُوْا فِیْمَ کُنْتُمْ قَالُوْا کُنَّا مُسْتَضْعَفِیْنَ فِی الْاَرْضِ قَالُوْٓا اَلَمْ تَکُنْ اَرْضُ اللّٰہِ وَاسِعَۃً فَتُھَاجِرُوْا فِیْھَا فَاُولٰٓئِکَ مَاْوٰھُمْ جَھَنَّمُ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا (پارہ ۵ سورہ نساء) ترجمہ: جن لوگوں کی فرشتوں نے اس حالت میں روح قبض کی کہ انہوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کر رکھا تھا فرشتے پوچھیں گے کہ تم کس حالت میں تھے کہیں گے کہ زمین میں بے چارے ہوئے تھے فرشتے کہیں گے کیا خدا کی زمین وسیع نہ تھی تم اس میں ہجرت کر جاتے۔ ان لوگوں کا ٹھکانا دوزخ ہوگا جو برا ٹھکانا ہے۔

دلائل شیعہ (خم غدیر)

شیعہ کے دلائل کا زیادہ مدار حدیث خم غدیر پر ہے۔ اور اس کو وہ حضرت علی مرتضیٰؓ کی خلافت بلافصل پر زبردست دلیل سمجھتے ہیں۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جب حضور علیہ السلام نے حجۃ الوداع سے مراجعت فرمائی۔ اور آنجناب نے مقام خم غدیر میں قیام فرمایا جو مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان واقع ہے۔ تو بعض اشخاص نے جو ہمراہ تھے جناب امیرؓ ہمراہ یمن پر مامور تھے۔ جناب امیرؓ کی آنحضرتؐ کے پاس کچھ بیجا شکایات کیں حضور علیہ السلام نے اس خیال سے کہ اگر ماتحت لوگ اپنے افسر سے اس طرح کی بدگمانیاں کریں گے۔ تو انتظام میں خلل واقع ہونے کا اندیشہ ہے۔ اس لئے حضورؐ نے یہ مصلحت سمجھی کہ عام لوگوں کو جمع کر کے خطبہ فرمایا جس سے اصل غرض جناب امیرؓ کی برأت اور شاکیوں کو تنبیہ تھی۔ اور اس خطبہ میں یہ الفاظ ہیں۔ یَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِیْنَ اَلَسْتُ اَوْلٰی بِکُمْ مِنْ اَنْفُسِکُمْ قَالُوْا بَلٰی قَالَ مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاہُ وَعَادِ مَنْ عَادَاہُ۔

ترجمہ: اے جماعت مسلمانان کیا میں تمہارے نزدیک تمہاری جانوں سے بہتر نہیں ہوں حاضرین نے کہا، ہاں حضورؐ ہیں۔ فرمایا جو شخص مجھ کو دوست رکھے علیؓ کو دوست رکھتا ہے۔ بار خدایا جو شخص علیؓ کو دوست رکھے۔ تو بھی اس کو دوست رکھیو۔ اور جو علیؓ کو دشمن رکھے تو اس کو دشمن رکھیو۔

شیعہ کہتے ہیں کہ یہ خلافت بلافصل حضرت علیؓ کا اعلان تھا جو رسولؐ پاک نے خدا کے حکم سے کیا۔ چنانچہ جب جبریلؑ نے آنحضرتؐ کو خدا کا پیغام سنایا کہ علیؓ کی ولایت کا اعلان کیجئے۔ لیکن آپ ڈرتے تھے کہ لوگ کہیں گے۔ اپنے داماد کی طرف داری کرتا ہے؟ آخر جبریلؑ نے یہ آیت سنائی۔ یَا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ ؕ وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْکٰفِرِیْنَ ؕ

(سورہ مائدہ ع ۱۰)

ترجمہ: اے رسولؐ جو کچھ تیرے رب نے تجھے دیا ہے اس کی تبلیغ کر دیجئے۔ اگر آپ نے

ایسا نہ کیا۔ تو حق رسالت کا ادا نہ کیا۔ اور خدا لوگوں کے شر سے تجھے بچانے والا ہے۔ خدا کافروں کی رہبری نہیں کرتا۔

سو آیت اور حدیث میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جو ولایت علیؓ یا خلافت بلا فصل پر صراحت یا کنایت سے دلالت کرے۔ حدیث کا صرف اسی قدر مفہوم ہے کہ حضرت علیؓ کی شکایات بے بنیاد ہیں۔ اور ان کے ماتحتوں کو شکایت کرتے وقت یہ خیال کرنا چاہیئے۔ کہ وہ رسولؐ کے دوست کی شکایت کرتے ہیں۔ حالانکہ ان کو ان سے محبت و پیار کرنا چاہیئے۔ اور حضرت علیؓ کی عداوت باعث نارضامندی حق تعالیٰ ہے۔

اس آیت کے معنے یہ ہیں کہ نبی علیہ السلام کو جو احکام حق تعالیٰ نے بابت توحید، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ بھیجے ہیں۔ ان کی بخوبی تبلیغ کر دینی چاہیئے۔ ایسا نہ کرینگے تو حق رسالت ادا نہیں ہوگا اور لوگوں کی شر و ایذا کا کچھ فکر نہ رکھیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا حافظ و ناصر ہے شیعہ دھینگا مشتی سے آیت و حدیث میں ولایت و خلافت کو ٹھیسنا چاہتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا کہ اس کا رسولؐ علیؓ کی خلافت کا اعلان کرے تو ایسے گول مول الفاظ در حقیقت ان کی کیا ضرورت تھی؟ صاف طور پر حکم ہوتا۔ یَا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ بِوِلَایَۃِ عَلِیٍّ۔ (اے رسول، علیؓ کی ولایت کی تبلیغ (اعلان) کر دیجئے۔ پھر حضرتؐ جیسے افصح الفصحا ایسا گورکھ دھندا گول مول کلام کیوں بولتا۔ بلکہ صاف طور پر فرما دیتے۔ یَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِیْنَ اَنَا رَسُوْلُ اللہِ ذَا خَلِیْفَتِیْ بَعْدِیْ وَنَائِبِیْ۔

جب خدا نے وَاللہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ فرما کر وعدہ حفاظت بھی فرما دیا تھا تو پھر کس انسان کا خوف ہو سکتا تھا۔ بے کھٹکے صاف الفاظ میں علیؓ کی خلافت بلا فصل کا اعلان کر دیتے لیکن شیعہ ایمان سے کہیں۔ کہ اس حدیث و آیت میں کون سا لفظ ایسا ہے جس سے علیؓ کی خلافت و ولایت کا استدلال کیا جا سکتا ہے۔

لفظ مولیٰ

شیعہ کہتے ہیں کہ لفظ مولیٰ سے مراد اولیٰ بالتصرف ہے۔ اور اسی لفظ سے

ولایت علیؓ کا استدلال کیا جا سکتا ہے۔ لیکن جہاں تک کتب لغت کا مطالعہ کیا گیا ہے ہمیں تو اسکا ثبوت نہیں مل سکا۔ قاموس جو لغت عربی کی مستند کتاب ہے اس میں لکھا ہے: اَلْمَوْلٰی اَلْمَالِكُ وَالْعَبْدُ وَالصَّاحِبُ وَالْقَرِيْبُ كَابْنِ الْعَمِّ وَنَحْوِهٖ وَالْجَارُ وَالْحَلِيْفُ وَالْاِبْنُ وَالْعَمُّ وَالشَّرِيْكُ وَالرَّبُّ وَالنَّاصِرُ وَالْمُحِبُّ وَالتَّابِعُ وَالصِّهْرُ (قاموس جلد ۴ صفحہ ۳۰۲)

ترجمہ: مولیٰ کے معنے مالک اور غلام اور صاحب اور قریبی رشتہ دار جیسے چچا زاد بھائی وغیرہ اور پڑوسی اور حلیف اور بیٹا اور چچا اور ساجھی دار آقا اور مددگار اور دوستدار ہے۔

اب بتلایئے! اولیٰ بتصرف کونسی کتاب میں لکھا ہے۔ اور ایسے مشترک لفظ سے جس کے اس قدر مختلف معانی ہوں۔ حتیٰ کہ غلام تابع چچا اور بیٹا پر بھی اس کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ استدلال کس طرح صحیح ہو سکتا ہے۔ اس جگہ سوائے محب کے اور کوئی معنے موزوں نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ وَالِ مَنْ وَّالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ اس بات کا قرینہ موجود ہے کہ مولیٰ کا معنی محب اور دوست کا ہی ہے۔

حدیث خم غدیر کا نص خلافت نہ ہونے کا ثبوت کتب شیعہ سے

شیعہ حضرات مسئلہ خلافت بلافصل ثابت کرنے کے متعلق عجیب چکر کھاتے ہیں اور ہر چند جد وجہد کرتے ہیں لیکن ان کی نگہ تک ہوتی ہوئی کشتی ساحل مراد تک پہنچ نہیں سکتی۔

ناز نے قصہ زلف دراز یار دل کو — کیا بیان تو کیا بیان میں الجھا

ادھر تو یہ کہتے ہیں کہ حدیث خم غدیر خلافت بلافصل علیؓ پر نص جلی ہے۔ اور ہر قصہ قرینہ کو ذلیل کرنے کی بے سود کوشش کرتے ہیں۔ لیکن کسی طرح بھی اپنے مقصود میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ ہم اس امر کو ثابت کرنے کیلئے کہ حدیث خم غدیر سے خلافت بلافصل جناب امیرؓ ثابت نہیں ہوتی۔ کتب شیعہ سے ہی حسب ذیل استدلال کرتے ہیں۔

اوّل۔ جلاء العیون اردو مطبوعہ جعفری لکھنؤ کے صفحہ ۱۲۰ جلد ۱ میں ذکر وقت وفات رسول اکرم میں لکھا ہے: پس حضرتؐ نے چشم کھول کر فرمایا۔ اے عباسؓ اے عم رسولؐ خدا

میری وصیت میرے اہلبیت اور میری عورتوں کے حق میں قبول کرو۔ اور میری میراث لو۔ اور میرا دین ادا کرو۔ اور میرے وعدوں کو عمل میں لاؤ۔ اور مجھ کو بری کرو۔ عباس رض نے کہا۔ یا رسول اللہ! میں پیر مرد عیالدار ہوں۔ اور آپ ہوائے تند اور ابر بہار سے زیادہ تر بخشش و سخاوت فرمانے والے ہیں۔ اور میرا مال آپ کے وعدوں اور بخششوں کو وفا نہیں کر سکتا۔ اس سے مجھ کو معاف رکھیے۔

پس حضرت نے فرمایا میں میراث اس کو دوں گا جو قبول کرے۔ جو حق قبول کرنے کا ہے۔ اور جیسا کہ اے عباس رض! تو نے جواب دیا۔ وہ جواب نہ دے گا۔ پس جناب امیر رض سے خطاب فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا اے علی رض! تم میری میراث لو کہ تم سے مخصوص ہے اور کسی کو تم سے اس میں نزاع نہیں ہے۔ میری وصیت کو قبول کرو اور میرے وعدوں پر عمل کرو اور میرے قرض ادا کرو۔ الخ۔

اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ خلیفہ وصی کے متعلق پہلے خم غدیر وغیرہ میں فیصلہ ہوا نہیں تھا۔ ورنہ حضرت عباس رض کو یہ کیوں کہا جاتا کہ میری وصیت کو قبول کرو۔ بلکہ پہلے ہی سے حضرت علی رض کو کہہ جاتا۔ کہ اے علی رض! تم کو ہم نے بمقام خم غدیر خلیفہ اور اپنا وصی بنا دیا ہے۔ تم ایسا کرنا اور ویسا کرنا۔

دوم: جلاء العیون صفحہ ۲۴ میں لکھا ہے کہ حضور علیہ السلام نے آخری وقت میں جو خطبہ فرمایا۔ اس میں یہ بھی فرمایا کہ جو شخص والی امر مسلمانان ہو۔ لازم ہے کہ انصار نیکو کار کی رعایت اور بدکار سے درگزر کرتا رہے۔ اور یہ آخری مجلس تھی کہ حضرت منبر پر تشریف لے گئے۔ یہاں تک کہ حق تعالیٰ سے ملاقات فرمائی۔

حضور علیہ السلام کے آخری خطبہ سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ اس وقت تک کسی شخص کو حضور علیہ السلام نے خلیفہ نہیں بنایا تھا۔ اگر خم غدیر میں آپ خلیفہ بنا چکے ہوتے تو حضور یہ نہ فرماتے کہ جو شخص والی امر مسلمانان ہو۔ الخ۔ بلکہ حضرت علی رض کو صریح خطاب فرما کر کہتے کہ اے علی رض! تم میرے بعد والی امر مسلمانان ہو۔ تم ایسا کرنا اور ویسا کرنا۔

سوم:۔ جلاء العیون ص۲۶۲ میں ہے۔ شیخ مفید نے روایت کی کہ حضرت نے
لوگوں کو رخصت کیا اور سب چلے گئے۔ عباسؓ اور ان کے بیٹے فضلؓ اور علیؓ بن ابی طالب
اور اہلبیت مخصوص نزدیک حضرت رسالتؐ رہ گئے۔ عباسؓ نے کہا: "یا رسول اللہ! اگر امر
خلافت ہم بنی ہاشم میں قرار پائے گا۔ پس ہم کو بشارت دیجیے کہ بادشاہ ہوں۔ اور اگر آپؐ
جانتے ہیں کہ ہم پر ستم کریں گے اور ہم سے خلافت کو غصب کریں گے۔ پس اپنے اصحابؓ سے ہماری
سفارش کیجیے۔ حضرتؐ نے فرمایا: تم کو بعد میرے ضعیف کریں گے اور تم پر غالب ہوں گے۔

اگر بعد رسولؐ کی خلافت کا فیصلہ پہلے ہو گیا ہوتا۔ تو اس موقع پر حضرت عباسؓ بجائے
اس کے کہ امر خلافت ہم بنی ہاشم میں قرار پائے گا؛ یوں کہتے کہ "خلافت علیؓ جس کا آپؐ نے
فیصلہ کر دیا ہے۔ تو کیا چل سکے گی۔ تو ہم کو بشارت دیجیے:

چہارم کتاب حیات القلوب نمبر۲ ص۳۳ میں ہے۔
روایت کردہ اند کہ عامر بن طفیل و زید بن قیس بقصد قتل آنحضرتؐ آمدند چوں
داخل مسجد شدند۔ عامر بنزدیک آنحضرتؐ آمد و گفت۔ یا محمدؐ! اگر من مسلمان شوم، برائے
من چہ خواہد بود۔ حضرت فرمود برائے تو خواہد بود آنچہ برائے ہمہ مسلمانانست و بر تو خواہد بود
آنچہ بر ہمہ مسلمانان است۔ گفت می خواہم بعد از خود مرا خلیفہ گردانی۔ حضرت فرمود نیست۔
این امر بدست خداست، بدست من و تو نیست۔

ترجمہ:۔ روایت ہے کہ عامر بن طفیل اور زید بن قیس۔ قتل آنحضرتؐ کو آئے جب
مسجد میں داخل ہوئے تو عامر نے کہا۔ اگر میں مسلمان ہو جاؤں تو مجھے کیا ملے گا؟ آپؐ نے فرمایا۔
تجھے وہ خیر ملے گی جو تمام مسلمانوں کو ملے گی۔ اور جو مسلمانوں کو حرج پہنچے گا تمہیں بھی پہنچے گا
پھر اس نے کہا میں چاہتا ہوں کہ آپؐ اپنے بعد مجھے خلیفہ بنا دیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ اس کا فیصلہ
خدا کو ہے۔ مجھے اور تجھے اس بات میں دخل نہیں۔

سو اگر فیصلہ خلافت بحق علیؓ ہو گیا ہوتا۔ تو آپ کا جواب یہ ہوتا کہ خلافت کا فیصلہ
تو ہم بحق علیؓ کر چکے ہیں۔ اب اس کو ماننا بے سود ہے۔ آپؐ کا یہ فرمانا کہ خلافت کا فیصلہ
خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اس امر کا بدیہی ثبوت ہے کہ آنحضرتؐ اپنی زندگی میں اسے

متعلق کوئی فیصلہ نہیں فرمائے۔

پنجم: حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۵۵۹ میں زیر تفسیر آیۃ وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی بَعْضِ اَزْوَاجِہٖ حَدِیْثًا یوں لکھی ہے۔ علی بن ابراہیم و عیاشی روایت کردہ اند کہ چوں حفصہؓ بر قصۂ ماریہ مطلع شد حضرت را دراں باب عتاب نمود۔ حضرتؐ فرمود کہ دست از من بدار کہ برائے خاطر تو ماریہ را بر خود حرام گردانیدم و رازے بتو مے گویم کہ اگر آں راز را بدیگرے خبر دہی بر تو خواہد بود لعنت خدا و قہر او و ملائکہ و لعن جمیع مردماں۔ حفصہؓ گفت چنیں باشد بگو آں راز کدام است۔ حضرتؐ فرمود کہ ابوبکرؓ بعد از من بجور[1] خلیفہ خواہد شد۔ و بعد ازو پدر تو خلیفہ خواہد شد۔ حفصہؓ گفت ترا کہ خبر دادہ است۔ پس حضرتؐ فرمود خدا مرا خبر دادہ است۔ پس حفصہؓ در ہماں روز ایں خبر را بعائشہؓ رسانید و عائشہؓ پدر خود ابوبکرؓ را بآں راز مطلع گردانید۔ پس ابوبکرؓ بنزد عمرؓ آمد و گفت عائشہؓ از حفصہؓ خبرے نقل کردہ من اعتمادے بر قول او ندارم تو از حفصہؓ سوال نما کہ آں خبر درست است یا نہ۔ پس عمرؓ بنزدیک حفصہؓ آمد و گفت ایں چہ خبر است کہ عائشہؓ از تو نقل میکند۔ حفصہؓ در ابتدا حال منکر شد و گفت من باو سخنے نگفتہ ام۔ گفت اگر خبر راست است بما مخفی مدار تا پیشتر در کار خود تدبیرے بکنیم۔ چوں حفصہؓ ایں را شنید گفت بلے حضرت چنیں گفت۔

ترجمہ: علی بن ابراہیم اور عیاشی نے روایت کیا ہے کہ حفصہؓ کو ماریہ کا حال معلوم ہوا تو آنحضرتؐ سے شکایت کی۔ تو حضورؐ نے فرمایا خفا نہ ہو۔ میں نے تمہاری خاطر ماریہ کو اپنے اوپر حرام کر دیا ہے اور تمہیں میں ایک راز بتاتا ہوں۔ اگر ظاہر کرو گی تو تمہارے لئے برا ہو گا۔ حفصہؓ نے کہا نہ بتاؤں گی۔ بتائیے وہ راز کیا ہے۔ فرمایا۔ راز یہ ہے کہ میرے بعد ابوبکرؓ زبردستی خلیفہ بن بیٹھے گا اور اس کے بعد تیرا باپ عمرؓ خلیفہ ہو گا۔ حفصہؓ نے کہا آپ کو کس نے بتایا؟ آپ نے فرمایا خدا نے مجھے یہ خبر دی ہے۔ پس حفصہؓ نے اسی روز یہ بات عائشہؓ کو بتا دی۔ اس نے اپنے باپ ابوبکرؓ کو بتایا۔ اور اس نے عمرؓ سے ذکر کیا کہ عائشہؓ حفصہؓ سے یہ روایت کرتی ہے۔ اس سے پوچھ کر بتاؤ کیا یہ سچ ہے۔ عمرؓ نے حفصہؓ سے دریافت کیا۔

---

[1] یہ ملا باقر مجلسی کی عبارت ہے

پہلے تو انکار کیا کہ مجھے اس کی خبر نہیں لیکن عمرؓ نے کہا۔ بتاؤ کہ اگر یہ سچ ہے تو ہم زیادہ حیلہ سازی کریں۔ حفصہؓ نے کہا۔ ہاں پیغمبرؐ نے ایسا ہی بتایا ہے۔"

ایسا ہی دیگر شیعہ مفسرین نے بھی آیتہ اِذ اَسَرَّ النَّبِیُّ الخ کے متعلق اسی طرح روایت کی ہے۔ چنانچہ تفسیر مجمع البیان میں یہ روایت زیادہ وضاحت سے بیان کی گئی ہے۔

اب اس سے صاف ثابت ہو گیا کہ حق تعالیٰ نے خلافت کے متعلق آنحضرتؐ کو اطلاع بخش دی تھی کہ آپؐ کے بعد خلیفہ ابوبکرؓ پھر عمرؓ ہوں گے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح اس کا فیصلہ حضرت علیؓ کے حق میں فرما سکتے تھے۔ دیکھو شیعہ کی کتب اس امر کی شہادت دے رہی ہیں کہ حضرت علیؓ کی خلافت منصوص نہیں۔ بلکہ بموجب آیۃ اِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ الخ ابوبکرؓ کی منصوص ہو چکی تھی جس کی اطلاع خدا نے رسولؐ کو دی اور آپ نے اپنی زوجہ کو اس سے مطلع کر دیا۔ سچ ہے۔ اَلْفَضْلُ مَا شَہِدَتْ بِہِ الْاَعْدَاءُ۔

ششم: شیعہ کہتے ہیں کہ مقام خم غدیر میں رسولؐ پاک نے ہزارہا اصحابؓ کے روبرو جناب امیرؓ کی خلافت کا اعلان کر دیا تھا۔ اگر ایسا ہوتا تو ممکن تھا کہ صحابہؓ رسولؐ جو حضور علیہ السلام کے قول و فعل پر اپنی جانیں قربان کئے ہوئے تھے۔ حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد حضرت علیؓ کو جن کی خلافت کا فیصلہ رسول پاکؐ فرما گئے تھے سب کے سب ساتھ چھوڑ جاتے اور فیصلہ رسولؐ کے خلاف ابوبکرؓ کی خلافت پر اجماع کر لیتے جلاء العیون صفحہ ۱۴۹ میں ہے۔ "جب رات ہوئی جناب امیرؓ حسنینؓ کو اپنے ہمراہ لے کر ایک ایک گھر مہاجرین و انصار کے پھرے۔ مگر بغیر چار آدمیوں کے اور بروایت تین آدمیوں کے اور کسی آدمی نے بیعت قبول نہ کی۔ انتہا ملخصاً۔"

شیعہ تسلیم کرتے ہیں کہ سوائے چار اشخاص مقدادؓ، ابوذرؓ، سلمانؓ، عمارؓ کے باقی جمیع اصحاب نے حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور جناب امیرؓ حسنینؓ کو ہمراہ لے کر مہاجرین و انصار کے در بدر پھر کر الحاح کرتے رہے کہ میرا ساتھ دو کسی نے ساتھ نہ دیا۔ اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ میں کچھ ایسا نقص تھا کہ کوئی مسلمان بھی ان کا خلیفہ بننا پسند نہ کرتا تھا۔ یا حضرت ابوبکرؓ میں کچھ ایسے اوصاف تھے جن کے گرویدہ ہو کر اصحابؓ رسولؐ نے قاطبۃً ان کی بیعت اختیار کر لی۔ اہل سنت والجماعت کے ہاں ایک حدیث ہے لَا تَجْتَمِعُ

اُمَّتِیْ عَلٰی الضَّلَالَۃِ (حضور نے فرمایا۔ میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی۔

ایسا ہی کتب شیعہ سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ جیسا کہ حیات القلوب جلد ۲ صـ۳۳۲ میں ہے۔ سیزدہم آنست کہ خدا ایشاں را بگرسنگی نمی کشد و ایشاں را بر گمراہی جمع نمی کند (ترجمہ: خواص امت نبی آخرالزماں سے تیرھویں بات یہ ہے کہ یہ امت بھوک سے ہلاک نہ ہوگی اور گمراہی پر ان کا جمع نہ ہوگا۔

پھر کیسے مانا جا سکتا ہے کہ امت (حوصہ کبھی گمراہی پر جمع ہو کر خلافت بلا فصل پر متفق ہوگئی اور اپنے رسول پاکؐ کے فیصلہ کی پروا نہ کی۔ اس بات کو عقل و نقل دونوں تسلیم نہیں کرتے۔ لامحالہ ماننا پڑے گا کہ یہ بات درست نہیں کہ بمقام خم غدیر آنحضرتؐ نے حضرت علیؓ کی خلافت کا فیصلہ کر دیا تھا۔

ھفتم: خم غدیر کا مسئلہ بلا فصل خلافت اس واسطے بھی صحیح نہیں ہے کہ جناب امیرؓ نے دعوئے خلافت کے وقت اس حدیث سے استدلال نہیں کیا۔ اگر حدیث خلافت بلا فصل پر نص صریح تھی تو آپ کو عین وقت پر اس سے استدلال کر کے فریق مقابل کو ملزم کرنا چاہیئے تھا۔ لیکن کسی کتاب شیعہ سے یہ ثابت نہیں ہے کہ جناب امیرؓ نے حدیث خم غدیر کو استدلال میں پیش کیا تھا۔

ھشتم: حدیث خم غدیر پر شیعہ کو بھی اطمینان نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حدیث قرطاس سے تمسک کر کے اپنا مدعا ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ ورنہ اگر پہلے ہی سے مسئلہ خلافت کا فیصلہ ہو چکا تھا۔ تو پھر بوقت وفات اس تکلیف کی حالت میں حضور علیہ السلام کو خلافت کا فیصلہ لکھنے کے لیے قلم دوات منگوانے کی کیا ضرورت تھی۔ اور اگر کہا جائے کہ آنحضرتؐ کو اطمینان نہ تھا۔ کہ آپؐ کا فیصلہ مان لیا جائے گا۔ تو پھر جب کھلے فیصلہ پر جو ہزاروں کے مواجہ میں بحالت صحت ایک کھلے میدان میں کیا گیا تھا۔ اطمینان نہ تھا تو بحالت مرض ایک تنگ حجرہ میں چند افراد کے روبرو اعلان خلافت بلا فصل علی مرتضیٰ پر کس طرح اطمینان ہو سکتا تھا (مسئلہ قرطاس کی بحث آگے آئے گی)۔

شیعہ کی دوسری دلیل

حضرت علیؓ کی خلافت بلا فصل کے متعلق دوسری دلیل شیعہ کی یہ آیت ہے۔

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ ۝ ترجمہ: تمہارے مددگار خدا اور رسول خدا ہیں اور مومن لوگ جو نماز روزہ قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں۔ اور وہ رکوع و سجود کرنے کے عادی ہیں[1]

اس آیت سے شیعہ ولایت علیؓ کا استدلال کرتے ہیں۔ حالانکہ آیت میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جس سے ولایت امیر علیہ السلام ثابت ہو اگر لفظ ولی سے استدلال ہے تو یہاں خدا اور رسولؐ اور ان مومنوں پر اس کا اطلاق کیا گیا ہے۔ جو نماز، روزہ، حج و زکوٰۃ کے پابند ہیں۔ تمام صیغے جمع کے ہیں۔ پھر ان سے ایک فرد حضرت علیؓ مراد لینا انصاف کا خون کرنا ہے۔

شیعہ نے اس موقع پر ایک عجیب روایت وضع کی ہے۔ جیسا کہ اصول کافی کتاب الحجت میں ہے۔

كَانَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي صَلٰوةِ الظُّهْرِ وَقَدْ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَهُوَ رَاكِعٌ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ قِيمَتُهَا أَلْفُ دِينَارٍ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَسَاهُ إِيَّاهَا وَكَانَ النَّجَاشِيُّ أَهْدَاهَا لَهُ فَجَاءَ سَائِلٌ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا وَلِيَّ اللّٰهِ وَأَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ تَصَدَّقْ عَلٰى مِسْكِينٍ فَطَرَحَ الْحُلَّةَ إِلَيْهِ وَأَوْمٰى بِيَدِهِ أَنِ احْمِلْهَا فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فِيهِ هٰذِهِ الْآيَةَ ۝

ترجمہ: امیر المومنین علیہ السلام ظہر کی نماز پڑھ رہے تھے۔ چنانچہ دو رکعت نماز ادا کر چکے تھے۔ آپ ایک قیمتی شال اوڑھے ہوئے تھے جس کی قیمت ایک ہزار دینار تھی۔ اور رسول پاکؐ نے آپ کو دی تھی جو آنحضرت کو نجاشی نے بطور ہدیہ بھیجی تھی۔ پس ایک سائل آیا۔ اس نے کہا اے ولی اللہ اور مومنوں کے سردار مسکین کو کچھ خیرات دیجئے۔ آپ نے وہ شال سائل کی

---

[1] وَهُمْ رَاكِعُونَ یا تو يُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ سے حال واقع ہوا ہے یا یہاں رکوع بمعنی خشوع ہے۔

طرف پھینک دی اور ہاتھ سے اشارہ کیا کہ اس کو لے جا۔ تب خدا نے آیت اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ اُتار دی۔"

ہمارا جواب:۔ ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ آیت کا کوئی لفظ ایسا نہیں ہے۔ جو حضرت علیؓ کی ولایت اور خلافت پر دلالت کرے۔ اگر اس سے ولایت کا ثبوت ملتا ہے تو پھر ہر ایک نمازی اور زکوٰۃ دینے والا صاحب ولایت اور خلیفہ ہو سکتا ہے۔ قاموس میں لکھا ہے۔
اَلْوَلْیُ اَلْقُرْبُ وَالدُّنُوُّ وَالْوَلِیُّ اَلْاِسْمُ مِنْہُ وَالْمُحِبُّ وَالصَّدِیْقُ وَالنَّصِیْرُ (ولی مصدر) کا معنے قرب اور نزدیکی کا ہے۔ ولی اس کا اسم ہے جس کا معنی محب اور دوست اور مددگار ہے۔
اب بتلایئے کہ لفظ ولی سے خلافت اور ولایت پر کس طرح دلیل لی جا سکتی ہے؟ یہ روایت جو وضع کی گئی ہے۔ عقلاً و نقلاً قابل تسلیم نہیں ہے۔

روایت بالا کے موضوع ہونیکے دلائل

اوّل: حضرت علی مرتضیٰؓ کی شان زہد کی نسبت یہ گمان کرنا کہ دنیادار دولتمند قیمتی پوشاک پہنتے تھے جو قریباً پچیس ہزار روپے کی ہو۔ آپ کی صوفیانہ و متقیانہ حیثیت پر ایک سخت حملہ ہے۔ ہم پہلے جدر لغیران کی روایت سے لکھ چکے ہیں کہ جب حضرت علیؓ کو حضرت فاطمۃ الزہرہؓ کے ناطہ کی خواستگاری کا مشورہ دیا گیا تو آپ نے اپنی مفلسی کا عذر پیش کیا اور جب سامان شادی خریدنے کی آپ کو ضرورت پیش آئی۔ تو آپ نے اپنی زرہ فروخت کر کے وہ سامان خریدا کیا۔ علامہ سید علی حائری اپنی مؤلفہ کتاب غایۃ المقصود کے صفحہ ۹۴ پر مرزا قادیانی پر طعن کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں۔
"در آنجا در بیت النبوۃ از کمال زہد و تقویٰ و فقر تا سہ یوم و قوت میگذرانیدند تا آنکہ بشہادت آیت یُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ الخ نازل شد و ایں جا بدوں شال ہائے غیش غیر و تہر سہ کشمیری و سیر برنمیگذارد و آنجا بر حصیر لیف خرما و اکثر بر خاک خوابیدہ دیدہ فرمود۔ قُمْ یَا اَبَا تُرَابٍ و از ہماں روز بابی تراب مکنّی شد۔ ترجمہ:۔ وہاں خاندان نبوت حضرت علیؓ کے گھر میں کمال زہد و تقویٰ سے تین تین روز فاقہ گذر جاتے تھے یہ بات

وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ نازل ہوئی۔ اور یہاں مرزا قادیانی کا یہ حال ہے کہ خلیل خانی شال اور کشمیری چادر اور ریشمی پارچہ جات کا استعمال ہوتا ہے اور اہل بیت کا یہ حال تھا کہ کھجور کی چھال کی بنی ہوئی بوریا۔ بلکہ اکثر اوقات خاک زمین پر بیٹھا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک روز حضور علیہ السلام نے شجاعت مآب کو فرش زمین پر بیٹھے ہوئے دیکھ کر فرمایا۔ اے "ابوتراب" چنانچہ آپ کی یہی کنیت مشہور ہو گئی۔

علامہ مازنی کی اس تحریر اور جلاء العیون کی روایت اور دیگر صحیح حالات سے جو حضرت علیؓ کی زاہدانہ اور صوفیانہ پوزیشن کے متعلق کتب طرفین میں لکھے ہیں۔ صاف ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو ایسی پوشاکوں سے جو ایک طالب دنیا شخص کی خاصیات سے ہے۔ بالکل کچھ غرض نہ تھی۔ ایسی بیش قیمت پوشاک کا استعمال اسراف و تبذیر میں داخل ہے۔ جو ایک متقی مومن پسند نہیں کرتا۔ چہ جائیکہ علی المرتضیٰؓ جیسے متقی متورع تارک الدنیا عالی مرتبت امام کی نسبت خیال کیا جائے کہ وہ ایسے ریشمی اور طلائی پارچات استعمال کیا کرتے تھے۔ اصحاب رسولؐ کو دنیاداروں کی طرح زیب و زینت سے سخت نفرت تھی۔ چنانچہ یہ مانی ہوئی بات ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ باوجودیکہ اپنے وقت کے بادشاہ تھے لیکن آپ کی چادر اور کرتہ پر متعدد پیوند لگے ہوئے ہوتے تھے۔ بلکہ آپ کے عمالوں (گورنروں) سے جس شخص کی نسبت اطلاع ملتی۔ کہ وہ باریک ململ کی قمیص استعمال کرتے ہیں۔ فوراً ان کو طلب کر کے تنبیہ کی جاتی بلکہ ان کو اپنے منصب جلیل سے معزول کر دیا جاتا۔

پھر جب شیعان علیؓ شجاعت مآب کو باقی خلفاء پر زہد تقویٰ میں ترجیح دیتے ہیں تو ایسی روایات شائع کرنے سے ان کو تامل کرنا چاہیے۔ جس سے حضرت ممدوح کی شان تقدس کو بٹہ لگتا ہے۔

دوم:۔ گر مان لیا جائے کہ حضرت علیؓ نے ایسی ریشمی صدری اور اوڑھنی رکھی تھی اور نماز پڑھ رہے تھے۔ تو پھر یہ بات قرین قیاس نہیں ہے کہ سائل جو آپ کو نماز کی حالت میں دیکھ رہا تھا۔ تب بھی انتظار نہ کرے کہ آپ نماز سے فارغ ہو لیں۔ ایسی جلد بازی تو کوئی بد شخص بھی نہیں کر سکتا۔ وہ اپنے ساتھی دوراہ نما سے پہلے دریافت کر لیتا ہے کہ مسئول

عنہ کس حالت میں ہے۔ پھر اگر سائل نے ایسی حالت کی۔ تو پھر حضرت علی المرتضیٰ جن کی نسبت مشہور ہے کہ نماز پڑھنے کے وقت آپ ایسے استغراق میں ہوتے کہ دنیا و مافیہا سے کچھ خبر نہ رہتی۔ پھر ایسی حالت استغراق میں ایک گداگر کی کم کم کی آواز آپ کے کانوں تک کس طرح پہنچ سکتی۔ اور یہ بھی تسلیم کیا جائے کہ آپ کی نماز خشوع خضوع سے خالی تھی (یعنی استغراق تام نہیں تھا) آپ نے سائل کی آواز سن لی۔ تو پھر نماز کی حالت میں فعل کثیر یعنی انگوٹھی اتار کر پھینکنا۔ پھر سائل کی [illegible] کیا معنی رکھتا ہے۔ جب ایک فرض نماز ادا کر رہے تھے۔ تو اس کی تکمیل کیے بغیر دوسرے فرض والے زکوٰۃ کی طرف متوجہ ہونا کیا ضروری تھا۔ اگر آپ نے سائل کو کچھ دینا تھا۔ تو نماز سے فارغ ہو کر بھی دے سکتے تھے۔

سوم: آیت میں وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ آیا ہے۔ یعنی وہ زکوٰۃ دیتے اور نماز پڑھتے ہیں۔ اور روایت موضوعہ میں سائل کو دیا ہوا قیمتی ایک انگوٹھی [illegible] کیا گیا ہے۔ کیا اسے زکوٰۃ کا کوئی تعلق ہے۔ اس سے پہلے یہ ثابت کر دینا چاہیئے کہ آپ امیر صاحب زکوٰۃ تھے اور اس قدر مال رکھتے تھے کہ اس کی زکوٰۃ ایک انگوٹھی [illegible] آپ کے ذمے واجب تھی۔ اگر شیعہ صاحبان ایڑی چوٹی کا بھی زور لگائیں۔ تو وہ یہ ثابت نہیں کر سکتے۔ جب آپ صاحب زکوٰۃ نہ تھے اور نہ اس قدر زکوٰۃ آپ کے ذمے واجب تھی۔ تو پھر يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ (وہ دیتے ہیں زکوٰۃ) کا مفہوم صحیح نہیں ہو سکتا۔ غرض یہ روایت بالکل عقل و شرع کے خلاف اور [illegible] لوگوں کی بنائی ہوئی ہے۔ ایسی وضعی روایت سے ثابت کر کے شیعہ حضرات خلافت بلا فصل علی المرتضیٰؓ کے بار ثبوت سے سبکدوش نہیں ہو سکتے۔

شیعہ کی تیسری دلیل

صحیح بخاری و مسلم میں براء بن عازب سے روایت ہے کہ جب رسول خدا نے غزوہ تبوک کا قصد فرمایا تو جناب امیرؓ کو بال بچوں کی حفاظت کے لئے مدینہ طیبہ میں مقرر فرما گئے۔ منافقوں نے جناب امیرؓ کو طعنہ دیا کہ رسول خدا آپ کو اپنے ساتھ کیوں نہیں لے جاتے۔ جناب امیرؓ کو یہ بات ناگوار گزری۔ آپ نے رسول خدا سے یہ ماجرا بیان کیا۔ [illegible]

اَتُخَلِّفُنِی فِی النِّسَآءِ وَالصِّبْیَانِ۔ کیا مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑ جاتے ہیں
تو حضور نے آپ کی دلجوئی کے لیے فرمایا۔ اَمَا تَرْضٰی اَنْ تَکُوْنَ مِنِّی بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ
مِنْ مُوْسٰی اِلَّا اَنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ۔ کیا تجھے پسند نہیں ہے کہ تو مجھ سے بمنزلہ ہارون
کے ہو موسیٰ سے الا میرے بعد نبوت نہیں ہے۔

شیعہ اس سے استدلال کرتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول
پاک حضرت علیؓ کو اپنے بعد خلیفہ سمجھتے تھے۔ مگر حدیث میں یہ الفاظ نہیں ہے جس
سے آپ کی خلافت بلافصل کا استدلال ہو سکتا ہو۔

(۱) ہارون کو موسیٰ نے عارضی طور پر اپنی عدم موجودگی میں خلیفہ مقرر کیا تھا۔ جب کوہ طور
سے واپس ہوئے تو حضرت ہارون خلیفہ نہ رہے گو وہ نبی مستقل تھے۔ ایسا ہی یہاں بھی
سمجھنا چاہیے۔

(۲) اس قسم کی خدمت بہ سبب قرابت اپنے پسماندہ کے ہی سپرد کی جا سکتی ہے
کہ مستورات و اہل بچوں کی نگرانی رکھے۔ اس کی خدمت کو خلافت سے کیا تعلق؟

(۳) یہ مسلّم ہے کہ حضرت ہارون حضرت موسیٰ کی زندگی میں فوت ہو گئے تھے۔ پھر خلیفہ کیسے
جب مشبہ بہ ہی خلیفہ نہ ہوئے تو مشبہ کی خلافت کیسی؟

(۴) حضرت ہارون سے تشبیہ صرف قرابت داری کی وجہ سے دی گئی تھی ورنہ وہ نبی تھے
عمر میں موسیٰ سے بڑے تھے حقیقی بھائی تھے۔ جناب امیرؓ میں ان اوصاف سے ایک بھی
نہ تھی۔ پھر اس حدیث سے استدلال خلافت بلافصل چہ معنی دارد۔

(۵) اس تشبیہ سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ زندگی میں جیسے ہارونؑ بوجہ قرابت داری موسیٰ
کی نیابت کرتے تھے۔ ویسے جناب امیرؓ بھی خدمات خانگی پر حضور کی عدم موجودگی میں مامور
رہے۔ بعد وفات موسیٰ علیہ السلام حضرت ہارون نہیں۔ بلکہ یوشع بن نون اور کالب بن یوقنا خلیفہ
ہوئے۔ اسی طرح بعد وفات نبی ابو بکرؓ اور عمرؓ خلیفہ ہوئے۔ گویا یہ حدیث شیعہ کی تردید
کر رہی ہے۔ نہ کہ ان کے مدعا کی اس سے تائید ہوتی ہے۔

شیعہ کی چوتھی دلیل

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ تَارِکٌ فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ کِتَابُ اللّٰہِ وَعِتْرَتِیْ اِنْ تَمَسَّکْتُمْ بِھِمَا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِیْ ۔

ترجمہ:۔ حضور نے فرمایا میں چھوڑے جاتا ہوں تم میں دو وزنی چیزیں۔ کتاب اللہ اور اپنے اقارب کو اگر تم ان کی اتباع کرو گے میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو گے ۔

اس حدیث سے بھی شیعہ جناب امیرؓ کی خلافت بلافصل کا استدلال کرتے ہیں حالانکہ اس حدیث میں بھی کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جس سے خلافت آنجناب پر دلالت ہو۔ ہاں یہ امر تنقیح طلب ہے کہ شیعہ و سنی ہر دو فریقوں سے کون فریق کتاب اللہ اور عترت رسول کی عزت کرتا ہے اور ان سے تمسک کرتا ہے اور کون فریق ان سے کوسوں دور پڑا ہے۔

ثقل اکبر:۔ قرآن پاک کی عزت اہل سنت والجماعت کے دلوں میں ہے ۔ وہ اس کی تلاوت میں شب و روز مصروف ہیں۔ حفظ قرآن اہل سنت کے مردوں عورتوں بچوں بوڑھوں کا معمول ہے۔ برخلاف اس کے شیعہ حضرات اس کو صحیح نہیں سمجھتے ۔ بلکہ اس کو محرف ناقص بڑا زائد غلط سمجھتے ہیں۔ جس قرآن کے منتظر رہے ہیں۔ اس کی زیارت خواب میں بھی نصیب نہیں بغرض شیعہ کے دلوں میں بوجہ عناد جامع القرآن حضرت عثمانؓ کی بالکل عزت نہیں ہے۔ اسی لئے شیعہ حفظ قرآن کی نعمت سے بالکل محروم ہیں برخلاف اس کے کہ اہل سنت میں ہزاروں حافظ قرآن موجود ہیں جو رات دن تلاوت قرآن میں مصروف رہتے ہیں۔ اور سال بھر میں نماز تراویح میں سنیوں کی ہر ایک مسجد میں قرآن ختم ہوتا ہے لیکن شیعہ تراویح کے سرے سے ہی منکر ہیں۔ اس لئے ختم قرآن کیوں کریں وَذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ۔

ثقل اصغر:۔ عترت رسول کی عزت اہلسنت والجماعت کے دلوں میں ہے۔ ہم عترت رسول سے محبت رکھنا اپنا دین و ایمان سمجھتے ہیں۔ اور کسی

بزرگ خیر القرون در زگر گناہ سمجھتے ہیں۔ لعنت تبرا انہی کو مبارک ہو۔ ہم تو رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ کی امت ہیں۔ کسی کو برا کہنا ہمارا شیوہ نہیں ہے۔ اہلسنت کا دل آئینہ کی طرح صاف و شفاف ہے کہ زنگ و بغض اس کو مکدر نہیں کرسکتا۔

کفر است در طریقت ما کینہ داشتن آئین ماست سینہ چو آئینہ داشتن

ہاں روافض کی زبان طعن سے نہ اپنا بچ سکتا ہے، نہ بیگانہ۔ عترت رسول سے جو سلوک کرتے ہیں کرے توبہ۔

توہین عترت رسول صلے اللہ علیہ وسلم

عترت رسول سے مراد آپ کے خویش و اقارب ہیں۔ شیعہ، عائشہ رض صدیقہ و حفصہ رض کو معاذ اللہ کافر و منافق کہتے ہیں۔ تحفۃ العوام جلد ا صفحہ ۲ میں ہے۔ کتاب تہذیب میں وارد ہے۔ کہ جائے نماز سے نہ اٹھو جب تک کہ بنو امیہ پر لعنت نہ کرو۔ مراد ان سے چار مرد ہیں۔ کہ حق مرتضٰے کا چھین لیا۔ محسن رض کو شہید کیا۔ بنت نبی کی تمام بہ ہذیان کیا اور چار عورتیں ہیں۔ کہ آزار پہنچایا۔ بنت جناب رسول مقبول کی

اسی مضمون کی ایک دعا لکھی ہے۔ جس کے آخری الفاظ یہ ہیں۔ وَالْبَرَاءَۃُ مِنْ فُلَانٍ وَفُلَانٍ وَفُلَانَۃٍ وَفُلَانَۃٍ لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِمْ وَعَلٰی اَوْلِیَآئِہِمْ۔

ترجمہ:- میں بیزار ہوں فلاں فلاں مرد اور فلاں عورت سے۔ لعنت خدا ہو ان پر اور ان کے دوستوں پر۔ لکھنے والے نے حاشیہ پر لکھا ہے۔ کہ بجائے فلاں کے نام ان کے لے جنہوں نے حق مرتضٰی کا چھین لیا

سنی بھائی توجہ کریں!

جو سنی بھائی ان روافض سے دوستانہ تعلقات رکھتے ہیں اور ان کو اپنا مسلمان بھائی تصور کرتے ہیں۔ وہ غور کریں کہ جو لوگ تمہارے بزرگان دین اصحاب و ازواج رسول سے یہ سلوک رکھتے ہوں کہ ہر ایک نماز کے بعد ان کے نام لے لے کر لعنت

وتبرا کرنا ان کا پیشہ ورد ہو اور ان بزرگان دین پر ہی لعنت نہیں کرتے۔ بلکہ ان لوگوں کو بھی اس میں شامل کرتے ہیں۔ جو ان سے محبت رکھتے ہیں۔ یعنی تمام اہلسنت والجماعت مسلمانوں کو پھر غضب ہے کہ غیور سُنّی ایسے بد طینت شخص کو اپنا دوست بنائے۔ جو عترت رسول سے کس قدر دشمنی رکھتے ہوں۔ اور سنیوں سے ان کو ایسا بیر ہو۔

سُنّی کا جنازہ

کتب شیعہ میں لکھا ہے اوّل تو سُنّی کا جنازہ نہ پڑھا جائے۔ اگر بضرورت پڑھے تو بجائے دعائے میّت پر بددعا کرے۔ چنانچہ تحفۃ العوام ص۳۹ میں ہے۔ اور اگر میّت سُنّی خلاف مذہب[1] ہو اور بضرورت نماز پڑھنا پڑے۔ تو بعد چوتھی تکبیر کے کہے اَللّٰهُمَّ اَخْزِ عَبْدَكَ فِي عِبَادِكَ وَبِلَادِكَ اَللّٰهُمَّ اَصْلِهِ حَرَّ نَارِكَ اَللّٰهُمَّ اَذِقْهُ اَشَدَّ عَذَابِكَ۔

(ترجمہ) اے خدا اس بندے کی میت کو اپنے بندوں میں اور اپنے شہروں میں ذلیل و رسوا کر۔ اے خدا اس کو نار جہنم سے جلا۔ اے خدا اس کو سخت ترین عذاب دے۔

---

[1] یہ عبارت پرانے مطبع کی تحفۃ العوام کی ہے۔ جو مصنف کے پاس موجود ہے جدید طبع میں ان لوگوں نے کچھ ترمیم کر دی ہے اور پرانے مطبع کی تحفۃ العوام جو ہمارے پاس موجود ہے۔ اگر میّت سُنّی خلاف مذہب ہو۔ لکھا ہوا ہے لیکن دوسری تحفۃ العوام جو تازہ لکھنؤ میں طبع ہوئی ہے اس میں لکھا ہے۔ اگر میّت شیعہ نہ ہو اور دشمن اہلبیت ہو۔ الخ ملاحظہ ہوں دونوں عبارتوں کا ایک ہی مطلب ہے کیونکہ سنیوں کو جو شیعہ نہیں یہ لوگ معاذ اللہ دشمن اہلبیت سمجھتے ہیں۔ یہ نوٹ لکھنے کی ضرورت اس لئے ہوئی۔ کہ پرانے مطبع کی کتاب نہ ہونے کی وجہ سے یہ لوگ دھوکہ دے سکتے ہیں کہ تحفۃ العوام ص۳۹ میں یہ عبارت نہیں لکھی ہے۔ فافہم

سنیو! جانتے ہو۔ یہ لوگ تمہارے جنازوں میں شامل ہو کر میتوں سے کیا سلوک کرتے ہیں؟ کیا تم اس بات کو گوارہ کر سکتے ہو؟ کہ ایک شخص تمہارے عزیز یا بزرگ کی میت کے جنازہ پر کھڑا ہو کر اس کے لئے بددعائیں کرے۔ کہ خدایا اسے جہنم میں داخل کر۔ اور سخت سے سخت عذاب میں مبتلا کر۔ عبرت! ؎

نہ آنے دیجیو انہیں نعش پر خدا کے لئے نماز پڑھنے جو آئیں گے بددعا کے لئے

پھر عترت رسول میں سے آنحضرت صلعم کی تین لڑکیوں، ام کلثوم رضہ، رقیہ رضہ، زینب کو در، در رسول سے ہی خارج کر دیا۔ یہ کس قدر توہین و ہتک عترت رسول ہے۔

حضرت علی مرتضیٰ۔ فاطمۃ الزہراؓ۔ حسنینؓ سے اگرچہ بظاہر محبت کا ادعا ہے لیکن ان کی توہین و ہتک کا بھی کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا جاتا۔ چنانچہ بوقت ضرورت حضرت علیؓ کو گالی گلوچ دے لینا جائز کیا گیا ہے[1]۔ جنانچہ اصول کافی صفحہ ۴۸۴ میں ہے

ان علیا علیہ السلام قال علیٰ منبر کوفۃ یا ایھا الناس ستدعون الی شتمی فشتمونی۔ (ترجمہ) حضرت علیؓ نے کوفہ میں منبر پر بیٹھ کر فرمایا۔ لوگو! تمہیں میری سب و شتم کی طرف بلایا جائے گا۔ پس تم مجھے گالی گلوچ دے لینا۔ واہ رے خوش! ان تقیہ بازوں کو خدا ہدایت دے۔ جھوٹ میں بھی عبادت ہے۔ ؎

کیا جو جھوٹ کا شکوہ تو یہ جواب ملا تقیہ ہم نے کیا تھا ہمیں ثواب ملا

پھر حضرت علیؓ کی شان میں کس قدر افراط و تفریط سے کام لے کر ان کی ہجو ملیح کرتے ہیں۔

حضرت علیؓ کی ہجو ملیح

شنویت کا معجزہ شیعہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ ابھی شیرخوار بچے تھے کہ مکہ میں اژدہا نمودار ہوا جس کا سر مثل پہاڑ کے تھا۔ چار سو گز لمبا تھا۔ دانت چار چار بالشت لمبے۔ منہ جیسے گنبد۔ اور گہرائی میں غار کی طرح تھا۔ اس نے ایک دن شہر کا رخ کیا۔ سب لوگ۔ اس کے ڈر کے جنگلوں میں بھاگ گئے۔ اژدہا سیدھا حضرت کی طرف آیا

[1] شیعہ کے مشہور مناظر مرزا محمد علی مرتضیٰ نے جس کو علم روایت ... و مناظرہ پر ناز ہے۔ مقدمہ مسجد بنڈ دادنخان عدالت دیوان سیت رام صاحب سینئر جج جہلم میں بیان صفی بیان میں کہا کہ جو شخص حضرت علیؓ کو گالیاں دے وہ بھی مسلمان ہے۔

آپ نے لیٹے لیٹے اس کو سر سے پاؤں تک چیر دیا۔ خون کا دریا جاری ہو گیا۔ اژدہے کے
دو ٹکڑے بیچ کے گہوارے کے دونوں طرف ایسے پڑے ہوئے تھے۔ جیسے پہاڑ کے
دو ٹکڑے۔ آخر سو آدمیوں نے بمشکل ان کو اٹھا کر شہر کے باہر پھینکا۔ اور جناب امیرؑ
کی تحسین و آفرین کا غلغلہ بلند ہوا (فضائل مرتضوی ص ۲۱، ۲۲)

دوسرا معجزہ: خیبر کی لڑائی میں یہود کی طرف سے ایک جوان مرحب
نامی حضرت علیؑ کے مقابل آیا۔ آپ نے جو تلوار ماری۔ اس کو دو نیم کرتی ہوئی زمین
پر اور وہاں سے اتر کر گاؤ زمین تک پہنچی حائل زمین کو چیرنے کو تھی۔ کہ جبرائیل نے پر نیچے
بچھائے جو کٹ کر پرے جا پڑے۔ ؎

زیں کو جلا کے پشت فرس پر گیا گذر — دو کر کے زین خاک پر آئی وہ شعلہ ور
سیماب کی طرح نہ کہیں دم لیا مگر — پہنچی زمیں سے گاؤ زمیں پر بہ کرّ و فر
بیٹھی تو پاس پیک خدائے جلیل کے — اٹھی تو کاٹتی ہوئی پر جبرئیل کے

نیز سید نعمت اللہ جزائری نے انوار نعمانیہ میں یوں لکھا ہے۔

روى البرسي في كتابه لما وصف وتبختر وان نفتح فيها ان
علياً بيد علي ان جبرائيل جاء الى رسول الله مستبشراً بعد قتل مرحب فقال
النبي عن استبشاره فقال يا رسول الله ان علياً لما رفع السيف ليضرب به امر
الله سبحانه اسرافيل وميكائيل ان يقبضا عضده في الهواء حتى لا يضرب
بكل قوته مع هذا قسمه نصفين وكذا ما عليه من الحديد وكذا فرسه
ووصل السيف الى طبقات الارض فقال لي الله سبحانه يا جبرئيل بادر الى تحت
الارض وامنع سيف علي من الوصول الى ثور الارض حتى لا تنقلب الارض
فمضيت فامسكته وكان على جناحي اثقل من مدائن قوم لوط وهي سبع
مدائن قلعتها من الارض السابعة ورفعتها فوق ريشة واحدة من جناحي
الى قرب السماء وبقيت منتظراً الامر الى وقت السحر حتى امرني الله بقلبها فما وجدت لها ثقل
كثقل سيف علي فسأله النبي لم لم تقلبها من ساعتك فقال يا رسول الله

قَدْ كَانَ فِيْهِمْ شَيْخٌ كَافِرٌ نَائِمٌ عَلٰى قَفَاهُ وَشَيْبَتُهُ اِلَى السَّمَاءِ فَاسْتَحْيَى اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ اَنْ يُعَذِّبَهُمْ فَلَمَّا اَنْ كَانَ وَقْتَ السَّحَرِ انْقَلَبَ ذٰلِكَ الشَّائِبُ عَنْ قَفَاهُ فَاَمَرَنِیْ بِعَذَابِهِمَا۔

ترجمہ:۔ برسی نے اپنی کتاب میں روایت کی ہے۔ جبکہ اس نے خیبر کا واقعہ بیان کیا اور یہ کہ وہ حضرت علیؓ کے ہاتھ پر فتح ہوا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام مرحب کے قتل ہو جانے کے بعد جناب رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور بشارت دی تو نبی کریم نے فرمایا۔ کہ یہ کیسی بشارت ہے۔ پس جبرائیل نے عرض کیا۔ کہ اے رسول خدا جب حضرت علیؓ نے مرحب کے مارنے کے لئے تلوار اٹھائی تو اللہ نے حضرت اسرافیل اور حضرت میکائیل دونوں کو حکم دیا کہ وہ ہوا میں حضرت علیؓ کا ہاتھ تھام لیں۔ تاکہ پورے زور سے تلوار نہ مارنے پائیں۔ اور باوجود اس کے انہوں نے مرحب کو دو ٹکڑے کر دیا۔ اور اسی طرح اس کی آہنی زرہ اور اس کے گھوڑے کو بھی دونیم کر دیا۔ اور تمام طبقات تک اتر گئی۔ تو مجھے اللہ تعالٰی نے حکم دیا کہ جبرائیل زمین کے نیچے فوراً پہنچو۔ اور حضرت علیؓ کی تلوار روک لو۔ تاکہ وہ گاؤ زمین کو نہ کاٹ ڈالے۔ تاکہ زمین زیر و زبر نہ ہو جائے۔ پس میں گیا اور اس کو روک لیا۔ اور وہ تلوار میرے پروں پر قوم لوط کے شہروں سے بھی زیادہ بھاری تھی۔ حالانکہ وہ سات شہر تھے جن کو میں نے ساتویں زمین سے اکھیڑا اور اپنے بازوں کے ایک پر پر آسمان کے قریب تک اٹھا لیا تھا اور میں صبح کے انتظار میں سحر تک ٹھہرا رہا حتی کہ اللہ تعالٰی نے مجھے ان کو الٹ دینے کا حکم فرمایا۔ لیکن میں نے ان کا بوجھ حضرت علیؓ کی تلوار کے بوجھ کے برابر نہ پایا۔ حضور نے فرمایا۔ تو نے اٹھانے کے وقت ہی کیوں نہ پلٹ دیا۔ تو جبرائیل نے عرض کیا کہ اے رسول خدا اس لئے کہ ان لوگوں میں ایک بوڑھا کافر پیٹھ کے بل سویا ہوا تھا۔ اور اس کے بال سفید آسمان کی طرف تھے۔ اس وجہ سے اللہ تعالٰی کو ان کے عذاب دینے سے شرم آئی۔ اور پھر جب سحر کا وقت ہوا بوڑھے نے کروٹ بدلی تو خدا تعالٰی نے مجھے ان کو عذاب دینے کا حکم فرمایا۔

شیعہ صاحبان کو ایسی دور از عقل و قیاس روایات لکھنے سے شرمانا چاہئے۔ کیا یہ جناب شجاعت مآب کی تعریف ہے۔ یا آپ کی نسبت تمسخر ہے۔ تعجب ہے کہ تلوار کا

وجود زیادہ سے زیادہ تین چار فٹ ہوگا پھر وہ کس طرح ساتوں طبقات زمین کو چیر کر گاؤ زمین تک جا پہنچی۔ باوجودیکہ جناب ممدوحؓ نے پوری قوت سے بھی تلوار چلائی نہ تھی۔ پھر اس کا ثقل جبرائیل کے بازو پر۔ حضرت لوط علیہ السلام کے سات شہروں کی زمینوں سے جو ساتویں طبقہ تک جبرائیل نے سحر تک اٹھائے رکھا کس طرح زیادہ ہو گیا۔ پھر حق تعالیٰ کو جب اس امر کا علم تھا کہ جناب امیرؓ کی تلوار اس قدر غضب ڈھانے والی ہے تو بجائے اس کے کہ اسرافیل و میکائیل کو ہوا میں ان کے بازو تھامے رکھنے اور جبرائیل کو ساتویں زمین کے نیچے جا کر سیف علیؓ کی زد میں سے زمین کو بچانے کا حکم دے۔ جناب امیرؓ کے دل ہی میں اتنا کہہ دیتا کہ تلوار چلاتے وقت ذرا ہاتھ روکے رہنا۔ ایسا نہ ہو کہ سیف علیؓ طبقات ارض کو چیر کر گاؤ زمین کے ٹکڑے ہی کر ڈالے اور زمین تہ و بالا ہو جائے۔

ایسے ہی جنات سے لڑائی وغیرہ دور از عقل کہانیاں بیان کی گئی ہیں جن کو پڑھ کر مخالفین اسلام مضحکہ اڑاتے ہیں۔ پھر اس کے مقابلے میں جب تفریط سے کام لیتے ہیں تو آپ کی شان گھٹانے لگتے ہیں۔ تو خارجیوں سے بھی بڑھ جاتے ہیں۔

حضرت علیؓ کی ہتک صریح

حضرات شیعہ جناب امیرؓ کی شجاعت کے گن تو دل افسانے بیان کرنے کے باوجود جب دوسرا پہلو بدلتے ہیں۔ تو جناب شجاعت مآب کو ایسا نکما اور بزدل بنا دیتے ہیں کہ مخالفین آپ کو گلے میں رسی ڈال کر بیعت ابوبکرؓ کے واسطے گھسیٹ لے جاتے ہیں۔ اور معاذ اللہ خاتون جنت کے شکم مبارک پر دروازہ گرا کر محسنؓ کو شہید کر دینے کی روایت بیان کرکے توہین عترت رسول ﷺ کا حق ادا کرتے ہیں۔ چنانچہ جلاء العیون اردو صفحہ [illegible] پر ہے۔ "پس اشقیاء [illegible] یہاں تک کہ مسجد میں لے گئے۔ اور روایت دیگر۔ جب دروازہ پر پہنچے۔ جناب فاطمہؓ [illegible] اس وقت قنفذ نے دروازہ [illegible] دیگر عمرؓ نے تازیانہ بازوئے جناب فاطمہؓ پر مارا کہ بازوئے جناب سیدہؓ کا شکستہ ہو گیا۔ اور [illegible] گیا مگر پھر بھی جناب فاطمہؓ نے جناب امیرؓ سے ہاتھ نہ اٹھایا اور ان اشقیاء کو گھر میں آنے سے منع کیا۔ یہاں تک کہ دروازہ شکم جناب فاطمہؓ پر گرا دیا اور پسلیوں کو شکستہ کیا اور اس فرزند کو جو شکم میں جناب فاطمہؓ کے تھا اور حضرت رسول ﷺ نے اس کا نام محسن رکھا تھا شہید کیا۔

اب جائے غور ہے اس سے زیادہ توہین عترت رسول کیا ہو سکتی ہے کہ اصحاب کو
بدنام کرنے کے لئے ایسی روایات وضع کی جاتی ہیں جو حضرت علیؓ اور خاتون جنت کی غایت
درجہ کی توہین کا باعث ہیں۔ کیا کوئی عقلمند شخص ایک منٹ کے لئے بھی یقین کر سکتا ہے
کہ اگر اصحاب رسولؐ خاتون جنتؓ جگر گوشہ رسولؐ کی یوں ہتک کرتے تو کوئی متنفس کبھی
ان کی بیعت اختیار نہ کرتا۔ اور جناب امیرؓ خاتون جنتؓ کی اس درجہ کی توہین دیکھ کر خاموش
رہ سکتے۔ یا خود مر جاتے یا خصم کو مار دیتے۔ اور یہ کس کی جرأت تھی کہ شیر خدا کی گردن میں
رسی ڈال کر گھسیٹ کر لے جائے اور آپ چوں تک نہ کریں۔

بات یہ ہے کہ شیعہ حضرات دوستی کے پردہ میں جس قدر دشمنی اہل بیت سے کرتے ہیں
ایسا خارجی بھی جرأت نہیں کرتے۔ ؎

کیوں دوستی کے پردہ میں کرتے ہو دشمنی
کیوں دامن ادب کی اڑاتے ہو دھجیاں

حضرت علیؓ کا ناطق فیصلہ

حضرت علی المرتضیٰؓ نے شیعہ سنی سوال کا صاف لفظوں میں ناطق فیصلہ فرما دیا ہے چنانچہ
نہج البلاغہ ص ۱۹۹ والیضاً مطبوعہ طہران ص ۲۸ میں ہے۔

سَيَهْلِكُ فِيَّ صِنْفَانِ مُحِبٌّ مُفْرِطٌ يَذْهَبُ بِهِ الْحُبُّ إِلَى غَيْرِ الْحَقِّ وَمُبْغِضٌ
مُفْرِطٌ يَذْهَبُ بِهِ الْبُغْضُ إِلَى غَيْرِ الْحَقِّ وَخَيْرُ النَّاسِ فِيَّ حَالاً النَّمَطُ الْأَوْسَطُ فَالْزَمُوهُ
وَالْزَمُوا السَّوَادَ الْأَعْظَمَ فَإِنَّ يَدَ اللهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ وَإِيَّاكُمْ وَالْفُرْقَةَ فَإِنَّ الشَّاذَّ مِنَ
النَّاسِ لِلشَّيْطَانِ كَمَا أَنَّ الشَّاذَّ مِنَ الْغَنَمِ لِلذِّئْبِ أَلَا مَنْ دَعَا إِلَى هٰذَا الشِّعَارِ فَاقْتُلُوهُ
وَلَوْ كَانَ تَحْتَ عِمَامَتِي هٰذِهِ۔

(ترجمہ) دو فرقے میرے بارہ میں ہلاک ہو جائیں گے محبت دوستی میں زیادتی کرنے والا
کہ اس کو یہ دوستی حق سے دور لے جائے، اور دشمن دشمنی میں زیادتی کرنے والا کہ اس کو یہ عداوت حق
سے دور کر دے بہتر حال ان لوگوں کا ہے جو میرے بارہ میں درمیانہ روش اختیار کرتے ہیں۔ تم

اسی جماعت کے تابع ہو جاؤ اور بڑی جماعت کی اتباع کرو کیونکہ خدا کا ہاتھ بڑی جماعت کے سر پر ہے۔ تفرقہ سے باز آجاؤ کیونکہ جماعت سے علیحدہ ہونے والا انسان شیطان کا نشانہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ ریوڑ سے الگ ہونے والی بکری بھیڑیئے کا شکار بنتی ہے۔ خبردار جو تمہیں جماعت سے علیحدگی کی دعوت دے اس کو قتل کر دو۔ گرچہ میری اس دستار کے نیچے ہوں

جناب امیرؑ نے اپنے خطبہ میں حقانیت مذہب اہل سنت والجماعت پر مہر کر دی ہے اور رافضیوں اور خارجیوں کے مذہب کو مردود قرار دیا ہے۔ کیونکہ رافضی محب فرقہ ہیں جو جناب امیر اور دیگر ائمہ کو مثل انبیاء معصوم سمجھتے ہیں اور حضرت علیؓ کو دیگر انبیاء سے افضل اور نبی آخر الزماں کا ہم پلہ سمجھتے ہیں۔ رافضیوں میں ایسے فرقے بھی ہیں جو جناب امیرؓ کی رسالت بلکہ الوہیت کے بھی قائل ہیں (اس کی تفصیل آگے آئے گی)

اور حال کے شیعہ گرچہ بظاہر آپ کی الوہیت کے قائل نہیں۔ مگر اوصاف ایسے بیان کرتے ہیں جو آپ کو درجہ الوہیت پر پہنچا دیتے ہیں۔ چنانچہ علم مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ کو حاصل ہونا، اشیائے حلال و حرام کرنے کا اختیار، موت و حیات پر اختیار وغیرہ وغیرہ بہت سے اوصاف ہیں، جو شان الوہیت تک پہنچا دیتے ہیں۔ اس لئے بقول جناب امیرؓ یہ مذہب باطل ہے۔ ایسے ہی خارجی جو جناب امیرؓ سے اس درجہ بغض رکھتے ہیں کہ آپ کو مشرک و کافر قرار دیتے ہیں۔ وہ بھی مردود و باطل ہیں۔ ہاں نمط اوسط میانہ روی اختیار کرنے والا مذہب اہلسنت والجماعت ہے۔ جو جناب امیرؓ سے محبت رکھتے ہیں۔ لیکن شان نبوت و الوہیت تک پہنچا کر کفر نہیں کرتے ہیں۔ اور آپ سے بغض رکھنا بھی کفر و الحاد سمجھتے ہیں۔ تو ایسے ہی مذہب جناب امیرؓ کے نزدیک مذہب برحق ہے۔

دوم:۔ جناب امیرؓ نے کھلے الفاظ میں فرما دیا ہے کہ مذہب حق وہ ہے جس طرف مسلمانوں کا سواد اعظم (بڑا گروہ) ہے۔ اب یہ امر مسلم الثبوت ہے کہ روز نقل دُنیا تا حال بمقابلہ مسلمانان اہل سنت والجماعت آج تک کبھی نہیں ہیں۔ اور اسلام کا سواد اعظم (بڑی جماعت) یہی مذہب اہل سنت رکھتا ہے۔ اس لئے حسب فیصلہ امیرؓ یہی لوگ اہل حق ہیں اور خدائے واحد کا دست فضل اسی بڑی جماعت کے سر پر ہے اور اس مذہب

سے علیحدگی اختیار کرنے والے بشہادت جناب امیر شیطان کے متبع ہیں۔ اگرچہ وہ کتنے ہی محبان علیؓ کہلاتے ہوں۔ کیونکہ آپ نے بالتصریح فرمایا ہے کہ جو تمہیں اس بڑی جماعت سے علیحدگی کی طرف مدعو کرے وہ واجب القتل ہے۔ اگرچہ میری دستار مبارک کے زیر سایہ ہونے کا مدعی یعنی حب علیؓ کا دعویدار ہو۔

امید ہے کہ جناب امیرؓ کے اس ناطق فیصلہ کے ہوتے ہوئے سنی و شیعہ نزاع کے فیصلہ کے لئے اور کسی مزید دلیل کی ضرورت نہ ہوگی۔ ہاں جن لوگوں کی قسمت میں ضد اور ہٹ لکھی ہے۔ وہ ایسے روشن دلائل سے کبھی فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔

گلیم بخت کسے را کہ بافتند سیاہ　　آب زمزم و کوثر سفید نتواں کرد

ائمہ اہل بیت کی توہین

جناب امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ اور خاتون جنتؓ سے روافض کے سلوک کا ذکر ہو چکا ہے۔ دیگر ائمہ اہل بیتؓ سے بھی شیعان علی نے ایسا ہی سلوک کیا ہے۔

حضرت امام حسنؓ

جناب امیر کے خلف اکبر حضرت امام حسنؓ سے حضرات شیعہ اس لئے ناراض ہیں کہ آپ نے امیر معاویہؓ سے صلح کر کے مسلمانوں کو کشت و خون سے بچا لیا۔ جناب ممدوح اپنے شیعہ کے جور و ستم کی جس طرح شکایت کرتے ہیں۔ ذیل کی روایات سے ظاہر ہے (۱) جلاء العیون ص ۲۶۹ میں ہے "جب منافقین نے یہ کلام حضرت سے سنا۔ ایک نے دوسرے پر نظر کی اور کہا۔ اس کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کو معاویہؓ سے صلح منظور رہے اور چاہتے ہیں کہ منصب خلافت معاویہؓ کو دیدیں۔ پس سب اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا۔ معاذ اللہ! یہ شخص مثل پدر کافر ہو گیا ہے۔ یہ کہہ کر حملہ کر دیا۔ اور اسباب امام حسنؓ کا لوٹ لیا۔ یہاں تک کہ جانماز حضرت کی پاؤں کے نیچے سے کھینچ لی۔ اور ردا دوش مبارک سے اتار لی۔

(۲) جلاء العیون ص ۲۷۲ حضرت نے فرمایا۔ بخدا سوگند اس جماعت سے میرے لئے معاویہؓ

ترجمہ: امام رضا فرماتے ہیں کہ پیغمبروں کے اخلاق یہ ہیں۔ اپنے بدن کو پاکیزہ رکھنا خوشبو لگاتے رہنا بہت جماع کرنا اور بہت عورتیں رکھنا۔

لاحول ولا قوۃ۔ شہوت پرستی اور کثرت جماع پیغمبروں کے اخلاق میں شمار کیا جاتا ہے۔ شیعو! ہوش کرو، مخالفین اسلام تمہاری یہ حالت دیکھ کر شان انبیاء و ائمہ میں کیا کہیں گے؟ افسوس! ؎

نے فروعت محکم آمد نے اصول　　　شرم بادا از خدا و از رسولؐ

قاتلان امام حسینؓ شیعہ تھے

سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے جو سلوک شیعوں نے کیا کتب شیعہ اس پر شاہد ہیں۔ کوفہ سے ہزاروں کی تعداد میں مراسلات بھیج کر امام علیہ السلام کو منگوایا۔ پہلے حضرت امام مسلم کو مع خورد سال بچوں کے شہید کیا پھر امام حسینؓ کو انہی شیعہ حضرات نے بیدردی سے قتل کیا۔ چنانچہ جلاء العیون اردو جلد ۱ صفحہ ۲۷۹ میں تصریح ہے۔

"پس بیس ہزار مرد عراقی نے امام حسینؓ سے بیعت کی اور جنہوں نے بیعت کی تھی خود انہوں نے شمشیر امام حسینؓ پر کھینچی اور ہنوز بیعت ہائے امام حسینؓ ان کی گردنوں پر تھیں کہ امام حسینؓ کو شہید کیا۔" اس مسئلہ کی تفصیل آگے آئے گی۔

قاتلان امیر رضی اللہ عنہ شیعہ ہی تھے

اسی طرح امیر المومنین علی المرتضیٰ بھی شہر کوفہ میں جو شیعیان علیؓ کا مرکز تھا، ایک ملعون کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ چنانچہ جلاء العیون اردو صفحہ ۲۲۲ میں درج ہے

"پس جبرائیل نے کہا۔ محمد بدرستیکہ آپ کا برادر علی بن ابی طالب بعد آپ کے مقہور و مظلوم ہوگا اور اس امت کے منافق اس پر غالب ہوں گے۔ اور اس سے غصب خلافت کریں گے۔ اور آخر میں بدترین خلائق و بدترین اولین و آخرین و نظیر۔ پے کشندہ ناقہ

صالح کے ہاتھ سے۔ جس شہر میں جہاں ہجرت کرے گا۔ وہاں شہید ہوگا اور وہ علی کے شیعوں اور فرزندان شیعہ کا محل و مسکن ہوگا۔"

ابن ملجم قاتل جناب امیرؑ شیعہ تھا جس نے آنجناب سے بمنت و خوشامد بیعت کی تھی اور اپنے عہد و پیمان پر قسمیں کھائی تھیں۔ چنانچہ کتاب مذکور کے جلد ۱ صفحہ ۱۹۹ میں ہے، شیخ مفید وغیرہ نے بسند ہائے معتبر روایت کی ہے کہ جناب امیرؑ نے لوگوں سے بیعت لی۔ اس وقت عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی ملعون آیا کہ حضرت سے بیعت کرے حضرت نے اس کی بیعت قبول نہ فرمائی۔ یہاں تک کہ تین مرتبہ حضرت کی خدمت میں آیا۔ اور مرتبہ سوم میں حضرت سے اس نے بیعت کی۔ جب اس نے پیٹھ پھیری حضرت نے پھر اسے بلایا اور قسمیں دیں کہ بیعت سے انحراف نہ کرنا اور عہد ہائے محکم اس ملعون سے لیے۔ الخ۔

نظم

ان کوفیوں نے کینہ دلی سے امیرؑ کو — بن کر مرید قتل کیا اپنے پیر کو

بدنام خارجی تو ہیں بغض و عناد میں — پر بڑھ گئے ہیں رافضی شر و فساد میں

مسلم کو بھی شہید کیا کر کے میہماں — مظلوم کو نہ ایک بھی شیعہ نے دی اماں

پھر کر دیا شہید جناب حسینؑ کو — ابن علیؓ رسولؐ کے اس نور عین کو

بلوایا کس نے آپ کو لکھ کر مراسلات — پھر کس نے ان سے روک لیا دجلہ فرات

بھوکے پیاسے مار دیئے اہلبیت سب — بن کر مرید پیر پہ ڈھایا تھا یہ غضب

قاتل جناب کے بھی رافضی ہیں آہ آہ — اس پر کتب ہیں شیعہ کی ہیں سب گواہ

ماتم ہوا امام کا گھر میں یزید کے — ہیں ماتمی یہ گویا مرید اس عنید کے

اس سنت یزید سے لائق ہے اجتناب — رونے میں پیٹنے میں نہ گو ہرگز ہے کچھ ثواب

صابر کو ملتا ہے اجر رب العباد سے — چھوڑے جو صبر رہتا ہے خالی مراد سے

کرنے سے جزع فزع کے ہوتا ہے بس گناہ — اس مسئلہ پہ سارے ائمہ بھی ہیں گواہ

مطلوب بس نصیحت احباب ہے دبیر
کینہ حسد سے اپنا مگر صاف ہے ضمیر

حضرت امام محمد باقر و جعفر صادق رحمہم اللہ تعالیٰ

ان حضرات پر تو شیعہ صاحبان کی انتہائے زیادہ عنایت ہے مگر دیکھئے مذہب کی بار ذمہ داری حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام پر رکھتے ہیں۔ ان حضرات کی نسبت جو جو اتہام شیعہ صاحبان نے لگائے ہیں سن کر تعجب آتا ہے۔

(۱) حضرت محمد باقر کی نسبت شیعہ کی معتبر کتاب من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول صفحہ [illegible] میں کہا ہے۔

دَخَلَ اَبُوْ جَعْفَرٍ الْبَاقِرُ بَيْتَ الْخَلَاءِ فَوَجَدَ لُقْمَةً فِي الْقَذَرِ فَاَخَذَهَا وَغَسَلَهَا وَدَفَعَهَا اِلٰى مَمْلُوْكٍ كَانَ مَعَهُ فَقَالَ تَكُوْنُ مَعَكَ لِاٰكُلَهَا اِذَا خَرَجْتُ فَلَمَّا خَرَجَ قَالَ لِلْمَمْلُوْكِ اَيْنَ [illegible] يَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ الخ۔ ترجمہ: امام محمد باقر بیت الخلاء (پاخانہ) میں داخل ہوئے تو وہاں ایک روٹی کا ٹکڑا گوہ میں پڑا ہوا دیکھا۔ آپ نے اٹھا کر دھویا اور اپنے خادم کو دے دیا کہ اسے محفوظ رکھنا۔ جب میں باہر نکلوں گا اسے کھاؤں گا۔ جب آپ باہر نکلے تو نوکر سے ٹکڑا مانگا۔ اس نے کہا حضرت وہ تو میں نے کھا لیا۔ آپ نے کہا تو جا تو آزاد ہے کیونکہ تو اس ٹکڑے کے کھانے سے جنتی ہو گیا اور جنتیوں سے خدمت نہیں لیا کرتے۔ دیکھئے یہ کیسا بزرگانہ والا مقام ہے کہ آپ گوہ سے ملوث ٹکڑا کھا لینا جائز سمجھتے تھے مگر اس پر الٹا ثواب سمجھتے کہ کھانے سے جنت مل جاتی ہے۔ بھلا جنت تو پاک ہے پھر ناپاک چیز کے کھانے سے کیسے مل سکتی ہے؟

(الف) کیا حضرت امام پہلے جنتی نہ تھے؟ گوہ سے ملوث ٹکڑا کھا کر جنتی بننا چاہتے تھے۔

(ب) یہ بھی عجیب بات ہے کہ جنت ایسی ارزاں ہو گئی ہے کہ صرف ایسے متعفن لقمہ کھانے سے مل جاتی ہے۔ بہرحال امام ہمام کی طرف ایسی روایات منسوب کرنا ان کی ذات اقدس کی از حد توہین ہے۔

(۲) اِنَّ اَبَا جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَقُوْلُ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ

لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ ! ایمان پاک کا درجہ تو بہت رفیع ہے کوئی باحیا شخص بھی یہ حکم دے نہیں سکتا کہ انسان سرتاپا ننگا صرف ذکر پر ہاتھ رکھ کر کھڑا ہو جائے۔

(۴) اسی فروع کافی جلد ۲ ص ۶۱ میں ہے۔ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ النَّظَرُ اِلٰی عَوْرَۃِ مَنْ لَیْسَ بِمُسْلِمٍ مِثْلُ نَظَرِکَ اِلٰی عَوْرَۃِ الْحِمَارِ

ترجمہ :- امام صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ کافر مرد یا عورت کی شرمگاہ کو دیکھ لینا ایسا ہے جیسا گدھے کی شرمگاہ دیکھ لینے میں مضائقہ نہیں ہے۔

واہ جی خوش! حضرات شیعہ اپنے آئمہ عظام کی طرف کیسے عجیب مسائل منسوب کرتے ہیں کہ مسلمان مرد و عورت کی شرم گاہ تو چونہ سے ڈھانپ لینا چاہیئے۔ ہاں کافر مرد، عورت کی شرم گاہ دیکھا۔ جیسے گدھے کی شرم گاہ کو ستر نہیں ہے بستر کا فر کا بھی وہی حکم ہے کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

نگاہ شوق کو حاصل ہے کیا کیا لطف نظارہ ۔ کہ عریاں دیکھنا جائز ہے معشوق ذن کافر کو

اسی قسم کے عجیب و غریب مسائل ائمہ اہلبیت کی طرف منسوب کئے گئے ہیں۔ ان میں سے کسی قدر مسائل بطور مشتے نمونہ از خروارے درج کئے جاتے ہیں۔

مسائل شیعہ جو ائمہ اہلبیت کی طرف منسوب کئے گئے ہیں

پہلا مسئلہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کو بدا ہوتا ہے۔ یعنی معاذ اللہ وہ جاہل ہے اس کو سب باتوں کا علم نہیں اسی وجہ سے اس کی اکثر پیشنگوئیاں غلط ہو جاتی ہیں۔ اور اس کو اپنی رائے بدلنا پڑتی ہے۔

یہ ایسا ضروری مسئلہ سمجھا جاتا ہے کہ اس کے برابر کوئی عبادت نہیں ہے۔ چنانچہ اصول کافی ص ۸۴ میں مستقل باب ہی بدا کے متعلق باندھا گیا ہے۔ احادیث ذیل ملاحظہ ہوں

(۱) عَنْ زُرَارَۃَ بْنِ اَعْیَنَ عَنْ اَحَدِہِمَا قَالَ مَا عُبِدَ اللّٰہُ بِشَیْءٍ مِثْلِ الْبَدَاءِ۔

(۲) عَنْ مَالِكٍ الْجُهَنِيِّ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ يَقُولُ لَوْ عَلِمَ النَّاسُ مَا فِي الْقَوْلِ بِالْبَدَاءِ مِنَ الْاَجْرِ مَا فَتَرُوْا عَنِ الْكَلَامِ فِيْهِ

(۳) عَنْ مَرَازِمِ بْنِ حَکِیْمٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰہِ یَقُوْلُ مَا تَنَبَّاءَ نَبِیٌّ قَطُّ حَتّٰی یُقِرَّ لِلّٰہِ بِخَمْسٍ بِالْبَدَاءِ وَالْمَشِیَّۃِ وَالسُّجُوْدِ وَالْعُبُوْدِیَّۃِ وَالطَّاعَۃِ

ترجمہ (۱) زرارہ بن اعین نے حضرت امام باقر یا صادق سے روایت کی ہے کہ خدا کی عبادت بداء کے برابر کسی چیز میں نہیں (۲) مالک جہنی کہتے تھے کہ امام صادق نے کہا اگر لوگوں کو معلوم ہو کہ بداء کے اقرار کرنے میں ثواب ہے تو وہ اس سے باز نہ رہیں (۳) مرازم بن حکیم راوی ہے کہ امام صادق علیہ السلام نے کہا کسی نبی کو نبوت نہیں ملی، جب تک اس سے پانچ چیزوں کا اقرار نہ لیا گیا ہو۔ بداء اور مشیت اور سجدہ اور عبودیت اور طاعت کا

ان روایات سے بداء کا ضروری مسئلہ ہونا اس کا ثواب عظیم اور عمل عبادت میں داخل ہو جانا ثابت ہو گیا۔ رہی یہ بات کہ بداء کیا چیز ہے۔ سو اس کے متعلق کتب لغت کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ کتب لغت میں لکھا ہے بَدَا لَہٗ اَیْ ظَہَرَ لَہٗ مَا لَمْ یَظْہَرْ۔ (فلاں شخص کو بداء ہوا یعنی وہ چیز معلوم ہوئی جو پہلے معلوم نہ تھی۔)

بداء کی مثالیں

شیعوں کی کتابوں میں بداء کے واقعات بہت مذکور ہیں ذیل میں دو واقعات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) امام جعفر صادق نے بتایا ہے کہ میرے بعد اللہ تعالیٰ نے میرے فرزند اسماعیل کو امامت کے لئے نامزد کیا ہے۔ لیکن بعد میں فرمایا کہ بداء ہو گیا۔ اسماعیل کی موت کا ذکر کو خدا نے امام بنا دیا ہے جیسے کہ علامہ مجلسی نے بحار الانوار میں روایت کی ہے۔

عَنْ جَعْفَرِ الصَّادِقِ اَنَّہٗ جَعَلَ اِسْمَاعِیْلَ قَائِمَ مَقَامِہٖ بَعْدَہٗ فَظَہَرَ مِنْ اِسْمَاعِیْلَ مَا لَمْ یَرْتَضِہٖ فَجَعَلَ قَائِمَ مَقَامِہٖ مُوْسٰی فَسُئِلَ عَنْ ذٰلِکَ فَقَالَ بَدَا لِلّٰہِ فِیْ اِسْمَاعِیْلَ مَا بَدَا لِلّٰہِ فِیْ شَیْءٍ کَمَا بَدَا لَہٗ فِیْ اِسْمَاعِیْلَ ابْنِیْ

ترجمہ امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ انہوں نے اسماعیل کو اپنا قائم مقام بنایا پھر اسماعیل سے کچھ ناپسندیدہ حرکت سرزد ہوئی تو پھر موسیٰ کاظم کو اپنا قائم

مقام بنا دیا۔ اس کی وجہ دریافت کی گئی تو امام نے فرمایا اسماعیل کے متعلق خدا کو بدا ہوا۔
اور خدا کو پہلے ایسا بدا نہیں ہوا جیسے میرے بیٹے اسماعیل کے بارے میں ہوا۔

دوسرا واقعہ:- امام علی تقی نے خبر دی کہ میرے بعد میرا بیٹا محمد امام ہوگا لیکن شاید خدا کو علم نہ تھا کہ وہ باپ کی زندگی میں فوت ہو جائے گا۔ جب وہ نہ رہا۔ تو مجبوراً خدا کو رائے بدلنی پڑی حسن عسکری امام ہوئے۔ یہ واقعہ اصول کافی ص۲۰۴ میں مذکور ہے۔

عَنْ اَبِیْ الْهَاشِمِ الْجَعْفَرِیِّ قَالَ کُنْتُ عِنْدَ اَبِی الْحَسَنِ عَلَیْهِ السَّلَامُ بَعْدَ مَا مَضٰی اِبْنُهٗ اَبُوْ جَعْفَرٍ وَاِنِّیْ لَاُفَکِّرُ فِیْ نَفْسِیْ اُرِیْدُ اَنْ اَقُوْلَ کَاَنَّهُمَا اَعْنِیْ اَبَا جَعْفَرٍ وَاَبَا مُحَمَّدٍ فِیْ هٰذَا الْوَقْتِ کَاَبِی الْحَسَنِ مُوْسٰی وَاِسْمٰعِیْلَ [illegible] وَاِنَّ قِصَّتَهُمَا کَقِصَّتِهِمَا اِذْ کَانَ اَبُوْ مُحَمَّدٍ الْمُرْجٰی بَعْدَ اَبِیْ جَعْفَرٍ فَاَقْبَلَ عَلَیَّ اَبُو الْحَسَنِ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَبْلَ اَنْ اَنْطِقَ فَقَالَ نَعَمْ یَا اَبَا هَاشِمٍ بَدَا لِلّٰهِ فِیْ اَبِیْ مُحَمَّدٍ بَعْدَ اَبِیْ جَعْفَرٍ مَا لَمْ یَکُنْ یُعْرَفُ لَهٗ کَمَا بَدَا لَهٗ فِیْ مُوْسٰی بَعْدَ مُضِیِّ اِسْمٰعِیْلَ مَا کَشَفَ بِهٖ عَنْ حَالِهٖ وَهُوَ کَمَا حَدَّثَتْكَ نَفْسُكَ وَاِنْ کَرِهَ الْمُبْطِلُوْنَ وَاَبُوْ مُحَمَّدٍ اِبْنِی الْخَلَفُ مِنْ بَعْدِیْ عِنْدَهٗ عِلْمُ مَا یُحْتَاجُ اِلَیْهِ وَمَعَهٗ اٰلَةُ الْاِمَامَةِ لہ

ترجمہ:- ابو ہاشم جعفری سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں ابو الحسن (امام نقی) کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ جب ان کے بیٹے ابو جعفر (محمد) فوت ہو گئے۔ اور میں دل میں خیال کر رہا تھا۔ وہ کہنا چاہتا تھا۔ کہ محمد اور حسن عسکری کا معاملہ اس وقت موسیٰ کاظم اور

لہ تعجب ہے کہ حسب نوشتہ کتب شیعہ امام کی یہ علامت ہے کہ وہ بچے رحم کے ران سے پیدا ہوتے ہیں اور ان کی پیشانی پر یہ آیت وَتَمَّتْ کَلِمَةُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا لکھی ہوئی ہے۔ نیز رسول علیہ السلام نے حضرت علی کو بارہ خلفائے سربمہر کے نام لکھ کر دیئے تھے۔ تو جبرائیل دے گئے تھے۔ پھر حضرت [illegible] کیسے لگا۔ اسماعیل بھی ران سے پیدا ہوئے ہوں گے۔ ان کے ماتھے پر آیت بھی لکھی ہوئی ہوگی اور صفات بھی ان کے اندر موجود ہوں گی پھر خدا کو بھی [illegible] نہ ہوئی۔ مگر اللہ کو [illegible] کہ اسماعیل نہیں بلکہ موسیٰ کاظم امام ہونگے۔ یا للعجب۔

اسماعیل کا رہا ہے۔ ان دونوں کا واقعہ بھی ان دو کی طرح ہے۔ ابھی تک امام نقی میری طرف
متوجہ ہو گئے۔ ابھی یہ بات کہنے نہ پایا تھا۔ اور کہا کہ اے ابو ہاشم خدا کو ابو محمد یعنی حسن عسکری
کے بارے میں محمد کے بعد بداء ہوا جو بات معلوم نہ ہوئی معلوم ہو گئی۔ جیسا کہ خدا کو دربارہ
موسیٰ کاظم اسماعیل کے بعد بداء ہوا جس سے اصل حقیقت ظاہر ہو گئی اور یہ بات
ویسی ہی ہے جیسے تم نے اپنے دل میں خیال کی۔ اگرچہ بدکار لوگ اس کو ناپسند کریں اور
ابو محمد (حسن عسکری) میرے بعد میرا خلیفہ ہے۔ اس کے پاس تمام ضرورت کی چیزوں کا علم
ہے اور نیز اس کے پاس آیت امامت بھی ہے۔

اور یہ بات کہ بداء کے عقیدے سے معاذ اللہ خدا کا جاہل ہونا لازم آتا ہے خود علماء
شیعہ نے تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ مولوی دلدار علی مجتہد اعظم شیعہ نے اپنی مصنفہ کتاب
اساس الاصول صفحہ ۲۰ میں تحریر کیا ہے اِعْلَمْ اَنَّ الْبَدَاءَ لَا یَنْبَغِیْ اَنْ یَقُوْلَ بِهٖ
اَحَدٌ لِاَنَّهٗ یَلْزَمُ اَنْ یَتَّصِفَ الْبَارِیْ تَعَالٰی بِالْجَهْلِ کَمَا لَا یَخْفٰی۔ (ترجمہ) جاننا
چاہیے کہ بداء کا قائل کسی کو نہ ہونا چاہیے کیونکہ اس سے باری تعالیٰ کا جاہل ہونا لازم آتا ہے۔ متاخرین شیعہ
میں بعض نے بداء میں جیسے کہ متقدمین کو جب اہلسنت نے شرمندہ کیا تو کہنے لگے کہ بداء کا قائل نہ ہونا
چاہیے لیکن شیعہ مولوی دلدار کو کیا خبر کہ اصول کافی جیسی مستند اور مصدقہ امام مہدی کی
کتاب حدیث کو غلط نہ کریں۔ شیعہ بداء کے ماننے پر مجبور ہیں۔

پس جو مسئلہ ناگفتہ بہ تھا ہمیں کہنا پڑا کہ نعوذ باللہ حضرات شیعہ خدا کے بداء کے
قائل ہو کر خدا کو جاہل بتاتے ہیں۔ تو دوسروں کو کیا شکایت ہے

سمجھ میں ہی نہیں آتی کوئی دو ٹوک بات ان کی   کوئی جانے تو کیا جانے کوئی سمجھے تو کیا سمجھے

دوسرا مسئلہ تقیہ

شیعہ کا ایک مسئلہ تقیہ کا ہے۔ کتب شیعہ میں اس کی بہت تعریف کی گئی ہے اور اس
کو افضل عبادات میں شمار کیا گیا ہے۔ اصول کافی صفحہ ۴۸۴ میں ہے قَالَ اَبُوْ جَعْفَرٍ عَلَیْهِ
السَّلَامُ اَلتَّقِیَّةُ مِنْ دِیْنِیْ وَدِیْنِ اٰبَائِیْ وَلَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَا تَقِیَّةَ لَهٗ۔ امام
محمد باقر نے فرمایا ہے۔ تقیہ میرا اور میرے باپ دادا کا دین ہے اور جو تقیہ نہ کرے اس
کا کوئی ایمان ہی نہیں ہے۔

نیز اصول کافی ص۴۸۲ میں ہے۔ قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَام یَا اَبَا عُمَرَ اِنَّ تِسْعَةَ اَعْشَارِ الدِّیْنِ فِی التَّقِیَّةِ وَلَا دِیْنَ لِمَنْ لَا تَقِیَّةَ لَہٗ (صادق علیہ السلام نے فرمایا نو حصے دین کے تقیہ میں ہیں۔ جو تقیہ نہ کرے وہ بے دین ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ اتنی بڑی عبادت شیعوں کا دین وایمان تقیہ چیز کیا ہے۔ واضح ہو کہ تقیہ کہتے ہیں خلاف حق (جھوٹ) بات کہنا۔ اور حق کا اخفا کرنا جیسا کہ روایت ذیل سے ظاہر ہوتا ہے اصول کافی ص۴۸۳ میں ہے عَنْ اَبِیْ بَصِیْرٍ قَالَ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَام اَلتَّقِیَّةُ مِنْ دِیْنِ اللّٰہِ قَالَ اِیْ وَاللّٰہِ مِنْ دِیْنِ اللّٰہِ وَلَقَدْ قَالَ یُوْسُفُ[1] اَیَّتُهَا الْعِیْرُ اِنَّکُمْ لَسَارِقُوْنَ وَاللّٰہِ مَا کَانُوْا سَرَقُوْا شَیْئًا وَلَقَدْ قَالَ اِبْرَاھِیْمُ اِنِّیْ سَقِیْمٌ وَاللّٰہِ مَا کَانَ سَقِیْمًا۔

ترجمہ: ابوبصیر سے روایت ہے کہ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا تقیہ خدا کے دین سے ہے۔ راوی نے کہا کیا خدا کے دین سے ہے؟ امام نے فرمایا واللہ خدا کے دین سے ہے یوسف نے کہا۔ اے قافلہ والو! تم چور ہو۔ بخدا انہوں نے کوئی چوری نہ کی تھی۔ ابراہیم نے کہا میں بیمار ہوں بخدا وہ بیمار نہ تھے۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ تقیہ جھوٹ بولنے کو کہتے ہیں۔ جیسا کہ معاذ اللہ یوسف وابراہیم جھوٹ بولے کہ قافلہ والوں نے کوئی سرقہ نہ کیا تھا۔ ان کو سارق کہہ گئے۔ اور ابراہیم تندرست تھے جھوٹ موٹ بیمار بن بیٹھے۔

حیات القلوب جلد ۱ ص۳۴۲ میں ہے۔

---

[1] یہ غلط ہے کہ یوسف نے ایسا کہا۔ قرآن میں لکھا ہے ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَیَّتُهَا الْعِیْرُ اِنَّکُمْ لَسَارِقُوْنَ ترجمہ کسی پکارنے والے نے یہ پکار کی کہ قافلہ والو تم چور ہو۔ شیعہ کی قرآن دانی پر افسوس ہے کہ یہ بات حضرت یوسف کی طرف منسوب کر دی کیا کریں معذور ہیں۔ قرآن پر یقین ہو تو اس کو پڑھیں اور معنا سمجھیں ایسا ہی ابراہیم کا یہ کہنا کہ میں بیمار ہوں ہرگز جھوٹ نہ تھا۔ ایک صادق الایمان شخص کفار کے نرغے میں آ جائے اس کا دل سخت رنجور ہوتا ہے۔ صحت روحانی جسمانی سے بڑھ کر ہوتی ہے۔ تو آپ کا کہنا میں بیمار ہوں درست تھا جھوٹ نہ تھا۔ مگر شیعہ کی سمجھ کا کیا جائے ۱۲۔

دو چند حدیث معتبر دیگر فرمود۔ کہ تقیہ ہیچکس بہ تقیہ اصحاب کہف نمیرسد۔ بدرستیکہ ایشاں زنار مے بستند و بعیدگاہے مشرکان حاضر شدند پس خدا ثواب ایشاں مضاعف گردانید۔

ترجمہ۔ دوسری حدیث معتبر میں ہے۔ کہ کسی شخص کا تقیہ اصحاب کہف کے تقیہ کے برابر نہیں ہوسکتا کہ وہ جنیو پہنتے اور کفار کی عیدوں میں شامل ہوا کرتے تھے۔ اور خدا نے ان کا ثواب دوچند کردیا ہے۔

اس روایت سے بوضاحت ثابت ہوا کہ تقیہ جھوٹ بولنے کو کہتے ہیں۔ بڑے تقیہ باز اصحاب کہف تھے۔ وہ یہاں تک جھوٹ بولتے تھے کہ مسلمان ہو کر جنیو پہن لیتے۔ اور مشرکین کفار کی عیدوں میں شامل ہو جاتے۔ اور اس کا ثواب عظیم حاصل ہوتا۔ اللہ اللہ شیعہ خود تو جھوٹ بولا کریں۔ تقیہ کا ثواب لوٹیں۔ لیکن پاک لوگوں پیغمبروں، اولیاؤں، اماموں کو تقیہ باز جھوٹ کہنے والا کہنے سے تامل کیا کریں۔ ہرگز نہیں۔ ان کے دست ستم سے نہ امام بچتا ہے نہ ولی، نہ نبی۔ اس وقت رسالہ موعظہ تقیہ جس میں اقوال علماء حاضری لکھے گئے ہیں۔ میرے سامنے ہے۔ اس میں جناب امیر علیہ السلام کا تقیہ یوں درج ہے۔ فرمایا: اس امر کو ہم پہلے بیان کر چکا ہوں۔ امیر المومنین حضرت علی نے خلفائے ثلثہ کے زمانہ میں تقیہ کیا۔ اور خوب تقیہ کیا۔ کیونکہ جس طرح صدر اسلام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۳۹ انصار و اعوان ہونے کے باوجود تقیہ کیا۔ جناب امیر نے بھی قلت[1] انصار و اعوان کے سبب ضعف سے تقیہ کیا۔ اس تقیہ کرنے سے اگر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت و قوت و جرأت

---

[1] رسول خدا نے تقیہ۔ خدا کے لئے غور کرو۔ رسول پاک نے ہر چند کفار کی طرف سے تکالیف اٹھائیں نہایت مجبور ہوئے مگر حق [illegible] کلمۂ توحید سے نہ رکے بلکہ اسلام کی اشاعت پر ہمیشہ قائم رہے۔ اگر رسول خدا تقیہ کرتے۔ تو اسلام کس طرح پھیلتا۔ قلت اعوان و انصار کا عذر فضول ہے۔ جنگ [illegible] میں قلت اعوان کی پرواہ نہیں کرتے۔ كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ۔

[illegible] ۔ حضرت علی کے زمانہ میں [illegible]

اگلے صفحہ پر

نہیں ہو سکتا۔ بھلا جس مذہب میں امہات المومنین (ازواج رسول) کو گالیاں دینا ان کو لعنت تبرا بھیجنا جائز بلکہ داخل عبادت ہو۔ وہ کبھی اہل حق کا مذہب کہلا سکتا ہے۔ شاعر نے خوب کہا ہے ؎

رکھیں جو ناخلف بغض و حسد امہات کی ماؤں سے ۔۔۔ انہیں پھر آب کوثر شیر مادر ہو نہیں سکتا

تیسرا مسئلہ متعہ

شیعہ حضرات کے مسائل کا کیا کہنا۔ ع جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی۔ ہر ایک مسئلہ نرالا اور ہر ایک مقولہ اعجوبہ روزگار ہوتا ہے۔ انہی مسائل میں سے ایک عجیب و غریب مسئلہ متعہ کا ہے۔ متعہ کی فضیلت میں مستقل رسالے تصنیف کر دیے گئے ہیں۔ اور اس کا اس قدر ثواب بیان کیا گیا ہے کہ مومن اور مفعولہ صرف اس قدر کرنے سے کلید جنت کے مالک ہو سکتے ہیں۔ روایات ذیل ملاحظہ ہوں۔

فضائل متعہ

(۱) تحفۃ العوام جلد ۲ صفحہ ۲۷۱ میں فرمایا۔ جو شخص متعہ کرے عمر میں ایک مرتبہ وہ اہل بہشت سے ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ عذاب نہ کیا جائے گا۔ وہ مرد اور وہ عورت کہ متعہ کرے۔

(۲) برہان المتعہ مؤلفہ سید ابوالقاسم والد علامہ سید علی حائری مطبوعہ نیر اعظم پریس لاہور کے صفحہ ۵ میں ہے۔ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ مَا مِنْ رَجُلٍ تَمَتَّعَ ثُمَّ اغْتَسَلَ اِلَّا خَلَقَ اللّٰہُ مِنْ کُلِّ قَطْرَۃٍ تَقْطُرُ مِنْہُ سَبْعِیْنَ مَلَکًا یَسْتَغْفِرُوْنَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ

ترجمہ: امام صادق علیہ السلام نے فرمایا جو شخص متعہ کرے پھر غسل جنابت کرے۔ پانی کے ہر قطرے سے جو اس کے بدن سے گرے خدا تعالیٰ ستر ستر فرشتے پیدا کرتا ہے جو اس متعی شخص کے لیے قیامت تک مغفرت مانگتے رہتے ہیں

(۳) ایسا ہی منہج الصادقین ص۳۵۶ میں ہے قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
مَنْ تَمَتَّعَ مَرَّۃً من سَخَطِ اللّٰہِ الْجَبَّارِ وَمَنْ تَمَتَّعَ مَرَّتَیْنِ حُشِرَ مَعَ ابرار
وَمَنْ تَمَتَّعَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ صَاحِبِنِیْ فِی الْجِنَانِ۔

ترجمہ: نبی علیہ السلام نے فرمایا جو کہ ایک مرتبہ متعہ کرے۔ خدا کے قہر سے نجات ہے
جو دو مرتبہ متعہ کرے اس کا حشر پاک لوگوں (پیغمبروں)۔ اماموں، ولیوں کے ساتھ ہوگا
جو تین مرتبہ متعہ کرے وہ رسول پاک کے ساتھ جنت میں داخل ہوگا۔

(۴) قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ تَمَتَّعَ مَرَّۃً وَاحِدَۃً عُتِقَ ثُلُثُہٗ
مِنَ النَّارِ وَمَنْ تَمَتَّعَ مَرَّتَیْنِ عُتِقَ ثُلُثَاہُ مِنَ النَّارِ وَمَنْ تَمَتَّعَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ
عُتِقَ کُلُّہٗ مِنَ النَّارِ

ترجمہ: رسول اللہ نے فرمایا جو ایک دفعہ متعہ کرے۔ اس کے بدن کا تیسرا حصہ
آتش دوزخ سے آزاد ہو جاتا ہے۔ جو دو دفعہ کرے اس کے دو ثلث، اور جو تین مرتبہ
کرے اس کا تمام بدن آتش دوزخ سے آزاد ہو جاتا ہے۔

(۵) قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ تَمَتَّعَ مَرَّۃً دَرَجَتُہٗ کَدَرَجَۃِ الْحَسَنِ
وَمَنْ تَمَتَّعَ مَرَّتَیْنِ دَرَجَتُہٗ کَدَرَجَۃِ الْحُسَیْنِ وَمَنْ تَمَتَّعَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ دَرَجَتُہٗ
کَدَرَجَۃِ عَلِیٍّ وَمَنْ تَمَتَّعَ اَرْبَعَ مَرَّاتٍ دَرَجَتُہٗ کَدَرَجَتِیْ۔

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ایک دفعہ متعہ کرے درجہ
امام حسنؓ کا پائے، اور جو دو دفعہ متعہ کرے تو درجہ امام حسینؓ کا حاصل ہو۔ تین دفعہ کرنے
سے حضرت علی کا رتبہ لے۔ چار دفعہ کرنے سے رسول پاک کا ہم مرتبہ ہو جائے۔ ایسا
ہی شیعہ کی معتبر تفسیر منہج الصادقین ص۳۵۶ میں ہے۔

سبحان اللہ! شیعہ مذہب میں متعہ مبارک میں کس قدر فضیلت ہے۔ نہ ایسی
فضیلت نماز، روزہ، نہ حج نہ زکوٰۃ نہ دیگر عبادات کی ہے کہ حسب روایت نمبر۱ عمر
بھر میں ایک دفعہ متعہ کر لینے سے بہشت کا ٹھیکہ مل جاتا ہے۔ اور جو مرد یا عورت متعہ
جیسا کار ثواب کرے۔ عذاب دوزخ سے نجات مل جائے۔ اور حسب روایت نمبر۲

متعہ کنندہ جب غسل کرتا ہے تو اس کے بدن سے جو بے تعداد قطرات پانی کے
گرتے ہیں ایک قطرہ سے ستر ستر فرشتے پیدا ہو جاتے ہیں جو قیامت تک اس نیک
مرد متعہ کنندہ کے لئے خدا سے طلب مغفرت کرتے رہتے ہیں موجب روایت نمبر ۳
ایک دفعہ یہ فعل نیک متعہ کرنے سے غضب الہٰی سے امان مل جاتی ہے۔ دو دفعہ یہ عمل کرنے
سے حشر مع الابرار (صدیقین، شہداء انبیاء) ہونے کا مستحق ہو جاتا ہے تیسری دفعہ
عمل متعہ کو بجا لانے سے تو جنت کا وہ درجہ مل جاتا ہے۔ جو نبی آخر زماں کے لئے مخصوص ہے
بمصداق روایت نمبر ۴ ایک دفعہ متعہ کرنے سے بدن کی تہائی دو دفعہ کرنے سے دو تہائی
تین دفعہ کرنے سے تمام بدن پر دوزخ حرام ہو جاتا ہے۔ منقول روایت نمبر ۵ متعہ کی
اتنی بڑی فضیلت ہے کہ ایک دفعہ متعہ کرنے سے حسینؑ کا دو مرتبہ کرنے سے حسنؑ
کا تین دفعہ کرنے سے حضرت علیؑ کا اور چار دفعہ کرنے سے رسول پاکؐ کا درجہ مل جاتا ہے۔ پھر
نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور دیگر عبادات کرنے کی کیا ضرورت، جن میں بدنی و مالی تکالیف
اٹھانی پڑتی ہیں بس چار دفعہ کار ثواب (متعہ) کر لیا جائے۔ ہم خرما و ہم ثواب حظ
نفس بھی حاصل ہو اور بہشت بھی مل جائے۔ نار جہنم کا کھٹکا نہ رہے۔ [illegible] حسنؑ
امام حسینؑ، امام علیؑ اور رسول پاکؐ کے ہم رتبہ ہو کر نعیم جنت کے مزے لوٹے۔ کیا کوئی شخص
ایک منٹ کے لئے بھی مان سکتا ہے کہ یہ بیہودہ روایات متعہ [illegible] کی حرمت
مذہب کی جاتی ہیں [illegible] عجیب بات ہے کہ ایک شخص شہوت
رانی کی غرض سے ایسے فعل قبیح کا ارتکاب کرے اور وہ جنت [illegible]
جائے اماموں اور انبیاء کا ہم رتبہ ہو جائے۔ [illegible]
[illegible]
کی عزت رسول [illegible] بہت بڑی تنگ ہے۔ [illegible]

افسوس ہے کہ متعہ جیسا [illegible] مسئلہ [illegible]
اسلام [illegible] ہے۔ ہم [illegible] کے مسئلہ متعہ کے متعلق [illegible]
کرتے ہیں اور یہ [illegible] میں متعہ کا مسئلہ پیش کرتے ہیں۔ [illegible]

دیا جا سکتا ہے۔

متعہ کیا چیز ہے

متعہ فی الحقیقت زنا ہے جس کا نام صرف تبدیل کر دیا گیا ہے۔ اور اوصاف سارے وہی ہیں کیونکہ متعہ میں گواہ رکھنے کی ضرورت نہیں۔ توریث بھی نہیں۔ تعداد بھی معین نہیں۔ جتنی عورتوں سے چاہے متعہ کر سکتا ہے۔ جیسا زنا میں خرچی مقرر اور وقت معین کیا جاتا ہے۔ ایسے ہی متعہ میں ہے۔ پیشہ ور عورتیں بے حجاب بازاروں میں پھرتی ہیں اسی طرح ممتوعہ عورت کو بھی پردہ کی ضرورت نہیں ہے۔

اجرت متعہ۔ بازاری عورتوں کی اجرت خرچی چار آٹھ آنے یا ایک دو روپیہ مقرر کی جاتی ہے۔ اور ممتوعہ عورت کی اجرت خرچی حسب روایات شیعہ مٹھی بھر گیہوں یا ستو یا کھجور وغیرہ کافی ہے۔ فروع کافی جلد دوم صفحہ ۱۹۲ میں ہے

عَنْ زُرَارَةَ قَالَ قُلْتُ لِاَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ عَنْ اَدْنٰی مَا تَتَزَوَّجُ بِهِ الْمُتْعَةُ قَالَ کَفٌّ مِنْ بُرٍّ زرارہ کہتے ہیں میں نے امام جعفر سے پوچھا متعہ کی کم از کم اجرت کیا ہے۔ آپ نے کہا مٹھی بھر گیہوں (۲) دوسری روایت اس کے بعد یہ ہے۔ عَنْ اَبِیْ بَصِیْرٍ قَالَ سَأَلْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ عَنْ اَدْنٰی مَهْرِ الْمُتْعَةِ مَا هُوَ قَالَ کَفٌّ مِنْ طَعَامٍ دَقِیْقٍ اَوْ سَوِیْقٍ اَوْ تَمْرٍ۔ ابوبصیر کہتے ہیں میں نے صادق سے دریافت کیا کہ متعہ میں ادنیٰ مہر کیا ہے؟ کہا مٹھی بھر طعام آٹا یا ستو یا کھجور۔

لاتعداد عورتوں سے متعہ ہو سکتا ہے

نکاح چار عورتوں سے زائد نہیں ہو سکتا ہے لیکن متعہ کی عام اجازت ہے۔ ہزار عورتوں سے متعہ کرے ممانعت نہیں ہے۔ عَنْ اَبِیْ بَصِیْرٍ قَالَ سُئِلَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ الْمُتْعَةِ اَهِیَ مِنَ الْاَرْبَعِ قَالَ لَا وَلَا مِنَ السَّبْعِیْنَ

کافی جلد نمبر ۲ صفحہ ۱۹۱ ابو بصیر کہتا ہے۔ صادق علیہ السلام سے متعہ کے بارے میں دریافت کیا گیا کہ کیا چار عورتوں سے ہی متعہ ہو سکتا ہے۔ کہا چار کیا بلکہ ستر کی بھی حد نہیں ہے۔

عَنْ زُرَارَةَ ابْنِ اَعْيُنٍ قَالَ مَا تَحِلُّ مِنَ الْمُتْعَةِ قَالَ كَمْ شِئْتَ

زرارہ نے امام علیہ السلام سے پوچھا کتنی عورتوں سے متعہ ہو سکتا ہے؟ کہا جتنی جی چاہے۔

ایک عورت سے بار بار متعہ

ایک عورت کو نکاح کر کے طلاق ثلثہ دی جائے۔ تو دوبارہ اس سے نکاح نہیں ہو سکتا لیکن متعہ کے متعلق عام اجازت ہے۔ ایک عورت سے کئی بار متعہ کیا جا سکتا ہے۔

عَنْ زُرَارَةَ عَنْ اَبِيْ جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ قُلْتُ لَهٗ جُعِلْتُ فِدَاكَ الرَّجُلُ يَتَزَوَّجُ الْمُتْعَةَ وَيَنْقَضِيْ شَرْطُهَا ثُمَّ يَتَزَوَّجُهَا رَجُلٌ اٰخَرُ حَتّٰى بَانَتْ مِنْهُ ثُمَّ يَتَزَوَّجُهَا الْاَوَّلُ حَتّٰى بَانَتْ مِنْهُ ثَلَاثًا وَتَزَوَّجَتْ ثَلَاثَةَ اَزْوَاجٍ يَحِلُّ لِلْاَوَّلِ اَنْ يَتَزَوَّجَهَا قَالَ نَعَمْ كَمْ شَاءَ لَيْسَ هٰذِهٖ مِثْلَ الْحُرَّةِ هٰذِهٖ مُسْتَاجَرَةٌ وَهِيَ بِمَنْزِلَةِ الْاِمَاءِ۔

ترجمہ:۔ زرارہ کہتا ہے میں نے امام باقر علیہ السلام سے کہا میں آپ پر قربان کوئی شخص متعہ کرے اور اس کی شرط پوری ہو جائے۔ پھر دوسرا شخص اس سے متعہ کرے حتیٰ کہ اس سے قطع تعلق ہو جائے۔ پھر اس سے متعہ کرے حتیٰ کہ تین دفعہ اس سے قطع تعلق ہو۔ اور تین خاوند کر چکی ہو کیا پہلا شخص اس سے متعہ کر سکتا ہے؟ آپ نے کہا جتنی دفعہ چاہے متعہ کرے۔ یہ آزاد اصیل عورت جیسی نہیں۔ بلکہ کرایہ کی عورت اور لونڈیوں کی جا بجا ہے۔

متعہ دوریہ

حضرات شیعہ نے متعہ کے متعلق ایک اور لطیف صورت پیدا کی ہے۔ کہ ایک

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ اُلَاعِنُكَ اَنَّ الْقَوْلَ مَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ
وَاَنَّ الْبَاطِلَ مَا قَالَ صَاحِبُكَ قَالَ فَاَقْبَلَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَيْرٍ فَقَالَ اَيَسُرُّكَ اَنَّ
نِسَائَكَ وَبَنَاتِكَ وَاَخَوَاتِكَ وَبَنَاتِ عَمِّكَ يَفْعَلْنَ قَالَ فَاَعْرَضَ عَنْهُ اَبُوْجَعْفَرٍ
عَلَيْهِ السَّلَامُ حِيْنَ ذَكَرَ نِسَاءَهٗ وَبَنَاتِ عَمِّهٖ ۔

ترجمہ: ابن عمیر لیثی نے امام باقر علیہ السلام سے متعہ کا مسئلہ دریافت کیا تو انہوں نے کہا خدا نے اس کو اپنی کتاب میں اور اپنے رسول کی زبان سے حلال کیا ہے پس وہ قیامت تک حلال ہے۔ ابن عمیر نے کہا آپ جیسا آدمی یہ بات کہے حالانکہ عمرؓ نے اس کی حرمت کا فتویٰ دیا ہے؟ آپ سے یہ زیبا نہیں کہ جس چیز کی حرمت عمرؓ نے بیان کی ہے آپ حلال کہیں امام باقر نے کہا۔ تو عمرؓ کے قول پر اور میں رسول اللہ کے قول پر کاربند ہوں گا پھر بات زبان رسول ہے۔ اور تیرے صاحب عمرؓ کا قول باطل ہے۔ ابن عمیر نے کہا کیا آپ کو یہ بات پسند ہے۔ کہ آپ کی عورتیں۔ لڑکیاں۔ بہنیں۔ چچیریاں۔ یہ فعل کریں۔ امام باقر نے یہ بات سن کر اس کی طرف سے منہ پھیر لیا اور کچھ جواب نہ دیا۔

ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ یہ قصہ یار لوگوں کا وضع کیا ہوا اور نقل غلط ہے۔ اگر امام باقر معاذ اللہ متعہ کی حلت کے اس قدر قائل تھے کہ اس کو سنت رسول اور قیامت تک جائز سمجھتے تھے۔ تو پھر عورتوں کا سوال آجانے سے کیوں خفگی آجاتی۔ کہ بات ہی ختم ہو گئی۔ اور کوئی جواب نہ بن پڑا یہ عجیب بات ہے کہ جو فعل مردوں کے لئے قیامت تک حلال اور موجب ثواب ہو۔ وہ عورتوں کے لئے باعث شرم و عار ہو۔ کوئی حکم اسلامی ایسا نہیں ہے کہ جو ذکور کے لئے مباح اور اناث کے لئے حرام ہو۔ بلکہ اس سے صاف ثابت ہے کہ متعہ عورت مرد کے لئے یکساں حرام ہے نہ عقل اسے درست سمجھتی ہے اور نہ نقل سے اس کا کوئی ثبوت ہے۔

اسی طرح اس کتاب میں ص ۱۱۹ پر ایک دوسری حدیث بھی در بارہ متعہ امام باقر علیہ السلام اور امام ابو حنیفہؒ کے مابین مکالمہ درج کیا گیا ہے مضمون ہر دو حدیث کا قریباً ایک ہی قسم کا ہے اس لئے اس کا اندراج ضروری نہیں سمجھا گیا۔

متعہ سے ممانعت

دوسری جگہ فروع کافی جلد ۲ ص ۴۳ میں ایک حدیث ہے۔ جس سے متعہ کی ممانعت ثابت ہوتی ہے: عَنْ مُفَضَّلٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ یَقُوْلُ فِی الْمُتْعَۃِ دَعُوْہَا اَمَا یَسْتَحْیِیْ اَحَدُکُمْ اَنْ یُّرٰی فِیْ مَوْضِعِ الْعَوْرَۃِ فَیَحْمِلَ ذٰلِکَ عَلٰی صَالِحِیْ اِخْوَانِہٖ وَاَصْحَابِہٖ۔

ترجمہ: مفضل کہتے ہیں کہ میں نے امام صادق علیہ السلام سے سنا وہ فرماتے تھے متعہ چھوڑ دو۔ کیا تمہیں شرم نہیں آتی کہ کوئی شخص عورت کی شرمگاہ دیکھے اور اس کا ذکر اپنے بھائیوں اور احباب سے جا کر کرے۔

نیز اسی کتاب میں اسی ص ۴۳ پر درج ہے: کَتَبَ اَبُو الْحَسَنِ عَلَیْہِ السَّلَامُ اِلٰی بَعْضِ مَوَالِیْہِ وَلَا تُلِحُّوْا عَلَی الْمُتْعَۃِ اِنَّمَا عَلَیْکُمْ اِقَامَۃُ السُّنَّۃِ فَلَا تَشْتَغِلُوْا بِہَا عَنْ فُرُشِکُمْ وَحَرَائِرِکُمْ فَیَکْفُرْنَ وَیَتَبَرَّیْنَ وَیَدْعِیْنَ عَلَی الْاٰمِرِ بِذٰلِکَ فَیَلْعَنُنَا (فروع کافی جلد ۲ ص ۱۹۳)

ترجمہ: حضرت ابوالحسن نے اپنے بعض خدام کو لکھا کہ متعہ پر اصرار نہ کرو۔ صرف سنت بجا لاؤ۔ اور اس میں مشغول مت ہو جاؤ۔ کہ تم اپنی منکوحہ عورتوں اور کنیزوں سے ہٹ جاؤ اور وہ معطل رہیں۔ اور وہ پاکباز رہ کر ہماری دشمن گیر ہوں۔ اور ہمیں اس وجہ سے کہ حکم متعہ دیا ہے، لعنت کریں۔

دوسری حدیث میں متعہ کے اصرار کی ممانعت ہے۔ اور پہلی حدیث میں کلی ممانعت ہے۔ اور یہ بات احادیث شیعہ میں اس قدر تعارض و تخالف ہے۔ کہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ کونسا حکم درست کونسا درست نہیں۔ یہ ایک تشریح طلب امر ہے۔ جس کو ہم اپنے موقع پر بیان کریں گے۔

غرض متعہ جیسا مخرب اخلاق حیا سوز مسئلہ اسلام کا مسئلہ ہرگز نہیں ہو سکتا اگرچہ بندگان نفس و ہوا کو اس سے کیسی ہی دلچسپی کیوں نہ ہو۔ شاعر کہتا ہے۔ ؎

من فضل ما جرى لرسول الله۔ صادق نے فرمایا ہے کہ جو امیرالمومنین حکم
دیں اس پر عمل کرو جس سے منع کریں اس سے باز رہو۔ علی کو وہی فضیلت حاصل ہے جو رسول کو ہے
کیونکہ کتاب مذکور میں ہے۔ قال امیرالمومنین اَنَا قَسِیْمُ اللّٰہِ بَیْنَ الْجَنَّۃِ
وَالنَّارِ وَاَنَا الْفَارُوْقُ الْاَکْبَرُ وَاَنَا صَاحِبُ الْعَصَا وَالْمِیْسَمِ وَلَقَدْ اَقَرَّتْ
لِیْ جَمِیْعُ الْمَلٰٓئِکَۃِ وَالرُّوْحُ بِمِثْلِ مَا اَقَرَّتْ بِمُحَمَّدٍ وَلَقَدْ حُمِلْتُ عَلٰی مِثْلِ
حَمُوْلَۃِ الرَّبِّ وَاِنَّ مُحَمَّدًا یُدْعٰی وَیُکْسٰی وَیُسْتَنْطَقُ وَاُدْعٰی فَاُکْسٰی وَ
اُسْتَنْطَقُ فَاَنْطِقُ عَلٰی حَدِّ مَنْطِقِہٖ وَلَقَدْ اُعْطِیْتُ خِصَالًا لَمْ یُعْطَهُنَّ
اَحَدٌ قَبْلِیْ عُلِّمْتُ عِلْمَ الْمَنَایَا وَالْبَلَایَا وَالْاَنْسَابِ وَفَصْلَ الْخِطَابِ فَلَمْ یَفُتْنِیْ
مَا سَبَقَنِیْ وَلَمْ یَعْزُبْ عَنِّیْ مَا غَابَ عَنِّیْ اُبَشِّرُ بِاِذْنِ اللّٰہِ وَاُؤَدِّیْ عَنِ اللّٰہِ
عَزَّ وَجَلَّ کُلُّ ذٰلِکَ مَکَّنَنِیَ اللّٰہُ فِیْہِ بِاِذْنِہٖ۔

ترجمہ۔ امیرالمومنین نے فرمایا میں خدا کی طرف سے جنت و دوزخ کا تقسیم کرنے والا ہوں
میں فاروق اعظم ہوں اور صاحب عصا و میسم ہوں۔ تمام ملائکہ و روح نے اسی طرح میرا
اقرار کیا جیسا کہ رسول کا انہوں نے اقرار کیا۔ مجھے اسی سواری پر سوار کیا گیا جو رسول کی سواری
تھی جب اللہ تعالیٰ محمد صلعم بلائے جائیں گے اور پوشاک پہنائے جائیں گے اور کلام کرائے
جائیں گے اسی طرح میں پکارا جاؤں گا۔ اور پوشاک پہنایا جاؤں گا۔ اور بلایا جاؤں گا
مجھے ایسی چیزیں دی گئی ہیں جو کسی کو مجھ سے پہلے نہیں دی گئیں۔ مجھے موتوں
مصیبتوں، نسبوں، فیصلہ حق کے علوم دیئے گئے ہیں۔ پس جو مجھ سے پہلے ہوا وہ مجھ سے چھپا نہیں رہا اور
غیبی امور مجھ سے مخفی نہیں۔ میں خدا کے حکم سے بشارت دوں گا۔ اور خدا کی طرف سے
سب کچھ پورا کر دوں گا۔ ان تمام امور کی مجھے خدا نے طاقت دے دی ہے۔

ان روایات سے ثابت ہے کہ فضیلت میں رسول اور علی میں کچھ فرق نہیں ہے۔
پہلی روایت میں صاف کہا گیا ہے کہ جملہ فضائل رسول علی کو حاصل ہیں۔ دوسری میں تشریح
کر دی گئی ہے کہ جو خصوصیات رسول کو حاصل ہیں ان میں علی ان کے شریک ہیں۔ بلکہ علوم خمسہ
کے حاصل ہونے میں رسول سے علی کو نمبر زیادہ ہو گیا۔

بحار الانوار جلد ۵ ص۵۱۱ میں ہے ایک راوی نبی صلعم سے نقل کرتے ہیں۔ کہ آنحضرت
نے علی سے فرمایا۔ اے علی تمہارے لیے بہت سی چیزیں ہیں۔ کہ ان جیسی میرے لئے بھی نہیں
ہیں اول یہ کہ فاطمہ جیسی تمہاری بیوی ہے۔ حالانکہ اس جیسی بیوی میرے لئے نہیں ہے۔ اور
تمہارے نطفہ سے بیٹے ہیں کہ ان جیسے میرے نطفہ سے نہیں ہیں اور خدیجہ رض جیسی تمہاری
ساس ہیں۔ ایسی میری کوئی ساس نہیں ہے اور مجھ جیسا تمہارا خسر ہے۔ حالانکہ میرا کوئی خسر
نہیں ہے اور جعفر جیسے تمہارے نسبی بھائی ہیں حالانکہ اس جیسا میرا کوئی نسبی بھائی نہیں
ہے اور فاطمہ بنت ہاشمیہ مہاجرہ جیسی تمہاری والدہ ہیں ان جیسی میری والدہ نہیں ہے۔

ساتواں مسئلہ:۔ یہ مانا ہوا مسئلہ ہے کہ قبض ارواح خاصۂ خالق [illegible]
خدائے پاک ہے اور ملائکہ اس کام پر مامور ہیں۔ لیکن شیعہ کا اعتقاد ہے کہ آنحضرت ص
کا ائمہ طاہرین سے مل کر بعض یا تمام ارواح کو قبض کرنے کا حق حاصل ہے۔ چنانچہ
حق الیقین اردو ص۲۹۶ میں ہے۔ حدیث میں اشارہ ہے کہ آنحضرت ص بھی تمام ائمہ
طاہرین کے ساتھ بعض روحوں کو قبض کرتے ہیں یا تمام روحوں کے قبض کرنے میں بحکم خدا
دخل رکھتے ہیں۔ مگر تقیہ کے سبب منافقوں سے اور ان نادانوں سے جن کی عقل ضعیف
ہے۔ اس کی تصریح نہیں کی ہے۔ جیسا کہ خطبہ غیر مشہورہ میں فرمایا کہ میں بحکم خدا زندہ
کرنے والا اور مارنے والا ہوں۔

آٹھواں مسئلہ:۔ موت وحیات ائمہ کے اختیار میں۔

یہ مسلم امر ہے کہ موت وحیات خدا کے اختیار میں ہے کسی انسان کو اس کا اختیار

لہ سبحان اللہ اثبات فضیلت علی کے لئے موجدان مذہب شیعہ نے کیا عجیب استدلال قائم کیا ہے
اس منطق کی رو سے تو رعیت کا ایک ادنیٰ شخص بھی بادشاہ سے بڑھ جاتا ہے کیونکہ وہ کہہ سکتا ہے بادشاہ
آپ جیسا جلیل القدر بادشاہ میرا ہے لیکن آپ کا کوئی بادشاہ نہیں ہے یا ایک زندیق شان الٰہی میں کہہ سکتا ہے کہ میرا خدا [illegible]
کمال [illegible] وحدہ لاشریک ہے۔ لیکن خدا کا کوئی ایسا خدا نہیں ہے اسی لئے نعوذ باللہ میں خدا سے
فضیلت میں بڑھا ہوا ہوں ۔ ؎

ہر شے میں رائے شیعہ عجب باصواب ہے　　جو بات کی خدا کی قسم لاجواب ہے

نہیں دیا گیا لیکن شیعوں کا اعتقاد ہے کہ ائمہ اہلبیت کو موت و حیات پر کلی اختیار تھا چاہے مریں یا نہ مریں۔ چنانچہ اصول کافی ص۱۵۹ میں باب یوں باندھا گیا ہے۔ بَابُ اِنَّ الْاَئِمَّةَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ يَعْلَمُوْنَ مَتٰى يَمُوْتُوْنَ وَاَنَّهُمْ لَا يَمُوْتُوْنَ اِلَّا بِاخْتِيَارٍ مِّنْهُمْ (باب اس کا کہ ائمہ اپنی موت کا وقت جانتے ہیں اور موت ان کے اختیار میں ہے۔

اسی صفحہ میں ہے۔ عَنْ اَبِيْ بَصِيْرٍ قَالَ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ اَيُّ اِمَامٍ لَا يَعْلَمُ مَا يُصِيْبُهٗ وَاِلٰى مَا يَصِيْرُ فَلَيْسَ ذٰلِكَ بِحُجَّةِ اللّٰهِ۔ (ابو بصیر کہتا ہے، امام صادق علیہ السلام نے فرمایا جس امام کو اپنی مصیبت کا علم نہ ہو اور کہ اس کو کب مصیبت پہنچے گی تو وہ خدا کی طرف سے مخلوق پر حجت نہیں ہو سکتا

نواں مسئلہ:۔ یہ مسئلہ بھی مسلم ہے کہ علم مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ خاصہ باری تعالیٰ ہے۔ مگر شیعہ کہتے ہیں کہ آئمہ کو یہ سب معلومات حاصل ہیں۔ اصول کافی ص۱۵۹ میں باب ہی یوں باندھا ہے بَابُ اَنَّ الْاَئِمَّةَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ يَعْلَمُوْنَ عِلْمَ مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ وَاَنَّهٗ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِمْ شَيْءٌ (باب اس کا کہ ائمہ کو علم ما کان و ما یکون حاصل ہوتا ہے اور ان پر کوئی امر کائنات سے مخفی نہیں ہے)

کتاب مذکور کے صفحہ ۱۶۰ میں ہے۔ سَمِعُوْا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُوْلُ اِنِّيْ لَاَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَعْلَمُ مَا فِي النَّارِ وَاَعْلَمُ مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ (امام صادقؑ نے فرمایا جو کچھ آسمان و زمین میں ہے۔ سب کچھ جانتا ہوں اور گزشتہ و آئندہ کل واقعات دنیا کا بھی مجھے علم ہے)

دسواں مسئلہ:۔ آسمان و زمین و دنیا جناب امیر کے تابع حکم۔

شیعہ کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ جناب امیر علیہ السلام کے تابع حکم آسمان و زمین و دنیا سب کچھ ہے۔ چنانچہ حق الیقین ص۲۳۶ میں ہے "میں صاحب عصا و میسم ہوں۔ میں وہ ہوں کہ خدا نے ابروں و رعدوں اور برقوں کو تاریکی و روشنائی اور ہوا اور پہاڑوں اور دریاؤں اور ستاروں اور آفتاب و مہتاب کو میرا مسخر کیا ہے۔ میں کل امت کا ہادی ہوں۔"

گیارھواں باب:۔ میت پر بددعا

لے تو پھر اصحاب ثلاثہ کے بارے میں تمت اعوان و انصار کا عذر درست نہ تھا۔ جب آپ کے تابع حکم ہوا اور پہاڑ، دریا، رعد و برق ملائکہ رہے اور آفتاب بھی تھے۔ تو پھر آپ کو خلفائے ثلاثہ کے (بقیہ صفحہ ۲۴۸ پر)

ہونے تک نہ ہو۔ الٰہی تو نے اس بندے کو اپنے بندوں اور شہروں میں رسوا کر اور آگ
کی گرمی میں ڈال۔ اور اس کو سخت عذاب چکھا کہ یہ تیرے دشمنوں سے دوستی اور دوستوں سے
دشمنی کرتا تھا اور تیرے نبی کے اہلبیت کا دشمن تھا۔

جائے غور ہے کہ حضرت امام حسینؓ جیسے بردبار شخص کو جس نے یزید
کی بیعت نہ کرنے کی بدولت اپنا اور اپنے اہلبیت کا سر کٹا دیا۔ ایک منافق کا جنازہ پڑھنے
کی ضرورت ہی کیا تھی جس کی وجہ سے حاضرین جنازہ دھوکہ میں پڑ جائیں کہ یہ تو کوئی بڑا پکا
سچا مسلمان تھا کہ اس کے جنازہ میں امام حسینؓ جیسے برگزیدہ امام بہ نفس نفیس تشریف
لائے۔ اور اس کے جنازہ کی نماز ادا فرمائی علاوہ سوا کسی اور شخص کو کیا معلوم تھا کہ
چپکے چپکے آپ کیا کر گئے۔ دعا کی یا بددعا کرتے تھے

دوم نماز جنازہ تو صرف دعا کے لئے ہوتی ہے۔ اگر جناب امام کو اس کمبخت میت
کے لئے بددعا کرنی ہی منظور تھی تو گھر میں بیٹھ کر کر سکتے تھے۔ جنازہ پڑھنے کی کیا ضرورت
تھی۔ امام والا مقام کی بددعا گھر بیٹھے ہی تیر بہدف تھی۔

دیکھئے ان لوگوں نے کیسی بیہودہ روایات گھڑ گھڑ کر ائمہ کرام کے ذمہ اتہام لگائے ہیں کہ
جس شخص کے نانا رسول پاک کی یہ شان ہو کہ ایک منافق کے جنازہ پر جائیں تو اس کے
لئے طلب مغفرت کریں حتیٰ کہ رب العزت فرمائے کہ اگر ستر دفعہ بھی اس نابکار کے لئے
استغفار کی گئی تو بھی یہ بخشا نہ جائے گا۔ قربان جائیں اس نبی رؤف و رحیم کے
کہ آپ فرمانے لگے میں اکثر دفعہ استغفار کرتا۔ اگر اس سے بخشا جاتا۔ پھر امام حسین
اپنے جد امجد کے خلاف ایسی سنگدلی کریں کہ میت کے جنازہ پر دعا کرنے کے لئے
مدعو ہوں اور الٹے بددعا کرنے لگیں۔ استغفر اللہ۔

بارھواں مسئلہ: امام ران سے نکلے ہیں۔

قرآن گواہ ہے کہ تولد ہر ایک انسان کا ماں کے رحم سے ہوتا ہے۔ هُوَ الَّذِي يُصَوِّرُكُمْ
فِي الْأَرْحَامِ كَيْفَ يَشَاءُ آل عمران پر شاہد ہے لیکن شیعہ کا یہ اعتقاد ہے کہ امام رحم
سے نہیں بلکہ ماں کی ران سے نکلتے ہیں۔ چنانچہ حق الیقین صفحہ ۲۰۲ میں ہے۔ دوسری روایت

کے مطابق حضرت نے فرمایا کہ ہم اوصیائے انبیاء کا حمل پیٹ میں نہیں رہتا بلکہ پہلو میں رہتا
ہے اور ہم رحم سے باہر نہیں نکلتے۔ بلکہ ماں کی ران سے نکلتے ہیں۔ کیونکہ ہم خدا کے نور ہیں
اور خدا نے چرک و نجاست کو ہم سے دور کیا ہے۔

تیرھواں مسئلہ: خنزیر کے بال و چمڑہ وغیرہ۔

مسلمان خنزیر کو ایسا نجس سمجھتے ہیں کہ اس کا نام لینے سے بھی نفرت ہے لیکن
شیعہ حضرات خنزیر کے بال، پشم، چمڑے کو پاک سمجھتے ہیں۔ چنانچہ خنزیر کے بالوں
کی رسی بنا کر کنوئیں سے پانی نکال کر پینا کوئی حرج نہیں ہے۔ نیز خنزیر کے چمڑے
کا ڈول بنا کر استعمال کیا جا سکتا ہے۔ روایات ذیل ملاحظہ ہوں (۱) فروع کافی جلد ۱
صفحہ ۴ میں ہے۔ عَنْ زُرَارَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ سَأَلْتُهُ عَنِ الْحَبْلِ
يَكُونُ مِنْ شَعْرِ الْخِنْزِيرِ يُسْتَقَى بِهِ الْمَاءُ مِنَ الْبِئْرِ هَلْ يُتَوَضَّأُ مِنْ ذَلِكَ
الْمَاءِ قَالَ لَا بَأْسَ بِهِ۔ ترجمہ۔ زرارہ کہتے ہیں میں نے امام صادقؑ سے دریافت کیا کہ خنزیر
کے بالوں کی رسی سے کنوئیں سے پانی نکال کر اس سے وضو کیا جا سکتا ہے؟ آپ نے
کہا۔ کچھ حرج نہیں ہے۔

(۲) فروع کافی جلد ۲ جزو ۲ ص ۳۰۳ میں ہے قال قلتُ لهُ شعرُ الخنزيرِ
يُعْمَلُ حَبْلًا وَيُسْتَقَى بِهِ مِنَ الْبِئْرِ الَّتِي يُشْرَبُ مِنْهَا أَوْ يُتَوَضَّأُ مِنْهَا قَالَ
لَا بَأْسَ بِهِ وَزَادَ فِيهِ عَلِيُّ بْنُ عُقْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ رِبَاطٍ قَالَ وَالشَّعْرُ
وَالصُّوفُ كُلُّهُ ذَكِيٌّ۔ راوی کہتا ہے میں نے امام صادق علیہ السلام سے پوچھا خنزیر
کے بالوں کی رسی بنا کر کنوئیں سے پانی نکالا جائے جس سے پانی پیا جاتا ہے یا وضو کیا جاتا ہے
کہا اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور علی بن عقبہ اور علی بن حسین بن رباط نے یہ زیادہ کیا
ہے۔ فرمایا کہ خنزیر کے بال اور پشم سب پاک ہے۔

(۳) من لا یحضرہ الفقیہ صفحہ ۵۶ میں ہے۔ سُئِلَ أَبُو جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَأَبُو عَبْدِ اللهِ
عَلَيْهِمَا السَّلَامُ فَقِيلَ لَهُمَا إِنَّا نَشْتَرِي ثِيَابًا يُصِيبُهَا الْخَمْرُ وَوَدَكُ الْخِنْزِيرِ عِنْدَ
حَاكَتِهَا أَنُصَلِّي فِيهَا قَبْلَ أَنْ نَغْسِلَهَا فَقَالَا نَعَمْ لَا بَأْسَ إِنَّ اللهَ حَرَّمَ أَكْلَهُ وَشُرْبَهُ

وَلَمْ یُحَرِّمْ لُبْسَہٗ وَمَسَّہٗ وَالصَّلٰوۃَ فِیْہَا۔

ترجمہ: امام محمد باقر اور جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ ہم ایسے کپڑے خرید لیا کرتے ہیں کہ ان کو خنزیر کی چربی اور شراب لگا ہوا ہوتا ہے۔ کیا ان کو جھیل کر دھوئے بغیر نماز ان میں بھی پڑھی جا سکتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ بیشک خدا نے خنزیر کا کھانا اور شراب کا پینا حرام کیا ہے۔ ان سے ملوث کپڑے پہن لینا یا چھونا اور ان میں نماز پڑھنا منع نہیں ہے (مذہب بہ شیعہ پاک مذہب کی برکات ہیں کہ کپڑے کو خنزیر کی چربی لگی ہو یا شراب ہے تو وہ ہوس کو خوشی سے استعمال کر، کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ ان اشیاء کا کھانا پینا حرام ہے ویسے برت لینا منع نہیں ہے۔

چودھواں مسئلہ:۔ مذی و ودی

عضو مخصوص سے جو رطوبت خارج ہوتی ہے تو وہ بالاتفاق ناقض وضو ہے لیکن شیعہ مذہب میں مذی اور ودی جو شرمگاہ سے خارج ہوتی ہے اس سے وضو نہیں ٹوٹتا نہ نماز فاسد ہوتی ہے۔ گو یہ ایڑیوں تک چلی جائے۔ شرمگاہ کو دھونے کی ضرورت نہیں ہے۔ چنانچہ فروع کافی جلد اول ص۲ میں ہے۔ عَنْ زُرَارَۃَ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ اِنْ سَالَ مِنْ ذَکَرِکَ شَیْءٌ مِنْ مَذْیٍ اَوْ وَدْیٍ وَاَنْتَ فِی الصَّلٰوۃِ فَلَا تَغْسِلْہُ وَلَا تَقْطَعِ الصَّلٰوۃَ وَلَا تَنْقُضْ لَہُ الْوُضُوْءَ وَاِنْ بَلَغَ عَقِبَیْکَ فَاِنَّمَا ذٰلِکَ بِمَنْزِلَۃِ النُّخَامَۃِ ط

ترجمہ: امام جعفر صادق نے فرمایا اگر تیرے ذکر سے مذی یا ودی خارج ہو جب تم نماز پڑھ رہے ہو تو اس کو مت دھوؤ۔ اور نماز کو مت توڑو۔ وضو کی شکست نہ سمجھو گرچہ یہ بہہ کر تمہاری ایڑیوں تک نہ پہنچے کیونکہ یہ ایسا ہے جیسے ناک کی بلغم۔

من لا یحضرہ الفقیہ ص۳ میں ہے کَانَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْہِ السَّلَامُ لَا یَرٰی فِی الْمَذْیِ وُضُوْءً وَلَا غَسْلَ مَا اَصَابَ مِنْہُ الثَّوْبَ وَرُوِیَ اَنَّ الْمَذْیَ وَالْوَدْیَ بِمَنْزِلَۃِ الْبُصَاقِ وَالْمُخَاطِ فَلَا یُغْسَلُ مِنْہُمَا الثَّوْبُ وَلَا الْاِحْلِیْلُ ط

ترجمہ: امیر المومنین مذی میں وضو کا حکم نہ دیتے تھے۔ اور نہ اس چیز کے دھونے کا جس کو مذی لگی ہو۔ اور روایت کیا گیا ہے کہ مذی اور ودی تھوک یا ناک کے پانی کی طرح ہیں

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالَ اِذَا کَانَ مِیْزَابَیْنِ سَالَ اَحَدُهُمَا مِیْزَابَ بَوْلٍ وَاُخْرٰی مِیْزَابَ مَاءٍ فَاخْتَلَطَ ثُمَّ اَصَابَکَ مَا کَانَ بِهٖ بَاْسٌ

ترجمہ: صادق علیہ السلام نے فرمایا: دو پرنالے جاری ہوں، ایک پیشاب کا دوسرا پانی کا، دونوں اکٹھے ہو جائیں اور اس میں سے کچھ تیرے بدن یا کپڑے سے لگ جائے۔ اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔

بائیسواں مسئلہ: شیعہ مذہب میں جنبی شخص قرأۃ قرآن کر سکتا ہے۔ فروع کافی جلد ۱ میں ہے۔

عَنِ ابْنِ بُکَیْرٍ قَالَ سَأَلْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ عَنِ الْجُنُبِ یَاْکُلُ وَیَشْرَبُ وَیَقْرَءُ وَیَذْکُرُ اللّٰهَ مَا شَاءَ۔ ترجمہ: ابن بکیر نے امام جعفر صادق سے پوچھا: جنبی شخص کھا پی سکتا ہے، اور قرآن پڑھ سکتا ہے؟

آپ نے کہا: ہاں کھائے پیئے، قرآن پڑھے، جس قدر اللہ کا ذکر چاہے کرے۔

تیئیسواں مسئلہ: شیعہ مذہب میں جنازہ بے وضو جائز ہے۔ فروع کافی جلد ۱ صفحہ ۹۳ میں ہے۔ عَنْ یُوْنُسَ بْنِ یَعْقُوْبَ قَالَ سَأَلْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ عَنِ الْجَنَازَةِ اُصَلِّیْ عَلَیْهَا بِغَیْرِ وُضُوْءٍ فَقَالَ نَعَمْ اِنَّمَا هُوَ تَکْبِیْرٌ وَتَسْبِیْحٌ وَتَحْمِیْدٌ۔ ترجمہ: یونس بن یعقوب نے صادق علیہ السلام سے دریافت کیا: میں نماز جنازہ وضو کے بغیر پڑھ سکتا ہوں؟ آپ نے کہا: ہاں۔ جنازہ صرف تکبیر، تسبیح اور حمد و ثنا ہے۔

چوبیسواں مسئلہ: شیعہ مذہب کی رو سے اگر کوئی شخص اپنی ساس یا سالی سے یا جورو کی بیٹی سے زنا کرے، عورت اس پر حرام نہیں ہوتی۔ فروع کافی جلد ۲ صفحہ ۴ میں ہے۔ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ اَنَّهٗ قَالَ فِیْ رَجُلٍ زَنٰی بِاُمِّ امْرَاَتِهٖ اَوْ بِبِنْتِهَا اَوْ بِاُخْتِهَا فَقَالَ لَا یُحَرِّمُ ذٰلِکَ عَلَیْهِ امْرَاَتَهٗ۔

ترجمہ: امام باقر علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ کوئی شخص اپنی ساس یا جورو کی بیٹی سے یا سالی سے زنا کرے اس سے اس کی عورت حرام نہیں ہوتی۔

پچیسواں مسئلہ: کوئی شخص اپنے باپ کی عورت یا لونڈی سے زنا کرے

تو وہ مزنیہ عورت زانی کے باپ پر حرام نہیں ہوتی۔ فروع کافی جلد ۲ صفحہ ۱۶۷ میں ہے۔

قَالَ قَالَ اَبُوْ جَعْفَرٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ اِنْ زَنٰی رَجُلٌ بِامْرَاَةِ اَبِیْهِ اَوْ جَارِیَةِ اَبِیْهِ قَالَ ذٰلِكَ لَا یُحَرِّمُهَا عَلٰی زَوْجِهَا وَلَا تُحَرَّمُ الْجَارِیَةُ عَلٰی سَیِّدِهَا

ترجمہ: امام باقر نے فرمایا کوئی شخص اپنے باپ کی جورو یا لونڈی سے زنا کرے تو وہ عورت مزنیہ اس کے باپ پر حرام اور وہ لونڈی آقا پر حرام نہیں ہو جاتی۔

چھبیسواں مسئلہ: شیعہ کی معتبر کتاب حدیث استبصار صفحہ ۱۳۱ میں تصریح ہے کہ اپنی عورت سے خلاف فطری حرکت کرنا جائز ہے۔ بلکہ اس کے متعلق ایک عجیب روایت کتاب مذکور جلد ۳ صفحہ ۲۳۱ میں یوں لکھی ہے۔ عَنْ حَمَّادِ بْنِ عُثْمَانَ قَالَ سَاَلْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ عَنِ الرَّجُلِ یَاْتِی الْمَرْاَۃَ فِیْ ذٰلِكَ الْمَوْضِعِ وَفِی الْبَیْتِ جَمَاعَةٌ فَقَالَ لِیْ وَرَفَعَ صَوْتَهٗ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَلَّفَ مَمْلُوْكَهٗ مَا لَا یُطِیْقُ فَلْیَبِعْهُ ثُمَّ نَظَرَ فِیْ وُجُوْهِ اَهْلِ الْبَیْتِ ثُمَّ اَصْغٰی اِلَیَّ فَقَالَ لَا بَاْسَ بِهٖ۔ ترجمہ: حماد بن عثمان روایت کرتا ہے کہ میں نے حضرت امام صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ اپنی عورت کی مقعد میں دخول کرنا کیسا ہے؟ اس وقت چونکہ آپ کے پاس بہت سے آدمی بیٹھے تھے آپ نے بلند آواز سے فرمایا کہ رسول اللہ نے فرمایا اپنے غلام سے اس کی طاقت سے بڑھ کر خدمت لینی جائز نہیں بلکہ اسے فروخت کر دینا چاہیے (غرض یہ تھی کہ اور لوگ یہ سمجھیں کہ اس نے غلام کے متعلق مسئلہ پوچھا ہے۔ راوی کہتا ہے) دوسرے لوگوں کے منہ کو دیکھ کر مجھے چپکے سے یہ فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

فروع کافی جلد ۲ صفحہ ۲۳۴ میں ہے۔ قُلْتُ لِلرِّضَا عَلَیْهِ السَّلَامُ اِنَّ رَجُلًا مِنْ مَوَالِیْكَ اَمَرَنِیْ اَنْ اَسْاَلَكَ عَنْ مَسْاَلَةٍ فَهَابَكَ وَاسْتَحْیٰی مِنْكَ اَنْ یَسْاَلَكَ قَالَ وَمَا هُوَ قُلْتُ الرَّجُلُ یَاْتِی امْرَاَتَهٗ فِیْ دُبُرِهَا قَالَ ذٰلِكَ لَهٗ قُلْتُ فَاَنْتَ تَفْعَلُ ذٰلِكَ قَالَ اِنَّا لَا نَفْعَلُ ذٰلِكَ۔

ترجمہ: راوی کہتا ہے کہ میں نے امام رضا علیہ السلام سے عرض کی کہ آپ کا غلام ایک مسئلہ دریافت کرنا چاہتا ہے۔ آپ سے مارے دہشت و شرم کے نہیں پوچھ سکتا۔ فرمایا کیا

جو عقلاً و نقلاً قابل تسلیم نہیں۔ وہ یہ کہ ایک عورت جنگل میں اکیلی جا رہی تھی۔ اس کو سخت
پیاس لگی۔ ایک اعرابی سے پانی مانگا۔ اس نے کہا اس شرط پر پانی دیتا ہوں کہ مجھ سے
ہمبستر ہو۔ مجبوراً عورت نے مان لیا۔ اعرابی نے منہ کالا کیا۔ عورت امیر المومنین عمرؓ
کے دربار میں آکر تائب ہوئی۔ آپ نے سنگساری کا حکم فرما دیا۔ جناب امیرؑ نے کہا کوئی
جرم نہیں ہوا۔ عورت کی رضامندی سے یہ فعل ہوا بس یہ نکاح ہو گیا۔ چلو چھٹی ہو گئی۔
چنانچہ فروع کافی جلد ۲ صفحہ ۱۹۸ میں ہے۔ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ علیہ السلام قَالَ جَاءَتْ اِمْرَاَۃٌ
اِلٰی عُمَرَ فَقَالَتْ اِنِّیْ زَنَیْتُ فَطَہِّرْنِیْ فَاَمَرَ بِہَا اَنْ تُرْجَمَ فَاُخْبِرَ بِذٰلِکَ
اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ صَلَوٰۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ فَقَالَ کَیْفَ زَنَیْتِ فَقَالَتْ مَرَرْتُ بِالْبَادِیَۃِ فَاَصَابَنِیْ
عَطَشٌ شَدِیْدٌ فَاسْتَسْقَیْتُ اَعْرَابِیًّا فَاَبٰی اَنْ یَّسْقِیَنِیْ اِلَّا اَنْ اُمَکِّنَہٗ
مِنْ نَفْسِیْ فَلَمَّا اَجْہَدَنِی الْعَطَشُ وَخِفْتُ عَلٰی نَفْسِیْ اَمْکَنْتُہٗ مِنْ نَفْسِیْ فَقَالَ
اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ تَزْوِیْجٌ وَرَبِّ الْکَعْبَۃِ۔

ترجمہ: صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک عورت حضرت عمرؓ کے پاس
آئی اور کہا میں نے زنا کیا ہے۔ آپ مجھے پاک کیجئے۔ آپ نے سنگساری کا حکم دیا۔ جناب
امیرؑ کو اس بات کی اطلاع ہوئی۔ آپ نے عورت سے پوچھا۔ تو نے کس طرح زنا کیا
اس نے کہا میں جنگل میں جا رہی تھی۔ مجھے سخت پیاس لگی۔ ایک اعرابی سے پانی مانگا اس
نے کہا مجھ سے ہمبستری کرے تو پانی دوں گا۔ جب پیاس نے مجھے بے تاب کر دیا اور مر جانے
کا اندیشہ ہوا تو میں نے اسے اپنے نفس پر قابو دیا۔ امیرؑ نے فرمایا بخدا یہ تو نکاح ہو گیا ہے
جائے غور ہے کہ متعہ تو شیعہ کے ہاں مروج تھا ہی اس روایت پر عمل کیا جائے
تو زنا کا بھی دنیا سے نام ہی اٹھ جائے۔ بازاری عورتوں سے جو لوگ زنا کا ارتکاب کرتے
ہیں۔ اس میں بھی عورت و مرد باہم راضی ہو جاتے ہیں۔ یہاں تو صرف پانی پلایا گیا وہاں
روپیہ بھی دیا جاتا ہے اور یہاں پیاس کی مجبوری تھی وہاں بھوک ستاتی ہے۔ پھر وہ بطریق
اولیٰ جائز ہو گیا۔ نعوذ باللہ۔ تعجب ہے کہ ارکان نکاح دو گواہ و ایجاب و قبول سے ایک

بات بگی نہ ہوئی۔ عورت مجبوری سے بدکاری پر راضی ہوگئی۔ اس کی کانشنس نے اسے شرمندہ کیا۔ وہ سمجھتی تھی کہ میں نے خلاف شرع زنا کا ارتکاب کیا ہے خوف عقبیٰ سے دربار شریعت میں گئی تاکہ سزا ہو کر عفو جرم ہو۔ امیر نے حکم دیدیا سزا کی ضرورت ہی نہیں ہے بلکہ یہ تو نکاح میں داخل ہوگیا ہے۔ یہ کس قدر بہتان ہے امیر پر مخالف اسلام یہ واقعہ سن لے تو وہ کیا کچھ بکواس کرے۔ یہ شیعیان علی ہیں جو آپ کو یوں مطعون کرتے ہیں۔ ؎

من از بیگانگاں ہرگز ننالم　　　　کہ با من ہرچہ کرد آں آشنا کرد

کسی نے سچ کہا ہے ۔" دشمن دانا بہ از نادان دوست"

اکتیسواں مسئلہ: شیعہ مذہب میں ہے کہ عورت اونٹ پر سوار ہو اور مرد جماع کرنا چاہے تو بھی اسے انکار نہ کرنا چاہیئے۔ تحفۃ العوام ص۲۶۷ میں ہے: شوہر کو منع نہ کرے جماع سے اگرچہ پشت شتر پر ہو۔" استغفر اللہ سے بے شرمی۔

بتیسواں مسئلہ: لڑکے کو ختنہ تو سب لوگ کیا کرتے ہیں۔ شیعہ مذہب کی روسے لڑکیوں کو بھی ختنہ کرنا چاہیئے۔ فروع کافی جلد ۲ ص۲۷۱ میں ہے۔ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ اَلْخِتَانُ سُنَّۃٌ فِی الرِّجَالِ وَمَکْرُمَۃٌ فِی النِّسَاءِ۔ ترجمہ "امام صادق علیہ السلام نے فرمایا ختنہ لڑکوں میں تو سنت ہے اور عورتوں میں باعث فضیلت ہے۔" ایسا ہی حق الیقین اردو ص۴۲ میں ہے: "ختنہ کا حکم سنت واجب ہے پسر کے لئے[1] اور دختر کے لئے شوہر کے نزدیک اس کی قدر و منزلت کا باعث ہے۔" واہ چہ خوش!!

تینتیسواں مسئلہ: شیعہ مذہب کے روسے خصی مرد سے عورتوں کو پردہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ فروع کافی جلد ۲ ص۲۳۱ میں ہے۔ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْمَاعِیْلَ بْنِ بَزِیْعٍ قَالَ سَأَلْتُ اَبَا الْحَسَنِ الرِّضَا عَلَیْہِ السَّلَامُ عَنْ قِنَاعِ الْحَرَائِرِ مِنَ الْخِصْیَانِ قَالَ کَانُوْا یَدْخُلُوْنَ عَلٰی بَنَاتِ اَبِی الْحَسَنِ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَلَا

---

[1] ایسا ہی فروع کافی جلد ۲ ص۲۱۹ میں ہے۔

یَتَقَنَّعْنَ قُلْتُ فَکَانُوا اَحْرَاراً قَالَ لَا قُلْتُ فَالْاَحْرَارُ یَتَقَنَّعُ مِنْهُمْ قَالَ لَا

ترجمہ۔ محمد بن اسمٰعیل کہتا ہے میں نے امام رضا سے پوچھا کیا اصیل عورتوں کو خصی مردوں سے پردہ کرنا چاہیئے۔ آپ نے کہا خصی مرد ابوالحسن کی لڑکیوں کے سامنے ہوا کرتے تھے۔ راوی نے کہا کیا وہ مرد اصیل تھے۔ کہا نہیں۔ پھر راوی نے کہا کیا اصیل خصی مرد سے پردہ کرنا چاہیے۔ کہا نہیں۔

چونتیسواں مسئلہ: جلق دمشت زنی کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے فروع کافی جلد ۲ ص۲۳۴ میں ہے۔ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ سُئِلَ عَنِ الْخَلْقِ قَالَ نَاکِحُ نَفْسِہٖ لَا شَیْئَ عَلَیْہِ۔ (ترجمہ) امام جعفر صادق رضؓ سے در بارہ جلق دمشت زنی دریافت کیا گیا۔ آپ نے کہا اپنے وجود سے فعل کرتا ہے۔ اسے کوئی مواخذہ نہیں ہے۔

پینتیسواں مسئلہ: شیعہ کی مستند کتاب فروع کافی جلد ۲ ص۲۵۳ میں لکھا ہے کہ جو شخص محرم عورتوں، ماں، بہن بیٹی وغیرہ سے نکاح کرکے جماع کرے اس کو زنا نہیں کہتے بلکہ من وجہ یہ فعل حلال ہے اور من وجہ حرام ہے اس کو سفاح کہیں گے زنا نہیں کہتے۔ اولاد پیدا ہو، اس کو اولادِ زنا کہنا جائز نہیں ہے۔ جو ایسے مولود کو ولدالزنا کہے وہ قابل سزا ہے، مختصر عبارت یوں ہے۔ اَلَّذِیْ یَتَزَوَّجُ ذَوَاتِ الْمَحَارِمِ الَّتِیْ ذَکَرَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ تَحْرِیْمَھَا فِی الْقُرْآنِ مِنَ الْاُمَّھَاتِ وَالْبَنَاتِ اِلٰی اٰخِرِ الْاٰیَۃِ کُلُّ ذَالِکَ حَلَالٌ مِنْ جِھَۃِ التَّزْوِیْجِ حَرَامٌ مِنْ جِھَۃِ مَانَھَی اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ عَنْہُ لَا یَکُوْنُ اَوْلَادُھُمْ مِنْ ھٰذَا الْوَجْہِ اَوْلَادَ الزِّنَا وَمَنْ قَذَفَ الْمَوْلُوْدَ مِنْ ھٰذَا الْوَجْہِ جُلِدَ الْحَدَّ اِنَّہٗ مَوْلُوْدٌ مُتَزَوِّجٌ رُشْدَۃٌ۔ (ترجمہ) جو شخص محرمہ عورتوں کو جن کی حرمت خدا نے قرآن میں ذکر کیا ہے۔ ماؤں، بیٹیوں وغیرہ سے۔ جن کا آخر آیت تک ذکر ہے نکاح کریں۔ یہ سب حلال ہیں نکاح کی جہت سے، اور حرام ہیں اس وجہ سے کہ اللہ نے اس سے منع فرمایا ہے اور ان کی اولاد اس وجہ سے اولادِ زنا نہیں ہے۔ جو شخص ان لڑکوں کو جو اس وجہ سے پیدا ہوں تہمت

دے دے کہ وہ ولد الزنا ہیں، اس کو سزائے تازیانہ دی جائے گی۔ کیونکہ وہ نکاح صحیح سے پیدا ہوئے ہیں۔

اللہ اللہ! شیعہ کے مسائل کا کیا کہنا۔ شاعر کہتا ہے ؎

یُلَازِمُكَ الْخَطَاءُ بِكُلِّ رَایٍ ۔۔۔ لَعَمْرِیْ اَنْتَ اَزْکَی الْاَذْکِیَاءِ

چھتیسواں مسئلہ: شیعہ مذہب کے نزدیک سنی مسلمان کتے اور ولد زنا سے بھی بدتر ہے

فروع کافی جلد اول ص پر ہے، عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ لَا تَغْتَسِلْ مِنَ الْبِئْرِ الَّتِیْ یَجْتَمِعُ فِیْھَا غُسَالَةُ الْحَمَّامِ فَاِنَّ فِیْھَا غُسَالَةَ وَلَدِ الزِّنَا وَھُوَ لَا یَطْھُرُ اِلٰی سَبْعَةِ آبَاءٍ وَفِیْھَا غُسَالَةُ النَّاصِبِ وَھُوَ شَرُّھُمَا اِنَّ اللّٰہَ لَمْ یَخْلُقْ خَلْقًا اَھْوَنَ مِنَ الْکَلْبِ وَاِنَّ النَّاصِبَ اَھْوَنُ عَلَی اللّٰہِ مِنَ الْکَلْبِ۔

ترجمہ: امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ ایسے کنوئیں کے پانی سے مت نہاؤ جس میں حمام کا مستعمل پانی پڑتا ہے۔ کیونکہ اس میں ولد الزنا کے بدن کا پانی بھی گر جاتا ہے اور ولد زنا سات پشت تک پاک نہیں ہو سکتا۔ اور اس میں ناصبی (سنی) کے بدن سے گرا ہوا پانی بھی ہوتا ہے اور وہ ناصبی (سنی) ولد زنا اور کتے سے بھی بدتر ہے۔ خدا نے تمام مخلوق سے برا کتے کو بنایا ہے اور ناصبی کتے سے بھی برا ہے۔ دیکھو! شیعہ صاحبان سنیوں کو کتے اور ولد زنا سے بھی برا سمجھتے ہیں۔ پھر اگر سنی ان سے برتاؤ کریں تو ان سے بڑھ کر کون بے غیرت ہو سکتا ہے۔

سینتیسواں مسئلہ: شیعہ کے عقیدہ کی رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ثلاثہ و ازواج پاک پر لعنت و تبرا فرض و ثواب ہے۔ چنانچہ تحفۃ العوام میں لکھا ہوا ہے اور نیز حق الیقین ص ۶۸۵ میں ہے: اور ہمارا اعتقاد اس برأت

۱؎ شیعہ سنی کو ناصبی کہتے ہیں۔ جیسے حق الیقین ص ۶۲۵ میں ابن ادریس نے کتاب السرائر میں روایت کی کہ لوگوں نے امام علی نقی کی خدمت میں عریضہ لکھا کہ آیا ہم ناصبی کے جاننے اور پہچاننے میں اس سے زیادہ محتاج ہیں کہ حضرت امیر المومنین پر ابو بکر و عمر کو مقدم جانے اور ان کی امامت کا معتقد رہے؟ حضرت نے جواب دیا کہ جو شخص یہ اعتقاد رکھے وہ ناصبی ہے۔

و تبرا میں یہ ہے کہ بیزاری طلب کرنا چاہیئے۔ چاروں بتوں سے یعنی ابوبکرؓ عمرؓ
عثمانؓ و معاویہؓ اور چار عورتوں سے یعنی عائشہؓ حفصہؓ و ہندہؓ و ام الحکم
سے اور ان کے تمام اتباع و اشیاع سے۔

دیکھو شیعہ سارے بزرگانِ دین اصحابِ ثلاثہؓ کو بت قرار دیتے ہیں اور ان
کو اور امہات المومنین ازواج پاک رسول کو لعنت و تبرا کرتے ہیں۔ پھر اگر ہم ایسوں
کو کافر کہیں تو ہمیں متعصب اور اتفاق میں خلل انداز سمجھا جاتا ہے۔ ع

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

اڑتیسواں مسئلہ۔ شیعہ کے نزدیک ان ائمہ اہل بیت پر بھی لعنت
و تبرا بھیجنا واجب ہے جنہوں نے دعویٰ امامت کیا چنانچہ حق الیقین صفحہ ۵۲۳ میں
لکھا ہے کہ تبرا از دشمنان اہل بیت از معاویہ و یزید و دیگر مخالفین اہلبیت سے
بیزاری واجب ہے کیونکہ انہوں نے امامت کا بیجا دعویٰ کیا۔

ہمارے تو رہے شیعہ ان علیؓ کے دست ستم سے اور وہ علیؓ و اہلبیت ہی کی
نہ بچ سکے اور ثلاثہؓ تو کس شمار میں ہیں۔ ع

صوفی و رند و زاہد تیرے غمزہ سے تباہ بد فقط دیر ہے ویران تو خرابات خراب

انتالیسواں مسئلہ۔ شیعہ کی معتبر کتاب فروع کافی جلد ۳ کتاب الروضہ
صفحہ ۱۱ میں ہے کہ حضرت امام زین العابدین نے یزید کی بیعت کی۔ عبارت یہ ہے۔

ثُمَّ اَرْسَلَ اِلٰی عَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ عَلَیْهِمَا السَّلَامُ فَقَالَ لَهٗ مِثْلَ مَقَالَتِهٖ
لِلْقُرَشِیِّ فَقَالَ لَهٗ عَلِیُّ بْنُ حُسَیْنٍ عَلَیْهِمَا السَّلَامُ اَرَاَیْتَ اِنْ لَمْ اُقِرَّ لَكَ
اَلَیْسَ تَقْتُلُنِیْ كَمَا قَتَلْتَ الرَّجُلَ بِالْاَمْسِ فَقَالَ لَهٗ یَزِیْدُ لَعْنَةُ اللّٰهِ بَلٰی
فَقَالَ لَهٗ عَلِیُّ بْنُ حُسَیْنٍ عَلَیْهِمَا السَّلَامُ قَدْ اَقْرَرْتُ لَكَ بِمَا سَاَلْتَ اَنَا
عَبْدٌ مُكْرَهٌ لَكَ فَاِنْ شِئْتَ فَاَمْسِكْ وَاِنْ شِئْتَ فَبِعْ فَقَالَ لَهٗ یَزِیْدُ لَعْنَةُ
اللّٰهِ اَوْلٰی لَكَ حَقَنْتَ دَمَكَ وَلَمْ یَنْقُصْكَ ذٰلِكَ مِنْ شَرَفِكَ۔

ترجمہ: پھر یزید نے امام زین العابدین کے پاس آدمی بھیجا اور ان کو وہی بات کہی

جو قریشی مرد کے ساتھ کی تھی۔ امام نے کہا یہ تو بتاؤ کہ میں (تمہاری بیعت کا) اقرار نہ کروں تو مجھے قتل کرے گا۔ جیسا کہ کل مرد قریشی قتل کر دیا گیا ہے۔ یزید نے کہا، ہاں ایسا ہی ہوگا۔ امام زین العابدین نے کہا، میں تیری خلافت کو تسلیم کرتا ہوں۔ میں تو تمہارا مجبور غلام ہوں، خواہ مجھے اپنے پاس رکھو یا فروخت کر دو۔ یزید نے کہا، تو نے اچھا کیا ہے، تیری جان بچ گئی ہے اور تیری شان میں کمی نہیں ہوئی۔

غور کرو شیعہ کہتے ہیں کہ اہل السنۃ والجماعۃ یزید کو خلیفہ مانتے ہیں۔ اہل سنت تو اس فاسق کو کبھی خلیفہ تسلیم نہیں کرتے۔ لیکن شیعہ ہیں کہ امام زین العابدین کی بیعت کے قائل ہیں۔ بھلا یہ کس طرح مانا جا سکتا ہے۔ کہ ایک قریشی تو اس ملعون کی بیعت کرنے پر موت کو ترجیح دے اور امام سجاد زین العابدین جو اس امام عالی مقام کے فرزند ہیں جنہوں نے صرف بیعت نہ کرنے کی وجہ سے اپنی اور اپنے اہلبیت کی جان قربان کر دی۔ ان سے یزید کی غلامی کا اقرار اپنی اکیلی جان کی خاطر کب متصور ہو سکتا تھا۔ اس سے تو ثابت ہوتا ہے معاذ اللہ ایک عام قریشی بھی امام زین العابدین سے استقامت میں بڑھ نکلا کہ ایک فاسق و فاجر کی بیعت پر اپنی جان کی قربانی کو ترجیح دی لیکن امام نے جان کو ایمان سے زیادہ عزیز سمجھا۔ اِنْ هٰذَا اِلَّا بُهْتَانٌ عَظِیْمٌ۔

چالیسواں مسئلہ: تمام مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ہر ایک مسلمان پر فرض ہے جس کی ادائیگی پر وہ خود مجبور ہے۔ لیکن شیعہ کا عقیدہ ہے کہ بعض شیعہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کا فریضہ ادا کریں تو بعض نہ کرنے والوں کی کفایت ہو جاتی ہے۔ گویا یہ سب امور فرض عین نہیں بلکہ فرض کفایہ ہیں۔ اصول کافی صفحہ [illegible] میں ہے: عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَیَدْفَعُ بِمَنْ یُّصَلِّیْ مِنْ شِیْعَتِنَا عَمَّنْ لَا یُصَلِّیْ مِنْ شِیْعَتِنَا وَلَوْ اَجْمَعُوْا عَلٰی تَرْکِ الصَّلٰوۃِ لَهَلَکُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ لَیَدْفَعُ بِمَنْ یُّزَکِّیْ مِنْ شِیْعَتِنَا عَمَّنْ لَا یُزَکِّیْ وَلَوْ اَجْمَعُوْا عَلٰی تَرْکِ الزَّکٰوۃِ لَهَلَکُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ لَیَدْفَعُ بِمَنْ یَّحُجُّ مِنْ شِیْعَتِنَا عَمَّنْ لَا یَحُجُّ وَلَوْ اَجْمَعُوْا عَلٰی تَرْکِ الْحَجِّ لَهَلَکُوْا وَهُوَ قَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ فَوَاللّٰهِ مَا نَزَلَتْ اِلَّا فِیْکُمْ وَلَا عَنٰی بِهَا غَیْرَکُمْ۔ ترجمہ: امام صادق علیہ السلام

بہبہانی قدس سرہٗ بودہ، خود از فضلائے محدثین وعرفائے مخلصین است۔ در کتاب
اجمع الفضائح از ابو حمزہ ثمالی رضی اللہ عنہ حدیث بیکند کردے از امام زین العابدین
و سید الساجدین علیہ السلام روایت کردہ قَالَ مَنْ لَعَنَ الْجِبْتَ وَالطَّاغُوْتَ لَعْنَةً وَاحِدَةً
كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ سَبْعِيْنَ اَلْفَ اَلْفَ حَسَنَةٍ وَمَحٰى عَنْهُ اَلْفَ اَلْفَ سَيِّئَةٍ وَرَفَعَ لَهٗ
سَبْعِيْنَ اَلْفَ اَلْفَ دَرَجَةٍ وَمَنْ اَمْسٰى يَلْعَنُهُمَا لَعْنَةً وَاحِدَةً كُتِبَ مِثْلُ
ذٰلِكَ قَالَ مَوْلَانَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ فَدَخَلْتُ عَلٰى مَوْلٰنَا اَبِيْ جَعْفَرٍ مُحَمَّدِ الْبَاقِرِ
فَقُلْتُ يَا مَوْلَايَ حَدِيْثٌ سَمِعْتُهٗ مِنْ اَبِيْكَ قَالَ هَاتِ يَا ثُمَالِيُّ فَاَعَدْتُ
عَلَيْهِ الْحَدِيْثَ قَالَ نَعَمْ يَا ثُمَالِيُّ اَتُحِبُّ اَنْ اَزِيْدَكَ فَقُلْتُ بَلٰى يَا مَوْلَايَ

فَقَالَ مَنْ لَعَنَهُمَا لَعْنَةً وَاحِدَةً فِيْ كُلِّ غَدَاةٍ لَمْ يُكْتَبْ عَلَيْهِ ذَنْبٌ فِيْ ذٰلِكَ الْيَوْمِ
حَتّٰى يُمْسِيَ وَمَنْ اَمْسٰى لَعَنَهُمَا لَمْ يُكْتَبْ عَلَيْهِ ذَنْبٌ فِيْ لَيْلَةٍ حَتّٰى يُصْبِحَ قَالَ فَمَضٰى اَبُوْ
جَعْفَرٍ فَدَخَلْتُ عَلٰى مَوْلَانَا الصَّادِقِ فَقُلْتُ حَدِيْثٌ سَمِعْتُهٗ مِنْ اَبِيْكَ
وَجَدِّكَ فَقَالَ يَا اَبَا حَمْزَةَ فَاَعَدْتُ عَلَيْهِ الْحَدِيْثَ فَقَالَ حَقًّا يَا اَبَا حَمْزَةَ
ثُمَّ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَيُرْفَعُ اَلْفَ اَلْفَ دَرَجَةٍ ثُمَّ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ
كَرِيْمٌ۔ ترجمہ: جو شخص جبت وطاغوت (ابوبکر و عمر) کو ایک دفعہ لعنت کرے
تو اللہ تعالیٰ اس کو سات کروڑ نیکی کا ثواب دیتا ہے اور سات کروڑ گناہ معاف کرتا
ہے اور اس کے سات کروڑ درجے بلند کرتا ہے۔ جو شام کو ان دونوں پر ایک دفعہ
لعنت کرے اور اسی قدر اس کو ثواب حاصل ہوتا ہے۔ کہا جب حضرت زین العابدین گزر
گئے تو میں حضرت امام باقر کے پاس آیا اور کہا کہ جناب میں نے ایک حدیث آپ کے والد
سے سنی ہے فرمایا بتا دو اے ثمالی، میں نے وہ حدیث سنائی تو فرمایا ہاں ٹھیک ہے
کیا تو چاہتا ہے کہ مزید بتاؤں۔ میں نے کہا، ہاں حضور آپ نے فرمایا۔ جو شخص ہر صبح کو
ایک دفعہ دونوں پر لعنت کرے اس رات کو اس کا کوئی گناہ نہیں لکھا جاتا۔ شام تک
اور جو شام کو ان دونوں پر لعنت کرے اس رات کو اس کا کوئی گناہ نہیں لکھا جاتا۔ صبح
تک کہا۔ جب محمد باقر گزر گئے تو میں امام صادق علیہ السلام کے پاس گیا اور کہا کہ میں نے
آپ کے باپ دادوں سے ایک حدیث سنی ہے۔ آپ نے فرمایا بتا دو اے ابو حمزہ

میں نے حدیث سنائی۔ فرمایا بالکل درست ہے پھر فرمایا۔ اس کے سات کروڑ درجے
بھی بلند ہوتے ہیں۔ پھر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ واسع الرحمت اور کریم ہے۔

جائے غور ہے کہ اللہ تعالیٰ تو بتوں کو بھی برا کہنے سے منع کرے اور جناب پیغمبر علیہ السلام
فرمائیں کہ سِبَابُ الْمُؤْمِنِ فُسُوْقٌ وَ قِتَالُہٗ کُفْرٌ یعنی مسلمان کو برا کہنا کبیرہ جرم ہے
اور اس سے لڑنا کفر ہے۔ امام ممدوح کے متبع سنت کو ثواب عظیم اور باعث رفع درجات
سمجھتے ہیں۔ اگر یہ درست ہے تو شیعوں کو نماز روزہ حج زکوٰۃ وغیرہ عبادات کی
ادائیگی کی ضرورت کیا ہے۔ جب وہ سنت لعنت کا ورد کرکے پورے جنتی بن جائیں تو نیکیاں
ان کے نامہ اعمال میں درج ہوتی ہیں اور کروڑوں گناہ کرتے پھریں۔ ان کا کوئی گناہ
تک نہیں لکھا جاتا۔ اور رات کے وظیفہ کے بعد صبح تک کوئی بدی نہیں لکھی جاتی۔ تو جیسی
ہوئی چوری زنا شراب خوری حرام کاری وغیرہ سب بد معاشیاں کرتے رہیں ان کو کوئی
بازپرس نہ ہوگی۔ ایسے عقیدے والے مذہب کا کیا کہنا۔

بیالیسواں مسئلہ۔ شیعہ نہ صرف شیخین۔ یعنی دونوں خسر نبی ابوبکر رضی و
حضرت عمر رضی کو ہی معاذ اللہ کافر نہیں کہتے ہیں۔ بلکہ تمام اہل سنت و جماعت کو جو ان کو اپنا
پیشوائے دین سمجھتے ہیں کافر کہتے ہیں۔ چنانچہ ملا باقر مجلسی اپنی کتاب حیات القلوب
میں لکھتا ہے۔ شیعوں کی نسبت حضرت عمر رضی کہتے تھے کہ عمر مسلمان نہ تھا۔ پھر اگر ہم غالی
شیعہ کو کافر کہیں تو ہمیں کیوں ملامت کی جاتی ہے ؎

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

آمدم برسر مطلب

مضمون لمبا ہوگیا ہے کہ اصل مضمون سے ہم بہت دور جا پڑے ہیں۔ حدیث
ثقلین کی بحث ہو رہی تھی جو شیعہ خلافت بلا فصل جناب امیر رضی اللہ عنہ پر
دلیل پیش کرتے ہیں۔ سو ثقل اکبر قرآن کریم ہے شیعہ کے نزدیک زبردست دلیل

سے ثابت کیا گیا ہے۔ پھر نقل اصغر ائمہ اہل بیت کی ہتک و توہین کی تشریح بھی کر دی
گئی ہے اور یہ کہ ائمہ اطہار کے ذمے شیعہ ایسے گندے اور متعفن شرمناک مسائل منسوب
کرتے ہیں جو ان کی سراسر ہتک و توہین ہے۔ اس لئے شیعہ کو حدیث ثقلین دائرہ استدلال
سے ہی خارج کئے دیتی ہے۔ کجا یہ بات کہ وہ اس سے استدلال کر سکیں۔

شیعہ کی دلیل پنجم

ایک اور یہی آیت ذیل سے دی جاتی ہے۔

قُلْ لَّا اَسْئَلُکُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی (اے پیغمبر کہہ دے کہ میں تم سے اس
تبلیغ پر اجر نہیں مانگتا۔ ہاں یہ چاہتا ہوں کہ قرابت کی وجہ سے مجھ سے محبت کرو)

اس آیت کا شیعہ حضرات یہ معنی کرتے ہیں۔ کہ میں تم سے اور تو کچھ اجر نہیں مانگتا۔
اتنا اجر مانگتا ہوں کہ میرے قریبوں (اہل بیت) سے دوستی رکھو۔

اس آیت میں بھی مسئلہ خلافت علی پر کوئی اشارہ تک نہیں پایا جاتا۔ اگر یہی معنی
تسلیم کر لیے جائیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقارب سے دوستی رکھنا ضروری ہے
تو اہل سنت کو اس سے کب انکار ہو سکتا ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ حضرت علیؓ کو
پہلا خلیفہ مان لو۔ جناب ممدوح خود اس کو مسئلہ قبل از وقت قرار دیتے ہیں۔ جیسے آگے
ذکر ہوگا۔ اور حضرت علیؓ کو خلیفہ رابع تسلیم کرنے سے بھی محبت و مودت میں کچھ فرق
نہیں آتا۔ اور اگر آیت کے وہ معنی کریں جو شیعہ کرتے ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان
نبوت پر حرف آتا ہے۔ جب حق تعالیٰ نے تمام دیگر انبیاء کا مقولہ قرآن کریم میں بیان فرمایا
ہے کہ ہم تبلیغ رسالت پر کچھ اجر نہیں مانگتے۔ تو خاتم المرسلین کی نسبت یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ
اس امر پر اجر طلب کرتے تھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس کے منافی ہے
نیز یہ آیت دوسری آیت کے مخالف ہو جاتی ہے جو یہ ہے۔ قُلْ مَا اَسْئَلُکُمْ عَلَیْهِ
مِنْ اَجْرٍ وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُتَکَلِّفِیْنَ (کہہ دے کہ میں تم سے تبلیغ رسالت پر کوئی
اجر نہیں مانگتا نہ کچھ تکلیف چاہتا ہوں)

اگر آیت کا مضمون یہ ہو کہ میں تم سے اور تو کچھ اجر نہیں چاہتا۔ ہاں یہ ضرور
چاہتا ہوں کہ تم میرے رشتہ داروں سے دوستی کرو جس کا دوسرا معنی یہ ہوگا کہ
ان سے مروت و سلوک کرو۔ ان کی مالی اور جانی امداد کرتے رہو تو یہ رسالت نہیں بلکہ
خود غرضی میں داخل ہوگا جس کا آنحضرتؐ کی نسبت گمان کرنا بھی کفر ہے۔

علاوہ اس کے چونکہ قرآن میں اس قسم کے اقوال جو انبیاء کرام کی طرف سے بیان
ہوئے ہیں۔ ان سب میں نفی طلب اجر کیا ہے۔ پھر اس صورت میں یہ قباحت لازم آتی ہے
کہ کفار جبکہ رسالت آپ سے دشمنی رکھتے تھے تو اس حالت میں آپ ان کو کس طرح کہہ
سکتے ہیں کہ تم میرے رشتہ داروں سے محبت و دوستی رکھو۔

نیز آیت میں لفظ القربیٰ واقع ہے۔ ذوی القربیٰ نہیں سو قربیٰ کے معنی رشتہ داری
ہے۔ رشتہ داروں کا معنی ہرگز نہیں ہو سکتا۔

صحیح مفہوم آیت کا یہی ہے کہ آپ کفار مشرکین سے کہہ دیجئے کہ تم میرے ساتھ
ناحق دشمنی کرتے ہو میں تم سے تبلیغ رسالت کا کچھ اجر تو نہیں مانگتا یعنی اس میں میری کوئی ذاتی
غرض نہیں ہے۔ چونکہ میں تمہارا رشتہ دار بھی ہوں۔ اس لئے بجائے دشمنی کے تم سے محبت
و مودت کی مجھے امید ہونی چاہیئے۔ پھر اس آیت کا مفہوم وہی لیا جائے جو شیعہ کہتے ہیں
تو بھی اس میں اس امر کی کیا تخصیص ہے کہ وہ حضرت کے قرابتدار یہی چار فرد علیؓ فاطمہؓ
اور حسنینؓ ہی ہیں۔ اس میں تو جمیع رشتہ دار داخل ہو سکتے ہیں۔ نیز شیعہ کا اس آیت سے
استدلال اس لئے بھی صحیح نہیں ہے کہ آیت مکی ہے اور اس کے نزول کے وقت حسنینؓ
ابھی پیدا ہی نہ ہوئے تھے۔ نہ حضرت زہراؓ جناب علیؓ کی زوجیت میں آئی تھیں مدینہ منورہ
ہجرت کے بعد آئیں۔ خواہ آیت کا معنی کچھ ہی کیوں نہ لیا جائے۔ شیعہ اس سے ہرگز استدلال
نہیں کر سکتے۔

شیعہ کی چھٹی دلیل

شیعہ خلافت بلافصل حضرت علیؓ پر آیت تطہیر سے بھی استدلال کرتے ہیں۔

إِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا۔ ترجمہ :۔ خدا چاہتا ہے کہ اے اہل بیت تم سے نجاست (ناپاکی) کو دور کر دے اور تم کو پاک کر دے جیسا کہ پاک کرنے کا حق ہے۔)

وجہ استدلال یہ ہے کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اہل بیت جن میں حضرت علیؓ بھی داخل ہیں معصوم تھے۔ اس لئے وہی امامت کے لائق تھے۔ غیر معصوم قابل امامت نہیں ہو سکتا۔ سو اس آیت سے شیعہ کا استدلال ہرگز درست نہیں ہو سکتا کیونکہ سیاق و سباق آیت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ آیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات سے خطاب ہے۔ یہ کس طرح درست ہو سکتا ہے کہ پہلے اور پیچھے ازواج کا تذکرہ ہوا اور درمیان میں ایک ٹکڑا اس کے خلاف حضرت علیؓ فاطمہؓ حسنینؓ کے خطابات میں ہے جو کہ سیاق کے بالکل خلاف ہے۔ بہرحال کوئی باسمجھ اور باانصاف شخص ماقبل اور مابعد دیکھ کر ہرگز خیال نہیں کر سکتا ہے کہ یہ آیت ازواج مطہرات کے خطاب میں نہ ہو۔

دوم :۔ لفظ اہلبیت ہر ایک زبان میں عورتوں پر اطلاق ہوتا ہے۔ فارسی میں اہل خانہ عورت کو کہتے ہیں۔ ہندی میں گھر والی سے عورت مراد ہوتی ہے۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ اس آیت میں اہل بیت سے مراد ازواج رسول نہ ہوں۔

سوم :۔ قرآن کریم میں دوسری جگہ بھی اس لفظ کا اطلاق ازواج پر ہی ہوا ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ کی بی بی حضرت سارہ کو جب فرشتوں نے فرزند کی بشارت دی اور حضرت سارہ نے اپنے بانجھ ہونے اور اپنے شوہر کے بوڑھا ہونے کے باعث اس بشارت پر تعجب کیا تو ارشاد ہوا: أَتَعْجَبِينَ مِنْ أَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ إِنَّهُ حَمِيدٌ مَجِيدٌ ط (ترجمہ۔ کیا خدا کے کام (قدرت) سے آپ تعجب کرتی ہیں۔ خدا کی رحمت اور برکتیں اے اہل بیت تمہارے شامل حال ہوں۔ بیشک وہ حمد کیا ہوا بزرگ تر ہے۔") اس جگہ لفظ اہل بیت سے مراد باتفاق شیعہ و سنی حضرت سارہ ہیں۔ تو پھر آیت متنازعہ میں اہل بیت سے مراد خلاف محاورہ قرآن غیر ازواج کیوں ہو۔

۔ شیعوں کی تفسیر صافی میں اس آیت کے تحت لکھتے ہیں یعنی [illegible]
[illegible] ۲۰۱

چہارم: اہل بیت (گھر والے) وہی ہوتے ہیں جو ہمیشہ کے لیے گھر میں ہی رہیں۔
سو یہ وصف ازواج ہی میں پائی جاتی ہے۔ جس گھر میں نکاح ہو گیا۔ وہیں کی ہو گئیں۔ لیکن بیٹیاں
یا نواسے یا داماد چونکہ دوسرے گھر میں رہائش اختیار کر لیتے ہیں۔ اس لئے ان پر اس لفظ
کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ حضرت علیؓ اپنے گھر میں
تھے۔ حضرت فاطمہؓ بھی نکاح کے بعد اپنے شوہر علی مرتضیٰؓ کے گھر چلی گئیں۔ حسنینؓ کا
تولد ہی دوسرے گھر میں ہوا۔ پیغمبر رسول پاکؐ کے گھر میں رہائش رکھنے والی بیبیاں ہی تھیں
اس لئے اہل بیت بجز ان کے کوئی ہو ہی نہیں سکتے۔

اعتراض شیعہ

اگر شیعہ کا یہ اعتراض ہے کہ اگر اہل بیت سے مراد نساء النبیؐ (ازواج رسولؐ) ہوتیں
تو بجائے عَنْكُمُ اور يُطَهِّرَكُمْ ضمائر مذکر کے عَنْكُنَّ و يُطَهِّرَكُنَّ ضمائر مونث استعمال ہوتے

(بقیہ ۲۰۰) اللّٰہ علیہ یا اَهْلَ بَيْتِ النُّبُوَّةِ فَلَيْسَ هٰذَا اَمْكَانَ تَعَجُّبٍ (ترجمہ) اے
اہلبیت نبوت یہ اللہ کی رحمت اور برکتیں ہیں جو تم کو عطا کرے گا۔ پس یہ تعجب کا مقام نہیں۔ اس سے ثابت ہوا
کہ حضرت سارہ حضرت ابراہیمؑ کی اہلبیت ہیں۔ جن کو تعجب کرنے والی کہا ہے۔ ثابت ہوا کہ حضرت مقصد
حضرت حسینؓ وغیرہ کو کوئی اہل بیت سکونت سے خارج کرتے ہیں۔ یہ غلط ہے کیونکہ حضرت امام حسنؓ و امام
حسینؓ از جہت ولادت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلبیت میں داخل ہیں نہ از جہت سکونت۔ حضرت شیخ
عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اہلبیت کی تشریح اس طرح فرمائی ہے کہ بیت سہ است۔ بیت نسب
و بیت سکنیٰ۔ بیت ولادت۔ پس بنی ہاشم اولاد عبدالمطلب اہل بیت پیغمبر اند صلی اللہ علیہ وسلم از جہت نسب اولاد
وجد قریب را بیت می خوانند کہ گویند فلاں از بیت بزرگ است و ازواج مطہرات آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم اہلبیت سکنیٰ اند و اطلاق اہلبیت بر زنان مرد اخص است بحسب عرف و عادت است و اولاد شریف
آنحضرت اہلبیت ولادت اند (اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد رابع ص) اہل سنت والجماعت تمام اہلبیت
کی تعظیم و تکریم کرتے ہیں چنانچہ کتب حدیث میں اہل بیت رسولؐ کے فضائل و مناقب کے بیان کے لئے علیحدہ علیحدہ
(بقیہ ص ۲۷۰)

سو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ اگرچہ اہلبیت کے لفظ کا مصداق مونث (ازواج) ہیں لیکن چونکہ لفظ اہل بیت مذکر ہے۔ اس لئے لفظ مذکر کے لحاظ سے ضمائر مذکر استعمال ہوئیں جیسا کہ دوسری آیت مذکورہ میں باوجود اس کے کہ خطاب حضرت سارہ (مونث) سے تھا۔ لیکن بلحاظ تذکیر لفظ اہل البیت کے لئے عَلَیْکُمْ ضمیر مذکر کا استعمال کیا گیا۔ ایسا ہی یہاں بھی ہے۔

دوسرا جواب: یہ ہے کہ اہل بیت میں خود ذات اقدس سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی داخل ہے۔ کیونکہ اس بیت کے رہنے والے آپ بھی تھے۔ پس برعایت ادب وتعظیم حضور والا تغلیباً ضمیر مذکر کی مستعمل ہوئی۔

تیسرا جواب: یہ ہے کہ کلام عرب میں بغرض اظہار محبت عورتوں کے لئے ضمیر مذکر لایا جایا کرتی ہے جیسا کہ شاعر اپنی محبوبہ سے مخاطب ہو کر کہتا ہے ؎ فَاِنْ شِئْتِ حَرَّمْتُ النِّسَآءَ سِوَاکُمْ ایسا ہی حضرت موسیٰ کے قصہ میں مذکور ہے قَالَ لِاَھْلِہٖ امْکُثُوْا (موسیٰ نے اپنی بی بی کو کہا ٹھہر جاؤ) سو یہاں بجائے امْکُثِیْ کے امْکُثُوْا ضمیر مذکر کا استعمال ہوا۔ امید ہے کہ اس قدر جوابات سے معترض کو پوری تسلی ہو جائے گی

دوسرا اعتراض

شیعہ کا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ حدیث کساء سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ آیت حضرت علی رض فاطمہ رض حسنین رض کے متعلق ہی نازل ہوئی ہے یعنی یہ آیت جس وقت نازل ہوئی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں چار بزرگوں کو ملا کر چادر کے نیچے کر لیا اور دعا فرمائی اَللّٰھُمَّ ھٰؤُلَاءِ اَھْلُ بَیْتِیْ فَاَذْھِبْ عَنْھُمُ الرِّجْسَ وَطَھِّرْھُمْ تَطْھِیْرًا۔ (اے خدا یہ میرے اہل بیت ہیں پس ان سے گناہ دور کر اور ان کو پاک کر جیسا کہ پاک کرنے کا حق ہے) اگر اہل بیت سے مراد ازواج رسول تھیں تو ان کو کیوں نہ ہمراہ لیا دعا

(بقیہ [illegible]) [illegible] باب مفرد میں۔ اور حضرت امہات المومنین [illegible] ہیں۔ ان کو جو بیت رسول سے [illegible] قرآن کا انکار کرنا ہے۔ خدا تعالیٰ شیعہ کو ہدایت نصیب فرمائے۔ (حقیر مظہر حسین غفرلہ)

جواب

سو اگر غور و تدبر سے کام لیا جائے تو اس حدیث سے مزید ثبوت اس امر کا ملتا ہے کہ آیت کا مصداق ازواج ہی تھیں۔ اور چونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان چار بزرگوں سے بھی محبت تھی جو کہ اہل بیت میں از جہت نسب و ولادت داخل تھے۔ اس لئے چاہا کہ یہ بھی اس انعام الٰہی سے بہرہ یاب ہو جائیں۔ اس لئے ان کو یکجا کر کے دعا فرمائی کہ یا اللہ یہ بھی میرے[1] اہل میں داخل ہیں۔ ان کو بھی رجس سے پاک کیجیو۔ ورنہ اگر یہ چاروں آیت کے مصداق ہوتے تو الٰہی حکم آ جانے کے بعد پھر اس کے لئے دعا کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی جو تحصیل حاصل تھا۔

اس کی مثال یہ ہے کہ ان دنوں سرکار نے فوجی خدمت کے عوض فوجی ملازمین کے بیٹوں اور بھائیوں کے لئے فوجی وظائف منظور کر کے آرڈر جاری کیا ہے کہ جن فوجیوں نے جنگ یورپ میں خدمات کی ہیں ان کے بیٹوں اور بھائیوں کو اس قدر ماہوار وظیفہ ملا کرے گا۔ سو جن لوگوں کے بیٹے اور بھائی موجود تھے۔ جب ان کو یہ انعام ملا تو بعض فوجی اصحاب نے سرکار کی خدمت میں عرضیاں دیں کہ حضور ہمارا ایک متبنیٰ ہے جو بیٹے کے قائم مقام ہے اس کو اس انعام سے حصہ ملنا چاہئے۔ چنانچہ سرکار نے ازراہ مہربانی ایسے لڑکوں کو بھی جو بطور متبنیٰ پیش کئے گئے۔ وظائف دے دیئے۔

---

[1] یہی معاملہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس اور ان کی اولاد کے ساتھ بھی فرمایا۔ چنانچہ حافظ ابو نعیم اصفہانی نے یہ روایت درج کی ہے۔ عن ابی اسید الساعدی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للعباس لا تبرح انت وبنوک غداً فان لی فیکم حاجۃ قال فجمعهم العباس فی بیت فاتاهم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال السلام علیکم کیف اصبحتم قالوا بخیر نحمد اللہ بابینا انت وامنا یا رسول اللہ قال تقاربوا تقاربوا فزحف بعضهم الی بعض قال فلما امکنوا اشتمل علیهم بملاءته ثم قال صلی اللہ علیہ وسلم اللهم هذا عباس عمی وهؤلاء اهل بیتی استرهم من النار کستری ایاهم ۲۴

کیونکہ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ خدا چاہتا ہے کہ اے اہلبیت تمہارے رجس (گناہ) دور کر دے اگر پہلے ہی سے معصوم تھے تو رجس کا ازالہ بے معنی ہو گا۔ جب ایک چیز کا وجود ہی نہ ہو تو اس کے دور کرنے کا ارادہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اگر رب العباد کو آیت میں عصمت کی خبر دینی مطلوب ہوتی تو بجائے مضارع کے ماضی کا صیغہ مستعمل ہوتا یعنی اَذْھَبَ الرِّجْسَ عَنْکُمْ وَطَھَّرَکُمْ تَطْھِیْرًا ط (خدا نے تم سے رجس کو دور کر دیا ہے اور تمہیں کلی طور پر پاک کر دیا ہے) مضارع کا صیغہ استعمال ہونا اس امر کی صاف دلیل ہے کہ پہلے عصمت نہ تھی۔

دوم:۔ اگر یہ آیت دلیل عصمت جناب امیرؓ اور ان کی امامت کی ہے تو پھر وہ آیت جو اصحاب بدر کی شان میں نازل ہوئی ہے وَلٰکِنْ یُّرِیْدُ لِیُطَھِّرَکُمْ وَلِیُتِمَّ نِعْمَتَہٗ عَلَیْکُمْ

(البقرہ ص۲۷۳) (از علامہ ابن حجر ہیتمی) اس کے جواب میں علماء شیعہ صحیح مسلم میں زید بن ارقم والی روایت پیش کرتے ہیں جس کے آخری الفاظ یہ ہیں۔ فَقُلْنَا مَنْ اَھْلُ بَیْتِہٖ نِسَاءُہٗ قَالَ لَا ایم اللہ ان المرأۃ تکون مع الرجل العصر من الدھر ثم یطلقھا فترجع الی ابیھا وقومھا اھل بیتہ اصلہ وعصبتہ والذین حرموا الصدقۃ بعدہٗ (ترجمہ) حضرت زید بن ارقم سے ہم نے پوچھا کہ آنحضرت کے اہل بیت کون ہیں کیا حضور کی ازواج اہلبیت ہیں تو آپ نے فرمایا نہیں خدا کی قسم عورت زمانے کا ایک حصہ شوہر کے ساتھ ہوتی ہے۔ پھر وہ اس کو طلاق دے دیتا ہے پس وہ اپنے باپ اور قوم کی طرف واپس چلی جاتی ہے۔ حضور کے اہل بیت آپ کے اصل اور عصبہ ہیں۔ جو آپ کے بعد صدقہ سے محروم کیے گئے۔ الخ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت زید بن ارقم از جہت نسب وولادت ازواج مطہرات کو اہلبیت سے خارج فرما رہے ہیں نہ مطلقاً اور مناسب مقام بھی یہی تھا کیونکہ حضرت زید یہاں بنات اہلبیت کا محترم و مکرم ہونا ثابت کر رہے ہیں۔ جن کو سلاطین بنو امیہ نے ان صدقات سے محروم کر دیا تھا۔ جو عہد نبوی اور عہد خلفاء اربعہ میں ان پر تقسیم ہوا کرتے تھے ورنہ حضرت زید سے صحیح مسلم کی دوسری روایت میں ازواج رسول کا اہلبیت سے ہونے کا اعتراف صریحاً ثابت ہے اس روایت کے آخری الفاظ یہ ہیں ثم قال واہل بیتی فقال لہٗ حصین ومن اہل بیتہ یا زید قال نساءہٗ من اہل بیتہ ولکن اہل بیتہ من حرم الصدقۃ

باقی ص۲۷۴ پر

باوجود ان آیات کے نہیں مانی جاتی تو اصحاب کبار کی کیوں مانی جائے۔ بہرحال اس آیت سے شیعہ کا استدلال کسی طرح بھی درست نہیں ہو سکتا۔

شیعہ کی ساتویں دلیل

فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنفُسَنَا وَأَنفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَل لَّعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ ۔ آپ کہہ دیجئے ہم بلائیں اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو۔ اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو۔ اپنے [illegible] کو اور تمہارے وجودوں کو پھر مباہلہ کریں [illegible] کی لعنت جھوٹوں پر ہو۔

وجہ استدلال یہ بیان کی جاتی ہے کہ نصاریٰ نجران سے جب مباہلہ کی قرارداد ہوئی جیسا کہ آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اصحاب [illegible] کی رسول اللہ کے دل میں کوئی قدر و منزلت نہ تھی۔ اس لئے جناب امیرؓ ہی آپ کی ذات سے بدصفت کے لائق تھے۔

جواب

اس استدلال کا جواب یہ ہے کہ آیت سے یہ ہرگز مفہوم نہیں ہوتا کہ حضرت علیؓ ہی امامت و خلافت کے مستحق ہیں اور بس نہ آیت کا کوئی لفظ اس امر پر دلالت کرتا ہے۔ بلکہ آیت کا مفہوم صاف یہ ہے کہ ہر دو فریق سے حسب ذیل اشخاص مباہلہ کے لئے نکلیں۔ مباہلہ کرنے والے بذات خود اور ان کی اولاد اور ان کی مستورات چونکہ مسلمان فریق سے دعویدار اسلام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے اصحابؓ تھے جو کفار سے جہاد و قتال کرتے تھے۔ اس لئے یہ سب لوگ اَنْفُسَنَا میں داخل تھے۔ ان میں سے ادھر سے میدان مباہلہ میں نکلنا تھا۔ درجہ دوم میں ان کی اولاد

(تقریر صفحہ ۲۷ کا) نسبت بھی ہم نے انہی کے الفاظ استدلال فرمائے ہیں۔ مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُم مِّنْ حَرَجٍ وَلَٰكِن يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ (ترجمہ) خدا تعالیٰ یہ نہیں چاہتا کہ تم پر کوئی تنگی کرے۔ بلکہ وہ چاہتا ہے کہ تمہیں پاک کرے اور نعمت تم پر تمام کرے تاکہ تم شکر کرو۔ تو یہ [illegible] [illegible] غسل کرنے والے کی عصمت پر [illegible] ہو جائے گا؟ [illegible]

واحضار ذکور واناث. در جب سورہ میں ان کی مستورات ایسا ہی کفار کی طرف سے ابو حارثہ.
اسد، عاقب مع اپنی اولاد اور عورتوں کے نکلے. اب شیعہ کا یہ کہنا کہ سوائے ان چار بزرگوں کے
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہمراہ کوئی نہ نکلا یا آپ کسی کو ساتھ نہ لے گئے. مضمون آیت سے
بالکل خلاف ہے کیونکہ اگر حضور علیہ السلام مع علیؓ و فاطمہؓ و حسنینؓ کے نکلے تو اَنْفُسَنَا، اَبْنَاءَنَا
کا مضمون تو پورا ہو سکتا ہے یعنی رسولؐ و علیؓ بذات خود نکلے. اولاد رسول سے زہراؓ
حسنینؓ ساتھ ہوئے لیکن نِسَاءَنَا کا مضمون کیونکر پورا ہو سکتا ہے. حضرت فاطمہؓ نساء
الرسول نہیں بلکہ ابناء الرسول میں داخل تھیں. پھر آیت کا مضمون کس طرح صحیح ہو سکتا ہے. نیز
کفار کا مقابلہ تو رسول اور سرداران فوج اصحاب کبار سے ہوا اور صرف مباہلہ کے لئے حضرت
رسولؐ، ان کے داماد علیؓ، آپ کی دختر فاطمہؓ اور حسنینؓ کے نکلنے پر راضی ہو جائیں. حضرت
رسولؐ اور حضرت علیؓ تو مجاہدین و مقاتلین میں داخل تھے لیکن فاطمہؓ و حسنینؓ جو جدال کے
قابل نہ تھے اگر مقابلہ میں نکل کر چشم زخم بھی اٹھائیں تو کفار کی مراد کیسے پوری ہو سکتی تھی جب
ان کے استیصال کے لئے عمر فاروقؓ اور ابو بکر صدیقؓ صحیح و سلامت زندہ موجود رہتے

غرض عقل و نقل دونوں اس امر کے تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے مباہلہ کے لئے حضرت علیؓ فاطمہؓ اور حسنینؓ کو ہی ساتھ لیا. در جب آیت سے
حضرت علیؓ اور ان کے متعلقین کی خصوصیت ثابت نہیں ہوتی تو اس کے ضمن روایات
خواہ کتب شیعہ کی ہوں یا اہل السنت کی قابل استدلال نہیں ہو سکتیں. کیونکہ شیعہ
حضرات ایسی روایات کے گھڑ لینے میں پورے مشاق ہیں اور کتب اہل سنت میں بھی دست
اندازی کر لینے سے دریغ نہیں کرتے.

ایک عجیب روایت

حیات القلوب ص۴۲۹ میں ہے: چوں این آیت نازل شد قرار کردند که روز دیگر
مباہلہ کنند و نصاری بجا ہائے خود برگشتند پس ابو حارثہ با اصحاب خود گفت که نظر
کنید اگر محمد با فرزندان و بنیت خود می آید پس بترسید از مباہلہ و اگر با صحاب و تبع

خود می آید از مباہلہ اور پرواہ نکنید"۔

ترجمہ:۔ جب آیت مباہلہ نازل ہوئی اور دوسرا دن مباہلہ کے لیے مقرر ہوا اور نصاریٰ اپنی جگہ پر واپس ہوئے تو ابوحارثہ نے اپنے ساتھیوں سے کہنے لگے کہ کل دیکھنا اگر محمد صلعم اپنے فرزندوں اور اہل بیت کے ساتھ مباہلہ کے لیے نکلیں تو تمہیں ڈرنا چاہیے اور اگر اصحاب واتباع کے ساتھ نکلیں تو ذرا پرواہ نہ کرنا۔

اب جائے غور ہے کہ نصاریٰ نجران کو جناب امیرؓ اور دیگر اہلبیت سے اس قدر خوش اخلاقی کس وجہ سے ہو گئی تھی کہ مباہلہ کے لیے ان کے نکلنے سے ان کی روح کانپتی تھی۔ ممکن ہے حضرت علیؓ کو تو انہوں نے دیکھا ہو اور ان کے بشرہ کو دیکھ کر قیافہ سے ایسا حکم لگا لیا ہو۔ لیکن حسنینؓ اور جناب سیدہؓ کو انہوں نے کیسے دیکھ لیا کہ ان کے مباہلہ میں شمولیت سے اس قدر خوف پیدا ہوا۔ یہ سب کچھ شیعہ حضرات کی خوش اعتقادی کی باتیں ہیں ورنہ کفار کو دہشت تو جناب رسول پاکؐ اور ان کے اصحابؓ کی تھی جو اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ کے مصداق تھے، سے تھی اور ان کے کارنامہ سے آگاہ ہو چکے تھے انہیں کے خوف سے انہوں نے نہ مباہلہ منظور کیا نہ مقابلہ بلکہ مصالحت پر مجبور ہو گئے۔

اگر بالفرض مان لیا جائے کہ مہم نجران جناب امیرؓ کے طفیل ہی سر ہوئی تو یہ ایسی کونسی بڑی بات ہے۔ ایک موضع جس میں صرف چالیس یا پچاس آدمی کی آبادی ہو قبضہ میں آجانے سے اسلام کی شوکت میں کیا کچھ اضافہ ہو سکتا تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ خلفاء ثلاثہ ہی کی جدوجہد اور جانفشانی و جاں سپاری کا نتیجہ ہے کہ مشرق سے مغرب تک اور شمال سے جنوب تک اقطاع الارض میں نور اسلام پھیلا اور ظلمت کفر دور ہوئی۔ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ط

غرض شیعہ بیچارے اثبات مدعا، خلافت بلافصل امیر کے لیے ہرچند ہاتھ پاؤں مارتے ہیں مگر ساحل مقصود پر پہنچنا مشکل ہے ؎

ترسم کہ بکعبہ نہ رسی اے اعرابی   کیں راہ کہ میروی بترکستان است

غرض قرآن و حدیث میں کوئی دلیل خلافت بلافصل علی المرتضیٰ پر نہیں۔ اور شیعہ

اپنے دعویٰ پر کوئی ثبوت نہیں رکھتے بلکہ قرآن
حدیث اس کے خلاف ہے اور واقعات بھی اس امر کی تصدیق کرتے ہیں کہ خلافت خلفائے
ثلاثہ رض کا حق تھی جسب منشا ایزدی مجلس شوریٰ مہاجرین و انصار کے اجماع
سے عمل میں آئی۔ اس لئے تنقیح ۲ بھی بحق اہل سنت خلاف شیعہ ثابت ہے۔ یہ دو
تنقیحات اہم تھیں۔ اس لئے ان کی بحث طویل ہو گئی ہے۔ اب باقی دو امروں پر مختصر
بحث کی جاتی ہے۔

تنقیح سوم

کیا حضرت علی خود طالب خلافت تھے؟

اس امر کا فیصلہ کرنے کے لئے کہ جناب امیر رض وفات نبوی ﷺ کے بعد خلافت حاصل کرنے
کے شائق تھے اور اس کے لئے جد و جہد کی اور حسب زعم شیعہ اس کوشش میں مہاجرین
و انصار کے گھروں میں حسنین رض کو ساتھ لئے در بدر پھرتے رہے یا یہ حضرت جناب امیر رض
پر اتہام و بہتان ہے۔ ہم جناب ممدوح کے چند اقوال نہج البلاغہ سے پیش کرتے ہیں۔
اول وہ خطبہ جو جناب امیر رض نے عباس رض اور ابو سفیان رض کے خطاب میں فرمایا۔ جب انہوں نے
آپ سے بیعت کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا۔

(۱) نہج البلاغہ ص۴۲ و ص۲۷ مطبوعہ مصر میں ہے: اَیُّھَا النَّاسُ شُقُّوْا اَمْوَاجَ
الْفِتَنِ بِسُفُنِ النَّجَاۃِ وَعَرِّجُوْا عَنْ طَرِیْقِ الْمُنَافَرَۃِ وَضَعُوْا عَنْ تِیْجَانِ
الْمُفَاخَرَۃِ اَفْلَحَ مَنْ نَّھَضَ بِجَنَاحٍ اَوِ اسْتَسْلَمَ فَاَرَاحَ ھٰذَا مَاءٌ اٰجِنٌ وَّلُقْمَۃٌ
یَغَصُّ بِھَا اٰکِلُھَا وَمُجْتَنِی الثَّمَرَۃِ لِغَیْرِ وَقْتِ اِیْنَاعِھَا کَالزَّارِعِ بِغَیْرِ اَرْضِہٖ۔

ترجمہ۔ اے لوگو! فتنہ کی موجوں کو نجات کی کشتیوں میں بیٹھ کر طے کرو۔ اور مسابقت
میں منافرۃ (مخالفت) پیدا کرنے کا طریق چھوڑ دو۔ اور فخر و غرور کے تاج اتار دو۔ کامیاب
وہ ہے کہ وہ قوت بازو پر کھڑا ہو یا اطاعت کرکے آسائش حاصل کرے۔ یہ تلخ پانی ہے
اور ایسا لقمہ کہ کھانے والے کا گلا پکڑتا ہے۔ جو شخص میوہ کو تیار ہونے سے پہلے توڑتا ہے

وہ ایسا ہے کہ گویا دوسرے شخص کی زمین میں کھیتی کرے۔ اس خطبہ میں جناب امیرؓ اپنے دعویٰ خلافت کو قبل از وقت تصور کرتے ہیں۔

(۲) نہج البلاغت ص۲۱۶ میں ہے: وَاَنَا لَکُمْ وَزِیْرًا خَیْرٌ لَکُمْ مِنِّیْ اَمِیْرًا۔ (میرا وزیر رہنا تمہارے لئے میرے امیر ہونے سے بہتر ہے) اس کلام سے صاف ظاہر ہے کہ آپ خلافت و امارت [illegible] کے ہرگز خواہاں نہ تھے اور آپ نے صاف فرمایا کہ خلفائے ثلاثہ کی وزارت کو میں اپنی امارت و خلافت پر ترجیح دیتا ہوں۔

(۳) نہج البلاغت ص۵ و ص۲۲۲ مطبوعہ مصر میں ہے: وَاللّٰہِ مَا کَانَتْ لِیْ فِی الْخِلَافَۃِ رَغْبَۃٌ وَّلَا فِی الْوِلَایَۃِ اِرْبَۃٌ وَلٰکِنَّکُمْ دَعَوْتُمُوْنِیْ اِلَیْہَا وَحَمَلْتُمُوْنِیْ عَلَیْہَا۔ (ترجمہ: خدا کی قسم مجھے خلافت کی خواہش نہ تھی۔ البتہ تم نے مجھے خلافت کی طرف بلایا اور اس پر مجبور کیا ہے۔)

اس کلام سے ثابت ہے کہ آپ نے اپنے وقت میں بھی خلافت اپنی خواہش سے قبول نہیں کی۔ بلکہ آپ کو مجبوراً دوسروں کے اصرار سے منصب خلافت اختیار کرنا پڑا۔ اگرچہ اس بارہ میں اور بھی جناب امیرؓ کے اقوال موجود ہیں مگر چونکہ خطبات مسطورہ سے ہمارا دعویٰ پایہ ثبوت کو پہنچ گیا ہے۔ اس لئے بخوف طوالت باقی اقوال کو ترک کیا جاتا ہے۔ پھر جب اس قدر تحقیق سے اقوال صریحہ سے ثابت ہو گیا ہے کہ آپ خلافت بلافصل تو کیا بلکہ اپنے وقت کی خلافت کے بھی چنداں خواہاں نہ تھے۔ بلکہ قوم نے آپ کو اس کے لئے انتخاب کر کے ان کو تخت خلافت پر متمکن ہونے کے لئے مجبور کر دیا تھا اور آپ انکار نہ کر سکے تھے تو یہ امر کہ آپ کو خلافت بلافصل حاصل کرنے کا اس قدر اشتیاق تھا کہ اس کے چھن جانے پر عوام کی طرح اپنی بیوی بچوں کو ہمراہ لے کر مہاجرین و انصار کے در بدر پھرتے رہے۔ بالکل روافض کی گھڑت ہے اور تنقیح سوم بھی ہمارے حق میں خلاف شیعہ ثابت ہے۔

تنقیح چہارم

رہا یہ امر کہ آنجناب نے خلفاء ثلاثہ کی بیعت کی یا نہ۔ سو یہ امر مسلم فریقین
ہے کہ آپ نے اپنے وقت میں ہر سہ خلفاء کی بیعت کر لی۔ ہاں اہل سنت کا یہ اعتقاد
ہے کہ آپ نے ان کو خلفائے حق سمجھ کر بطیب خاطر بیعت قبول فرمائی۔ اور شیعہ کہتے
ہیں کہ آپ نے یہ بیعت بطیب خاطر نہیں بلکہ بالجبر کی۔ چنانچہ شیعہ کی تمام کتابوں میں یہ
مضمون بالصراحت درج ہے کہ ابوبکرؓ کی بیعت سے آپ پہلو تہی کرتے تھے لیکن ان
کو گردن میں رسی ڈال کر گھسیٹ کر دربار صدیق میں لایا گیا۔ اور اس لئے جبراً و قہراً آپ کو
بیعت کرنی پڑی۔ سو کوئی مسلمان جس کے دل میں جناب امیر کرم اللہ وجہہ کی نسبت ذرہ
بھی عقیدت ہے ہرگز باور نہیں کر سکتا کہ جناب شجاعت مآب پر کوئی جبر و دستی
کر کے ان سے بزور بیعت منوا سکتا تھا۔ شیعہ کہتے ہیں کہ آپ پر زبردستی کی گئی
آپ کو طوق بگردن گھسیٹ کر لایا گیا۔ اور آپ نے بالکل ہاتھ پاؤں نہ ہلائے۔ کیونکہ آپ
کو صبر کرنے کا حکم تھا۔ لیکن کوئی عقلمند شیعوں کے اس کمزور عذر کو ہرگز تسلیم نہیں کر سکتا
اس کو صبر نہیں کہتے کہ ایک شخص حق پر ہو اور اس کا حق زبردستی چھین لیا جائے۔ اور غاصب حق
والے اس سے زبردستی اپنا حق منوا لیں۔ اس کو یہاں تک بے عزت و ذلیل کیا جائے۔ کہ
گلے میں رسی ڈال کر بازار میں گھسیٹا جائے۔ اس کی عصمت مآب بیوی فاطمۃ [illegible] کو درّوں
سے پیٹا جائے بطن مبارک پر لات مار کر اسقاط حمل کیا جائے۔ اور وہ شخص صبر کرے۔ ایسے
ایسے شخص کو حلیم اور بردبار نہیں کہا جا سکتا۔ بلکہ ایسے مرد کو [illegible] بزدل اور بے
غیرت کہا جاتا ہے۔ حاشا وکلا کوئی مسلمان ایسے دور از عقل ڈھکوسلوں کو تسلیم نہیں
کر سکتا۔ بلکہ ماننا پڑتا ہے کہ جناب امیرؓ نے خلافت خلفاء ثلاثہ کو صحیح تصور
فرما کر بخوشی خود ان کی بیعت کی اور ان کے عہد خلافت میں [illegible] رہے
خلفاء اسلام کو مستفید کرتے رہے اور ان سے مل کر کام کرتے رہے [illegible]

پڑھیں۔ غنائم سے صد بجرہ لیتے رہے۔

بیعت کے متعلق شیعہ کے مختلف قول

شیعہ کا ایک قول تو یہ ہے کہ جناب امیرؓ کو بذلت و رسوائی باندھ کر کھینچ گھسیٹ کر لے گئے۔ اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر ابو بکرؓ کے ہاتھ میں دیا گیا۔ در اصل بیعت بزور ادا ہوئی جیسا کہ جلاء العیون اردو جلد اول صفحہ ۱۵۴ میں رسن بگردن گھسیٹ کر لے جانے کے واقعہ کو لکھنے کے بعد یوں لکھا ہے۔

"پس خالد بن ولید دوڑا اور تلوار غلاف سے کھینچ کر کہا۔ بخدا سوگند اگر بیعت نہ کرو گے تو میں تم کو قتل کر دوں گا۔ جناب امیرؓ نے گریبان اس شقی کا پکڑ کر حرکت دی اور دور پھینک دیا کہ اس کے ہاتھ سے تلوار بھی گر پڑی۔ ہر چند سعی کی مگر جناب امیرؓ نے بیعت کو ہاتھ دراز نہ فرمایا۔ پس حضرت کا ہاتھ پکڑا یا اور ابو بکرؓ نے دست نحس دراز کر کے حضرت کے ہاتھ تک پہنچایا۔

غور طلب اور عجیب بات یہ ہے کہ شیعہ حضرات جناب امیرؓ کی شجاعت کے بھی کرشمے دکھلاتے جاتے ہیں کہ خالد بن ولید کا گریبان پکڑ کر آپ نے ایسی حرکت دی کہ تلوار گر پڑی لیکن آخر کار جناب موصوف کو ایسا مغلوب بنایا جاتا ہے کہ زور سے ان کا ہاتھ پکڑا یا گیا اور ابو بکرؓ کے ہاتھ میں دیدیا گیا۔

بہر حال اس روایت میں واقعہ بیعت کو جناب امیرؓ کی بے بسی اور مجبوری کی صورت میں پیش کیا جاتا ہے۔

لیکن شیعہ کا دوسرا قول یہ ہے کہ آپ نے ایک مصلحت سے حضرت ابو بکرؓ کی بیعت بخوشی قبول کر لی۔ چنانچہ فروع کافی جلد ۳ کتاب الروضہ صفحہ ۱۳۹ میں یوں درج ہے

حاشیہ: شرح نہج البلاغت مصنفہ سلطان محمود طبری جلد ۲ میں ہے (رُوِیَ اَنَّہٗ کَانَتْ وجوہ الناس الیٰ علیٍّ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَلَمَّا ماتت فاطمۃ رض انصرفت وجوہ الناس عنہ و خرج من بیتہ فبایع ابابکر) (ترجمہ) روایت ہے کہ پہلے لوگوں کی توجہ امیر کی طرف تھی جب جناب سیدہ فوت ہوئیں تو لوگوں کی توجہ کم ہو گئی تو آپ اپنے گھر سے نکلے اور بیعت ابو بکرؓ کر لی۔

عَنْ زُرَارَةَ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ اِنَّ النَّاسَ لَمَّا صَنَعُوْا اِذْ بَایَعُوْا
اَبَا بَکْرٍ لَمْ یَمْنَعْ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْہِ السَّلَامُ مِنْ اَنْ یَدْعُوْا اِلٰی نَفْسِہٖ
اِلَّا نَظْرًا لِلنَّاسِ وَ تَخَوُّفًا عَلَیْہِمْ اَنْ یَرْتَدُّوْا عَنِ الْاِسْلَامِ فَیَعْبُدُ الْاَوْثَانَ
وَلَا یَشْہَدُوْا اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَکَانَ عِنْدَ ذٰلِکَ
یُقِرَّہُمْ عَلٰی مَا صَنَعُوْا مِنْ اَنْ یَرْتَدُّوْا عَنْ جَمِیْعِ الْاِسْلَامِ وَاِنَّمَا ہَلَکَ الَّذِیْنَ
رَکِبُوْا مَا رَکِبُوْا فَاَمَّا مَنْ لَمْ یَصْنَعْ ذٰلِکَ وَدَخَلَ فِیْمَا دَخَلَ فِیْہِ النَّاسُ عَلٰی غَیْرِ عِلْمٍ وَلَا
عَدَاوَۃٍ لِاَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَاِنَّ ذٰلِکَ لَا یُکْفِرُہٗ وَلَا یُخْرِجُہٗ
مِنَ الْاِسْلَامِ فَلِذٰلِکَ کَتَمَ عَلِیٌّ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَمْرَہٗ وَبَایَعَ مُکْرَہًا حَیْثُ
لَمْ یَجِدْ اَعْوَانًا۔

ترجمہ۔ زرارہ نے امام باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ لوگوں نے
جب یہ بات کی کہ بیعت ابوبکرؓ کی کر لی تو امیر المومنین کے لیے اور کوئی امر اس سے مانع نہ تھا کہ
اپنی طرف لوگوں کو بلاتے۔ سوائے اس کے کہ آپ کو خوف ہو گیا تھا کہ اگر
بیعت ابوبکرؓ سے ہٹا کر اپنی بیعت کی طرف بلائیں تو لوگ اسلام ہی سے پھر جائیں گے اور رسالت
محمد صلعم سے منکر ہو جائیں۔ اور آپ اس بات کو زیادہ پسند کرتے ہیں کہ ان کو اس بیعت
ابوبکرؓ پر ٹھہرا رہنے دیں۔ اس سے کہ وہ سرے سے اسلام ہی چھوڑ بیٹھیں اور برباد
وہ لوگ ہلاک ہو گئے جو بیعت ابوبکرؓ پر متفق ہو گئے۔ ہاں جو لوگ اس منصوبہ میں شامل
نہ تھے اور لوگوں کی دیکھا دیکھی بغیر علم و عداوت امیر المومنین اس میں داخل ہو گئے وہ کافر
نہیں ہوئے نہ اسلام سے خارج ہوئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنی خلافت کے استحقاق
کو چھپا رکھا اور مجبور ہو گئے بیعت کر لی جب کہ اپنے مددگار نہ دیکھے۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب امیرؓ نے دیکھا کہ صحابہؓ کلمہ ۔۔۔ ۔۔۔
متفق ہو گئے ہیں اور آپ کا ساتھ بالکل چھوڑ دیا گیا ہے اور حالت ۔۔۔
ابوبکرؓ سے منحرف ہو کر آپ اپنی بیعت منوانا چاہیں تو لوگ اسلام کو ۔۔۔ کہ دیں
نے اپنے استحقاق خلافت کو اپنے سینہ ہی میں مخفی رہنے دیا۔ لوگوں کو ہرگز اپنی خلافت کی

استحقاق نہیں جانا۔ اور مصلحتاً خود بھی بیعت کر لی۔ نہ کسی نے آپ کو مار پیٹ کی، نہ کوئی ناگوار قضیہ پیش آیا۔ آپ نے عین مآل اندیشی سے وقت کی نزاکت کو محسوس کر کے اپنی بیعت کے لیے کسی فرد بشر کو نہیں کہا بلکہ بطیب خاطر خود بیعت کر لی۔ ایسے متعارض اقوال کے ہوتے ہوئے شیعہ اپنے دعویٰ میں کامیاب نہیں رہتے اور بلاشبہ تنقیح چہارم بھی بحق اہل سنت والجماعت خلاف اہل تشیع ثابت ہو جاتی

فیصلہ

جب ہر چہار امور تنقیح بحق اہل السنت والجماعت خلاف شیعہ براہین قاہرہ قرآن وحدیث و احادیث ائمہ اہلبیت و اقوال جناب امیرؓ سے ثابت ہو گئے ہیں۔ تو دعویٰ شیعہ باطل قرار دے کر ڈگری بحق اہل السنت خلاف شیعہ صادر کی جاتی ہے کہ امامت و خلافت ایک ہی چیز ہے۔ اور حضرت امیرؓ کی خلافت بلافصل پر کوئی نص قرآن و حدیث میں ثابت نہیں ہے اور انتخاب خلافت شوریٰ مہاجرین و انصار اور اتفاق اہل حل و عقد سے عین منشاء ایزدی سے درست طور پر ہو گیا ہے۔ جناب امیرؓ ہرگز طالب خلافت نہیں تھے۔ بلکہ وہ وزارت کو خلافت پر ترجیح دیتے تھے اور انہوں نے برضا و رغبت ہر سہ خلفاء کی بیعت کی۔ اور یہ خلافت بالکل حق تھی۔ شیعہ کا یہ سب شور و شغب ان کی لاعلمی اور جہالت اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے ہے اور درحقیقت دوستی کے لباس میں یہ جناب امیرؓ اور جملہ اہل بیت کے سخت ترین دشمن ہیں۔ خدا ان کو ہدایت کرے اب خلافت کی بحث ختم ہو چکی۔ اور دلائل سے ہم نے اپنے مدعا کو ثابت کر دیا جس کا جواب شیعہ قیامت تک نہیں دے سکتے۔ اب ہم ان مطاعن کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ جو شیعہ صاحبان آنحضرت کے اصحاب پاک اور ازواج مطہرات کے خلاف کیا کرتے ہیں۔ ہم ان تمام مطاعن کا جواب شافی الزامی اور تحقیقی طور پر دینگے۔ اور استدلال عقلی و نقلی سے شیعہ کے ان ہذیانات کا قلع قمع کر دینگے۔ واللہ الموفق۔

مطاعن شیعہ

ہرچند شیعہ کے مطاعن کے شافی جواب کتب متقدمین اہل سنت و جماعت
میں دیئے جا چکے ہیں۔ لیکن شیعہ اس سے اغماض کر کے پھر نئے نئے رنگ میں انہی اعتراضات
کو دہرایا کرتے ہیں۔ اس لیے یہاں ان کے مطاعن کو ایک ایک کر کے پہلے لکھ کر ان کے
دندان شکن جواب لکھ دیئے جاتے ہیں تاکہ اہل السنت مناظرین کو ان کے خرافات کی
جواب دہی میں سہولت ہو۔

پہلا طعن

پہلا طعن روافض کا جناب صدیق اکبر رضی کی نسبت یہ ہے کہ آپ نے جیش اسامہ
سے تخلف کیا۔ حالانکہ حضور علیہ السلام نے اس لشکر کو خود تیار کر کے اسامہ رضی کی تحت میں
روانہ کیا اور سب کو نام بنام متعین کر دیا اور بڑی تاکید و مبالغہ سے فرمایا کہ جَہِّزُوْا جیش
اسامۃ لعن اللہ من تخلف عنہا (اسامہ کے لشکر کو تیار کرو۔ جو شخص اس سے
تخلف کرے گا مورد لعنت ہوگا۔

جواب

اس طعن کا جواب یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تجہیز جیش اسامہ رضی
کا جو حکم فرمایا اس کی تعمیل صدیق اکبر رضی نے بوجہ احسن کی تفصیل اس اجمال کی یہ ہے۔
۲۶ صفر کو پیر کے دن آنحضرت نے حکم دیا کہ رومیوں کی سرکوبی کے لیے زید بن حارثہ
کے انتقام کی مہم روانہ کی جائے۔ آپ نے منگل کے روز اسامہ بن زید رضی کو اس لشکر کا امیر
نامزد فرمایا۔ بدھ کو آپ بیمار ہو گئے۔ اس سے دوسرے روز (خمیس) کو باوجود بیماری کے
آپ نے بدست خود نشان (عَلَم) کی درستی فرمائی اور اسامہ رضی کو فرمایا اُغْزُ بِسْمِ اللہِ فِیْ
سَبِیْلِ اللہِ وَقَاتِلْ مَنْ کَفَرَ بِاللہِ (خدا کا نام لے کر خدا کی راہ میں جہاد کرو۔ اور

(نوٹ حاشیہ بر ص ۲۸۵)

کافروں سے جہاد شروع کردو)

اسامہؓ حسب ارشاد نبوی علم ہاتھ میں لے کر باہر نکلے اور نشان بریدہ بن حصیبؓ اسلمی کے حوالہ کر دیا اور مقام جرف میں پڑاؤ کیا۔ جو مدینہ منورہ سے تین میل کے فاصلے پر ہے تاکہ تمام لشکر وہاں جمع ہو جائے۔ اصحاب کبار مہاجرین و انصار صدیقؓ فاروقؓ عثمانؓ علیؓ اور دیگر اکابر صحابہ نے بھی ادھر تیاری کر کے اپنے خیمے مقام مذکور میں بھیج دیئے۔ اتنے میں حضورؐ کی بیماری میں تیزی ہو گئی اور عشاق رسول بیقرار ہو گئے۔ حضور علیہ السلام نے حضرت ابو بکرؓ کو اپنی جگہ امامت پر مامور فرمایا (کتب طرفین میں اس کا ذکر موجود ہے)۔ ۱۰ ربیع الاول حضور علیہ السلام کو مرض سے کسی قدر افاقہ ہوا اور سب مسلمانوں نے جہاد کے لئے روانگی کا قصد کیا۔ حضرت اسامہؓ کو حضورؐ نے بغل گیر فرما کر دعا فرمائی۔ اسامہؓ کوچ کے لئے تیار تھے کہ ام ایمنؓ مادر اسامہؓ ان کے پاس پہنچ کر کہنے لگیں کہ حضور کی حالت نازک ہو گئی ہے اسامہؓ اور دیگر لشکریان یہ خبر وحشت اثر سن کر ششدر رہ گئے اور کمریں کھول دیں اور نشان در دولت نبویؐ پر نصب کر دیا۔ حضورؐ کے وصال کے بعد جب تجہیز و تدفین سے فراغت ہوئی اور منصب خلافت پر صدیق اکبرؓ جاگزیں ہوئے تو اسامہؓ نے پھر مقام جرف میں جھنڈا گاڑ دیا اور فوج جمع ہونے لگی۔ اسی اثنا میں مدینہ میں خبر پہنچی کہ بعض قبائل عرب مرتد ہو گئے ہیں اور مدینہ منورہ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں بعض صحابہ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ سے عرض کی کہ اس موقعہ پر لشکر اسامہؓ کی روانگی مہم روم پر ملتوی کر دی جائے۔ تاکہ مدینہ منورہ معرض خطر میں نہ رہے لیکن صدیق اکبرؓ نے نہ مانا اور کہا کہ جس لشکر کو آقائے نامدارؐ تیار فرما چکے ہیں میں اس کو کبھی روک نہیں سکتا اور مہم کو ضرور روانہ کروں گا۔ اگرچہ منافقین مدینہ و مضافات میں مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں۔ القصہ لشکر اسامہؓ کو آپ نے مکمل ساز و سامان سے لیس کر کے روانہ کیا اور حضرت عمرؓ کو حضرت اسامہؓ سے اجازت لے کر ہمراہ خود دیا تاکہ ان کی تدبیر کار سے

حاشیہ صفحہ ۲۸۴ — بعض القوم [illegible] اہل سنت کی کسی کتاب میں مذکور نہیں ہے۔ یہ روافض کا الحاق ہے صرف محمد بن عبد الکریم شہرستانی [illegible] ملل و نحل میں [illegible] جو جاہل سنی ہے شہرستانی حسب تحریر کتب جرح و تعدیل ثقہ نہیں بلکہ وہ شیعہ کی طرف [illegible] ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

(باقی صفحہ ۲۸۶ پر)

نا مذہ اسطار بغاوت کو فرو کر سکیں۔ اسامہؓ منزل مقصود پر پہنچے۔ جدال و قتال کر کے حدود شام کو مفتوح کیا اور مدینہ میں با فتح و ظفر واپس آئے۔

سو یہ اعتراض صدیق اکبرؓ پر کرنا کہ آپ نے لشکر اسامہؓ کی تجہیز میں کوتاہی کی درست نہیں ہو سکتا کیونکہ آپ نے اس لشکر ظفر پیکر کو پورے ساز و سامان سے تیار کر کے روانہ کیا اور حضورؐ والا کی تکمیل کا حق ادا کیا اور اگر روافض کا یہ اعتراض ہے کہ آپ نے لشکر اسامہؓ سے تخلف کیا خود ساتھ نہیں گئے ہیں تو ایسا اعتراض روافض کی جہالت اور کم علمی کی دلیل ہے۔ جب خلیفہ یا بادشاہ کسی مہم کو کسی افسر کے ماتحت کر کے کسی جگہ روانہ کرتا ہے تو حقیقت میں قائد فوج وہی سمجھا جاتا ہے۔ لڑتی فوج ہے اور نام بادشاہ کا ہوتا ہے کیونکہ فوج بدون رسد خوراک و اسلحہ وغیرہ لڑ نہیں سکتی اور یہ سب کچھ بادشاہ کے ذمہ ہوتا ہے۔ غرض حضرت ابوبکرؓ نے باوجود خطرناک حالات کے لشکر اسامہؓ کو بھیج کر زیدؓ بن حارثہ کا خواب انتقام پورا کیا اور اسامہؓ مہم سر کر کے پوری کامیابی سے مراجعت فرما ہوئے۔ رسول پاک کے منشا و حکم کو پورا کر دیا گیا۔ علاوہ ازیں یہ الزام حضرت علیؓ پر بھی وارد ہو سکتا ہے کہ آپ بھی لشکر اسامہؓ کے ساتھ جانے پر مامور تھے۔ آپ کیوں نہ گئے؟ اگر ایسی نازک حالت میں کہ حضورؐ نزع کی حالت میں ہوں۔

حاشیہ صفحہ ۲۸۵) کتب اہل سنت والجماعت میں تو اس کی تفصیل موجود ہے۔ کہ حضور صلعم کی بیماری کے ایام میں حضرت ابوبکرؓ نماز پڑھاتے رہے بلکہ شیعہ حضرات اس خیال سے کہ اس سے حضرت ابوبکرؓ کی فضیلت اور استحقاق خلافت ثابت ہوتا ہے بصاف الفاظ میں اس بات کا اقرار نہیں کر سکتے لیکن چونکہ اصلیت چھپی نہیں رہتی اس لئے بعض منصف مزاج مصنفین کو اس کا اعتراف کرنا پڑا ہے چنانچہ ذاکر حسین فیض امامی اثنا عشری لکھتے ہیں "ایام مرض میں جب وقت نماز آتا۔ بلالؓ آنحضرتؐ کو اطلاع دیدیتے اور حضرت باہر آ کر نماز پڑھاتے مگر اکثر مورخین نے لکھا ہے۔ کہ آخری ستر نمازوں میں حاضر نہ ہو سکے اس موقع پر طبری نے لکھا ہے کہ رسول نے فرمایا کہ علیؓ کو بلا بھیجو پس علیؓ کو بلانے گئے۔ عائشہؓ نے کہا کہ ابوبکرؓ کو بلا دوں تو کیا حرج ہے اور حفصہؓ نے کہا اگر عمرؓ کو بلا لوں تو کیا حرج ہے پس یہ سب آنحضرتؐ کے پاس آ کر جمع ہو گئے۔ پس فرمایا رسول اللہ صلعم نے کہ اب تم چلے جاؤ۔ جب مجھے ضرورت ہو گی تو بلا لوں گا۔ پس یہ لوگ چلے گئے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نماز کا وقت آ گیا۔ جواب ملا۔ البتہ فرمایا ابوبکرؓ کو حکم دیدو کہ لوگوں کو نماز پڑھا دیں۔ (تاریخ اسلام حصہ ۲ مولفہ ذاکر حسین ص ۹۵ مطبوعہ مقبول پریس دہلی ۱۳۳۶ھ)

عاشقان ذات والا آپ کو چھوڑ کر لڑائی پر چلے جاتے تو منہ لعین بدکار کا ہمیشہ کے لیے یہ اعتراض ہوتا کہ ملک گیری کی ہوس میں آ ما ئے نامدار کو مرض الموت میں تنہا چھوڑ کر یاران خاص باہر سفر میں چل دیئے اور جب دوسرا پہلو اختیار کیا گیا تو اعتراض اٹھایا جاتا ہے کہ تعمیل حکم نہیں ہوئی ؎

چشم بد اندیش کہ برکندہ باز　　عیب نماید ہنرش در نظر

یہ بھی واضح رہے کہ جب حضور ؐ نے حضرت ابو بکر رضؓ کو خدمت امامت پر مامور کر دیا تھا تو تعمیل حکم اسی صورت میں تھی کہ اس ڈیوٹی پر کوتاہی نہ ہو پھر جب بعد وفات رسول ؐ بار خلافت آپ کے سر پر ڈالا گیا تو پھر تعمیل ارشاد اسی طرح ہو سکتی تھی کہ خود امور خلافت کو سرانجام کریں آزمودہ کار ذی رتبہ کو بماتحتی اسامہ پوری تیاری سے روانہ کر کے اس مہم کو سر کریں۔ چنانچہ یہ دونوں کام خدا کے فضل سے پورے ہوئے اور فتح و ظفر کا سہرا صدیق اکبر رضؓ کے سر بندھا۔ حاسد نابکار کڑھا کریں ؎

بمیر تا برہی اے حسود کیں رنجیست
کہ از مشقت او جز بمرگ نتواں رست

دوسرا طعن

حضور صلعم نے حضرت ابو بکر رضؓ کو سورہ برات کے احکام کی تبلیغ کے لئے مکہ معظمہ میں روانہ کیا تھا۔ بعد میں جبرائیل نازل ہوئے اور پیغام دیا کہ اس کام کے لیے حضرت علی رضؓ کو روانہ کرو۔ چنانچہ حضرت علی رضؓ نے جا کر فرض تبلیغ احکام سورہ برات انجام دیا تو جب آپ صرف ایک سورۃ کی تبلیغ کی قابلیت نہ رکھتے تھے تو وہ خلیفہ کس طرح ہو سکتے تھے، جس کے ذمہ تبلیغ جمیع احکام شریعت کا کام ہوتا ہے۔

جواب

روایات اہل سنت اس بارہ میں مختلف ہیں۔ کثر روایات میں یوں ہے کہ حضرت ابو بکر رضؓ کو حضور علیہ السلام نے پہلے ہی سے امیر حج مقرر فرما کر بھیجا تھا۔ بعد ازاں سورۂ

برارت کا نزول ہوا تو آپ نے اس کی تبلیغ کے لئے حضرت علی المرتضیٰ کو روانہ فرمایا اس
صورت میں معترض کا اعتراض سرے سے ہی غلط ٹھہرتا ہے کہ جس کام کے لئے ابو بکرؓ
مامور ہوئے تھے یعنی مناسک حج کی تعلیم کے لئے، وہ کام آخر تک انہوں نے ہی انجام دیا۔ اور
حضرت علیؓ کو جس ڈیوٹی پر بعد میں روانہ کیا گیا آپ نے ادا کی۔ اگرچہ اعتراض یہی کیا جا سکتا
ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ جب حضرت ابو بکرؓ امیر حج مقرر کر کے روانہ کئے گئے تو یہ کام
بھی آپ کے سپرد کیا گیا کہ سورۃ برارت کے احکام کی تبلیغ کر دی جائے۔ لیکن بعد میں حضرت
علیؓ کو دوسرے کام کی انجام دہی کے لئے حضرت ابو بکرؓ کا ہاتھ بٹانے کے لئے روانہ کیا گیا
جو انہوں نے بماتحتی حضرت ابو بکرؓ انجام دیا۔ عادت عرب یہ تھی کہ جب کوئی معاہدہ کرنا یا
اس کو توڑنا ہوتا اور صلح یا جنگ کا معاملہ درپیش ہوتا۔ وہ ایسے شخص کے ہاتھ سے انجام پذیر ہو سکتا
تھا۔ جو بادشاہ کی قوم میں سے اس کا فرزند یا داماد ہو۔ دوسرا کوئی شخص خواہ کتنی بڑی شخصیت
رکھتا ہو اس کام کے لئے منتخب نہیں ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سورۃ برارت میں اس امر کا اعلان
مقصود تھا کہ سابقہ معاہدات ختم ہو گئے اب مشرکین کو مسجد نبوی اور حرم محترم میں داخلہ کی اجازت
نہیں ہے۔ اس لئے یہ فرض بغیر حضرت علیؓ کے جو آپ کے عم زاد بھائی اور داماد تھے، دوسرے
سے ہوتا تو کفار کا حسب دستور اعتراض ہوتا کہ اگر ایسا اعلان مقصود تھا تو کسی شاہی خاندان
کے خاص آدمی کے ذریعہ اس کا اعلان کیوں نہیں کیا گیا۔ کفار کے اس عذر کے دفع کرنے کے لئے
حضرت علیؓ کو اس ڈیوٹی کی انجام دہی کے لئے بھیجا گیا۔ اس میں قابلیت یا عدم قابلیت کا کوئی
سوال نہیں ہے اگر حضور علیہ السلام جناب ابو بکرؓ میں قابلیت نہ پاتے تو ابتداء میں آپ
کو اس کام کے لئے کیوں انتخاب فرماتے۔ بیشک ان سے بھی بڑے بڑے ذمہ داری کے کاموں کے
لئے آپ صدیق اکبرؓ ہی کا انتخاب فرمایا کرتے تھے اور یہاں بھی جو کام جناب صدیق اکبرؓ کے سپرد کیا گیا وہ بڑی
ذمہ داری کا کام تھا کیونکہ حضرت ابو بکرؓ لاکھوں نفوس کے سردار قرار دیئے جو کہ احکام حج کی تبلیغ و تعلیم کے لئے
حضرت ابو بکرؓ لاکھوں نفوس کے سردار قرار دیئے جو کہ احکام حج کی تبلیغ و تعلیم کے لئے
بھیجے گئے تھے اور جس قدر واقعات و حوادث وہاں رونما ہونے والے تھے ان سب کا تدارک و
فصل خصومات کا کام صدیق اکبرؓ کے سپرد تھا۔ جس قدر شرعی مسائل پیش آنے والے تھے سب

لہ بیضاوی، مدارک، زاہدی، تفسیر نظام نیشاپوری، جذبات القلوب شرح مشکوٰۃ
، میں تصریح کی گئی ہے ۱۲

کا فتویٰ سنانا درکار تھا۔ ایسے کام کے لئے ایسی شخصیت کی ضرورت تھی جو بڑا مجتہد اور
بڑا ہی منتظم اور بڑا ہی مدبر اور سلیم العقل ہو۔ بخلاف اس کے سورۂ برات کی چند آیات باواز
بلند پڑھ کر سنا دینا ایک معمولی کام تھا جو ہر ایک حافظ قرآن جہیر الصوت ادا کر سکتا تھا
اس لئے قیاس نہیں ہو سکتا کہ امارت حج کا عظیم الشان کام انجام دینے کی قابلیت جس شخص
میں تھی۔ وہ ایک سورۂ قرآن کے جا بجا سنا دینے کے قابل نہیں۔ غرض اس سے نہ تو حضرت
صدیق پر کوئی اعتراض ہو سکتا ہے نہ اس سے حضرت علی المرتضیٰؓ کو آپ پر کوئی فضیلت
ثابت ہو سکتی ہے۔

کتب حدیث و سیر سے ثابت ہے کہ اس موقع پر جناب امیرؓ ہر ایک امر میں حضرت
ابوبکرؓ کی اقتدا کرتے تھے۔ نماز ان کے پیچھے ادا کرتے تھے اور مناسک حج میں بھی ان کی متابعت
فرماتے تھے۔

کتب حدیث میں یہ بھی تصریح ہے کہ جناب امیرؓ سواری ناقہ قطع مسافت کر کے بعجلت
تمام حضرت ابوبکرؓ کے پاس جا پہنچے۔ تو آپ نے پوچھا۔ اَمِیرًا جِئْتَ اَمْ مَامُوْرًا (کیا آپ
امیر ہو کر آئے ہیں یا مامور ہو کر) آپ نے جواب میں فرمایا جِئْتُ مَامُوْرًا (میں آپ کے ماتحت
مامور ہو کر آیا ہوں)۔

خلاصہ یہ کہ امیر الحج کے ذمہ جو چند لاکھ نفوس کے سردار تھے اتنا بڑا کام تھا کہ ان سے
اصالتاً "سورۂ برات" کا جا بجا ہر خیمہ اور ڈیرہ میں جا کر سنانا متعذر تھا۔ اس لئے اس کام کے
لئے علیحدہ شخص مقرر ہونا ضروری تھا۔ چنانچہ جناب امیرؓ نے یہ کام بوجہ احسن پورا کیا اور حضرت
ابوبکرؓ نے اپنا کام خوش اسلوبی سے انجام دیا۔ اور یوں حضور علیہ السلام کی نیابت کا پورا پورا
حق ادا کیا۔ پھر کتنی بڑی بے انصافی ہے کہ ان ہر دو صاحبوں میں سے کسی ایک کی بے قدری کی جائے

تیسرا طعن

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شیخین کو ایک دفعہ عمرو بن العاص اور ایک دفعہ اسامہ بن زید
کے ماتحت فرما کر ان کو تابع حکم گردانا۔ اگر وہ خلافت و امامت کے قابل ہوتے تو ایسے معمولی شخص

کے تابع حکم رہ کر رہنے جاتے۔

جواب

اس طعن کا جواب دو طرح پر ہے: ایک یہ کہ یہ اعتراض تب ہو سکتا ہے کہ شیعہ صاحبان عمرو بن العاص یا اسامہ کی فضیلت کے قائل ہوں۔ حالانکہ اس بات کے وہ بھی قائل نہیں ہیں۔ پھر اعتراض کیا!

دوم: یہ کہ کسی خاص امر پر کسی بڑے آدمی کو کسی چھوٹے کے ماتحت رہ کر کام کرنے پر مامور کرنا اس امر کی دلیل نہیں ہے کہ سلطان یا بادشاہ کی نظر میں وہ بڑا آدمی حقیر ہے چھوٹا اس سے زیادہ عزت رکھتا ہے یہ تو عادہ کی بات ہے کہ بادشاہ کو جب کبھی کسی آدمی کو بڑے رتبہ پر کرنا منظور ہوتا ہے پہلے اس کو کام سکھانے کے لئے کسی چھوٹے اہلکار کے ماتحت کر دیا جاتا ہے مثلاً ایسے ذی عزت خاندانی اشخاص کو سول میں پہلے پٹواری کے ماتحت کام سیکھنا پڑتا ہے [illegible] جو شخص صیغہ فوج میں ڈائرکٹ کمیشن حاصل کر کے جمعدار یا صوبیدار یا لفٹننٹ گھر سے ہی بھرتی کیا جاتا ہے۔ اس کو کسی معمولی حوالدار کے ماتحت تو عرصہ تک رکھا جاتا ہے۔ بلکہ یہ ہرگز خیال نہیں ہو سکتا کہ بادشاہ کی نگاہ میں پٹواری یا حوالدار کو اس آدمی سے یا فوجی سردار سے زیادہ [illegible] حاصل ہے۔ بلکہ اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور [illegible] کی نگاہ میں جب [illegible] ایک وقت [illegible] لیاقت حاصل کر لی تھی اس لئے [illegible] ڈیوٹی پر لگا دیا گیا [illegible] مشق [illegible] محنت و تجربہ حاصل ہو اور [illegible] [illegible] بلند [illegible] عزت ہو۔

[illegible] کی مصلحت کی وجہ سے [illegible] [illegible] جنگ موتہ میں بیدردی سے قتل کر [illegible] [illegible] مقتولوں کا [illegible] خود [illegible] دل ٹھنڈا کرے۔ [illegible] عمرو ابن العاص [illegible] تدبیر [illegible] ایسے لوگوں سے [illegible] تھا جو بڑے مکار اور حیلہ جو تھے [illegible] کے مقابلہ کے لئے [illegible] شخص کی ضرورت تھی [illegible] تدبیر [illegible] ہیں۔

چہارم: اگر اس قسم کی امارت سے فضیلت ثابت ہو سکتی ہے تو پھر جناب امیرؓ پر بھی ان کی فضیلت تسلیم کرنی پڑتی ہے۔ جبکہ حضور علیہ السلام نے ان سے افضل علیؓ کو چھوڑ کر اسامہؓ و عمرو بن العاص کو امیر بنا کر بھیجا۔ غرض یہ طعن محض جہالت کی وجہ سے کیا گیا ہے جس کی کوئی وقعت نہیں ہے نہ اس سے شیخین کی تنقیص پر دلیل ہو سکتی ہے۔ نہ افضلیت امیرؓ ثابت ہوتی ہے۔

چوتھا طعن

شیعہ کہتے ہیں کہ ابوبکرؓ نے کہا ہے۔ اِنَّ لِی شَیْطَانًا یَعْتَرِیْنِی فَاِنِ اسْتَقَمْتُ فَاَعِیْنُوْنِی وَاِنْ زِغْتُ فَقَوِّمُوْنِی (میرے لئے بھی شیطان ہے جو وساوس ڈالتا ہے پس اگر میں راہ راست پر چل رہا ہوں تو تم میری مدد کرو۔ اور اگر کجی دیکھو تو مجھے سیدھا کرو) پھر ایسا شخص قابل امامت و خلافت کس طرح ہو سکتا ہے جو شیطانی وساوس سے بچ نہیں سکتا۔

جواب

اول تو اہل سنت کی کتب میں حضرت ابوبکرؓ کا یہ مقولہ درج نہیں ہے۔ اگر بفرض یہ درست ہو۔ تو بھی کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ہم سوائے انبیاء کے کسی کو معصوم نہیں سمجھتے۔ احادیث صحیحہ میں ہے کہ ہر ایک شخص کے ساتھ ایک فرشتہ اور ایک جن پیدا ہوتا ہے۔ فرشتہ نیکی کی تلقین کرتا ہے اور جن (شیطان) بدی کی طرف رغبت دلاتا ہے پھر اگر حضرت ابوبکرؓ نے کمال کسر نفسی سے ایسا فرمایا ہو تو یہ آپ کی نیک نیتی اور بے نفسی کا ثبوت ہے۔

انبیاء باوجود عصمت کے ایسے کلمات فرمایا کرتے ہیں۔ آدمؑ نے فرمایا۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا الآیۃ (اے رب ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے۔ تو ہماری خطا معاف کر دے) حضرت یوسفؑ نے فرمایا۔ وَمَا اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ (میں اپنے کو خطا سے مبرا نہیں سمجھتا۔ نفس بدی کی رغبت

والا ہے۔ ہاں جس پر خدا رحم کر دے، حضرت علیؓ اپنے دیوان میں فرماتے رہے ؎

ذُنُوْبِیْ بَلَائِیْ فَمَا حِیْلَتِیْ ۔۔۔ اِذَا کُنْتُ فِی الْحَشْرِ حَمَّالَہَا

(ترجمہ) "میرے گناہ میری مصیبت ہیں، میرا کیا چارہ ہوگا جب قیامت کے روز گناہوں کا بوجھ میری گردن پر ہوگا۔" (دیوان علیؓ)

حضرت زین العابدین فرماتے ہیں، وَقَدْ مَلَکَ الشَّیْطَانُ عِنَانِیْ فِیْ سُوْءِ الظَّنِّ وَضُعْفِ الْیَقِیْنِ وَاِنِّیْ اَشْکُوْ سُوْءَ الْمُجَاوَرَۃِ بِہٖ اِلَیَّ وَطَاعَۃَ نَفْسِیْ لَہٗ (صحیفہ سجادیہ)

(ترجمہ) "شیطان نے بدگمانی اور یقین کی کمزوری میں میری باگ پکڑ رکھی ہے۔ میں اس کے پڑوس اور اپنے نفس کے اس کے مطیع ہونے کی شکایت کرتا ہوں۔"

کیا ان سب کے اقوال بالا اور ائمہ معصومین کے ان مقولوں سے نبوت و امامت پر زد نہیں آتی؟ تو حضرت ابوبکرؓ نے بطور کسر نفسی یوں کہہ دیا تو کیا مضائقہ؟

(پانچواں طعن جنازہ رسولؐ)

شیعہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے آنحضرت کا جنازہ نہیں پڑھا۔ اس طعن کو بڑا کھینچ تان کر بیان کیا جاتا ہے کہ یہ لوگ گمراہ ہیں کہ جن لوگوں نے اپنے رسولؐ پر نماز جنازہ بھی نہیں پڑھی وہ خلیفہ کیسے ہو سکتے ہیں۔

جواب

جھوٹ محض جھوٹ۔ اگر آج کل کے شیعہ اپنی کتابوں کا مطالعہ کریں تو ایسے جھوٹ کہنے سے شرم آئے۔ مگر اللہ رے جہالت اپنی کتابوں سے انہیں واقفیت نہیں ہے

(۱) شیعوں کی نہایت معتبر کتاب اصول کافی کے صفحہ ۲۸۶ میں لکھا ہے:

عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ لَمَّا قُبِضَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلَّتْ عَلَیْہِ الْمَلَائِکَۃُ وَالْمُہَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَارُ فَوْجًا فَوْجًا۔

ترجمہ: امام باقر نے فرمایا۔ جب نبی علیہ السلام فوت ہوئے آپ پر فرشتوں اور تمام مہاجرین اور انصار نے فوج در فوج نماز پڑھی۔" یہ مانی ہوئی بات ہے کہ الف لام جب صیغہ جمع پر داخل ہو تو استغراق کا معنیٰ دیتا ہے۔ اس لیے بقول حضرت امام جب جمیع مہاجرین و انصار کا نماز جنازہ رسول پڑھنا ثابت ہے تو پھر شیعوں کی یہ بکواس کہ شیخین نے آپ کا جنازہ نہیں پڑھا کیا وقعت رکھتی ہے۔ تم سچے ہو یا حضرت امام سچے؟

(۲) شیعہ کی ایک دوسری مستند کتاب اخبار ماتم مطبوعہ مطبع حسینی رامپور کی مجلس اول ص۲۶ میں ہے عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ قَالَ النَّاسُ کَیْفَ الصَّلٰوۃُ عَلَیْہِ فَقَالَ عَلِیٌّ عَلَیْہِ السَّلَامُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِمَامُنَا حَیًّا وَمَیِّتًا فَدَخَلُوْا عَلَیْہِ عَشَرَۃً عَشَرَۃً فَصَلُّوْا عَلَیْہِ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ وَلَیْلَۃَ الثَّلَاثَاءِ حَتّٰی الصُّبْحِ وَیَوْمَ الثَّلَاثَاءِ حَتّٰی صَلّٰی عَلَیْہِ صَغِیْرُھُمْ وَکَبِیْرُھُمْ وَذَکَرُھُمْ وَاُنْثَاھُمْ وَنَوَاحِی الْمَدِیْنَۃِ بِغَیْرِ اِمَامٍ۔ (ترجمہ) حضرت امام باقرؓ نے فرمایا لوگوں نے دریافت کیا کہ حضور علیہ السلام پر کس طرح نماز پڑھیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا آپ ہماری زندگی میں اور بعد وفات بھی امام ہیں۔ دس دس نے داخل ہو کر آپ پر نماز پڑھی۔ پیر کے دن اور منگل کی رات صبح تک نماز ہوتی رہی اور منگل کے دن حتیٰ کہ تمام چھوٹے بڑے مرد عورت نے مدینہ اور اردگرد کے لوگوں نے بغیر امام کے نماز پڑھی۔

اب شیعہ خود ہی انصاف کریں کہ جب تمہاری کتابوں میں تصریح ہے کہ تمام مہاجرین و انصار چھوٹے بڑے مرد عورت، مدینہ و مضافات کے لوگ نماز جنازہ رسول میں شامل تھے تو کیا مہاجرین و انصار اور صغیر و کبیر اور ذکر و اناث کے عموم سے شیخین خارج ہو سکتے ہیں؟ اگر شیخین نے نماز نہیں پڑھی تو امام نے ان کو مستثنیٰ کیوں نہ کر دیا۔

حضرت ابوبکرؓ کا شامل جنازہ ہونا

اگرچہ مذکورہ بالا دلائل نہایت صاف ہیں اور ان سے بالوضاحت ثابت ہے کہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ جو سرخیل مہاجرین و انصار تھے۔ نماز جنازہ رسول میں شامل تھے۔ لیکن ضد کی

شیعوں کی شاید اس سے تسلی نہ ہو۔ اس لئے اب ہم وہ روایات لکھے دیتے ہیں جن سے حضرت ابوبکرؓ کا شامل جنازہ ہونا بالصراحت ثابت ہے۔

اصول کافی ص۱۸۵ میں ہے۔ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ اَتَی الْعَبَّاسُ اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ فَقَالَ یَا عَلِیُّ اِنَّ النَّاسَ اجْتَمَعُوْا اَنْ یَدْفِنُوْا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ بَقِیْعِ الْمُصَلّٰی وَاَنْ یَؤُمَّہُمْ رَجُلٌ مِّنْہُمْ فَخَرَجَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ اِلَی النَّاسِ فَقَالَ یَا اَیُّہَا النَّاسُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ اِمَامٌ حَیًّا وَّمَیِّتًا وَقَالَ اِنِّیْ اُدْفَنُ فِی الْبُقْعَۃِ الَّتِیْ اُقْبَضُ فِیْہَا ثُمَّ قَامَ عَلَی الْبَابِ فَصَلّٰی عَلَیْہِ ثُمَّ اَمَرَ النَّاسَ عَشَرَۃً عَشَرَۃً یُصَلُّوْنَ ثُمَّ یَخْرُجُوْنَ۔

ترجمہ امام جعفرؒ نے فرمایا حضرت عباسؓ حضرت امیرؓ کے پاس آئے اور کہا لوگوں نے متفق کیا ہے کہ رسول پاک کو جنت البقیع میں دفن کریں اور یہ کہ ان لوگوں سے ایک شخص امام بنے۔ پس امیرؓ لوگوں کے پاس آئے اور کہا کہ رسول پاک ہماری زندگی میں اور بعد وفات بھی امام ہیں اور آپ نے فرمایا ہے کہ میں اسی جگہ دفن کیا جاؤں جہاں میرا انتقال ہو۔ امیرؓ دروازہ پر کھڑے ہو گئے اور خود نماز پڑھی پھر لوگوں کو حکم دیا۔ دس دس آدمی نماز پڑھتے اور پھر چلے جاتے تھے۔

اس روایت سے ثابت ہے کہ بوقت جنازہ رسولؐ حضرت ابوبکرؓ موجود تھے اور لوگوں کا اس امر پر اتفاق تھا کہ آپ کو امام بنایا جائے لیکن جناب امیرؓ کے کہنے پر کہ امامت کی ضرورت نہیں دس دس اشخاص نے بلا امامت نماز پڑھی۔ پھر کس طرح کہہ سکتے ہو کہ ابوبکرؓ نے نماز نہیں پڑھی۔ ممکن ہے اس سے ایک متعصب شیعی کی تسلی نہ ہو، کیونکہ اس روایت میں بجز حضرت ابوبکرؓ کے امام بنتے جانے کی خواہش کا ذکر ہے آپ کا نام بالتصریح موجود نہیں ہے تو اب ہم آپ کو وہ روایت دکھاتے ہیں جس میں حضرت ابوبکرؓ کا نام بھی درج ہے۔

جلاء العیون اردو مطبوعہ جعفری لکھنؤ جلد ا ص۸۰ میں ہے: جناب صادقؑ سے روایت ہے کہ عباسؓ جناب امیرؓ کی خدمت میں آئے اور کہا لوگوں نے اتفاق کیا ہے کہ حضرت کو بقیع میں دفن کریں اور ابوبکرؓ آگے ہو کر نماز پڑھائے۔ جناب امیرؓ نے کہا۔ بدرستیکہ رسول خدا

پیشوا و امام ہمارے حیات و ممات ہیں اور حضرت نے خود فرمایا تھا کہ میں دفن ہوں گا جہاں میری روح قبض کی جائے۔

اب تو شیعہ حضرات کی تسلی ہو جائے گی کہ حضرت ابوبکرؓ حسب روایت امام صادقؑ صرف نماز جنازہ میں شامل ہی نہ تھے۔ بلکہ تمام مسلمانوں نے اتفاق کر لیا تھا کہ آپ ہی امام ہوں (کیونکہ حضور علیہ السلام اپنی زندگی میں آپ کو امامت نماز پر مامور فرما چکے تھے) پھر کس قدر بے شرمی ہے کہ تمام اہلبیت کو چھوڑ کر شیعہ صاحبان تمام لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں کہ یہ اچھے خلیفہ تھے کہ رسول کا جنازہ ہی نہ پڑھا۔

پیارے رسولؐ سے پیارے دوست کی آخری باتیں

رو نقش فضائل ابوبکرؓ کو کہاں تک چھپائیں گے۔ ان کی کتابیں بھی آپ کے فضائل کی شاہد ہیں۔ کتاب جلاء العیون اردو جلد اول ص۸۲ میں تصریح ہے کہ پیارے رسولؐ سے آخری ہمکلامی کا جس شخص کو شرف حاصل ہوا وہ ابوبکرؓ ہی تھے۔ چنانچہ حضور علیہ السلام نے تمام رازکی باتیں ہمراز یار غار ابوبکرؓ کو ہی بتلائیں۔ زہے نصیب ابوبکرؓ زہے قسمت ابوبکرؓ کتاب مذکور ص۸۲ میں یوں مندرج ہے۔

" ثعلبی نے روایت کی ہے کہ جس وقت مرض حضرت رسولؐ پر سنگین ہوا۔ اس وقت ابوبکرؓ آئے اور کہا یا حضرت آپ کس وقت انتقال کریں گے۔ حضرتؐ نے فرمایا میری اجل حاضر ہے۔ ابوبکرؓ نے کہا آپؐ کی بازگشت کہاں ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا جانب سدرۃ المنتہیٰ و جنت الماویٰ و رفیق اعلیٰ و عیش گوارا و جرعہائے شراب قرب حق تعالیٰ میری بازگشت ہے۔ ابوبکرؓ نے کہا آپؐ کو غسل کون دے گا۔ آپؐ نے فرمایا جو میرے اہلبیت سے مجھ سے بہت قریب ہے۔ ابوبکرؓ نے پوچھا کس چیز میں آپ کو کفن کریں گے۔ حضرتؐ نے فرمایا۔ انہی کپڑوں میں جو پہنے ہوں یا جامہائے یمنی و مصری میں۔ ابوبکرؓ نے پوچھا کس طرح آپ پر نماز پڑھیں گے۔ اس وقت جوش و خروش غلغلہ آواز مردم بلند ہوا اور در و دیوار کانپنے لگے حضرت نے فرمایا صبر کرو۔ خدا تم لوگوں سے عفو کرے گا "

اس روایت سے ثابت ہوا کہ رسولِ پاک آخری دم تک جناب صدیق اکبرؓ کو بے صادق انوداد اور محرم راز دوست سمجھتے تھے کہ تمام راز و نیاز کی باتیں اسی خاص دوست سے فرمائیں۔

شیعہ غور کریں کہ آخری وقت میں رسولِ پاک ایک منافق کو بھی شرف ہمکلامی بخش سکتے تھے۔ یا کہ علیؓ کو نہ دیگر اہلبیت کو اس امر کے لئے منتخب فرمایا بلکہ اپنے قدیم دوست پرانے تابعدار یارِ غارؓ کو ہی یہ شرف عطا ہوا۔ سچ ہے ؎

این سعادت بزور بازو نیست　　　تانہ بخشد خدائے بخشندہ

اور جب ابوبکرؓ آخری دم تک پروانہ وار شمع جمال احمدی پر اپنی جان نثار کئے ہوئے تھے پھر کیونکر ممکن تھا کہ نماز جنازہ رسول سے غیر حاضر ہوں۔ اب اس باطل طعن کا کما ینبغی قلع قمع ہو چکا اب ہم شیعہ کے ایک اور مشہور طعن کے دفعیہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جو تمام مطاعن کی بنیاد ہے۔

چھٹا طعن (قضیۂ فدک)

شیعہ کا یہ طعن ہے کہ ابوبکر صدیقؓ نے فدک بنت رسول فاطمہؓ سے چھین لیا ان کو ناراض کیا اور رسولِ پاک نے خاتون جنت کی ناراضگی کو اپنی ناراضگی سے تعبیر کیا۔ پھر ایسا شخص خلیفہ کس طرح ہو سکتا ہے۔

جواب

چونکہ شیعہ صاحبان اس طعن کو بڑی شد و مد سے پیش کرتے ہیں اور طاعنین کے خیال میں بھی یہ ایک بڑا قلعہ ہے جس پر ان کے باقی مطاعن کی دار و مدار ہے۔ اس لئے ہم اس کے متعلق شرح و بسط سے کلام کر کے اس ہوائی قلعہ کے پرخچے اڑائیں گے تاکہ اہل بصیرت اس نتیجہ پر پہنچ سکیں کہ طاعنین کہاں تک راہ حق سے بھٹکے ہوئے اور ہوا باتیں کر رہے ہیں۔

اس لئے ہم پہلے یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ فدک ہے کیا چیز۔ وہ کس طرح اسلام کے قبضہ

میں آیا اور قرآن کا فیصلہ اس کے متعلق کیا ہے اور رسول پاکؐ اور آپ کے صحابہ کرام
اور اہلبیت علیہم رضوان کا اس کے متعلق طرز عمل کیا رہا ہے۔

فدک کی تعریف

سو فدک جیسا کہ قاموس میں ہے۔ ایک چھوٹے سے قریہ کا نام ہے جو خیبر کے
نواح میں ہے اور جو یہود کے قبضہ میں تھا۔ جب آنحضرتؐ فتح خیبر سے واپس ہوئے
تو محیصہ بن مسعود انصاری کو اہل فدک کے پاس آپ نے تبلیغ اسلام کے لئے بھیجا۔ اس
بستی کا سردار یوشع بن نون نامی ایک یہودی تھا۔ یہودیوں نے حضورؐ کے پاس صلح کا پیغام
بھیجا اور صلح کے عوض فدک کی آدھی زمین دینی منظور کی۔ اس وقت سے یہ باغ مسلمانوں کے
قبضہ میں آیا۔ چونکہ یہ جائیداد قبضۂ اسلام میں بدون لڑائی بطور صلح آئی تھی۔ اس لئے اسے
فے کہتے ہیں۔ اور فے کے متعلق جو حکم قرآن میں ہے وہی قابل عمل ہوگا۔ فی الحقیقت فدک کی
کل کائنات چند کھجوریں ہیں جن کے متعلق اس قدر واویلا مچائی جاتی ہے کہ [illegible]
جنت کی جاگیر چھین لی۔ خاتون جنت نے مقدمہ بازی کی معتبر شہادت گزری [illegible]
اور دعویٰ خارج کیا گیا لیکن اس کی شیعہ کے نزدیک فدک ایک ملک کا نام ہے جو [illegible]
ہزار روپے کی مالیت کا ہے یعنی اس کی آمدنی اتنی ہے۔

فدک کی حقیقت شیعی نقطۂ خیال سے

شیعوں کی معتبر کتاب اصول کافی ص ۳۵۵ میں ایک طولانی حدیث لکھی ہے [illegible]
حضرت ابوالحسن موسیٰ نے خلیفہ مہدی سے فدک کی واپسی کے متعلق مطالبہ کیا [illegible]
[illegible] مهدی [illegible] يا ابا الحسن حدها لي فقال حد منها [illegible]
[illegible] وحد منها سيف البحر وحد منها دومة [illegible]
[illegible] هذا قال نعم يا امير المؤمنين هذا كله فقال كثير [illegible]
ترجمہ: مہدی نے کہا اے ابوالحسن فدک کی حد بتائیے۔ [illegible]

احد ہے، اور دوسرا عریش مصر۔ ایک گوشہ سمندر اور دوسرا دومۃ الجندل۔ مہدی نے
کہا۔ کیا یہ سب فدک ہے۔ امام نے کہا۔ ہاں۔ خلیفہ نے کہا۔ یہ تو ایک ملک ہے اور میں اس
بارہ میں غور کروں گا۔

شیعہ کی اس حد شماری سے جو امام کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ فدک آدھی دنیا
کا نام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شیعہ کہا کرتے ہیں کہ فدک لاکھوں کی جائداد تھی جو ابوبکرؓ نے
دبالی۔

اب قابل غور یہ بات ہے کہ کیا رسول پاک دنیا طلبی کے لئے مبعوث ہوئے تھے
کہ نبوت کے اقتدار سے جن ممالک پر قبضہ ہوا، وہ سب دختر نیک اختر کے حوالہ کر دیے۔ غیر مسلم
اس بارہ میں کیا کہیں گے کہ تمہارے رسول نے دعویٰ رسالت اسی لئے کیا تھا کہ ملک ملک فتح کر
کے بہو بیٹیوں کے حوالے کرتے جائیں۔ غور کرو اور پھر غور کرو۔

ہمارے رسول پاکؐ اور آپ کے اہل بیت کی تو یہ حالت تھی کہ باوجود شہنشاہ عرب ہونے
کے تین تین روز فاقے گزرتے تھے اور گیہوں کی روٹی کھانے کو نہ ہوتی تھی۔ پھر جب آپ کی
وفات ہوئی۔

تو آپ کی زرہ چند درہم کے عوض ایک یہودی کے پاس گرو تھی۔ اور یہ آپ کی صداقت
کی بھی بڑی دلیل ہے۔ آپ نے دولت دنیا کو ایک پر پشہ کی وقعت نہ دے رکھی تھی۔ اور
آپ کے اہل بیت بھی اسی کے خوگر تھے کہ فاقے ہیں۔ ذکر یاد خدا میں شب و روز مصروف
رہتے تھے۔ پیغمبر اسلام کے ذمہ یہ ایک بہت بڑا افترا ہے کہ آپ نے ایک بڑا ملک جو بغیر
فوج کشی ہاتھ لگا۔ فقراء و مساکین امت کو محروم کر کے سارے کا سارا اپنی بیٹی کو دیدیا۔

۱؎ فدک کے حدود وہ حدود جو شیعوں کے امام معصوم موسیٰ کاظم نے خلیفہ مہدی سے بیان کئے حسب تشریح
کتب شیعہ یوں ہیں۔ ایک حد کوہ احد ہے۔ جو مدینہ منورہ سے قریباً تین میل شمال کی جانب ہے دوسری حد عریش
مصر ہے۔ جو شہر ہے مصر کے راستہ میں بحیرہ کے کنارہ عین سرحد مصر پر ہے (معجم البلدان یاقوت) تیسری
حد کنارہ بحر جس کا اطلاق کرمان کے کنارہ پر ہوتا ہے۔ (معانی شرح کافی) چوتھی حد دومۃ الجندل ہے جو دمشق
سے جنوب کی پانچ دن کی مسافت پر ہے۔ اور مدینہ منورہ سے ۵-۶ دن کی راہ ہے۔

اور اسی طرح لخت جگر رسول فاطمۃ الزہراؓ پر یہ بہت بڑا بہتان ہے کہ آپ دنیائے حقیر کی
اس قدر دلدادہ تھیں کہ متاع دنیا کے لیے کچہریوں میں مقدمات لڑتی پھریں۔ استغفر اللہ!

فدک کے متعلق فیصلۂ قرآن

یہ امر مسلم اور یقینی ہے کہ فدک مال فے تھا جو بغیر جنگ و جدال ہاتھ آیا تھا۔ اس کے
متعلق ہمیں قرآن پاک کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ قرآن میں پارہ ۲۸ سورہ حشر میں ہے

مَا اَفَاءَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مِنْ اَھْلِ الْقُرٰی فَلِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی
وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ کَیْ لَا یَکُوْنَ دُوْلَۃً بَیْنَ الْاَغْنِیَاءِ مِنْکُمْ وَمَا
اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا وَاتَّقُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ
شَدِیْدُ الْعِقَابِ۔ لِلْفُقَرَآءِ الْمُھٰجِرِیْنَ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ
وَاَمْوَالِھِمْ۔ وَالَّذِیْنَ جَاءُوْا مِنْ بَعْدِھِمْ۔

ترجمہ: جو زمین اور جائداد بطور فے بلا دیہات سے رسول کو ملی وہ خدا و رسول
اور قرابتداران رسولؐ اور یتیموں، مسکینوں اور مسافروں، اور فقراء مہاجرین اور ان سب
مسلمانوں کے لیے وقف ہے جو آئندہ دنیا میں آئیں گے۔

اس آیت میں صریح فیصلہ موجود ہے کہ مال فے جو بدون لڑائی ہاتھ آئے جب
وہ غیر منقولہ ہو تو کسی کی خاص ملکیت نہیں ہے۔ بلکہ اس کے حقدار رسول اور قرابتداران
رسولؐ کے علاوہ تمام مسلمان جو یتیم، مسکین یا مسافر ہوں اور وہ مہاجرین محتاج جو اپنے
گھروں سے جلا وطن کیے گئے اور جو آئندہ پیدا ہوں گے۔ یکساں ہیں۔ پھر شیعہ کا یہ خیال بر
خلاف فیصلہ قرآن کہ فدک مال فے کو رسول پاکؐ نے حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی ملکیت میں دے
دیا تھا۔ نہ صرف قرآن کو ہی جھٹلانا ہے۔ بلکہ حضور شفیع المسلمینؐ کے ذمے اتہام لگاتا ہے
کہ آپ نے حکم خداوندی پس پشت ڈال کر یہ مال وقف جو غریب مسلمانوں کا حق تھا۔ ایک
خاتون جنت کے قبضہ میں دیدیا۔ کیا فیصلہ قرآن سے بڑھ کر کوئی اور فیصلہ ناطق ہو سکتا
ہے۔ شیعہ جواب دیں۔ یا تو یہ ثابت کریں کہ فدک مال فے نہ تھا۔ اور اگر یہ تسلیم ہے تو اس

کے مصارف یہ لوگ کیوں نہیں جن کا ذکر آیۂ مذکورہ میں بالصراحت ہے۔

کیا فدک رسول پاک کی ذاتی جائیداد تھی ؟

فدک کا فاطمۃ الزہراؓ کی ملکیت قرار دینے کے متعلق شیعوں کو سخت مشکلات کا سامنا ہوتا ہے۔ کبھی کہتے ہیں کہ فدک آپ کو بطور ہبہ ملا تھا اور کبھی یہ کہ وراثۃً ترکہ میں آیا لیکن یہ دونوں باتیں تب ثابت ہو سکتی ہیں کہ فدک رسولؐ کی ذاتی ملکیت ہوتی۔ لیکن اس بات کا ثابت کرنا بالکل مشکل ہے اول تو یہ کہ آیت بالا اس کے مخالف ہے۔ دوم یہ مانی ہوئی بات ہے کہ ذاتی جائیداد وہ ہوتی ہے جو کسی شخص کو وراثۃً ملے یا اس نے ذاتی کمائی سے خرید ہو۔ یہاں دونوں باتیں مفقود ہیں۔ نہ حضور علیہ السلام کو آباؤ اجداد سے فدک ترکہ میں ملا اور نہ حضور نے اس کو اپنی کسی ذاتی آمدنی سے پیدا کیا۔ یہ مسلّم امر ہے کہ بادشاہ یا امام یا نبی کو جو جائیداد حکومت یا امامت یا نبوت کے اثر سے حاصل ہوئی ہو۔ وہ بادشاہ یا امام یا نبی کی ذاتی ملکیت نہیں ہوتی۔ بادشاہ حکومت کے اقتدار سے جو ملک یا زمین یا سرحد فتح کرتا ہے۔ وہ اس کی گورنمنٹ کی ملکیت ہوتی ہے۔ نہ بادشاہ کی ذاتی جائیداد۔ ایسی ہی جو اراضیات امام یا نبی کے قبضہ میں آتی ہیں۔ وہ اس کے وارثوں کو وراثت میں نہیں ملا کرتیں بلکہ اس کے خلیفہ یا جانشین کو ملا کرتی ہیں۔

علامہ شبلی نے اس کے متعلق حسب ذیل ریمارک کیا ہے جو ہر ایک ذی بصیرت کی سمجھ میں آ سکتا ہے۔ یہ بحث اگرچہ طرفین کی طبع آزمائیوں میں بہت بڑھ گئی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ بات نہایت مختصر تھی اور جب کہ ریاست و تمدن کے اصول زیادہ صاف اور روشن ہو گئے ہیں۔ یہ مسئلہ اس قابل ہی نہیں رہا کہ بحث کے دائرے میں لایا جائے کیونکہ پیغمبر یا بادشاہ کے قبضہ میں جو مال یا جائیداد ہوتی ہے۔ اس کی دو قسمیں ہوتی ہیں ایک ملک خاص جس کے حاصل ہونے میں نبوت اور امامت یا بادشاہت کے منصب کو کچھ دخل نہیں ہوتا۔ مثلاً حضرت داؤد زرہ بنا کر معاش حاصل کرتے تھے۔ یا بادشاہ عالمگیر قرآن لکھ کر بسر کرتا تھا۔ یہ شاہان کی ذاتی آمدنی تھی اور اس پر ان کو ہر طرح اختیار تھا۔ دوسری

مملوکہ حکومت مثلاً حضرت داؤدؑ کے مقبوضہ ممالک جو حضرت سلیمانؑ کے قبضہ میں آئے
اس دوسری قسم میں وراثت جاری نہیں ہوتی جو شخص بھی سربراہ ریاست کی
حیثیت سے جانشین ہوتا ہے وہی اس کا مالک و متولی ہوتا ہے۔ یہ مسئلہ آج کل کے
مذاق کے موافق ایک بدیہی بات ہے مثلاً سلطان عبد الحمید خان کے بعد ان کے مقبوضہ
ممالک کی جاگیر خاص ان کے بیٹے بھائی، ماں بہن وغیرہ میں تقسیم نہ ہوگی۔ بلکہ جو تخت نشین ہوگا وہی
اس پر قابض ہوگا۔ مذہبی حیثیت سے بھی مسلمانوں کے ہر فرقہ میں یہ قاعدہ مسلم ہے۔ مثلاً جو لوگ
باغ فدک کو درجہ بدرجہ ائمہ اثنا عشر کا حق سمجھتے ہیں وہ بھی اس پر وراثت کا قاعدہ جاری
نہیں کرتے مثلاً حضرت علیؓ اپنے زمانہ میں اس کے مالک ہوئے تو یہ نہیں ہوا کہ ان کی وفات
کے بعد وراثت کا قاعدہ جاری ہوتا۔ اور حسنینؓ و عباسؓ و محمد حنفیہؒ و زینبؓ وغیرہ کو جو
حضرت علیؓ کے وارث تھے اس کا کچھ حصہ بحصہ رسدی ملتا۔ بلکہ صرف امام حسنؓ
کے قبضہ میں آیا۔ کیونکہ امامت کی حیثیت سے وہی حضرتؓ کے جانشین تھے (دیکھو روضۃ الصفا جلد ۲
صفحہ ۱۷۱)۔ پس جب فدک حضور علیہ السلام کے ذاتی املاک ہی سے نہ تھا تو اس کا بحق خاتون
جنتؓ کر دینا یا آپ کی وفات پر وراثۃً آپ کو ملنا کس طرح درست ہو سکتا ہے؟

ایک عجیب قصہ

باغ فدک کے متعلق شیعہ حضرات نے ایک عجیب قصہ تراش رکھا ہے جس کا
ذکر اصول کافی صفحہ ۵۵۵ میں ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ تَبَارَکَ وَتَعَالیٰ لَمَّا فَتَحَ عَلٰی نَبِیِّہٖ صَلَّی
اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَدَکَ وَمَا وَالَاہَا لَمْ یُوجَفْ عَلَیْہِ بِخَیْلٍ وَلَا رِکَابٍ
فَاَنْزَلَ اللّٰہُ عَلٰی نَبِیِّہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ فَلَمْ یَدْرِ
رَسُوْلُ اللّٰہِ مَنْ ہُمْ فَرَاجَعَ فِیْ ذٰلِکَ جِبْرَائِیْلَ وَرَاجَعَ جِبْرَائِیْلُ رَبَّہٗ
فَاَوْحَی اللّٰہُ اِلَیْہِ اَنِ ادْفَعْ فَدَکَ اِلٰی فَاطِمَۃَ فَدَعَاہَا رَسُوْلُ اللّٰہِ فَقَالَ
لَہَا یَا فَاطِمَۃُ اِنَّ اللّٰہَ اَمَرَنِیْ اَنْ اَدْفَعَ اِلَیْکِ فَدَکَ فَقَالَتْ قَدْ قَبِلْتُ
یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مِنَ اللّٰہِ وَمِنْکَ۔

توجمہ:۔ "امام ابوالحسن رضی نے کہا۔ خدا نے رسول پاک کے ہاتھ پر فدک وغیرہ فتح کئے۔ جن کے متعلق فوج کشی نہ کی گئی تھی۔ تو خدا نے آیت وَآتِ ذَاالْقُرْبیٰ حَقَّهٗ (دے رشتہ دار کو اس کا حق) نازل کی تو رسول کو معلوم نہ ہو سکا کہ ذاالقربیٰ سے کیا مراد ہے۔ آپ نے اس کے متعلق جبرائیل سے استفسار کیا اور جبرائیل نے رب عزت سے استصواب کیا تو خدا نے وحی بھیجی (مراد یہ ہے) کہ فدک فاطمہؓ کو دے دیجئے تب رسولؐ نے بلا کر کہا۔ فاطمہؓ خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ فدک تجھے دیدوں فاطمہؓ نے کہا۔ میں نے خدا و رسولؐ سے یہ عطیہ قبول کیا۔"

قصہ تراشنے والوں نے اپنے مطلب کی بات تو وضع کر لی۔ لیکن یہ نہیں سوچا کہ اس سے رسول پاکؐ پر الزام آتا ہے کہ آپ باوجود علوم اولین وآخرین کے عالم ہونے اور حسب زعم شیعہ مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ[1] سے آگاہ ہونے کے ذاالقربیٰ کے معنی بھی نہ سمجھ سکے۔ پھر اللہ تعالیٰ پر یہ الزام آتا ہے کہ اس نے باوجود اس قول پاک کے وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ (ہم نے قرآن کو ذکر کے لئے بہت آسان کر دیا ہے) یہ حکم ایسے معمہ کے طور پر فرمایا کہ نہ اس کا معنیٰ صاحب الوحی سمجھ سکے، نہ حامل وحی ہی کی سمجھ میں آیا کہ اس کے متعلق بلا وجہ نبی علیہ السلام کو اس قدر تردد کرنا پڑا کہ جبرائیل علیہ السلام سے دریافت کیا گیا پھر جبرائیل بارگاہ رب العزت میں دوڑے گئے اور وہاں سے آیت کا معنیٰ پوچھ کر پھر رسولؐ کو سمجھایا۔ کتنا آسان تھا کہ پہلے ہی سے یوں فرما دیا جاتا۔ وَاٰتِ فَاطِمَةَ فَدَكَ (فاطمہؓ کو فدک دے دیجئے) شیعہ صاحبان ایسی بودی باتیں کہہ کر ناحق جگ ہنسائی کرتے ہیں کیا ان کو معلوم نہیں کہ یہ آیت مکی ہے اور مکہ میں فدک کہاں تھا۔ وہ تو ہجرت مدینہ کے بعد قبضہ میں آیا۔ پھر جب تک ایک چیز ابھی تک ہاتھ ہی نہیں آئی تو اس کی بخشش کیسی؟ عجب!

---

[1] مصنف تحفہ نے کتاب کے دوسرے مواقع میں غیر اللہ کے لئے علم ماکان و مایکون کے عقیدہ کا رد فرما دیا ہے۔ چنانچہ صفحہ ۲۳۲ میں صاف لکھا ہے یہ مسئلہ بھی مسلم ہے کہ علم ماکان و مایکون خاصہ ذات باری تعالیٰ ہے کہ آیت ذاالقربیٰ سورہ روم اور بنی اسرائیل میں ہے باتفاق دونوں سورتیں مکی ہیں۔
(منہ حسین غفرلہ)

دعوئے ہبہ فدک

شیعہ کہتے ہیں کہ فاطمۃ الزہراؓ نے فدک کے اپنے حق میں ہبہ ہونے کا مقدمہ دربار صدیقی میں دائر کیا، اور دو نہایت ثقہ اور معتبر گواہ (حضرت علیؓ و ام ایمن) بھی پیش کیے لیکن ابوبکرؓ نے شہادت رد کر دی اور دعویٰ خارج کر دیا۔ سو اول تو اس واقعہ کا ثبوت اہل سنت کی کسی معتبر کتاب سے نہیں ملتا۔ دوم اگر صحیح بھی ہو تو اس سے حضرت ابوبکرؓ کے عامل بالشرع اور بے رو رعایت منصف حاکم ہونے کا ثبوت ملتا ہے کیونکہ بحکم قرآن وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِن رِّجَالِكُمْ فَإِن لَّمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ (دو مرد گواہ رکھو۔ وہ نہ مل سکیں۔ تو ایک مرد اور دو عورتیں گواہ ہوں)۔

چونکہ صورت بالا میں نصاب شہادت موجود نہ تھا، نہ دو مرد نہ ایک مرد اور دو عورتیں ہی گواہ تھیں۔ اس لیے اگر ابوبکر صدیقؓ اس شہادت پر فیصلہ بحق خاتون جنت کرتے تو لوگ کہتے کہ دختر رسولؐ کی خاطر غلط فیصلہ دے رہا ہے۔ خلافت راشدہ کے زمانے میں اس قدر آزادی تھی کہ سر اجلاس ایک معمولی عورت بھی خلیفۂ وقت کو ٹوک سکتی تھی کہ یوں نہیں ہونا چاہیے اور خلیفۂ وقت خندہ پیشانی سے معترض کے اعتراض کو سن کر اگر واجبی ہوتا تو سر تسلیم خم کر دیتے۔

عدالت اسلامی کا بڑا جوہر عام مساوات کا ہوتا ہے۔ ایک عدالت میں شاہ و گدا، امیر و غریب شریف و رذیل سب ہمرتبہ سمجھے جاتے ہیں اور کسی بڑے کی پاس داری سے اصول شریعت نہیں بدل سکتے چونکہ وَاسْتَشْهِدُوا کا حکم عام ہے جس سے کوئی مستثنیٰ نہیں ہو سکتا، اس لیے اول تو یہ ناممکن ہے کہ احکام شرع کی ہدایت کے باوجود جناب سیدہ زوجہ محترمہ کی طرف سے نامکمل شہادت لے کر عدالت میں حاضر ہوں اگر ایسا ہو گیا ہو تو خلیفۂ رسول کا اہم فرض تھا کہ بحکم خدا ایسی نامکمل شہادت کی بنا پر خاتون جنتؓ کے حق میں ڈگری نہ دیں۔ ایسے فیصلے سے جناب

امیر اور خاتونِ جنت کو سمجھائے۔ اس لئے کہ ناراض ہوں۔ حکم شرع خلیفہ کی داد دینی چاہیئے
تھی کہ انہوں نے زنان کے مقابلہ میں پاسداری کو ملحوظ نہیں رکھا گیا۔ مثال کے طور پر ہم ایک واقعہ کی
طرف ناظرین کو توجہ دلاتے ہیں۔

حضرت عمر فاروقؓ نے فصلِ خصومات کے لیئے زید بن ثابتؓ کو قاضی مقرر کیا تھا
ایک دفعہ فاروق اعظم کسی تنازعہ کے لیئے جو آپ کا ابی بن کعب سے تھا اور ابی نے دعویٰ زیدؓ
کی عدالت میں دائر کر رکھا تھا۔ بطور مدعا علیہ حاضر ہوئے۔ زیدؓ نے خلیفہ وقت کی تعظیم
کی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ یہ تمہارا پہلا ظلم ہے۔ یہ فرما کر ابیؓ کے برابر بیٹھ گئے۔ اور مقدمہ
کی سماعت شروع ہوئی۔ ابی کے پاس کوئی ثبوت نہ تھا۔ اس نے قاعدے کے مطابق حضرت
عمرؓ سے قسم لینی چاہیئے۔ زیدؓ نے فاروق اعظم کے رتبہ کا پاس کر کے درخواست کی کہ امیر
المومنین کو قسم سے معاف رکھو۔ حضرت عمرؓ اس طرفداری سے سخت رنجیدہ ہوئے زیدؓ
کی طرف مخاطب ہو کر فرمانے لگے۔ جب تک تمہارے نزدیک ایک عام آدمی اور عمر دونوں برابر
نہ ہوں تم منصب قضا کے قابل نہیں سمجھے جا سکتے۔ (الفاروق جلد ۲ صفحہ ۴۵)

ایک شیعوں کی معتبر کتاب کشف الغمہ میں مذکور ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنے عہد خلافت
میں اپنی زرہ ایک یہودی کے پاس دیکھی اور اپنا دعویٰ قاضی شریح کی عدالت میں دائر کیا۔ قاضی
نے حضرت امیر المومنین سے شہادت طلب کی۔ جناب امیرؓ نے امام حسنؓ اور اپنے غلام
قنبر کو شہادت میں پیش کیا۔ قاضی نے گواہی نامنظور کی کیونکہ ایک حضرت امیرؓ کے صاحبزادے
تھے اور دوسرا غلام۔ ایسا ہی من لا یحضرہ الفقیہ کتاب قضا میں مرقوم ہے کہ جناب امیرؓ قاضی
مدینہ (شریح) کے اس فیصلہ سے ناراض نہ ہوئے۔ نہ اس کو قضا سے معزول کیا۔ بلکہ
اس کے انصاف کی داد دی اور اس کے حق میں دعائے خیر کی۔

الغرض دعویٰ ہبہ فدک کا قطعاً کوئی ثبوت نہیں ہے۔ حضور علیہ السلام بقیہ ورثاء
کو محروم کر کے اکیلے فاطمۃ الزہراؓ کو یہ جائداد دے سکتے تھے اور دیتے کس طرح جب جائداد
آپ کی ملکیت نہ تھی۔

دعویٰ وراثت

جب ہبہ کی طرف سے فیل ہوتے ہیں تو شیعہ حضرات وراثت کا سوال پیش کر دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضؓ نے ابوبکر رضؓ کے پاس دعوے کیا کہ فدک وراثت میں مجھے ملنا چاہیئے۔ سو یہ سوال پہلے سے بھی زیادہ کمزور ہے۔

(۱) اس لئے کہ وراثت بھی ان کی ملکیت ہی میں ہوتی ہے۔ جو مورث کی ملکیت ہوں۔ جب فدک حسب مسئلہ قرآن مال فئ (وقف) تھا اور عامہ مسلمین کا حق تھا تو وراثت کیسی؟

(۲) اس لئے کہ دیگر ورثا کو محروم کر کے اکیلے فاطمہ رضؓ کو فدک بطور وراثت لینے کا کیا حق تھا۔ حضرت کی ۹ بیبیاں اور حضرت عباس رضؓ (چچا) بھی موجود تھے۔ پھر ان کو کس طرح محروم الارث کر کے یہ مال اکیلے خاتون جنت کو مل سکتا تھا۔ علاوہ ازیں اگر فدک میں مسئلہ وراثت جاری ہو سکتا تھا اور انبیاء کے ترکہ میں توریث جائز ہوتی تو حضرت ابوبکر رضؓ کو اس کی تقسیم میں کچھ عذر نہ ہونا چاہیئے تھا کیونکہ اس سے آپ کی دختر حضرت عائشہ رضؓ بھی بہرہ یاب ہوتیں اور حضرت عباس رضؓ بھی جو حضرت ابوبکر رضؓ کے ہمیشہ مؤید رہے ان کی حق تلفی کس طرح روا رکھی جاتی۔

(۳) اس لئے کہ آنحضرت کی صحیح حدیث موجود ہے نَحْنُ مَعَاشِرُ الْاَنْبِیَاءِ لَا نُوْرِثُ وَلَا نُوْرَثُ مَا تَرَکْنَاہُ صَدَقَۃٌ۔ ہم گروہ انبیاء نہ کسی کے وارث ہوتے ہیں نہ ہمارا کوئی وارث ہوتا ہے۔ ہمارا متروکہ صدقہ ہوتا ہے۔

سوال شیعہ

آیت یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْٓ اَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ عام ہے۔ پھر رسول اللہ صلعم اس سے کس طرح مستثنیٰ ہو سکتے ہیں۔

حالانکہ کوئی استثنیٰ نہیں اور حدیث صحیح بھی ہو تو آیت کی ناسخ

نہیں ہو سکتی۔

جواب

کئی آیات ہیں جو بظاہر عام ہوتی ہیں لیکن رسول اس حکم سے مستثنیٰ ہوتے ہیں جیسے آیت فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ عام ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ چار بیویاں کرنا جائز ہیں۔ اس سے زائد نہیں۔ رسول پاک اس سے مستثنیٰ ہیں۔ چنانچہ آپؐ کے نکاح میں نو بیویاں تھیں۔ پھر جیسے آیت نکاح میں باوجود کسی استثناء کے نہ ہونے کے رسول مستثنیٰ ہیں اور حدیث ناسخ آیت نہیں ہے۔ بلکہ حدیث مذکور سے تخصیص مطلوب ہے اور حدیث مخصص آیت ہو سکتی ہے۔

سوال شیعہ

حدیث لَا نُوْرَثُ الخ حضرت ابو بکرؓ نے خود ہی وضع کر لی ہے۔ آیت کی موجودگی میں ایسی حدیث کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے۔؟

جواب

شیعہ کی زعمی یا ہٹ دھرمی پر افسوس ہے۔ یہی حدیث شیعہ کی بڑی معتبر کتابوں میں بروایت ائمہ اہلبیت موجود ہے۔ پھر اس حدیث کو موضوع کہنا ائمہ اہلبیت کو وضاع حدیث قرار دینا ہے۔ چنانچہ کتاب اصول کافی صفحہ ۱۷ میں ہے۔ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ اِنَّ الْعُلَمَآءَ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَآءِ وَ ذَالِكَ[1] اِنَّ الْاَنْبِیَآءَ لَمْ یُوَرِّثُوْا دِرْهَمًا وَّلَا دِیْنَارًا اِنَّمَا اَوْرَثُوْا اَحَادِیْثَ مِنْ اَحَادِیْثِهِمْ فَمَنْ اَخَذَ بِشَیْءٍ مِّنْهَا فَقَدْ اَخَذَ بِحَظٍّ وَّافِرٍ۔ (ترجمہ) ابی عبداللہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا علماء انبیاء کے وارث ہوتے ہیں وہ یہ اس لیے کہ انبیاء وارث نہیں بناتے درہم و

---

[1] دوسری حدیث مندرجہ صفحہ ۵ وَرِثُوا الْعِلْمَ ہے ۱۲۔

سلیمانؑ کا وارث حضرت رسول پاکؐ قرار دیئے گئے۔ کون نادان کہہ سکتا ہے کہ حضرت سلیمانؑ کا کوئی (دنیاوی) حق رہ گیا تھا۔ حضرت سلیمانؑ کے ترکہ نبوت کے صحیح معنوں میں آپ ہی وارث سمجھے جاتے ہیں۔

دوسری آیت: وَهَبْ لِي مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ۔ "اے خدا مجھے اپنے پاس سے ایسا عطا فرما جو میرے بعد میری اور آل یعقوب کی میراث سنبھالے" اس آیت سے تو شیعہ کے خیال کی سخت تردید ہوتی ہے۔ کیونکہ حضرت زکریا نے جو فرزند صالح کی تمنا کی تھی۔ وہ اس لئے نہ تھی کہ آپ بہت سی دولت و مال کے مالک تھے اور آپ کو کھٹکا تھا کہ اس کو دوسرے وارث نہ سنبھال لیں، کوئی بیٹا پیدا ہو جائے تو اس کے نصیب ہو۔ کیونکہ انبیاء کو مال و دولت دنیا سے کاہے کو پیار تھا۔ اگر ہو بھی اور وارثوں کو ملنا پسند نہ ہو تو ایک آن میں سارا مال راہ خدا میں صرف کیا جا سکتا تھا۔ اور آثار موت دیکھ کر دیتے، اور حضرت راہ خدا میں خرچ کر دیتے۔ اور انبیاء کے دل بخل و حسد سے بالکل پاک ہوتے ہیں۔ دنیاداروں کی طرح ان کو اپنے عزیزوں سے یہ ضد کیونکر ہو کہ ان کے مرنے کے بعد ان کو کوئی چیز نہ ملے۔ فی الحقیقت آپ کی دعا یہی تھی کہ قوم میں آپ کو کوئی ایسا نظر نہ آتا تھا جو ان کے بعد نبوت یا خلافت پا کر اصلاح خلق کر سکے۔ آپ نے دعا فرمائی کہ یا اللہ مجھے ایسا ولی عہد عطا ہو جو میراث نبوت کا مالک ہو سکے اور اصلاح خلق اللہ کر سکے

اگر میراث سے مراد علمی نہیں بلکہ مالی ہو اور یَرِثُنِی کا مضمون صحیح بھی ہو۔ تو یَرِثُ مِنْ آلِ یَعْقُوبَ کا مفہوم درست نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ حضرت یعقوبؑ اور حضرت زکریا کے درمیان دو ہزار سال کا فاصلہ ہے تو کیا اب تک آل یعقوب کا مال غیر منقسم پڑا تھا کہ وہ سب مال حضرت یحییٰ بن زکریا کو ملتا تھا۔ ہر ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ یہاں وراثت علمی مراد ہے یعنی ایسی اولاد عطا ہو جو اس ورثہ نبوت کا منصب سنبھال سکے جو آل یعقوب کا ورثہ تھا۔ یا میرے مرنے کے بعد میرا منصب خالی ہوگا۔ غرض دونوں آیات میں وراثت مالی مراد ہو کسی صورت سے درست نہیں ہو سکتا۔ بلکہ علمی وراثت مراد ہے

یہ آیت شیعہ کی تائید نہیں بلکہ ان کے دعویٰ کی سخت ترین تردید کرتی ہے

تحقیق بالا سے ثابت ہوگیا کہ فدک مملوکہ خاص آنحضرت کا نہ تھا، نہ آپ نے فاطمہ رض کو بطور ہبہ دیا نہ بطور وراثت آپ کو مل سکتا تھا۔ یہ اموال فئی تھا۔ مساکین و یتامیٰ و غرباء و فقراء کا حق تھا حضرت ابوبکر رض نے اس میں وہی عمل کیا جو جناب رسالت مآب نے کیا تھا۔ بعد میں حضرت علی رض نے بھی ایسا ہی کیا

حضرت علی رض کا عمل

یہ امر شیعہ کے دعویٰ کے بطلان کی صریح دلیل ہے کہ حضرت علی رض نے اپنے عہد میں بھی فدک ورثاء فاطمہ رض میں تقسیم نہیں کیا۔ بلکہ دستور سابق عامۃ المسلمین کے لئے وقف رہا۔ اس بات کو شیعہ تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت علی رض نے اپنے زمانہ خلافت میں کوئی دست اندازی نہیں کی بلکہ بدستور رہنے دیا۔ اس کے متعلق ہم فروع کافی جلد ۳ کتاب الروضہ صفحہ ۲۹، ۳۰ سے ایک خطبہ جناب امیر رض کا درج کر دیتے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جناب امیر نے نہ تو میں فدک ہی ورثاء فاطمہ رض کو نہ دیا بلکہ اور بھی بہت سی باتیں جو آپ چاہتے تھے نہ کیں حتی کہ متعہ کا فتویٰ بھی نہ دے سکے۔ پانچ تکبیر جنازہ پر نہ پڑھ سکے۔ نہ نماز تراویح کو ہی موقوف کر سکے

ثُمَّ اَقْبَلَ بِوَجْهِهٖ وَحَوْلَهٗ نَاسٌ مِّنْ اَهْلِ بَيْتِهٖ وَخَاصَّتِهٖ وَشِيْعَتِهٖ فَقَالَ قَدْ عَمِلَتِ الْوُلَاةُ قَبْلِيْ اَعْمَالًا خَالَفُوْا فِيْهَا مُتَعَمِّدِيْنَ بِخِلَافِهٖ نَاقِضِيْنَ بِعَهْدِهٖ مُغَيِّرِيْنَ لِسُنَّتِهٖ وَلَوْ حَمَلْتُ النَّاسَ عَلٰى تَرْكِهَا وَحَوَّلْتُهَا اِلٰى مَوَاضِعِهَا وَاِلٰى مَا كَانَتْ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ لَتَفَرَّقَ عَنِّيْ جُنْدِيْ حَتّٰى اَبْقٰى وَحْدِيْ اَوْ قَلِيْلٌ مِّنْ شِيْعَتِيَ الَّذِيْنَ عَرَفُوْا فَضْلِيْ وَفَرْضَ اِمَامَتِيْ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ ذِكْرُهٗ وَسُنَّةِ نَبِيِّهٖ اَرَاَيْتُمْ لَوْ اَمَرْتُ بِمَقَامِ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَرَدَدْتُهٗ اِلَى الْمَوْضِعِ الَّذِيْ وَضَعَهٗ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَرَدَدْتُ فَدَكَ اِلٰى وَرَثَةِ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ وَرَدَدْتُ صَاعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ كَمَا كَانَ اِلٰى اَنْ قَالَ وَاَمَرْتُ بِاِحْلَالِ الْمُتْعَتَيْنِ وَاَمَرْتُ بِالتَّكْبِيْرِ عَلٰى

الجنائز خمس تکبیرات الی ان قال اذا تفرقتم عنی واللہ لقد امرت
الناس ان لا یجتمعوا فی شھر رمضان الا فی فریضۃ واعلمتھم ان جمعھم
فی النوافل بدعۃ فتنادی بعض اھل عسکری ممن یقاتل معی یا اھل
الاسلام غیرت سنۃ عمر ینھانا فی شھر رمضان تطوعاً

(ترجمہ) جب میں لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھنے لگا جب کہ آپ کے گرد آپ کے
اہلبیت اور شیعہ بیٹھے ہوئے تھے کہ پہلے خلیفوں نے مجھ سے پہلے ایسے کام کئے ہیں جن میں
رسول خداؐ کی سنت کی مخالفت کی گئی ہے اور دانستہ خیانت کی ہے۔ عہد توڑا گیا۔ رسولؐ کی سنت
تبدیل کی گئی ہے اور اگر میں لوگوں کو وہ کام چھوڑنے کے لئے کہوں اور اصلی حالت پر لانا چاہتا ہوں
جیسا کہ رسولؐ کے وقت میں تھا تو میرا لشکر مجھ سے علیحدہ ہو جائے اور میں صرف اکیلا رہ جاؤں گا
یا چند شیعہ رہ جائیں۔ جو میری فضیلت اور میری خلافت و امامت کی فرضیت قرآن اور
حدیث رسولؐ سے جانتے ہیں۔ اگر میں مقام ابراہیم کو اس جگہ کر دوں جہاں کہ حضرتؐ
کے وقت میں تھا اور باغ فدک وارثان فاطمہؓ کو واپس دلا دوں اور صاع کو ایسا ہی کر دوں
جیسا کہ رسولؐ کے وقت تھا اور لوگوں کو متعہ کا حق دیدوں اور پانچ تکبیر جنازہ پڑھنے کا
حکم دوں تو لوگ مجھ سے الگ ہو جائیں۔ بخدا میں نے لوگوں کو کہا کہ ماہ رمضان میں بغیر نماز
فرض کے جمع نہ ہوں۔ (نماز تراویح نہ پڑھیں) اور میں نے انہیں بتایا کہ نوافل (تراویح) کے
لئے مجتمع ہونا بدعت ہے تو میرے سپاہیوں نے جو میرے ساتھ مل کر لڑائی کر رہے ہیں منادی
کر دی۔ کہ اے مسلمانو! حضرت علیؓ حضرت عمرؓ کی سنت کو بدلنا چاہتا ہے اور ہمیں
ماہ رمضان میں نماز نفل تراویح پڑھنے سے منع کرتا ہے)

اس خطبہ سے ثابت ہوا کہ جناب امیرؓ جماعت کے افتراق کے خوف سے نہ فدک
ورثاء فاطمہؓ کو واپس دلا سکے، نہ متعہ جیسے کار ثواب کی ترویج کر سکے۔ نہ پانچ تکبیر جنازہ
لوگوں کو پڑھا سکے، نہ بدعت کو ہی موقوف کر سکے تو اب سوال یہ ہے کہ امیرؓ کی خلافت
و امامت کس کام کی تھی۔ وہی بدعات جو پہلے خلفاء نے جاری کر رکھی تھیں ہوتی رہیں۔ احکام
جور و جفا جو نافذ کر گئے بدستور جاری رہے۔ یہاں تک بے بس کہ باغ فدک وغیرہ بھی

حسنین رض کو نہ دلا سکے۔ متعہ جیسے فضیلت کے کام کی گرم بازاری بھی نہ ہو سکی نماز
تراویح بھی بدستور لوگ پڑھتے رہے۔ پھر آپ کی خلافت سے آپ کے شیعہ کو فائدہ
ہی کیا پہنچا؟ یہ بھی تعجب ہے کہ خلفائے ثلاثہ رض کی زندگی میں تو درۂ عمر رض یا تیغ صدیقی رض کا
لوگوں کو خوف تھا۔ بعد وفات ان کے لوگوں کو کیا کھٹکا تھا کہ ان کے ہی نقش قدم پر چلتے
رہے۔ کیا جناب امیر رض کے خطبات بلیغہ کا بھی ان کے دلوں پر کچھ اثر نہ ہو سکا۔ نہ ذوالفقار
حیدری کی ہیبت ان کے دلوں پر طاری ہو سکی۔ کیا صداقت کفر جو دلوں کو فتح کر چکی تھی
اور وہ نقش کالحجر کسی تدبیر سے بھی قلوب مومنین سے نہ مٹ سکا تھا۔

خلاصہ یہ کہ حدیث بالا سے ثابت ہو گیا کہ حضرت علی رض نے اپنے عہد خلافت میں باغ
فدک کے متعلق فیصلہ خلفاء بحال رکھا۔ اس پر دست اندازی نہ کی گئی۔ نہ ورثائے فاطمہ رض
اس سے بہرہ یاب ہوئے اور ظاہر ہے کہ یہ سب حیلے بہانے ہیں کہ لوگوں کے افتراق کا خوف
تھا یا مصلحت وقت کا تقاضہ تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ فدک کے متعلق جناب امیر رض کو خوب
معلوم تھا کہ فیصلہ خلفاء مطابق قرآن اور حدیث رسول ﷺ تھا۔ اسی وجہ سے اس میں تغیر
و تبدل مشکل تھا۔ جب جناب امیر رض نے اپنے طرز عمل سے فیصلہ صدیق رض کی تصدیق کر دی
تو اب شیعہ کا کیا حق ہے کہ ناحق شور مچاتے ہیں۔

اس کے جواب میں شیعہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رض نے اپنے وقت میں فدک اس لئے
واپس نہ دلایا کہ مغصوبہ چیز کو واپس لینا شان امامت کے خلاف تھا۔

جواب الجواب۔ ہم کہتے ہیں یہ درست نہیں ہے اگر مغصوبہ چیز کا لینا درست
نہ تھا تو خلافت مغصوبہ کیوں واپس لی گئی۔ جناب امیر رض نے اپنے فائدے کی چیز خلافت
تو لے لی لیکن ورثائے فاطمہ رض کی حق تلفی روا رکھی گئی۔ لیکن شیعہ کے خلاف یہ قطعی فیصلہ
اور قطعی دلیل ہے کہ فدک خاتون جنت کا ہرگز حق نہ تھا ورنہ جناب امیر رض اپنے زمانہ
اقتدار میں حق بحقدار رسید کا معاملہ کرتے حسنین رض و دیگر ورثائے خاتون جنت رض کو ضرور
دے دیتے۔ جب آپ نے اور نہ امام حسن رض نے فدک واپس لیا تو ظاہر ہے کہ فیصلہ

خلفاء سابق کو حق سمجھ کر ان کی مخالفت نہ کی ؎

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے شہادت تیری — جناب امیرؓ اور حضرت امام حسنؓ کے اس طرز عمل نے شیعہ کی چون وچرا کا راستہ بالکل بند کر دیا ہے انہیں اب طوعاً وکرہاً یہ کہہ لینا چاہیے کہ ع

سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے

غضب فاطمہؓ

شیعہ کہتے ہیں کہ صحیح بخاری کی حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے حضرت ابوبکرؓ کے ہاں فدک کے متعلق دعوے کیا۔ ابوبکرؓ نے نہ دیا تو فاطمہؓ غضبناک ہو گئیں۔ غضب فاطمہ غضب خدا ورسولؐ ہے اس لئے حضرت ابوبکرؓ جن پر حضرت فاطمہؓ کا غضب ہوا قابل خلافت نہ تھے۔

جواب

اول:۔ صحیح بخاری کی جو حدیث بیان کی جاتی ہے وہ کوئی حدیث مرفوع نہیں ہے۔ حضرت عائشہؓ کا قول ہے اور یہ قصہ درایتاً ناقابل تسلیم ہے۔ اوّل اس لئے کہ حضرت فاطمہؓ بنت رسولؐ سے جن کا لقب ہی بتول (تارک دنیا) تھا یہ توقع نہیں کہ وہ چند کھجوروں کے لئے مقدمہ بازی شروع کر کے کچہری میں نامحرموں کے پاس جا کر اصالتاً حاضر ہو کر مخاصمہ کریں اور باغ نہ ملنے پر یہاں تک غضبناک ہو جائیں کہ خلیفۂ وقت سے بول چال بند کر دیں۔ ایسا ہی حضرت عائشہؓ جو راوی اس قصہ کی ہیں ان کو عدالت میں جانے اور مقدمہ سننے کی کب اجازت تھی کہ انہوں نے یہ واقعہ دیکھ کر روایت کی ہو۔

دوم:۔ بخاری ومسلم کی حدیث میں لفظ وَجَدَتْ ہے جس کے معنی نَدِمَتْ (پشیمان ہو گئیں) کے ہیں یعنی صدیق اکبرؓ سے آپ کے معقول جواب سن کر آپ نے دعویٰ کرنے پر آپ کو ندامت ہوئی اور پھر اپنے مرنے تک اس کے متعلق کبھی گفتگو نہ کی۔ جن روایتوں میں غضب کا لفظ ہے۔ اس کا معنی بھی یہ ہو سکتا ہے کہ آپ اپنے نفس پر خفا

---

[1] وَجَدَ بمعنی حَزِنَ بھی آتا ہے۔ ملاحظہ ہو قاموس وغیرہ ۱۲

ہوئیں۔ سوم: اگر بفرضِ محال تسلیم کر لیا جائے کہ حضرت فاطمہؓ اس بات پر خفا ہو گئیں تو یہ تقاضائے بشریت ہے
جس حدیث میں وعید ہے

اس میں لفظ مَنْ اَغْضَبَهَا یعنی جس نے دانستہ آپ کو غضبناک کیا۔ یہاں غضب نہیں ہے۔ کیونکہ ابوبکرؓ نے بہ مقصد آپ کو غضبناک کرنے کے لیے نہیں بلکہ نیک نیتی سے بہ تعمیل حکم خداوندی و رسولؐ تھا۔ تقاضائے بشریت ہے کہ بعض اوقات خواص میں سے کو بھی کسی غلط فہمی کی بنا پر رنجیدگی لاحق ہو جاتی ہے اور اس سے کوئی برا نتیجہ اخذ کرنا [illegible] ہے۔ حضرت موسیٰ ایک اولوالعزم رسول تھے۔ جب کوہ طور سے جب پر اترے اور دیکھا کہ تو قوم کو گوسالہ پرستی میں مبتلا پایا۔ ایسے غضبناک ہوئے کہ الواح مقدسہ کو زمین پر دے مارا اور اپنے بھائی ہارون نبی کو سر اور داڑھی سے پکڑ کر کھینچا جس پر ہارون نے اپنی بے قصوری کا عذر پیش کر کے بھائی سے کہا کہ مجھے بے عزت کر کے دشمنوں کو ہنسی کا موقع نہ دیں۔ یہ قصہ قرآن پاک میں بصراحت موجود ہے۔ بخوف طوالت آیات نہیں لکھی گئیں۔ جب ایک رسول کا اپنے بھائی نبی پر اس طرح غضبناک ہو کر دست بگریباں ہونا ان میں سے کسی کے خطا کار ہونے کا باعث نہیں ہو سکتا تو حضرت فاطمہؓ اگر غصہ کریں تو آپ کا جناب صدیق اکبرؓ کا اس سے مجرم ہونا کس طرح ثابت ہو سکتا ہے؟

چہارم: شیعہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ بارہا حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کے مابین ایسے واقعات ہوئے ہیں کہ جناب خاتونِ جنت حضرت علیؓ پر غضبناک ہو کر ان کے گھر سے نکل کر اپنے والد بزرگوار جناب رسالت مآبؐ کے گھر چلی گئیں اور حضرت رسولِ خدا بھی اس واقعہ سے سخت رنجیدہ ہوئے۔ اور اسی حالت میں آپ نے فرمایا۔ فَاطِمَةُ بِضْعَةٌ مِّنِّی مَنْ اَغْضَبَهَا فَقَدْ اَغْضَبَنِیْ۔ تو جب حضرت زہراؓ کے غضبناک ہونے سے حضرت علیؓ پر کوئی اعتراض نہیں۔ اور نہ وہ وعید کے ماتحت آ سکتے ہیں۔ تو حضرت ابوبکرؓ پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ ہم جلاء العیون مؤلفہ باقر مجلسی سے ذیل میں ایسے ایک دو واقعات درج کرتے ہیں۔

حضرت علیؑ پر حضرت فاطمہؑ کا ناراض ہونا

جلاء العیون اردو حصہ ۳۷ میں ہے۔ کتاب علل الشرائع و بشارت المصطفیٰ در مناقب خوارزمی بسند ہائے معتبر ابوذرؓ و ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب جعفر طیارؓ حبشہ میں تھے۔ ان کے لیے کسی نے ایک کنیز ہدیہ بھیجی۔ اس کی قیمت چار ہزار درہم تھی اور جب جعفر طیار مدینہ میں آئے اس کنیز کو بطور ہدیہ اپنے بھائی علی بن ابی طالب کے پاس بھیج دیا وہ کنیز جناب امیرؑ کی خدمت کرتی تھی۔ ایک دن جناب فاطمہؑ گھر میں آئیں اور پوچھا کیا اس کنیز سے تم نے کوئی تعلق کیا ہے۔ جناب امیرؑ نے فرمایا بخدا سوگند میں نے اس کے ساتھ کوئی امر نہیں کیا۔ اب جو کچھ تمہیں منظور ہو بیان کرو کہ میں بجا لاؤں۔ جب سیدہؑ نے کہا مجھے میرے پدر بزرگوار کے گھر جانے کی اجازت دو۔ جناب امیرؑ نے فرمایا میں نے اجازت دی۔ پس جناب فاطمہؑ نے سر پر چادر ڈالی اور اس پر برقعہ ڈالا کہ متوجہ خانہ پدر بزرگوار ہوئیں اور

قبل اس کے کہ جناب فاطمہؑ اپنے باپ کی خدمت میں پہنچیں جبرئیلؑ جناب خداوند جلیل حاضر ہوئے اور کہا حق تعالیٰ آپ کو سلام فرماتا ہے۔ اور ارشاد کرتا ہے کہ جناب فاطمہؑ تمہارے پاس علیؑ ابن ابی طالب کی شکایت کرنے آتی ہیں۔ تم حق علیؑ میں کوئی چیز فاطمہؑ سے قبول نہ کرنا۔ جب جناب فاطمہؑ داخل دولت سرائے پدر بزرگوار ہوئیں۔ حضرت رسولؐ نے فرمایا علیؑ کے پاس پھر جاؤ اور کہو میں تم سے راضی ہوں۔ پس جناب فاطمہؑ جناب امیرؑ کے پاس تشریف لائیں اور تین مرتبہ کہا کہ میں تم سے راضی ہوں۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ جناب سیدہ اس قدر رنج کرتیں کہ کنیز کو جناب کے پاس دیکھ کر خفا ہو گئیں۔ جناب امیرؑ کی قسم پر بھی اعتبار نہ کیا اور ناراض ہو کر میکے چلی گئیں۔ حتیٰ کہ جبرئیل کو جناب رسولؐ کے فرمانے پر راضی ہوئیں۔

دوسرا واقعہ ناراضگی فاطمہؓ

جلاء العیون اردو صفحہ ٢٦٣ میں ہے کہ امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ ایک شقی جناب
سیدہ کے پاس آیا اور کہا کہ علی بن ابی طالب نے دختر ابوجہل کی خواستگاری کی ہے۔ جناب
سیدہ نے اس شقی سے کہا کہ تو قسم کھا۔ اس نے تین دفعہ قسمیں کھائیں کہ جو کچھ کہتا ہوں سچ
ہے۔ جناب فاطمہؓ کو بہت غیرت آئی۔ اس لئے کہ حق تعالیٰ نے عورتوں کے خمیر میں غیرت قرار دی
ہے جس طرح کہ مردوں پر جہاد واجب کیا ہے اور اس عورت کے واسطے جو باوجود غیرت صبر کرے
ایک ثواب مقرر کیا ہے مثل اس شخص کے جو اسلام کی سرحد پر خدا کے واسطے نگہبانی کرے
پس جناب فاطمہؓ کو سخت صدمہ ہوا اور متفکر رہیں۔ یہاں تک کہ رات ہوئی۔ جب رات
ہوئی تو امام حسینؓ کو کندھے پر بٹھایا اور بائیں ہاتھ ام کلثوم کا اپنے ہاتھ میں لے لیا اور اپنے
پدر بزرگوار کے ساتھ گھر تشریف لے گئیں۔ جب جناب امیرؓ گھر میں آئے اور جناب سیدہ
کو وہاں نہ دیکھا۔ بہت غم ہوا اور سخت دشوار ہوا مگر تشریف لے جانے کا سبب نہ معلوم
ہوا بزرگوار کے گھر سے بلائیں۔ پس گھر سے باہر نکل آئے
اور مسجد میں جا کر بہت نمازیں پڑھیں۔ اور تودہ خاک جمع کر کے اس پر تکیہ فرمایا جب جناب
رسول خدا نے جناب فاطمہؓ کو محزون پایا۔ غسل کیا اور لباس پہن کر مسجد میں تشریف لے گئے اور
نمازیں پڑھنی شروع کیں۔ مشغول رکوع و سجود رہتے۔ بعد دو رکعت کے دعا مانگتے تھے کہ خداوندا
فاطمہؓ محزون کو دور کر۔ اس لئے کہ جب گھر سے باہر آتے تھے۔ جناب فاطمہؓ کو دیکھ آتے تھے
کہ آپ کروٹیں لیتیں اور آہیں بلند کھینچتی تھیں۔ جب حضرت رسولؐ نے دیکھا کہ فاطمہؓ
کو نیند نہیں آتی اور بے قرار ہے فرمایا اے دختر گرامی اے فاطمہؓ اٹھو۔ جب فاطمہؓ اٹھیں اور
جناب رسولؐ نے امام حسنؓ کو اور جناب فاطمہؓ نے امام حسینؓ کو اٹھایا اور ام کلثوم کا ہاتھ پکڑ کر
گھر سے جانب مسجد تشریف لے گئے یہاں تک کہ نزدیک جناب امیرؓ پہنچے۔ اس وقت جناب
امیرؓ آرام فرما رہے تھے۔ پس حضرت رسول خدا نے اپنا پاؤں جناب امیرؓ کے پاؤں پر رکھ
کر اور ہلا کر فرمایا اے ابوتراب اٹھو۔ بہت گھر والوں کو تم نے اپنی جگہ سے جدا کیا ہے۔ جاؤ

اور ابو بکرؓ و عمرؓ کو بلاؤ۔ پس جناب امیرؓ گئے اور ابو بکرؓ و عمرؓ کو بلا لائے۔ جب نزدیک
رسولِ خدا حاضر ہوئے۔ حضرت نے ارشاد کیا یا علیؑ! "کیا تم نہیں جانتے کہ فاطمہؓ میری
پارۂ تن ہے۔ اور میں فاطمہؓ سے ہوں۔ جس نے اسے آزار دیا اس نے مجھے آزار دیا اور
جس نے اسے میری وفات کے بعد آزار دیا مثل اس کے ہے کہ میری حیات میں آزار دیا
اور جس نے اسے میری حیات میں آزار دیا۔ ایسا ہے جیسے کہ میری وفات کے بعد آزار دیا
جناب امیرؓ نے فرمایا ہاں یا رسول اللہ اسی طرح ہے۔ پس جناب رسولِ خدا نے فرمایا تم
کو کیا باعث ہوا کہ ایسا کام کیا۔ امیرؓ نے فرمایا بحق اس خدا کے جس نے آپ کو براستی
بھیجا ہے قسم کھاتا ہوں کہ جو کچھ فاطمہؓ سے کسی نے نسبت کی ہو تو وہ صحیح نہیں ہے اور میرے
دل میں کبھی وہ امر نہیں گزرا ہے۔ جناب رسولؐ نے کہا تم بھی سچ کہتے ہو۔ اور وہ بھی سچ کہتی
ہے۔ پس جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا خوشحال ہوئیں۔

اس روایت سے ظاہر ہے کہ حضرت فاطمہؓ کسی کے صرف کہہ دینے سے کہ جناب امیرؓ
دختر ابو جہل سے نکاح کرنا چاہتے ہیں، غضبناک ہوگئیں اور یہاں تک بے صبری فرمائی کہ
جناب امیرؓ سے اس امر کی تحقیق بھی نہ کی۔ اور بدون اجازت بعد موجودگی جناب امیرؓ اپنی
بچوں سمیت میکے چلی گئیں اور آپ کو اس قدر صدمہ ہوا کہ رات کو نیند نہ پڑتی۔ کروٹیں بدلتی
بیقراری اور بے چینی طاری تھی۔ جناب رسولِ خدا سخت بے آرام ہوئے۔ اور فاطمہؓ اور ان بچوں
سمیت مسجد میں جناب امیرؓ کے پاس تشریف لے گئے اور اپنے یارانِ غم خوار صدیقؓ و فاروقؓ
کو بلا کر جناب امیرؓ کو ڈانٹا اور کلمات وعید فرمائے۔ اگر اس واقعہ سے جناب امیرؓ پر کوئی طعن
نہیں آیا اور نہ ناراضگی فاطمہؓ سے کوئی خراب نتیجہ نکلتا ہے تو حضرت فاطمہؓ کی خفگی کے
متعلق جو فرضی طور پر حضرت ابو بکرؓ کی نسبت بیان کی جاتی ہے کیوں اس قدر شور و
غل بپا کیا جاتا ہے۔

جنابِ سیدہ کی نازک مزاجی

چونکہ جنابِ سیدہ بوجہ صاحبزادگی نازک مزاج تھیں۔ اس لیے معمولی باتوں

سے رنجیدہ خاطر ہو جانا کچھ بڑی بات نہ تھی۔ شیعہ حضرات نے تو جناب سیدہ کے متعلق جو ناجائز روایات لکھی ہیں ان سے آپ کی تنگ نظری، غیر مآل اندیشی اور خفیف الحرکتی کا ثبوت ملتا ہے۔ لیکن ہم اہل سنت والجماعت شیعوں کی ایسی روایات کو محض خرافات سمجھتے ہیں۔

روایات شیعہ

شیعہ صاحبان جو نقشہ اخلاق و عادات جناب سیدہ کا پیش کرتے ہیں اس کے لکھنے سے بھی شرم آتی ہے۔ مگر بوجہ اس کے نقل کفر کفر نباشد، ناظرین کی توجہ کے لئے ذیل میں درج کرتے ہیں۔

جلاء العیون اردو جلد اول صفحہ ۱۳۰ میں ہے: پس جب ارادہ تزویج فاطمہ ہمراہ علی کے ہوا۔ جناب فاطمہ سے پنہاں حضرت نے بیان کیا۔ جناب فاطمہ نے کہا، میرا آپ کو اختیار ہے لیکن زنان قریش کہتی ہیں کہ علی بزرگ شکم اور بلند دست ہے اور بند ہائے استخوان گندہ ہیں آگے سر کے بال نہیں ہیں، آنکھیں بڑی ہیں، ہمیشہ خندہ دہاں اور مفلس ہیں۔

کیا ایک شریف شرم مجسم خاتون سے یہ توقع ہو سکتی ہے کہ بحیثیت کنواری اپنے سرور عالم کے سامنے ایسی گفتگو کریں کہ یا حضرت مجھے عذر تو نہیں لیکن آپ کے داماد کی نسبت زنان قریش کہتی ہیں کہ وہ بڑے پیٹو ہیں۔ ہڈیوں کے جوڑ ناموزوں ہیں، سر کے بال گر گئے ہیں۔ یہ تو ایک گنوار لڑکی سے بھی امید نہیں ہو سکتی۔

اسی کتاب کے صفحہ ۱۳۶ میں ہے: کتاب کشف الغمہ میں امام محمد باقر سے روایت ہے کہ ایک دن جناب فاطمہ نے رسول خدا سے جناب امیر کی شکایت کی کہ جو کچھ وہ پیدا کرتے ہیں فقراء و مساکین کو تقسیم کر دیتے ہیں۔ اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ جناب سیدہ ایسی طامع و حریص تھیں کہ جناب امیر کا خدا کی راہ میں صدقہ خیرات کرنا بھی ان کو پسند نہ تھا۔

جب شیعہ جناب سیدہ کے متعلق ایسی ناروا حرکات کی نسبت کرنے سے دریغ نہیں کرتے جو ایک معمولی دنیادار کی بہو بیٹیوں کے لئے بھی باعث ننگ و شرم ہے تو یہ لوگ بات کا بتنگڑ بنا کر فدک کی چند کھجوروں کے لئے جناب سیدہ کو کچہریوں میں پھرانے، کبھی

حضرت عمرؓ سے دست و گریبان ہونے کبھی حضرت ابو بکرؓ پر خشمناک ہونے کی روایت
کیوں نہ وضع کریں۔

شیعہ کی کتابوں میں یہ روایت موجود ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے فدک حضرت فاطمہؓ
کو دے کر سند بھی تحریر کر دی تھی جیسا کہ جلد ۲ اعیون اردو صفحہ میں ہے۔

بروایت دیگر ابو بکرؓ نے نامہ لکھا اور جناب فاطمہؓ کو دیا۔ عمرؓ نے راستہ میں دست
مبارک جناب فاطمہؓ سے نامہ لے کر نامہ پر تھوکا اور نامہ پھاڑ دیا اسی طرح اصول کافی ص ۳۵۴
میں بھی روایت ہے کہ ابو بکرؓ نے حضرت فاطمہؓ کے حق میں فدک کا فیصلہ لکھ دیا۔ علاوہ ازیں
شیعوں کے شیخ ابن مطہر حلی نے بھی اپنی کتاب میں اس کا اعتراف کیا ہے جس کی عبارت
یہ ہے۔ لَمَّا ادَّعَتْ فَاطِمَةُ اَبَا بَكْرٍ فِيْ فَدَكَ كَتَبَ لَهَا كِتَابًا وَرَدَّهَا
عَلَيْهَا مَنَعَهُ الْكَرَامَةُ) ترجمہ: (جب حضرت فاطمہؓ نے حضرت ابو بکرؓ کو فدک
کے متعلق [illegible] کی تو انہوں نے فدک کو ان کے نام لکھ کر فدک کو ان کے حوالے کر دیا۔

جب تم تسلیم کرتے ہو کہ حضرت ابو بکرؓ نے فاطمہؓ کو فدک دے کر نامہ بھی لکھ دیا تو پھر بھی
تم جناب صدیقؓ کا پیچھا نہیں چھوڑتے۔ عجب احسان فراموش ہو۔ خدا تمہیں ہدایت کرے۔

جناب سیدہؓ کی رضامندی حضرت ابو بکرؓ سے شیعہ کی معتبر کتاب نہج السالکین
میں لکھا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے جناب سیدہ کو راضی کر لیا اور آپ نے فیصلہ حضرت ابو بکر رضی اللہ
کو تسلیم کر لیا۔ پھر جب صاحب حق راضی ہو گئے تو اب ناحق والے کیوں شور مچاتے ہیں۔

روایت یوں ہے: اِنَّ اَبَا بَكْرٍ لَمَّا رَأَى اَنَّ فَاطِمَةَ انْقَبَضَتْ عَنْهُ وَهَجَرَتْهُ
وَلَمْ تَتَكَلَّمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِيْ اَمْرِ فَدَكَ كَبُرَ ذٰلِكَ عِنْدَهُ فَاَرَادَ
اسْتِرْضَاءَهَا فَاَتَاهَا فَقَالَ صَدَقْتِ يَا ابْنَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ فِيْمَا
ادَّعَيْتِ وَلٰكِنِّيْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ يَقْسِمُهَا فَيُعْطِي الْفُقَرَاءَ وَالْمَسَاكِيْنَ
وَابْنَ السَّبِيْلِ بَعْدَ اَنْ يُعْطِيَ مِنْهَا قُوْتَكُمْ وَالصَّانِعِيْنَ فَقَالَتْ افْعَلْ
فِيْهَا كَمَا كَانَ اَبِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ يَفْعَلُ فِيْهَا قَالَ اُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى اَنْ
اَفْعَلَ فِيْهَا مَا كَانَ يَفْعَلُ اَبُوْكِ فَقَالَتْ وَاللّٰهِ لَتَفْعَلَنَّ فَقَالَ وَاللّٰهِ

لَا أَفْعَلُ فَقَالَتْ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ فَرَضِيَتْ بِذٰلِكَ وَاَخَذَتِ الْعَهْدَ عَلَيْهِ وَكَانَ اَبُوْبَكْرٍ يُعْطِيْهِمْ مِنْهَا قُوْتَهُمْ وَيُعْطِي الْفُقَرَاءَ وَالْمَسَاكِيْنَ۔

ترجمہ: ابوبکرؓ نے جب دیکھا کہ جناب فاطمہؓ ان سے کشیدہ خاطر ہو گئی ہیں اور بات کرنا چھوڑ دیا ہے تو یہ ان پر شاق ہوا اور جناب سیدہ کو رضا مند کرنے کی غرض سے ان کے پاس گئے اور کہا آپ نے بے شک سچ کہا ہے۔ اے بنت رسولؐ۔ لیکن میں نے رسول خدا کو دیکھا ہے کہ آپ فدک کی پیداوار کو تقسیم کر دیا کرتے تھے۔ محتاجوں، مسکینوں اور مسافروں کو دیدیا کرتے تھے۔ جب بچ رہتا تو اہل بیت کو خرچ دیتے تھے اور کام کرنے والوں کو بھی دیتے تھے۔ جناب فاطمہؓ نے کہا تم بھی ایسا ہی کرو جیسے میرے والد رسول خدا کیا کرتے تھے تو ابوبکرؓ نے کہا میں خدا کو گواہ کرتا ہوں کہ ایسا ہی کروں گا جیسے رسول خدا کیا کرتے تھے۔ جناب سیدہ نے فرمایا۔ بخدا تم ایسا کرو گے۔ ابوبکرؓ نے کہا بخدا یہی کروں گا۔ جناب فاطمہؓ نے کہا۔ خدایا اس پر گواہ رہنا۔ پھر جناب سیدہؓ اس بات پر رضامند ہو گئیں اور عہد لے لیا۔ ابوبکرؓ پہلے ان کو خرچ دیا کرتے تھے اور بعد میں غرباء اور مساکین کو دیتے تھے۔

جنازہ فاطمۃ الزہراؓ

شیعہ کہتے ہیں کہ حضرت فاطمۃ الزہراؓ کا جنازہ حضرت ابوبکرؓ نے نہیں پڑھا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ رضامندی نہ ہوئی تھی۔ یہ لوگ اس کے متعلق بخاری کی ایک حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کی وفات کی اطلاع نہ دی تھی۔ یہ تمام پر محض غلط ہے جب کتب فریقین سے رضامندی کا ہونا ثابت تو جنازہ نہ پڑھنے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔ بخاری کی حدیث سے شیعہ کا استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت علیؓ کی اطلاع نہ دینے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ خاتون جنت کی وفات کی حضرت ابوبکرؓ کو اطلاع نہ ہوئی ہو۔ جب کسی کے گھر میت ہو جاتی ہے تو گھر والوں کا یہ فرض نہیں ہے کہ ہر شخص کو اس کی اطلاع دیتے رہتے ہیں بلکہ ایسے واقعہ سے شہر کا ہر باشندہ واقف ہوتا ہے۔ یہ کب ممکن ہے کہ بنت رسولؐ والدہ حسنینؓ کی وفات ہو اور خلیفۃ المسلمین اس سے بے خبر رہیں بالخصوص جبکہ کتب میں ہے حضرت علیؓ اور اسماء بنت عمیسؓ نے حضرت فاطمہؓ کو غسل دیا۔

اسماء بنت عمیس، حضرت ابوبکرؓ کی زوجہ تھیں۔ پھر کیسے ہو سکتا ہے کہ بیوی میت کو غسل دے رہی ہو اور شوہر کو وفات ہی کی خبر نہ ہو۔ یہ سب باتیں لوگوں کی افترا ہیں۔

یہ تو درست ہے کہ جناب سیدہ نے حضرت علی مرتضیٰؓ کو وصیت فرمائی تھی کہ ان کا جنازہ رات کو اٹھایا جائے تاکہ ستر میں فرق نہ آئے اور اسی وصیت کی بنا پر جنازہ رات کو اٹھایا گیا اور آپ کو جنت البقیع میں سپرد خاک کیا گیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے ہی جنازہ پڑھا۔ جیسا کہ طبقات ابن سعد جزو ہشتم ص۱۹ میں ہے: اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا قَیْسُ بْنُ رَبِیْعٍ عَنْ مُجَالِدٍ عَنِ الشَّعْبِیِّ قَالَ صَلّٰی عَلَیْہَا اَبُوْبَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَعَنْہَا۔ اَخْبَرَنَا شَبَابَۃُ بْنُ سَوَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰی ابْنُ اَبِی الْمُسَاوِرِ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاہِیْمَ قَالَ صَلّٰی اَبُوْبَکْرِنِ الصِّدِّیْقُ عَلٰی فَاطِمَۃَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَکَبَّرَ عَلَیْہَا اَرْبَعًا۔

ترجمہ: یعنی فاطمہ بنت رسولؐ کی نماز جنازہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے پڑھائی اور چار تکبیریں کہیں۔

اب ہم فدک کے متعلق مکمل بحث کر چکے۔ ہر ایک ذی بصیرت شخص سمجھ سکتا ہے کہ رسولؐ کا قبضہ فدک پر تو لیا نہ تھا۔ آپ صرف امین تھے اور بطور خازن فدک کی آمدنی جمع کر کے اپنے اہل بیت کو سالانہ قوت دے کر باقی غربا اور مساکین اور امت پر خرچ کر دیا کرتے تھے۔ ظاہر ہے احقاق حق ظاہر ہونے کے لیے مختصر رسالہ اس مبحث میں لکھا ہے[1] ذیل میں چند کلمات اس رسالہ سے درج کر کے اس بحث کو ختم کیا جاتا ہے۔ وباللہ التوفیق۔

معقولی بحث

اب ہم نقلی بحث کو چھوڑ کر اس معاملہ میں عقلی بحث کرتے ہیں کہ کیا رسولؐ خدا

---

[1] [illegible] حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی دار العلوم دیوبند قدس سرہ نے ایک مستقل کتاب ہدیۃ الشیعہ تصنیف فرمائی ہے جس میں حضرت قاسم العلوم کے قلم معجز رقم سے عجیب و غریب معارف و حقائق ظاہر ہوئے۔ اہل علم و بصیرت حضرات کے لیے بہت مفید ہے۔ احقر مظہر حسین غفرلہ

نے فدک سچ مچ حضرت زہرا رض کو ہبہ کر دیا تھا لیکن کیا یہ ممکن تھا کہ اتنی بڑی جاگیر جس کی
آمدنی (بقول شیعہ) ایک لاکھ چالیس ہزار روپیہ سالانہ بیان کی جاتی ہے۔ پیغمبر خدا
نے حضرت فاطمہ رض کے سپرد کر دی ہو اور مسلمانوں کی ضروریات کا کچھ بھی لحاظ نہ کیا۔ یہ
اسوۂ حسنہ رسول سے توقع کی جا سکتی ہے کہ مسلمان تو روٹی کے محتاج رہیں گھر دن
سے سمجھی ہوئی اصحاب صفہ کا لقب پائیں۔ کفار کے حملوں سے ایک لحظہ بھی چین نہ پڑے
بلکہ خود رسول ص کا یہ حال ہو کہ صبح کے طعام کے بعد نان شبینہ کے لیے توکل پر سہارا ہو
امہات المومنین مسکینی میں بسر کر رہی ہوں۔ تو مسلم ذاتوں سے بیٹی کی توقع کریں اور
رحمۃ للعالمین جو کسی مسلمان کی ذرہ بھر تکلیف سے بھی بے چین ہو جاتے تھے۔ یہ سب
کچھ ٹھنڈے دل سے برداشت کرتے رہیں اور اتنی بڑی جاگیر سے نہ تو خود اور نہ کسی اور
مسلمان کو متمتع ہونے دیں۔ بلکہ اسے اپنی اولاد کے عیش و آرام کے لیے مخصوص کر دیں
کیا یہ رسول برحق کے لیے جو فقیروں کے لیے ملجا، غرباء کا سہارا، غلاموں کا مولیٰ، یتیموں
کا والی اور اخلاق حمیدہ کا مجسمہ تھا۔ یہ تمام باتیں محالات و غیر ممکنات سے نہ تھیں۔ کیا وہ
ایک مت سے اس قدر مستغنی مزاج ہو گیا تھا کہ ان کے رکھ رکھاؤ سے کوئی تعلق ہی
نہ تھا بلکہ جو کچھ کرتا تھا وہ محض نفع ذاتی اور اپنی اولاد کے لیے کرتا تھا۔ کیا احسان کا بھی پاس
تھا کہ وہ مہاجرین جنہوں نے فی سبیل اللہ اپنے گھروں اور مالوں کو راہ خدا میں ترک کیا۔ ہجرت
کی مصائب برداشت کیے اور خوشی سے فقر و فاقہ قبول کر کے اسلام کے لیے شمشیر بکف
رہے۔ ان میں کو کبھی [illegible] رسول کریم نے اپنی صاحبزادی کے سوا کسی
پر ترجیح دی۔ کیا اس [illegible] نے جس کی خیال میں [illegible] درجہ کی وسعت [illegible]
تھی۔ [illegible] ہمدردی کا دعویدار تھا۔ یہ امید کی جا سکتی ہے
کہ ان تمام اغراض و مقاصد سے جو آپ کے پیش نظر ہوں اغماض کو کام میں لا کر اور
[illegible] سے تجاوز کر کے [illegible] مستوق [illegible] کر دے۔ کیا ممکن ہو سکتا ہے؟

کہ اس زمانہ کے مسلمان اس قدر سادہ لوح تھے کہ باوجود اس صریح بے انصافی کے جو ان
کے حق میں روا رکھی گئی ہے، ذرہ بھی متاثر نہ ہوتے ہوں۔ کیا دشمنانِ اسلام ان حالات
کی موجودگی میں بیانگ دہل اس امر کا اعلان نہ کریں گے کہ وہ نبی جس کا مذہب خود غرضی
اور نفس پروری کا ذریعہ اور ایثار و اخلاقِ مکارم کی تکمیل کا ذریعہ بنا نعوذ باللہ میدانِ
عمل میں اس کے خلاف کرے، کیا ہم حضرت امیرؓ یا خاتونِ جنتؓ کے اخلاق و اسوۂ حسنہ
سے یہ امید کر سکتے ہیں کہ ان کے باپ کی پیاری امت تو اس رنج و صعوبت میں گرفتار ہو اور
وہ آتی بڑی صاحب جاگیر ہو کر ذرہ بھر بھی امداد نہ کریں؟

ساتواں طعن

حضرت ابوبکرؓ کا قول ہے:۔ لَسْتُ بِخَيْرِكُمْ وَعَلِيٌّ فِيكُمْ أَقِيلُونِي
أَقِيلُونِي (میں تمہارے لئے بہتر نہیں ہوں جبکہ علیؓ تم میں موجود ہیں مجھے واپس کر دو
واپس کر دو) اس سے فضیلت حضرت علیؓ حضرت ابوبکرؓ پر ثابت ہوتی ہے۔ اور
افضل کی موجودگی میں مفضول خلیفہ نہیں ہو سکتا۔

جواب:۔ اول تو یہ کہ یہ صرف شیعہ کی گھڑت ہے۔ اہل سنت کی کسی مستند کتاب
میں اس کا وجود نہیں ہے اگر اہل سنت کی کسی کتاب میں یہ قول ابوبکرؓ کا درج ہوتا تو ہم
پر جوابدہی فرض ہوتی وَاِذْ لَيْسَ فَلَيْسَ ثانیاً صحابہ کرامؓ کے اس قسم کے اقوال ان کی
کمال بے نفسی اور زہد و تقویٰ کی وجہ سے ہوا کرتے تھے جیسا کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میرا
وزیر ہونا میرے امیر ہونے سے تمہارے حق میں بہتر ہے۔ وہ اپنے نفس پر دوسروں کو ترجیح
دیا کرتے تھے أَنَا وَلَا غَيْرِي کا دم بھرنا دنیا داران مغرور النفس کا خاصہ ہوتا ہے۔ اس
سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے دل میں طمع خلافت و حکومت ہرگز نہ تھی۔ یہ بار گراں اہل
حل و عقد نے بالاجماع ان کی گردن پر رکھ دیا اور انہوں نے باحسن وجوہ اس کو انجام
دیا۔ غرض اس قول سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت علیؓ کو حضرت ابوبکرؓ پر فضیلت
تھی یا آپ خلافت کے نااہل تھے۔ ایسے متواضعانہ کلمات کہنے والے کی عظمت شان

دلالت کرتے ہیں ؎

تواضع کند ہوشمند ے گزیں ۔۔۔ نہد شاخ پُر میوہ سربر زمین

تکبر و غرور شیطانی اوصاف ہیں۔ بزرگانِ خدا باوجود کمال و جمال خود کو سب سے کمتر سمجھتے ہیں۔ تکبر و نخوت نے ہی شیطان کا بیڑہ غرق کیا اور تواضع اور منکسر امزاجی سے آدمؑ مقبولِ بارگاہ ایزدی ہوئے۔ ؎

راندہ شد ابلیس از مستکبری ۔۔۔ گشت مقبل آدم از مستغفری

آٹھواں طعن

متقدمین شیعہ کسی قدر شرم و حیا سے بھی کام لیتے تھے لیکن آج کل کے شیعہ

بے حیا باش ہرچہ خواہی کن!

کے مصداق ہو کر ایسی بے تکی ؎ "عربی نہ فارسی نہ ترکی۔ نہ تال کی نہ سُر کی" ہانک دیا کرتے ہیں۔ اس لئے ہم اصل حقیقت کو بے نقاب کرنا ضروری سمجھتے ہیں تاکہ ناظرین کو معلوم ہو کہ معترض اس طعن میں کہاں تک حق بجانب ہے۔ ترمذی میں ایک حدیث یوں لکھی ہے۔

عَنْ حَنْظَلَةَ الْاُسَيْدِیِّ وَكَانَ مِنْ كُتَّابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ مَرَّ بِاَبِیْ بَكْرٍ وَّهُوَ يَبْكِیْ فَقَالَ مَا لَكَ يَا حَنْظَلَةُ قَالَ نَافَقَ حَنْظَلَةُ يَا اَبَا بَكْرٍ نَكُوْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُذَكِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّةِ كَاَنَّا رَأْیُ عَيْنٍ فَاِذَا رَجَعْنَا عَافَسْنَا الْاَزْوَاجَ وَالضَّيْعَةَ وَنَسِيْنَا كَثِيْرًا قَالَ فَوَاللّٰهِ اِنَّا لَكَذٰلِكَ فَانْطَلَقْنَا فَلَمَّا رَاٰهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا لَكَ يَا حَنْظَلَةُ قَالَ نَافَقَ حَنْظَلَةُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ نَكُوْنُ عِنْدَكَ تُذَكِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّةِ

كَأَنَّا رَأْيُ عَيْنٍ فَإِذَا رَجَعْنَا عَافَسْنَا الْأَزْوَاجَ وَالضَّيْعَةَ وَنَسِينَا كَثِيرًا قَالَ
فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ تَدُومُونَ عَلَى الْحَالِ الَّتِي
تَقُومُونَ بِهَا مِنْ عِنْدِي لَصَافَحَتْكُمُ الْمَلَائِكَةُ فِي مَجَالِسِكُمْ وَعَلَى فُرُشِكُمْ
وَفِي طُرُقِكُمْ وَلٰكِنْ يَا حَنْظَلَةُ سَاعَةً وَسَاعَةً" (ترجما مع ترمذی ص ۳۲)

ترجمہ: حنظلہ اسدی سے مروی ہے جو حضور علیہ السلام کے کاتبوں میں سے تھے کہ وہ ابوبکرؓ کے پاس سے گزرا جب کہ وہ رو رہا تھا۔ ابوبکرؓ نے پوچھا۔ تجھے کیا ہوا۔ کہا حنظلہ منافق ہو گیا ہے۔ اے ابوبکرؓ ہم رسول خدا کے پاس ہوتے ہیں۔ جب کہ آپ ہمیں دوزخ و بہشت کی یاد دلاتے ہیں۔ گویا ہم دوزخ و جنت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ پھر جب گھروں میں آتے ہیں عورتوں اور کام کاج کے شغل میں ہو جاتے ہیں اور بہت کچھ بھول جاتے ہیں۔ ابوبکرؓ نے کہا۔ بخدا میرا بھی یہی حال ہے۔ چل رسول اللہ کے پاس چلیں ہم دونوں رسولؐ کے پاس گئے۔ آپؐ نے دریافت کیا حنظلہ کیا بات ہے۔ میں نے کہا حضور حنظلہ منافق ہو گیا ہے۔ ہم آپ کے پاس ہوتے ہیں آپ ہمیں دوزخ و بہشت کی یاد دلاتے ہیں۔ گویا ہم آنکھوں سے مشاہدہ کر لیتے ہیں۔ پھر جب ہم گھر جاتے ہیں۔ بال بچوں اور کام کاج میں مصروف ہو کر بہت کچھ بھول جاتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا۔ اگر تم اسی حال پر رہو جو میرے پاس تمہاری حالت ہوتی ہے تو فرشتے تم سے تمہاری مجلسوں میں آکر بلکہ تمہارے بستروں پر اور راستوں میں مصافحہ کریں لیکن اے حنظلہؓ ساعت بساعت حالات بدلتے رہتے ہیں۔

نادان معترض نے اس حدیث سے ٹھوکر کھا کر یہ طعن پیدا کیا ہے حالانکہ اس قسم کی حالت ان کی مستند کتابوں میں بھی پائی جاتی ہیں جیسا کہ آگے بھی بیان ہوگا۔

اب اہل انصاف غور کریں کہ اس واقعہ سے حنظلہؓ اور حضرت ابوبکرؓ کے نفاق کا ثبوت ملتا ہے یا ان کا کمال ایمان اور خوف و خشیت الٰہی ثابت ہوتی ہے کہ باوجود ان فیوض و برکات کے لوٹنے کے جو حضور علیہ السلام کی پاک صحبت سے انہیں میسر تھے۔ خوف خدا کی یہ حالت تھی کہ صرف اس بات پر وہ کانپ رہے تھے کہ جب حضور انور کی مجلس سے اٹھ کر اپنے گھروں میں آتے ہیں تو دنیا کے کام دھندوں میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ ڈر رہے تھے کہ اس

کا مواخذہ نہ ہو۔

اب شیعہ سوچیں کہ کیا تمہارے بڑے بڑے لمبے القاب وخطاب والے مجتہد بھی یہی خشیت الٰہی دل میں رکھتے ہیں۔ حاشا وکلا۔ زور سے پلاؤ کھا کر رات بے غفلت میں پڑے رہتے ہیں۔ دن ہے تو مریدوں میں بیٹھے حقہ اڑاتے رہتے ہیں ؎

نہ آداب قرآں نہ داب صلاح　　　دھواں یکطرف ہیں ریاح

بھلا ہم تو دعا کرتے ہیں کہ ایسا اتفاق ہم کو بھی نصیب ہوئے

ایں سعادت بزور بازو نیست　　　تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

کاش جاہل معترض کو کتب دین پر عبور ہوتا تو بے ہودہ اعتراض کرنے کی جرأت نہ کرتا۔ اسی مضمون کی حدیث اصول کافی میں بھی موجود ہیں۔ چنانچہ ص ۵۲۳ میں ہے۔

دَخَلَ عَلٰی اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ حُمْرَانُ بْنُ اَعْیَنَ فَلَمَّا هَمَّ حُمْرَانُ بِالْقِیَامِ قَالَ لِاَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ اُخْبِرُكَ اَطَالَ اللّٰهُ بَقَاءَكَ لَنَا وَاَمْتَعَنَا بِكَ اِنَّا نَاْتِیْكَ فَمَا نَخْرُجُ مِنْ عِنْدِكَ حَتّٰی تَرِقَّ قُلُوْبُنَا وَتَسْلُوْ اَنْفُسُنَا عَنِ الدُّنْیَا وَیَهُوْنُ عَلَیْنَا مَا فِیْ اَیْدِی النَّاسِ مِنْ هٰذِهِ الْاَمْوَالِ ثُمَّ نَخْرُجُ مِنْ عِنْدِكَ فَاِذَا صِرْنَا مَعَ النَّاسِ وَالتُّجَّارِ اَحْبَبْنَا الدُّنْیَا قَالَ فَقَالَ اَبُوْ جَعْفَرٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ اِنَّمَا هِیَ الْقُلُوْبُ مَرَّةً تَصْعُبُ وَمَرَّةً تَسْهُلُ ثُمَّ قَالَ اَبُوْ جَعْفَرٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ اَمَا اِنَّ اَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ نَخَافُ عَلَیْنَا النِّفَاقَ قَالَ فَقَالَ وَلِمَ تَخَافُوْنَ ذٰلِكَ قَالُوْا اِذَا كُنَّا عِنْدَكَ فَذَكَّرْتَنَا وَرَغَّبْتَنَا وَجِلْنَا وَنَسِیْنَا الدُّنْیَا وَزَهِدْنَا حَتّٰی كَاَنَّا نُعَایِنُ الْاٰخِرَةَ وَالْجَنَّةَ وَالنَّارَ وَنَحْنُ عِنْدَكَ فَاِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِكَ وَدَخَلْنَا هٰذِهِ الْبُیُوْتَ وَشَمَمْنَا الْاَوْلَادَ وَرَاَیْنَا الْعِیَالَ وَالْاَهْلَ یَكَادُ اَنْ نُحَوَّلَ عَنِ الْحَالَةِ الَّتِیْ كُنَّا عَلَیْهَا عِنْدَكَ وَحَتّٰی كَاَنَّا لَمْ نَكُنْ عَلٰی شَیْءٍ اَفَتَخَافُ عَلَیْنَا اَنْ یَكُوْنَ ذٰلِكَ نِفَاقًا فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَلَّا اِنَّ هٰذِهٖ خُطُوَاتُ الشَّیْطَانِ

فِيهِ عِنْدَكُمْ فِي الدُّنْيَا وَاللهِ وَلَوْ تَدُومُونَ عَلَى الْحَالَةِ وَصَفَّقْتُمْ
أَنْفُسَكُمْ بِهَا لَصَافَحَتْكُمُ الْمَلٰئِكَةُ وَمَشَيْتُمْ عَلَى الْمَاءِ

ترجمہ:- حمران بن اعین، امام محمد باقرؑ کے گھر گیا۔ جب اٹھنے لگا تو کہا کہ اے امام خدا آپ
کی عمر دراز کرے اور ہمیں آپ کی ذات سے نفع بخشے۔ ہم آپ کے پاس آتے ہیں تو آپ کی
خدمت میں بیٹھتے وقت ہمارے دل بڑے نرم ہوتے ہیں اور دلوں کو دنیا سے قطع
تعلق ہو جاتا ہے اور مال و متاع دنیا کو ہم حقیر سمجھتے ہیں۔ جب آپ کے پاس سے نکل کر لوگوں
اور بیوپاریوں سے ملتے ہیں پھر ہمیں مال دنیا سے محبت ہو جاتی ہے۔ امام باقرؑ نے فرمایا دل
کبھی سخت ہو جاتے ہیں اور کبھی نرم پھر کہا۔ اصحاب رسولؐ کہنے لگے یا رسول اللہ ہمیں اپنے منافق
ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ آپ نے فرمایا کیوں۔ صحابہ نے کہا جب آپ کی خدمت میں ہوتے ہیں۔ اور
آپ ہمیں پند و نصیحت کرتے اور ترغیب و ترہیب کرتے۔ ہم ڈر جاتے ہیں، اور دنیا بھول
جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ اپنی آنکھوں سے آخرت اور بہشت اور دوزخ کو دیکھ لیتے ہیں۔ پھر
جب آپ سے اٹھ کر نکلتے ہیں اور گھروں میں داخل ہوتے ہیں، اور اولاد کو پیار کرتے ہیں اور
اہل و عیال کو دیکھتے ہیں تو یہ حالت ہو جاتی ہے کہ گویا ہماری وہ حالت جو آپ کے حضور
میں ہوتی ہے، تبدیل ہونے لگ گئی۔ آپ ہم پر نفاق کا اندیشہ کرتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا
ہرگز نہیں۔ یہ شیطانی وسوسے ہیں جو تمہیں دنیا کی رغبت دیتے ہیں۔ بخدا اگر تم اس حالت پر
رہو جو تم نے ذکر کیا ہے تو البتہ فرشتے تم سے مصافحہ کریں۔ اور تم پانی پر چلنے لگو۔

دوسری حدیث کتاب مذکور کے صفحہ ۴۲۵ میں ہے۔

عَنْ حُمْرَانَ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ إِنَّ رَجُلًا أَتَى
رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّنِي نَافَقْتُ فَقَالَ
وَاللهِ مَا نَافَقْتَ وَلَوْ نَافَقْتَ مَا أَتَيْتَنِي تُعْلِمُنِي مَا الَّذِي رَابَكَ أَظُنُّ الْعَدُوَّ
الْحَاضِرَ أَتَاكَ فَقَالَ لَكَ مَنْ خَلَقَكَ فَقُلْتَ اللهُ خَلَقَنِي فَقَالَ مَنْ
خَلَقَ اللهَ فَقَالَ أَيْ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَكَانَ كَذَا فَقَالَ إِنَّ الشَّيْطَانَ
أَتَاكُمْ مِنْ قِبَلِ الْأَعْمَالِ فَلَمْ يَقْدِرْ عَلَيْكُمْ فَأَتَاكُمْ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ لِكَيْ

يَتَّزِلَكُمْ فَاِذَا كَانَ كَذَالِكَ فَلْيَذْكُرْ اَحَدُكُمُ اللّٰهَ وَحْدَهٗ

حمران روایت کرتا ہے امام باقرؑ سے۔ ایک شخص آنحضرتؐ کی خدمت میں آیا اور کہا حضور میں نے نفاق کیا ہے؟ آپ نے فرمایا، خدا کی قسم تو نے نفاق نہیں کیا اور اگر تو نفاق کرتا تو میرے پاس نہ آتا۔ پھر فرمایا تجھ کو کس چیز نے شک میں ڈالا ہے میں گمان کرتا ہوں کہ شیطان تیرے پاس آیا ہے اور تجھے کہا ہے کہ کس نے تجھے پیدا کیا ہے اور تو نے کہا کہ خدا نے پھر کہا خدا کو کس نے پیدا کیا ہے وہ شخص کہنے لگا۔
بخدا حضور یہی بات ہے آپ نے فرمایا، شیطان نے عمل کے بارے میں تمہیں گمراہ کرنا چاہا تو اس بات پر قادر نہیں ہو سکا۔ پھر اس نے یہ طریق اختیار کیا ہے تاکہ تمہیں لغزش دے جب ایسا ہو تو تم خدائے وحدہٗ کا ذکر کیا کرو تاکہ شیطان رفع ہو جائے۔

ان دو احادیث نے جو شیعہ کی مستند کتاب اصول کافی سے بروایت ائمہ اہل بیت مذکور ہیں، حدیث حنظلہؓ کی تشریح کر دی ہے، جس کا مضمون بعینہٖ وہی ہے بلکہ اس سے بھی کچھ زائد ہے کہ اصحابؓ کمال خوف الٰہی سے ذرہ ذرہ باتوں سے کانپ جاتے تھے اور آنحضرتؐ کے حضور میں حاضر ہو کر استغفار کیا کرتے تھے۔ کہ ایسے وسوسوں سے ہماری ایمانی حالت میں کچھ خلل تو نہیں آ جاتا۔ حضورؐ ان کی تشفی فرمایا کرتے تھے کہ خدا کی قسم تمہاری ایمانی حالت میں ان باتوں سے تغیر نہیں ہوتا۔ اور جن کے ایمان میں کچھ خلل ہو ان کو ہماری مجلس میں آنے اور استغفار کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔ یہ معمولی شیطان کی حرکات ہیں جو ایک ڈاکو چور کی طرح تمہارے خزانے ایمان کو غارت کرنا چاہتا ہے عمل کی وجہ سے تو تم پر اس کا کوئی بس نہیں چلتا کہ تمہیں پھسلا سکے ناچار دلوں میں وسوسہ ڈالنے کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ لیکن ایسی خفیف حرکات سے اس کو کس طرح کامیابی ہو سکتی ہے تم جو لوگ راسخ الایمان صالح الاعمال ہو اور یہی تمہارے کامل ایمان کی علامت ہے کہ شیطان کے ایسے حملوں کے وقت تم حصن حصین دربار رسالت کی پناہ لینے کے لئے آئے ہو امید ہے کہ معترض کی کسی قدر تشفی ہو گئی ہوگی۔ ہاں ہم یہ بھی لکھ دیں کہ صحابہؓ کی شان خدا کا یہ خاصہ ہے کہ باوجود عدم صدور ذنب کے وہ خود کو گنہگار کہتے ہیں۔ اصول کافی صفحہ ۲۱۱ میں ایک حدیث ہے کہ وَاللّٰهِ مَا يَنْجُوْ مِنَ الذَّنْبِ اِلَّا مَنْ اَقَرَّ بِهٖ (بخدا گناہ

ہے۔ وہ شخص نجات پاتا ہے جو گناہ کا اقراری ہو۔ دیکھو حضرت یوسف علیہ السلام جو
پیغمبر معصوم کہے گئے ہیں۔ وَمَا أُبَرِّئُ نَفْسِي إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ
میں اپنے نفس کو بری نہیں سمجھتا۔ کیونکہ نفس بدی کی رغبت دلاتا ہے۔ کیا معترض بد
سے یہ استدلال کرے گا کہ حضرت یوسف علیہ السلام معاذ اللہ گناہ سے مبرا نہ تھے بلکہ نفس
کے تابع حکم تھے ایسا خیال کرنا ایک نبی کی نسبت کفر ہے۔

ہاں یہ بات ٹھیک ہے کہ تم اماموں کو تو تم معصوم مانتے ہو۔ لیکن اصول کافی صفحہ ۲۰۶ میں
ایک حدیث ہے۔

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعِينَ مَرَّةً ۔ امام جعفر
صادق کا قول ہے کہ آنحضرت دن میں ستر دفعہ اللہ عزوجل سے طلب مغفرت کرتے تھے۔ کیا
اس سے یہ قیاس ہو سکتا ہے کہ نعوذ باللہ آپ گنہگار تھے۔ کہ طلب مغفرت فرماتے
تھے۔ پھر جناب امیر جن کو شیعہ معصوم سمجھتے ہیں اپنی خطاؤں کو ذیل میں اقرار فرما کر طلب
مغفرت کرتے ہیں ؎

ذُنُوبِي بَلَائِي فَمَا حِيلَتِي ۔ إِذَا كُنْتُ فِي لَحْدٍ حَمَّالَهَا
أَتَيْتُكَ يَا رَبِّ فَارْحَمْ بُكَائِي ۔ رَجَائِي مِنْكَ أَكْثَرُ خَطَائِي
يَظُنُّ النَّاسُ بِي خَيْرًا وَإِنِّي ۔ لَشَرُّ النَّاسِ إِنْ لَمْ تَعْفُ عَنِّي

ترجمہ:۔ میرے گناہ میرے لئے مصیبت ہیں۔ اور میرا چارہ کیا ہوگا جب کہ قیامت
میں ان کا بوجھ میرے سر پر ہوگا۔ میں تیرے حضور میں روتا آیا ہوں۔ میری گریہ زاری
پر رحم کیجیو۔ تیرے بخشش کی امید میری خطا سے بڑھ کر ہے۔ لوگ مجھے اچھا سمجھتے ہیں اور
میں سب سے برا ہوں۔ اگر تو مجھے معاف نہ کرے۔

اب بتلائیے کیا شیعہ سے ایک نوجوان یہ استدلال کر سکتا ہے کہ ان کی اس منقولہ
زندگی تیسرے مذہب پر دریغ سے مذہب حضرت علی مرتضیٰ پر پڑتی ہے۔ ذرا ہوش
کیجئے ؎

اے چشم اشکبار! ذرا دیکھ تو سہی — یہ گھر جو بہہ رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

بات یہ ہے کہ محبوبانِ حضور رب کبریا اپنی عبادات کو بھی بمقابلہ نعمت ہائے غیر متناہی کے جو وہب العطایا سے انہیں حاصل ہیں، گناہ سمجھ کر ہر وقت باعتراف قصور اس کی بارگاہ سے طلب مغفرت کیا کرتے ہیں۔ جیسا کہ ملا باقر مجلسی نے حیات القلوب صفحہ ۵۴ میں اس مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے۔

حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَيِّئَاتُ الْمُقَرَّبِيْنَ (نیک لوگوں کی نیکیاں مقربین کی بدیاں تصور ہوں گی)۔

اب اس طعن کا ہر طرح سے دفعیہ ہو چکا ہے۔ یہ مطاعن حضرت صدیق اکبرؓ کے متعلق تھے۔ اب وہ مطاعن لکھے جاتے ہیں جو شیعہ صاحبان اپنی جہالت سے فاروق اعظم کی نسبت کیا کرتے ہیں۔

نواں طعن (حدیث قرطاس)

بخاری کی حدیث ہے۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَوْمَ الْخَمِيْسِ وَمَا يَوْمُ الْخَمِيْسِ اشْتَدَّ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعُهُ فَقَالَ ائْتُوْنِيْ اَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدَهُ اَبَدًا فَتَنَازَعُوْا وَلَا يَنْبَغِيْ عِنْدَ نَبِيٍّ تَنَازُعٌ فَقَالُوْا مَا شَاْنُهُ اَهَجَرَ اسْتَفْهِمُوْهُ فَذَهَبُوْا يَرُدُّوْنَ عَنْهُ فَقَالَ دَعُوْنِيْ فَالَّذِيْ اَنَا فِيْهِ خَيْرٌ مِمَّا تَدْعُوْنِيْ اِلَيْهِ وَاَوْصَاهُمْ بِثَلَاثٍ قَالَ اَخْرِجُوا الْمُشْرِكِيْنَ مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ وَاَجِيْزُوا الْوَفْدَ بِنَحْوِ مَا كُنْتُ اُجِيْزُهُمْ وَسَكَتَ عَنِ الثَّالِثَةِ اَوْ قَالَ فَنَسِيْتُهَا۔

ابن عباس نے کہا جمعرات کا دن، اور وہ کیا دن تھا کہ اس میں آنحضرت ﷺ کو درد کی شدت تھی۔ پس فرمایا لاؤ میرے پاس تمہیں ایک تحریر لکھ دوں کہ تم کبھی اس کے بعد گمراہ نہ ہو سکو۔ حاضرین آپس میں جھگڑنے لگے اور کہنے لگے آپ کا کیا حال ہے کیا آپ

ہجرت (دنیا سے) کرنے کو ہیں۔ آپ سے دریافت کرو۔ ان لوگوں نے آپ سے
سوالات شروع کئے۔ پھر آپ نے فرمایا مجھے چھوڑ دو کیونکہ جس حالت میں میں ہوں اس
سے بہتر ہے جس کی طرف تم مجھے بلا رہے ہو۔ پھر آپ نے تین وصیتیں کیں (۱) یہ کہ کفار
مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکال دو (۲) یہ کہ وفدوں کو میری طرح عطیے دیتے رہنا تیسری
سے ابن عباسؓ نے سکوت فرمایا کہا اسے بھول گیا۔"

توضیح

بخاری میں یہ حدیث باختلاف الفاظ متعدد جگہ مذکور ہے کسی جگہ ہے ایتونی
بالکتف واللوح والدواۃ (میرے پاس شانہ اور دوات یا تختی اور دوات
لاؤ) فقال بعضھم ان رسول اللہ غلبہ الوجع وعندکم القرآن
حسبنا کتاب اللہ (بعض نے کہا حضورؐ کو اس وقت تکلیف ہے اور تمہارے پاس
قرآن موجود ہے اور ہمیں کتاب اللہ کافی ہے) ایک جگہ ہے۔ فقال عمر ان رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد غلبہ الوجع وعندکم القرآن حسبنا
کتاب اللہ فاختلف اھل البیت فاختصموا منھم من یقول قربوا
یکتب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتابا لن تضلوا بعدہ ومنھم من
یقول ما قال عمر فلما اکثروا اللغو والاختلاف عند رسول اللہ قال
رسول اللہ قوموا قال عبید اللہ فکان ابن عباس یقول ان الرزیۃ ما حال بین رسول اللہ
وبین ان یکتب لھم ذالک الکتاب من اختلافھم ولغطھم۔

ترجمہ: عمرؓ نے کہا حضورؐ کو اس وقت تکلیف ہے۔ اور تمہارے پاس قرآن ہے
کتاب اللہ ہمیں کافی ہے۔ بس گھر والوں نے اختلاف شروع کر دیا۔ بعض کہتے تھے کہ حضورؐ
کو کاغذ دو ایسی تحریر لکھ دیں کہ اس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ بعض وہ بات کہتے تھے
جو عمرؓ کہتے تھے۔ جب شور و غل بڑھ گیا تو حضورؐ نے فرمایا چلے جاؤ۔ عبد اللہ کہتے ہیں
مصیبت بڑی مصیبت تھی جو حضورؐ اور لوگوں میں تحریر کے متعلق رکاوٹ پڑ گئی کیونکہ

شور و غل زیادہ ہو گیا تھا۔

خلاصہ طعن شیعہ

اس حدیث کے متعلق شیعہ صاحبان حضرت عمرؓ پر حسب ذیل طعن کرتے ہیں۔

(۱) عمرؓ نے قول آنحضرتؐ کو رد کیا۔ حالانکہ آپ کا قول بحکم آیت مَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی الخ سراسر وحی تھا اور رد وحی کفر تھا۔

(۲) عمرؓ نے قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہذیان سے تعبیر کیا۔ یہ کمال گستاخی و بے ادبی ہے۔

(۳) عمرؓ نے رسول اللہ علیہ وسلم کے حضورؐ میں رفع صوت کیا جو بحکم آیت لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَکُمْ الخ ممنوع تھا۔

(۴) وصیت میں رکاوٹ ڈال کر حق امت تلف کیا۔ وصیت لکھی جاتی تو امت کی بھلائی ہوتی۔

الجواب

اول۔ یہ حدیث جتنے طرق سے مروی ہے سب میں آخری راوی عبد اللہ بن عباسؓ ہیں۔ حالانکہ جس وقت کا واقعہ بیان کیا جاتا ہے اس وقت ان کی عمر تیرہ سال کی تھی کیونکہ آپ ہجرت سے تین سال پہلے یعنی ۶۱۹ء میں پیدا ہوئے اور ۶۸ھ مطابق ۶۸۸ء طائف میں فوت ہو گئے تھے۔ اور تیرہ سال کے نابالغ بچے کی اکیلی شہادت کب قابل ثبوت ہو سکتی ہے جب کہ حضور کی مرض الموت کے وقت تمام اصحاب اور اہل بیت رسولؐ کا موجود ہونا ضروری ہے نا ممکن ہے کہ ایسے نازک وقت میں یہ سب لوگ موجود نہ ہوں۔ پھر جب ان اکابر صحابہؓ نے جن میں حضرت علی المرتضیٰؓ بھی شامل ہیں کوئی بھی اس واقعہ کی روایت نہیں کرتا تو ایک نابالغ بچے کی شہادت کس طرح قابل سماعت ہو سکتی ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ ایسے موقع پر بڑے بڑے حضوری شخص پاس ہوا کرتے ہیں اور چھوٹے بچوں کو وہاں جگہ ملنی مشکل ہوتی ہے پھر جب درایت کے لحاظ سے یہ حدیث صرف عبداللہ بن عباسؓ سے

مردی ہونے کے باعث جو اس وقت بالغ بھی نہ تھے: قابل اعتبار ہے تو اس پر شیعہ صاحبان کے اس قدر ہوائی قلعے تعمیر کر کے حضرت عمرؓ جیسے جلیل الشان خلیفہ کے خلاف الزام قائم کرنا کیا وقعت رکھتا ہے۔

دوم:- الزام جو حضرت عمرؓ کے ذمہ عائد کئے جاتے ہیں الفاظ حدیث میں ان کا کوئی وجود نہیں ہے

سب سے بڑا الزام جو حضرت عمرؓ کے ذمے تھوپا جاتا ہے یہ ہے کہ انہوں نے قول آنحضرت کو ہذیان سے نسبت دی۔ لیکن حدیث سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ جس لفظ سے شیعہ صاحبان خوش فہمی سے ہذیان کا معنی لیتے ہیں، وہ اُہجُر ہے۔ لیکن حدیث میں یہ نہیں ہے کہ یہ لفظ حضرت عمرؓ نے کہا حدیث فقالوا مَاشَانُہٗ اَہَجَرَ اِستَفہِمُوہ لکھا ہے۔ یعنی حاضرین نے یہ لفظ کہا۔ پھر اس جمع کے صیغے کا فاعل واحد (عمرؓ) کو قرار دینا شیعہ حضرات کی بے علمی کی دلیل ہے ؎

اے ترک من مناز کہ ترکی تمام شد

نیز اُہجَر کا معنی ہذیان کرنا شیعوں کی ڈبل جہالت کی دلیل ہے۔ معنی عبارت یہ ہے کہ حضورؐ کا کیا حال ہے کیا آپ دنیا سے ہجرت فرمانے لگے ہیں؟ آپ سے دریافت تو کرو۔ اگر ہجرت کے معنی ہذیان کئے جائیں تو اِستَفہِمُوہ کا معنی صحیح نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جس شخص کی نسبت یہ گمان ہو کہ اس کے حواس مختل ہو گئے ہیں اور ہذیان (بہکی باتیں) کہہ رہا ہے تو کوئی پاگل بھی یہ نہیں کہے گا کہ اس سے پوچھو تو سہی کہ تمہارے اس کلام کا مفہوم کیا ہے۔ کیا مجنوں کو مجنوں یقین کرنے کے بعد بھی کوئی عقلمند کہہ سکتا ہے کہ بتلاؤ تو سہی تمہاری اس بڑ کا مطلب کیا ہے۔ غرض لفظ اِستَفہِمُوہ اس فہم کو سمجھانے کے لئے کافی ہے یہاں اہجر کا معنی وہ معنی نہیں جو شیعہ کرتے ہیں بلکہ اس کا معنی یہی ہے کہ کیا آپ کا یہ وقت دنیا سے ہجرت (رحلت) کا ہے کہ آپ ایسی شدت درد کی حالت میں لکھنے کی تکلیف برداشت فرمانا چاہتے ہیں کہ پھر یہ موقع نہیں مل سکتا۔ جب اس لفظ کا وہ معنی ہی نہیں ہے جو ہمارے شیعہ دوست سمجھ رہے ہیں تو پھر سارے ہوائی قلعے جو اس لفظ کی بنیاد پر تعمیر کئے جاتے ہیں۔ یکسر مسمار ہو جاتے ہیں۔

علاوہ ازیں اگر اہجر کا معنی بفرضِ محال ہذیان بھی کئے جائیں تو چونکہ لفظ "اہجر" میں
ہمزہ استفہام موجود ہے اور یہ استفہام انکاری ہوگا تو پھر بھی شیعوں کا مدعا پورا
نہیں ہو سکتا۔ مطلب قائل کا یہ ہے کہ جو کچھ حضورؐ فرما رہے ہیں یہ تو ظاہر ہے کہ آپ ہذیان
نہیں کہہ رہے ہیں۔ اس لئے آپ سے دریافت کرنا چاہیئے کہ اس تحریر سے حکم وحی کسی ضروری
مسئلہ کا بتلانا مقصود ہے یا بطور استحسان حضورؐ کچھ ارشاد فرمانا چاہتے ہیں جو زبانی بھی
ہو سکتا ہے یا مرض کے بعد بھی ہو سکتا ہے جب حضورؐ کو کچھ افاقہ ہو جائے۔

اور احادیث سے یہ ظاہر ہے کہ اس معاملہ میں حاضرین دو فریق میں منقسم ہو گئے تھے
بعض کہتے تھے کہ قلم دوات کاغذ حاضر کیا جائے۔ بعض قول عمرؓ سے اتفاق کر کے کہتے
کہ مسائل دین و دنیا کی تکمیل بذریعہ قرآن کریم ہو چکی ہے۔ کوئی امر باقی نہیں۔ اس لئے حضور
کو ایسے وقت تکلیف میں ڈالنا عشاق ذات احمدی گوارا نہیں کر سکتے۔ پھر ان دو فریق
میں ایک طرف حضرت علیؓ اور بنو ہاشم بھی ضرور ہونگے اور وہ الزامات جو بوجہ حضرت
عمرؓ کے ذمے لگاتے جاتے ہیں، ان کے ذمہ دار جناب امیرؓ اور جملہ بنو ہاشم بطریق اولیٰ
ہو گئے۔

اگر حضرت عمرؓ اور ان کے طرفداروں نے کاغذ قلم دوات حاضر نہ کر کے ارشاد
نبوی کی تعمیل نہ کی تو جناب امیر علیہ السلام کا فرض تھا کہ فوراً اشیاء مطلوبہ حاضر کر کے
تحریر لے لیتے۔

کیا وہ تحریر ضروری تھی؟

اب سوال یہ ہوتا ہے کہ جناب نے جس امر کیلئے کاغذ قلم دوات طلب فرمائے
تھے، وہ کوئی ضروری امر تھا۔ وہ وحی حق کے ذریعہ اس کا حکم تھا یا ویسے مصلحتاً حضورؐ وہ
لکھنا چاہتے تھے اور پھر وہ مصلحت ملتوی ہو گئی۔ بعض شیعہ کہتے ہیں کہ اس وقت جناب
حضرت علی المرتضیٰ کے متعلق [illegible] شیعہ کے سخت برخلاف

ہے کیونکہ اس سے شیعہ کے باقی تمام استدلالات پر پانی پھر جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ بروز خم غدیر حضور ﷺ نے خلافت علیؓ کا اعلان فرمایا نہ اور کوئی حدیث یا آیت اس وقت تک خلافت علیؓ پر نص تھی تب ہی تو آپ کو یہ فکر دامنگیر ہوئی کہ خلافت علیؓ کی وصیت لکھ دی جائے۔ شیعہ نے اپنا یہ خیال ظاہر کرکے کہ حضور خلافت کا فیصلہ کر دینا چاہتے تھے۔ باقی استدلالات کی خود تردید کر دی۔ اور وصیت تحریری نہیں ہوئی۔ شیعہ حضرات کو ناکامی کا سامنا ہوا ؎

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم
نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

علاوہ ازیں اگر تحریر ضروری اور بحکم وحی تھی۔ اور محض چند اشخاص کے خلاف رائے کے باعث حضور ﷺ اس ضروری حکم الٰہی کی تعمیل سے قاصر رہے تو آپ کے ذمہ الزام عائد ہوتا ہے کہ آپ نے فرض تبلیغ رسالت میں کوتاہی کی اور حضرت علیؓ اور دیگر اہل بیت کے ذمہ الزام ہے کہ انہوں نے چند اجنبی شخصوں کی مخالفت کی وجہ سے رسول پاک ﷺ کی مدد نہ کی۔ کہ وہ گھر کے لوگ ہو کر کاغذ قلم دوات حاضر نہ کر سکے اور اس بات کی شکایت حضور ﷺ کو بہ نسبت حضرت عمرؓ وغیرہ کے حضرت امیرؓ اور ان کے متعلقین پر زیادہ ہونی چاہیئے۔ ؎

مردم از دست غیر نالہ کنند　　سعدی از دست خویشتن فریاد

اور اس بات کا قطعی ثبوت کہ وہ تحریر کوئی ضروری امر نہ تھا یہ ہے کہ حضور ﷺ اس کے بعد چار روز تک زندہ رہے اور افاقہ بھی ہوتا رہا لیکن پھر نہ کاغذ قلم دوات طلب فرمایا نہ کوئی تحریر کی۔ دوسرا ثبوت اس کا حدیث میں موجود ہے کہ ان دو فریق سے حضور نے اس فریق کی رائے سے اتفاق فرمایا جو حضور ﷺ کو یہ تکلیف نہ دینا چاہتے تھے اور حضور فرماتے تھے کہ میرے پاس سے اٹھ جاؤ۔ مجھے بے حد تکلیف نہ دو۔

حاضرین نے آپ سے بار بار سوال شروع کئے۔ آپ نے فرمایا مجھے چھوڑ دو میں جس حال
میں ہوں۔ اس سے بہتر ہے۔ جس کی طرف تم مجھے مدعو کرتے ہو یعنی تم مجھے تحریر کرنے
کے لئے بار بار مجبور کرتے ہو۔ یہ مجھے پسند نہیں ہے، الفاظ حدیث شیعہ کے مدعا
کے سخت برخلاف ہیں جن سے بصراحت مفہوم ہوتا ہے کہ آپ کچھ تحریر کرانا چاہتے
تھے تو شیعہ اس حدیث سے کس طرح دلیل پکڑ سکتے ہیں کہ خلافت علیؓ کی ہی وصیت
لکھنا مقصود تھی۔ ممکن ہے کہ خلافت صدیقؓ کا لکھنا منظور ہو اور چونکہ بنو ہاشم کو حضور
کا رجحان معلوم ہوتا تھا۔ کہ امامت نماز پر بھی آخری وقت ابوبکر صدیقؓ کو ہی مامور کیا
گیا اس لئے کاغذ قلم دوات پیش کرنے سے اہل بیت نے ٹال کیا۔

حدیث میں اختلاف اور شور وغل کو اہل بیت کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ الفاظ
ذیل ملاحظہ ہوں۔ فَاخْتَلَفَ اَهْلُ الْبَيْتِ فَاخْتَصَمُوْا اہل بیت نے اختلاف
کیا اور جھگڑنے لگے، پھر تعجب ہے، اور تو سب جگہ اہل بیت سے حضرت علیؓ، فاطمہؓ،
حسنینؓ مراد لئے جاتے ہیں۔ لیکن یہاں اہل بیت سے حضرت عمرؓ اور ان کے طرفدار مراد
لئے کہ اختلاف اور جھگڑے کا انہی کو ذمہ دار قرار دیا جاتا ہے۔ یہ تعجب! غرض بات
مذکورہ کو حضرت عمرؓ کی طرف منسوب کرنا شیعہ کی سخت بے انصافی ہے۔ جب کہ حدیث میں
تَنَازَعُوْا اِخْتَصَمُوْا۔ قَالُوْا وغیرہ سب جمع کے صیغے استعمال ہوئے ہیں اور سب
تنازع و جھگڑا اور رفع الصوت، رد قول رسولؐ حق تلفی ذات میں جملہ حاضرین حجرہ بشمول علیؓ
العباس و بنو ہاشم وغیرہ بھی تھے۔ سب یکساں شریک ہیں۔ اگر قصور ہے تو سب کا نہیں
تو کسی کا بھی نہیں۔

حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰهِ

ہاں یہ قصور حضرت عمرؓ کا ہے کہ انہوں نے عشق و محبت رسولؐ کی وجہ سے
یہ رائے پیش کر دی کہ جب یہ مسلم امر ہے کہ دین کا کوئی ایسا امر نہیں ہے کہ قرآن
میں مذکور نہ ہو۔ اور خدا تعالیٰ نے بالصراحت فرما دیا ہے۔ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ

"آج تمہارا دین کامل مکمل ہو گیا ہے"، تو پھر حضورؐ اقدس کو ایسی نازک حالت شدت مرض میں تکلیف میں ڈالنا شیدایان ذات والا کو مناسب نہیں ہے۔ چنانچہ عمرؓ کی رائے زریں سے حضرت اکثر حاضرین نے بلکہ حضورؐ رسولؐ پاک نے بھی اتفاق فرمایا کہ تحریر کی صلاح ملتوی فرما دی۔ اور باوجودیکہ چار یوم تک حضورؐ زندہ رہے اور مرض سے افاقہ بھی ہوتا ہے۔ پھر بھی اس کا ارادہ نہیں فرمایا۔ کیا حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰہ کہنا جرم تھا۔ اگر یہ کوئی کبیرہ جرم ہے تو تمام مسلمان اس کے مرتکب ہیں۔ جو کتاب اللہ کو ایک کامل و مکمل کتاب ہدایت اور مسائل دین و دنیا کے لئے کافی و وافی سمجھتے ہیں۔ افسوس دشمن کی نگاہ میں ہنر بھی بڑا عیب ہے ؎

ہنر بچشم عداوت بزرگتر عیبے است

ردِّ قولِ رسولؐ

گرچہ ردِّ قول رسولؐ کی ذمہ داری زیادہ تر اہلبیت رسولؐ کے ذمے عائد ہوتی ہے لیکن اگر بفرض محال اس کا مجرم حضرت عمرؓ کو ہی قرار دیا جائے۔ تو چونکہ اقتضائے محبت و عشق اور نیک نیتی پر مبنی تھا۔ اس لئے یہ داخل جرم نہیں ہو سکتا۔ اور اگر ہر حالت میں خواہ کسی نیت سے ہو رد قول رسولؐ جرم ہے تو اس جرم کے مرتکب جناب امیرؓ بھی متعدد دفعہ ہو چکے ہیں۔ چنانچہ شیعہ کی مستند کتاب حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۳۹۹ میں ہے کہ جب غزوہ حدیبیہ میں صلحنامہ لکھنا تجویز ہوا۔ امیر المومنین علی المرتضیٰؓ کو اس کے لکھنے کا حکم دیا گیا۔ اور آپ نے محمد رسول اللہ لکھا تو دوسری طرف سے اعتراض ہوا۔ کہ اگر ہم آپ کو رسولؐ مانتے تو جھگڑا ہی کیا تھا۔ آپ محمدؐ بن عبداللہ لکھیں۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا۔ یا علیؓ "محو کن آن را محمدؐ بن عبداللہ بنویس۔ چنانچہ ادعی کردند۔ حضرت امیرؓ فرمود۔ کہ من نام ترا از پیغمبری ہرگز محو نخواہم کرد۔ حضرت رسولؐ بدست خود گرفتہ محو کرد" ترجمہ "ایسا لکھئے صلح نقشہ محمد رسول اللہ نہ لکھئے بلکہ محمد بن عبداللہ لکھ دو جب کہ مخالفت ہوئی جناب امیر نے فرمایا۔ میں آپ کا نام پیغمبری سے محو نہ کروں گا۔ تو آپ نے کاغذ لے کر اپنے ہاتھ سے اس کو مٹا دیا۔"

اب شیعہ حضرات انصاف سے بتائیں کہ کیا قول رسولؐ اور آپؐ کا عدول حکم نہ تھا اگر جناب امیر علیہ السلام آنحضرتؐ سے عقیدت و محبت سے اس کی تعمیل حکم سے انکار کرنے پر مجرم نہیں بن سکتے تو حضرت عمرؓ کو کیوں اس پر الزام دیا جاتا ہے حالانکہ وہاں تو جناب رسولؐ نے اپنے طرز عمل سے حضرت عمرؓ کی رائے سے اتفاق ظاہر فرمایا اور یہاں جناب امیرؓ کے خلاف رائے آپ نے کاغذ لے کر خود اس لفظ کو جس کو مٹانے سے جناب امیرؓ نے انکار کیا تھا قلمزن کر دیا۔

دوسرا واقعہ شریف مرتضیٰ (علم الہدیٰ) اپنی کتاب درر و غرر میں یوں لکھتے ہیں۔

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ حَنَفِيَّةَ عَنْ أَبِيهِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَدْ قَالَ قَدْ أَكْثَرَ النَّاسُ عَلَى مَارِيَةَ الْقِبْطِيَّةِ أُمِّ إِبْرَاهِيمَ ابْنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي ابْنِ عَمٍّ لَهَا قِبْطِيٍّ كَانَ يَزُورُهَا وَيَخْتَلِفُ إِلَيْهَا فَقَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ خُذْ هَذَا السَّيْفَ انْطَلِقْ فَإِنْ وَجَدْتَهُ عِنْدَهَا فَاقْتُلْهُ فَلَمَّا أَقْبَلْتُ نَحْوَهُ عَلِمَ أَنِّي أُرِيدُهُ فَأَتَى نَخْلَةً فَرَقِيَ عَلَيْهَا ثُمَّ رَمَى بِنَفْسِهِ عَلَى قَفَاهُ وَشَغَرَ بِرِجْلَيْهِ فَإِذَا هُوَ مَجْبُوبٌ أَمْسَحُ لَيْسَ لَهُ مَا لِلرِّجَالِ لَا قَلِيلٌ وَلَا كَثِيرٌ قَالَ فَغَمَدْتُ السَّيْفَ وَرَجَعْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي يَصْرِفُ عَنَّا الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ۔

ترجمہ:- محمد بن حنفیہ اپنے پدر بزرگوار علی المرتضیٰؓ سے روایت کرتے ہیں کہ لوگوں نے ماریہ قبطیہ ام ابراہیم بن نبی علیہ السلام کی نسبت ان کے چچا زاد بھائی قبطی پر اعتراض کیا جو اکثر ان کے پاس آتا جاتا تھا حضور علیہ السلام نے مجھے حکم دیا کہ تلوار لو اور اگر تجھے اس کے پاس ملے اس کو قتل کر دو۔ جب میں اس قبطی کے پاس گیا اور اس نے میرا ارادہ سمجھا تو ایک کھجور کے درخت پر چڑھ کر نیچے سر کے بل گر پڑا۔ اور پاؤں اوپر کی طرف اٹھا لئے۔ میں نے اسے دیکھا کہ وہ صاف مجبوب (مقطوع منس) مردوں کی اس میں کچھ بھی علامت نہیں ہے۔ بس میں نے تلوار نیام میں کر دی اور واپس ہو کر حضورؐ کے پاس گیا اور

جب بیان کیا تو حضورؐ نے فرمانے لگے۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہم اہلبیت کو رجس سے پاک کیا ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جناب امیرؑ نے حکم رسولؐ کی تعمیل نہ کی اور قبطی کو تلوار سے نہ قتل کیا بلکہ اس کی حالت کو دیکھ کر تلوار نیام میں رکھ لی۔ جب اس صورت میں جناب امیرؑ پر نافرمانی رسولؐ کا الزام عائد نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ مصلحت اس میں سمجھتے تھے۔ کہ تعمیل حکم میں ایک بے گناہ کی مفت جان جاتی ہے تو حضرت عمرؓ نے جب مصلحت اس نازک حالت میں یہی سمجھی۔ کہ حضورؐ کو بے وجہ تکلیف نہ دیجائے۔ تو انہوں نے کیا قصور کیا۔

نوٹ:- اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ حضورؐ کی ازواج مطہرات ہی اہلبیت ہیں۔ چنانچہ ماریہ قبطیہ کے حق میں یہ لفظ استعمال فرمایا۔

تیسرا واقعہ:- شیعوں کی معتبر کتاب ارشاد القلوب دیلمی نے اور محمد بن بابویہ نے امالی میں یہ روایت لکھی ہے۔ اِنَّ رَسُولَ اللّٰہِ صلی اللّٰہ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ اَعْطٰی فَاطِمَۃَ سَبْعَۃَ دَرَاھِمَ قَالَ اَعْطِیْھَا عَلِیًّا وَمُرِیْہِ اَنْ یَّشْتَرِیَ لِاَھْلِ بَیْتِہٖ طَعَامًا فَقَدْ غَلَبَھُمُ الْجُوْعُ فَاَعْطَتْھَا عَلِیًّا وَقَالَتْ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ اَمَرَکَ اَنْ تَبْتَاعَ لَنَا طَعَامًا فَاَخَذَھَا عَلِیٌّ وَخَرَجَ مِنْ بَیْتِہٖ لِیَبْتَاعَ طَعَامًا لِاَھْلِ بَیْتِہٖ فَسَمِعَ رَجُلًا یَقُوْلُ مَنْ یُّقْرِضُ الْمَلِیَّ الْوَفِیَّ فَاَعْطَاہُ الدَّرَاھِمَ۔ ترجمہ:- رسول پاکؐ نے فاطمہؓ کو سات درہم دیئے۔ اور فرمایا۔ کہ علیؓ کو دو۔ تاکہ اپنے اہل وعیال کے لئے غذا خرید لائے۔ کہ وہ گرسنہ شکم ہیں۔ جناب سیدہ نے حضرت علیؓ کو وہ درہم دے کر فرمائش رسولؐ کی اطلاع دی۔ آپ وہ درہم لے کر غذا خریدنے گئے تو ایک شخص کو یہ آواز کرتے سنا کہ کوئی شخص ہے جو غنی راست وعدہ کو قرض دیدے۔ آپ نے وہ درہم اس کے حوالے کر دیئے۔

اس روایت سے ظاہر ہے کہ حضرت رسولؐ پاک کے اس ارشاد کی کہ ان دراہم سے گھر کے آدمیوں کے لئے غذا خرید کیا جائے جو بھوک سے دوچار ہیں تعمیل نہ کرتے

ہوئے وہ درہم ایک سائل کو دے دیئے۔ کیا یہ فرمان نبوی ؐ کی مخالفت نہیں ہے۔ ورنہ
قول رسول ؐ کا جرم امیرؓ پر عائد نہیں ہوتا۔ اگر جناب امیرؓ کا یہ فعل ایثار نیک نیتی پر مبنی
تھا۔ ان کو معلوم تھا کہ صاحب حق حضرت زہراؓ اور حسنینؓ اس سے ناراض نہ ہونگے
نہ جناب رسول ؐ ناخوش ہونگے۔ تو انہوں نے تعمیل حکم رسول ؐ کے بجائے مصلحت اسی
میں سمجھی کہ سائل کی حاجت روائی کی جائے تو پھر حضرت عمرؓ نے یہ مصلحت سمجھ کر کہ رسول پاک
کو اس تعمیل حکم کی خوشی کی بجائے تکلیف اور دقت ہوگی۔ اور اس تکلیف کے ٹلنے پر جناب و
آخر کار خوش ہونگے۔ ایسا کر دیا۔ تو کون سی خطا کی۔ غرض شیعہ ہر چند ہاتھ پاؤں مارتے ہیں
ہیں نخل امید بار آور نہیں ہوتا۔ جو ان پاک نفوس اصحابؓ کو زیر طعن ہیں۔ ان کے مورد
خود بنتے ہیں۔ آخر ان کو کہنا پڑتا ہے ؎

نخل امید نہ اک بار بھی سرسبز ہوا — لاکھ ارمان کئے پھولنے پھلنے والے

خلاصہ جواب

اول تو حدیث صرف ایک نابالغ طفل سے مروی ہونے کی وجہ سے درایتہً حجت
نہیں ہو سکتی۔

دوم۔ حدیث سے یہ مفہوم نہیں ہوتا کہ حضرت عمرؓ نے رسول ؐ کو ہذیان کی نسبت دی
کیونکہ لفظ ھَجَرَ [illegible] ہجر بمعنی ہذیان لینا ہے تو وہ سیاق عبارت کے مخالف ہے۔ علاوہ سیاق
وسباق کا بھی تقاضا ہے کہ یہاں دنیا سے ہجرت کرنا مراد ہے اور اگر ہجر کا معنی ہذیان ہی لیا
جائے تو [illegible] نفی ہذیان ہو سکتی ہے اور کسی حدیث
[illegible] نہیں ہے۔ جس سے سمجھا جائے کہ قائل اس لفظ کے حضرت عمرؓ
[illegible] کوئی جرم نہیں ہے۔ [illegible] علیہ السلام کا یہ [illegible] خلافت
[illegible] شیعہ [illegible] خلافت علیؓ کی تمام عمارت [illegible]
یہ درست نہیں ہے [illegible] علیہ السلام کو کوئی بھی ضروری امر کے متعلق کچھ لکھنا چاہتے تھے۔
[illegible] نے تبلیغ حکم [illegible] حضور علیہ السلام کی [illegible]

میں رائے عمرؓ زیادہ پسند تھی۔ اسی وجہ سے دوسرے فریق کو ڈانٹ کر کہا کہ مجھے دق نہ کرو۔ اور پھر بعد ازیں زندہ رہ کر کچھ تحریر نہیں فرمائی۔ اگر کاغذ قلم دوات حاضر نہ کرنا نافرمانی حکم رسولؐ میں داخل ہے تو اس کے مجرم بہ نسبت حضرت عمرؓ حضرت علیؓ اور دیگر اہلبیت زیادہ ہیں۔ کہ اس وقت نہیں تو بعد میں ہی یہ چیزیں مہیا کر کے تحریر حاصل کر لیتے۔ اگر ہر بات میں قول رسولؐ کے ظاہری الفاظ پر عمل کرنا ضروری ہے تو حضرت علی المرتضیٰؓ نے متعدد دفعہ فرمان نبویؐ کی مخالفت کی۔ اس لئے اس بھاری جرم کے مرتکب ہونے کی وجہ سے آپ خلافت و امامت کے اہل نہیں رہتے۔ شیعہ حدیث قرطاس سے خلافت علیؓ پر دلیل قائم کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ یہ حدیث ان کے تمام استدلالات کی تردید کر دیتی ہے۔ شیعہ بیچارے قدم قدم پر ٹھوکر کھاتے ہیں۔ لیکن پھر بھی ایسی خرافات سے باز نہیں آتے۔ افسوس! ؎

ہرگز نہ ہوئے مغز سخن سے آگاہ　　لاحول ولا قوۃ الا باللہ

دسواں طعن

حضرت عمرؓ نے معاذ اللہ جناب سیدہؓ کی سخت توہین کی۔ ان پر دروازہ گرا کر پسلیاں توڑ دیں۔ ان کو کوڑوں سے پیٹا۔ شکم مبارک پر لات ماری حمل گرا دیا ان کا گھر جلا دیا۔ جناب امیرؓ کے گلے میں رسی ڈال کر ان کو گھسیٹ لے گئے۔ اور بزور بیعت ابوبکرؓ کرائی۔

جواب

یہ سب بے ہودہ خرافات ہیں۔ جن کو نقل و عقل دونوں تسلیم نہیں کرتے اگرچہ بظاہر ان کہانیوں سے حضرت عمرؓ کی تنقیص شان مطلوب ہے لیکن درحقیقت

یہ توہین اہلبیت رسالت کے لیے ایک سخت یا جیانہ حملہ ہے۔ کیا عقل سلیم اس بات کو تسلیم کر سکتی ہے کہ جناب سیدۃ النساء خاتون جنت، لخت جگر رسولؐ کی عزت کوئی نظر اٹھا کر بھی دیکھے۔ تو شیر میدان حضرت علی المرتضیٰؓ اپنی زوجہ محترمہ جگر گوشہ رسولؐ کی توہین دیکھ کر خاموش بیٹھے رہے۔ کیا اس کو صبر کہہ سکتے ہیں؟ بغایت درجہ کی بے غیرتی ہے۔ ایک بھنگی تک بھی جیتے جی یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ اس کی عورت کی توہین کی جائے۔ خدانخواستہ ایسا ہوتا تو قیامت برپا ہو جاتی۔ تمام بنو ہاشم داماد رسول اور لخت جگر رسولؐ کی حمایت کے لیے تلوار لے کر اٹھ کھڑے ہوتے۔ نہ خلافت رہتی۔ نہ خلفاء۔ نمونہ محشر برپا ہو جاتا۔ کیا ایسی حرکت کر کے پھر کوئی شخص اپنے ارادہ میں کامیاب رہ سکتا ہے۔ ابھی ابھی رسولؐ خدا جدا ہوئے ہیں۔ طبائع فراق رسولؐ سے پرجوش ہیں۔ کلیجے دہل رہے ہیں۔ پھر خاندان رسالت کی بے ادبی مسلمان برداشت کر سکتا تھا۔ اور جناب شیر خدا تو ایسی ذلت کب گوارا کر سکتے تھے کہ ان کے گلے میں رسی ڈال کر گھسیٹا جائے۔ اور جبراً بیعت لی جائے۔

شیعہ اس بارہ میں عجیب و غریب قصے تراش کر لوگوں کو گمراہ کرنا چاہتے ہیں لیکن اہل بصیرت ان کی باتوں کو یاد رہوا سمجھ کر ان کو دھتکار دیتے ہیں۔

جلاء العیون اردو ص۹۷ میں درج ہے۔ بسند معتبر جناب صادق سے روایت کی ہے کہ جس وقت ابوبکرؓ نے جناب امیرؓ سے خلافت غصب کی۔ جناب امیرؓ نے فرمایا کیا رسولؐ خدا نے میری اطاعت کا تجھے حکم دیا۔ ابوبکرؓ نے کہا نہیں۔ اگر مجھے حکم اطاعت دیتے تو میں اطاعت کرتا۔ جناب امیرؓ نے فرمایا۔ اگر آپ پیغمبرؐ کو دیکھے اور تجھ کو میری اطاعت کا حکم دیں۔ میری اطاعت کرے گا؟ ابوبکرؓ نے کہا۔ ہاں۔ جناب امیرؓ نے فرمایا۔ میرے ہمراہ مسجد قبا میں چل۔ جب مسجد قبا میں پہنچے ابوبکرؓ نے دیکھا حضرت رسولؐ کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔ حضرتؐ نماز سے فارغ ہوئے۔ جناب امیرؓ نے عرض کی۔ یا رسول اللہؐ! ابوبکرؓ کو انکار ہے کہ آپ نے میری اطاعت کا حکم اسے نہیں دیا۔ رسولؐ خدا نے ابوبکرؓ سے کہا۔ میں نے مکرر تجھے علیؓ کی اطاعت کا حکم

نہیں کیا۔ اس کے حکم کی اطاعت کر۔ ابوبکرؓ نے خلف و ترسل معاودت کی راہ میں عمرؓ کو دیکھا۔ عمرؓ نے کہا اے ابوبکرؓ تجھے کیا ہو گیا ہے۔ ابوبکرؓ نے کہا حضرت رسولؐ نے مجھ سے ایسا فرمایا ہے۔ عمرؓ نے کہا۔ وہ گروہ ہلاک ہے جو تجھ ایسے احمق کو اپنا سردار کرے مگر تو نہیں جانتا۔ یہ سب بنی ہاشم کا سحر ہے۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب امیرؓ کو اس قدر قدرت تھی۔ کہ جناب رسول خداؐ کو مسجد قبا میں ابوبکرؓ کے سامنے زندہ کھڑا کیا۔ پھر وہ اپنی قوت اعجاز سے ابوبکرؓ و عمرؓ کے دلوں کو کیوں نہ مسخر کر لیتے۔

دوم: جب ابوبکرؓ نے مدت حیات میں اپنے مال و اموال اور اہل و عیال حضور نبی علیہ السلام پر قربان کرکے خدا اور رسولؐ خدا کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے اپنی زندگی وقف کر دی تھی۔ تو کیا قیاس ہو سکتا ہے کہ جناب امیرؓ کی زور کرامت سے رسولؐ کو زندہ دیکھ کر اور آپؐ سے یہ ارشاد سن کر کہ اطاعت علیؓ تجھ پر فرض ہے۔ حضرت عمرؓ یا کسی اور شخص کے کہنے پر قول رسولؐ سے انحراف کرتے۔ یہ سب کچھ یار لوگوں کی گھڑت ہے کہ خلفائے اسلام کو بدنام کرکے مخالفین مذہب کو اسلام اور ہادی اسلام پر طعن و تشنیع کا موقع دیتے ہیں۔ اس ضد اور ہٹ دھرمی کا کیا علاج خدا ہی ہدایت کرے ؎

ہٹ دھرم تہمت لگانا چھوڑ دے ۔۔۔ راستی پر آ خدا کو مان کر

گیارھواں طعن

عمرؓ نے ایک دفعہ عورت کو بجرم زنا سنگساری کا حکم دیا تھا۔ جناب امیرؓ نے کہا۔ اِنْ کَانَ لَکَ عَلَیْھَا سَبِیْلٌ لَیْسَ لَکَ مَا فِیْ بَطْنِھَا سَبِیْلٌ (اگرچہ تجھے اس کی ذات پر حکم دینے کا حق ہے لیکن اس کے بچہ شکم کو سزا دینے کا اختیار نہیں ہے) عمرؓ نے حضرت علیؓ کی اس اطلاع پر سزا ملتوی کر دی اور کہا۔ لَوْلَا عَلِیٌّ لَھَلَکَ عُمَرُ (اگر علیؓ نہ ہوتا تو عمر ہلاک ہو گیا ہوتا) جب وہ دینی مسائل سے جاہل تھے۔ تو خلافت کا استحقاق کس طرح رکھتے تھے۔

جواب

بات یہ ہے۔ کہ عورت محصنہ مزنیہ پر جرم زنا ثابت ہو گیا تھا۔ جس کی سزا رجم ہے۔ اس کے حمل کا جناب امیرؓ کو کسی وجہ سے علم تھا۔ لیکن حضرت عمرؓ کو یہ معلوم نہ تھا کیونکہ پیٹ کی بات (حمل) کا حال جب تک زیادہ مدت نہ گزر جائے۔ سوائے خدائے علیم کے کسی کو معلوم نہیں ہو سکتا۔ جب حضرت امیرؓ نے بتا دیا۔ کہ یہ حاملہ ہے۔ تو آپ نے سزا ملتوی کر کے جناب امیرؓ کی اس اطلاع دہی کا شکریہ ان الفاظ سے ادا کیا۔ "کہ آج اگر علیؓ حمل کی مجھے اطلاع نہ دیتے اور سزا نافذ ہو جاتی تو بچہ پر اس کا اثر پڑتا۔ وہ مر جاتا۔ اور مجھے جب اس بات کا بعد میں علم ہوتا۔ مجھے اس قدر رنج ہوتا۔ کہ گویا میری ہلاکت کا باعث ہوتا" نادان معترض کو یہ معلوم نہیں ہے کہ اس سے جناب فاروق اعظمؓ کی صفائے باطنی و خشیت الٰہی اور بے نفسی کا ثبوت ملتا ہے۔ اور اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ سے ہرگز کچھ کدورت نہ تھی۔ وہ آپ کو نیک مشورہ دیتے۔ آپ قبول کر کے ان کا شکریہ ادا کرتے تھے۔ اگر باہمی عداوت و دشمنی ہوتی تو ایسے واقعات پیش نہ آتے۔

بارھواں طعن

ایک روز عمرؓ خطبہ میں لوگوں کو گرانی مہر سے منع کر رہے تھے۔ اس اثنا میں ایک عورت کھڑی ہو کر کہنے لگی۔ اے عمرؓ! خدا فرماتا ہے۔ اِنْ اٰتَیْتُمْ اِحْدٰهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَیْئًا (اگر انتقدر خزانہ بھی عورتوں کو مہر میں دے دو تو واپس نہ کرو) اس پر خلیفہ نے سر تسلیم خم کر دیا اور کہا۔ کُلُّ النَّاسِ اَفْقَهُ مِنْ عُمَرَ حَتَّی الْمُخَدَّرَاتُ (سب لوگ عمرؓ سے زیادہ فقاہت رکھتے ہیں۔ حتی کہ پردہ نشین عورتیں بھی) تو جب ایک عورت بھی علم و فقاہت میں آپ سے زیادہ تھی۔ تو آپ خلافت کے قابل نہ تھے۔

جواب

ع بریں فہم و دانش بباید گریست

نادان معترض جس بات کو باعث طعن قرار دیتا ہے، اہل عقل و دانش اس کو کمال وصف سمجھتے ہیں۔ کہ باوجود اس جلال و جبروت کے جو فاروق اعظمؓ کو حاصل تھا۔ اور قیصر و کسریٰ کے محل صرف آپ کا نام سنکر لرزرہے تھے۔ ان کی بے نفسی اور انکساری کی یہ حالت تھی کہ ایک ادنیٰ عورت سر دربار ٹوک دیتی ہے۔ اور قرآن کی آیت کو استدلال میں پیش کرتی ہے۔ تو خلیفۂ وقت قرآن پاک کے ادب و لحاظ سے اس کے سامنے سر جھکا دیتے ہیں۔ اور عورت کی حوصلہ افزائی اور دیگر اشخاص کو استنباط معانی قرآن کی غرض سے کہتے ہیں کہ عمرؓ کو افقہ الناس ہونے کا نہیں ہے حتیٰ کہ ایک عورت بھی یہ حق رکھتی ہے کہ قرآن میں تدبر کر کے استنباط مسائل کر سکے۔

اگر حضرت عمرؓ کی جگہ کوئی دنیا پرست مغرور انسان ہوتا۔ تو اس جاہ و جلال کے ہوتے کوئی شخص سر دربار اس کی قطع کلام کرتا۔ تو جانبر ہونا مشکل تھا یہی اصول مساوات ہے۔ جس پر اسلام کو ناز ہے یہی وصف ہے۔ جو خاصان حق بپا جاتی ہے ؎

رانده شد ابلیس از مستکبری گشت مقبل آدمؑ از مستغفری

معترض جس کی آنکھ کو تعصب نے اندھا کر دیا ہے۔ حضرت عمرؓ کی اس بے نفسی وصف کو داخل معائب سمجھتا ہے۔

حضرت عمرؓ باوجود افقہ الناس ہونے کے خود کو سب سے فقاہت میں کمتر سمجھتے تھے۔ جیسا کہ حضرت علی مرتضیٰؓ باوجود افضل الناس ہونے کے خود کو اشر الناس کہتے ہیں ؎

يَقُولُ النَّاسُ بِي خَيْرٌ وَإِنِّي اَشَرُّ النَّاسِ اِنْ لَمْ تَعْفُ عَنِّي

حقیقت میں عورت کا اعتراض بے محل تھا۔ اور اس کا استدلال صحیح نہ تھا۔ کیونکہ حضرت عمرؓ فرماتے تھے کہ سب سے زیادہ آیات قرآنی کے معانی سمجھنے والے رسولؐ پاک تھے۔ لیکن آپ نے اپنی بیٹیوں کے مہور بہت معمولی بندھوائے۔ اور آپ کا ارشاد

اَعْظَمُہُنَّ بَرَکَۃً اَیْسَرُہُنَّ صَدَاقًا بہت بڑی بابرکت عورت وہ ہے جس کا مہر
کم بندھ جائے۔ اور گرانی مہر کے نتائج ہمیشہ آخر کار خراب نکلتے ہیں۔ فتنہ و فساد مقدمہ
بازی تک نوبت پہنچتی ہے۔ اپنے قدرے بڑھ کر جو شخص دکھاوے کے لئے حق مہر مقرر
کرے، جس کی ادائیگی کی اس کو قدرت نہیں ہے۔ آخر کار رسوا ہوتا ہے۔ اسلام نے ہر معاملہ
میں کفایت شعاری اور میانہ روی کی تعلیم دی ہے۔ آیت قرآن کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ مہر
میں قنطار یعنی خزانے مقرر کیا جائے۔ بلکہ اسکا معنے یہ ہے۔ کہ کوئی شخص نادانی
سے ایسا کر بیٹھے تو پھر دے کر اسے واپس لینے کا اختیار نہیں ہے۔ ہر چند عورت کا
استدلال صحیح نہ تھا۔ نہ اس کا اعتراض بجا تھا۔ خلیفہ وقت نے عورت کی لیاقت دیکھ کر
کہ آیت قرآن سے استنباط کا ملکہ رکھتی ہے محض اس کی دلجوئی اور حوصلہ افزائی کے لئے اس
کی داد دی۔ تاکہ آئندہ کے لیے بھی اس کو اور دیگر اشخاص کو قرآن پاک میں تدبر کا شوق
بڑھے اور لوگوں پر یہ بھی ظاہر ہو کہ جانشین رسول نے ہر ایک فرد بشر کو خواہ وہ کہ اہل
رائے نہ ہو، اختیار دے رکھا ہے۔ سبحان اللہ جاہل معترض کمال نادانی سے ہنر کو عیب
سمجھ رہا ہے ؎

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد   عیب نماید ہنرش در نظر

جناب پیر رضہ کی نسبت اسی طرح کا ایک قصہ مشہور ہے۔ چنانچہ ابن جریر اور ابن
عبداللہ نے محمد بن کعب سے یوں روایت کی ہے سال رجل علیاً عن مسئلۃ فقال فیہا
فقال الرجل لیس ہکذا و لکن کذا و کذا قال علی اصبت و اخطأت و فوق کل
ذی علم علیم ایک شخص نے علی مرتضیٰ سے مسئلہ پوچھا۔ آپ نے جواب دیا۔ تو اس شخص
نے کہا۔ اس کا جواب یہ نہیں بلکہ یوں طرح ہے۔ آپ فرمانے لگے تو نے ٹھیک کہا۔ ہر دانا کے اوپر
کوئی دانا ہوا کرتا ہے،

یہ بھی واضح ہو کہ کسی بزرگ کی بات میں اگر کوئی شخص کسی بزرگ سے زیادہ تحقیق
پیدا کرے تو اس بزرگ کی شان میں اس سے کوئی کمی نہیں ہوتی جیسا قرآن کریم میں حضرت سلیمان کا قصہ
مذکور ہے۔ حضرت داؤد کے مقابلہ میں قرآن نے حضرت سلیمانؑ کا فیصلہ درست کہا حضرت سلیمان
اس وقت نبی نہیں تھے۔ کیا اس سے حضرت داؤدؑ کی نبوت و عظمت میں کچھ نقص واقع ہوگیا

تھے۔ حاشا وکلا۔

تیرھواں طعن

صحیح مسلم میں ہے۔ فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَکْنَا صَدَقَۃٌ فَرَاَیْتُمَاہُ کَاذِبًا اٰثِمًا غَادِرًا خَائِنًا وَاللّٰہُ یَعْلَمُ اِنَّہٗ لَصَادِقٌ بَارٌّ رَاشِدٌ تَابِعٌ لِلْحَقِّ ثُمَّ تُوُفِّیَ اَبُوْبَکْرٍ وَاَنَا وَلِیُّ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلعم وَوَلِیُّ اَبِیْ بَکْرٍ فَرَاَیْتُمَانِیْ کَاذِبًا اٰثِمًا غَادِرًا خَائِنًا وَاللّٰہُ یَعْلَمُ اِنِّیْ لَصَادِقٌ بَارٌّ رَاشِدٌ تَابِعٌ لِلْحَقِّ۔ شیعہ کہتے ہیں کہ اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ و عباسؓ حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کو کاذب، آثم، غادر، خائن سمجھتے تھے۔ جیسا کہ حضرت عمرؓ نے کہا۔ جو ایسا ہو قابل خلافت کب ہو سکتا ہے۔

جواب

یہ طعن متقدمین شیعہ کو نہیں سوجھا کیونکہ ان میں کسی قدر مادۂ انصاف موجود تھا اور شرم و غیرت سے بھی کام لیتے تھے۔ لیکن متاخرین شیعہ ان سب باتوں سے پاک و صاف ہیں اور ... پر عمل پیرا ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عمرؓ تو تنبیہ کے طور پر حضرت عباسؓ و حضرت علیؓ کو کہتے ہیں کہ جو فیصلہ حضرت ابوبکرؓ نے مطابق فرمان نبویؐ کیا یا میں نے اس فیصلہ کو بحال رکھا تو تم لوگ ابوبکرؓ کو اور مجھ کو اس بارہ میں کاذب، آثم، غادر، خائن سمجھتے ہو۔ حالانکہ خدا جانتا ہے کہ میں اور ابوبکرؓ اپنے دعویٰ میں سچے بار، راشد، حق کے متبع تھے۔ یہ روزمرہ کا محاورہ ہے کہ جو شخص اپنے دعویٰ میں فی الواقع سچا ہوتا ہے۔ وہ اپنی بریت کے لیے ایسے الفاظ استعمال کرتا ہے کہ تم مجھے کوئی چور، بدمعاش ڈاکو سمجھتے ہو۔ کہ میں نے تمہاری کچھ چیزیں دبا رکھی ہیں۔ مطلب یہ ہوتا ہے کہ جب تم جانتے ہو کہ میں ایسا نہیں ہوں۔ تو مجھ پر اس بات کا اشتباہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ میں نے تمہاری کوئی چیز لے لی ہو۔

دوم: حدیث میں لکھا ہے کہ حضرت عباسؓ نے حضرت عمرؓ کے پاس حضرت علیؓ

کی معیت میں آکر یہ الفاظ کہے تھے اِقْضِ بَیْنِی وَبَیْنَ ھٰذَا الْکَاذِبِ الْآثِمِ
الْغَادِرِ الْخَائِنِ (میرے اور اس علی جھوٹے آثم غادر خائن کے مابین فیصلہ کرو)
حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بھی جوش میں آکر یہ الفاظ استعمال فرمائے تھے۔ کیا یہ شخص (حضرت
علی رضی اللہ عنہ) کاذب آثم الخ ہے۔ کہ تم اس کے دعویٰ کو درست نہیں سمجھتے ہو اس لیے وہی الفاظ
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نسبت دہرائے تاکہ حضرت عباس کا جوش فرو ہو
کہ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کاذب آثم نہیں ہیں تو ہم بھی تو ایسے نہیں ہیں۔ بلکہ ہم اپنے دعویٰ میں صادق
تابع رشد و ہدایت ہیں۔ اور پھر تو ہمارے درست فیصلہ اور فتویٰ کے خلاف جو مطابق
فرمان رسول پاک ہے۔ کیوں صدائے احتجاج بلند کرتے ہو۔ کیا معترض کہہ سکتا ہے کہ حضرت
عباس عم رسول نے جو الفاظ کاذب، آثم، غادر، خائن اپنے برادر زادہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی
نسبت استعمال کیے۔ فی الواقع وہ ان کو ایسا ہی سمجھتے تھے۔ اگر جواب نفی میں ہے۔ تو پھر یہاں
کس طرح کہہ سکتے ہو۔ کہ فی الواقع حضرت عباس رضی اللہ عنہ و علی رضی اللہ عنہ شیخین رضی اللہ عنہما کو ان الفاظ کا مصداق
سمجھتے تھے۔ ؎

نادانوں میں ستم گر کا کچھ بھی اثر نہیں ہے اعتراض اور دل پہ کچھ خبر نہیں

چودھواں طعن

میزان الاعتدال میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یَا حُذَیْفَۃُ بِاللّٰہِ اَنَا مِنَ
الْمُنَافِقِیْنَ (اے حذیفہ میں منافقوں سے ہوں) تو پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ کس طرح
ہو سکتے ہیں۔

جواب

خود میزان الاعتدال میں اس حدیث کو ضعیف موضوع قرار دیا گیا ہے اور
اس کے راوی زید بن وہب کی نسبت لکھا گیا ہے۔ فی حدیثہ خلل (زید کی
حدیث میں بہت خلل ہے) اور اس روایت کو جھوٹ پر محمول کیا گیا ہے۔ شیعہ کی یہ
عادت ہے سیاق و سباق کو نظر انداز کرکے لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ کہتے ہیں وَاَنْتُمْ
سُکَارٰی سے آنکھ بند کر لیتے ہیں۔

پندرہواں طعن

حضرت عمرؓ نے غزوۂ حدیبیہ میں کہا۔ اے رسولؐ جب سے اسلام لایا مجھے شانِ نبوت میں ایک کبھی شک نہیں ہوا۔ جیسا آج ہوا ہے۔

جواب

ہم نے تو کسی کتاب میں یہ نہیں دیکھا۔ مرزا عبدالشکور صاحب نے النجم میں اس کے متعلق پانسو روپیہ انعام دینے کا وعدہ کیا ہے۔ اگر کسی معتبر کتاب حدیث سے یہ قول دکھا دیں۔ اس لئے جب تک معترض حوالہ نہ دکھائے۔ جواب کی ضرورت نہیں ہے

دوم: اگر تقاضائے بشریت سے ایک مومن کامل کو کسی امر میں تردد پیدا ہو اور وہ فی الفور رفع ہو جائے۔ تو اس کا کوئی مواخذہ نہیں ہوتا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسے موحد کامل نے رب العزت سے احیاء اموات کا نشان اطمینان قلب کے لئے طلب کیا یہ نہ کہ ان کے ایمان میں اس سے کچھ نقص واقع ہو۔

ہم شیعہ کی مستند کتاب حدیث فروع کافی جلد ۳ کتاب روضہ سے بھی تتمہ ایک روایت پیش کئے دیتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام ایک دفعہ خلیفہ منصور کی اردل میں جا رہے تھے۔ خلیفہ بڑے جاہ وجلال سے ایک گھوڑے پر سوار تھا اور آگے پیچھے اسپ سواروں کی ایک گارد تھی لیکن امام ایک گدھے پر سوار ہو کر خلیفہ سے باتیں کرتے جاتے تھے۔ آپ کے ایک خاص اخلاص شیعہ نے استفسار کیا جب کہ آپ اپنے دولت خانہ تشریف لائے۔ الفاظ حدیث یوں ہیں۔

فَلَمَّا رَجَعْتُ اِلٰی مَنْزِلِیْ اَتَانِیْ بَعْضُ مَوَالِیْنَا فَقَالَ جُعِلْتُ فِدَاكَ وَاللّٰهِ لَقَدْ رَاَیْتُكَ فِیْ مَوْكِبِ اَبِیْ جَعْفَرٍ وَاَنْتَ عَلٰی حِمَارٍ وَهُوَ عَلٰی فَرَسٍ وَقَدْ اَشْرَفَ عَلَیْكَ یُكَلِّمُكَ كَاَنَّكَ تَحْتَهٗ فَقُلْتُ بَیْنِیْ وَبَیْنَ نَفْسِیْ

حضرت عمرؓ کے مطاعن کے جواب ہو چکے اب حضرت عثمانؓ پر جو مطاعن کیے جاتے ہیں۔ ان کی فہرست شروع ہوتی ہے۔

سولھواں طعن

حضرت عثمانؓ نے قرآن جلوا دیئے۔ اس لیے توہین کلام اللہ کے جرم کے مرتکب ہوئے ایسا شخص اہل خلافت نہیں ہو سکتا۔

جواب

حضرت عثمانؓ نے قرآن جلوائے نہیں۔ بلکہ قرآن کو جمع کر کے حفاظت کلام اللہ کا ثواب حاصل کیا۔ حضرت عثمانؓ کے اس احسان عظیم کی دنیائے اسلام قیامت تک گرویدہ احسان ہے۔ اگر آپ اسلام کی یہ خدمت نہ کرتے۔ تو قرآن پاک میں بھی شیعہ لوگ ایسی ہی تحریف کر دیتے ہیں۔ جیسے یہود و نصاریٰ نے تورات و انجیل کی تحریف کر دی ہے آپ نے قرآن کو جمع کر دیا۔ البتہ غیر قرآن جو از قسم تفسیر لوگوں نے قرآن میں شامل کر رکھا تھا۔ ان کو جلا دیا۔ اور سوائے اس صورت کے کلام اللہ کی حفاظت مشکل تھی لیکن شیعہ معترض کو کچھ اپنے گھر کی بھی خبر ہے۔ کہ بقول ان کے ائمہ اہلبیت نے قرآن سے کیا سلوک کیا حضرت علیؓ نے تو قرآن کو جمع کرنے کے بعد ایسا گم کیا کہ اس کا کہیں پتہ ملنا بھی مشکل ہے کہا جاتا ہے کہ آپ نے اپنی اولاد کے سپرد کیا اور آخر امام مہدی کے ہاتھ آیا۔ لیکن وہ بقول شیعہ قرآن کو لے کر کہیں ایسے بھاگ گئے۔ کہ تلاش کرنے سے بھی کہیں کھوج نہیں مل سکتا حضرت عثمانؓ نے تو وہ جلایا ہوگا جو قرآن نہ تھا لیکن حضرت امیرؓ اور ان کی ذریت نے قرآن کو کہیں غائب کر کے اس کا نشان ہی مٹا دیا۔ کیا اس سے بڑھ کر توہین کلام اللہ ہو سکتی ہے کہ وہ قرآن جو خلق خدا کی ہدایت کے لیے تھا۔ جس کے جمع و ترتیب کی ذمہ داری بقول شیعہ جناب امیرؓ نے اٹھائی تھی۔ جمع کر کے نہایت بے اردی سے گم کر دیا گیا۔ جس کا کوئی ورق ڈھونڈے سے بھی نہیں مل سکتا۔ شیعہ بے چارے مجبوراً انہی غلط ملط سنیوں کے قرآن سے کام

لے رہے ہیں۔ جس کو نمازوں میں پڑھنا ہوتا ہے۔ اسی کی تعلیم اپنے اطفال کو دلانی پڑتی ہے۔ اسی کا ثواب اپنے مردوں کی روحوں کو بخشوایا جاتا ہے۔ شیعہ بجائے اس کے کہ ائمہ اہلبیت کو کوسیں کہ انہوں نے قرآن جمع کردہ علیؓ تیرہ سو سال سے ان سے چھپا رکھا ہے۔ الٹا حضرت عثمانؓ کو مطعون کرتے ہیں جن کی بدولت ان کو قرآن ملا۔ (غلط اور ناقص ہی سہی)۔ اس سے بڑھ کر کفران نعمت کیا ہو سکتا ہے۔ شیعہ بیچاروں کی حالت قابل رحم ہے۔ نہ اس قرآن پر ایمان رکھتے ہیں۔ نہ اس کو چھوڑ سکتے ہیں ؎

دو گونہ رنج و عذاب است جان مجنوں را ‌ ‌ بلائے صحبت کے لئے و فرقت لیلے

توہین قرآن کا ایک واقعہ

اصول کافی ص۳ میں ہے کہ حضرت صادق علیہ السلام نے قرآن کی آیت یوں پڑھی وَلَا تَكُوْنُوا كَالَّتِیْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا تَتَّخِذُوْنَ اَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ اَنْ تَكُوْنَ اَئِمَّةٌ اَزْكٰى مِنْ اَئِمَّتِكُمْ (قرآن موجودہ میں یوں ہے اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍ) قَالَ قُلْتُ فِدَاكَ اَئِمَّةٌ قَالَ اِیْ وَاللّٰهِ اَئِمَّةٌ قُلْتُ فَاِنَّا نَقْرَءُ اَرْبٰى فَقَالَ مَا اَرْبٰى وَاَوْمٰى بِيَدِهٖ فَطَرَحَهَا۔

ترجمہ: راوی کہتا ہے۔ میں نے حضرت امام سے پوچھا کہ یہ ائمہ ہے؟ آپ نے کہا۔ ہاں خدا کی قسم ائمۃ ہے۔ پھر میں نے کہا ہم اربیٰ پڑھا کرتے ہیں۔ آپ نے کہا اربیٰ کیا ہے پھر آپ نے (جوش میں آکر) ہاتھ سے اشارہ کیا۔ اور قرآن کو زمین پر پھینک مارا۔

اب دیکھئے۔ اس سے بڑھ کر توہین قرآن کی کیا ہو سکتی ہے۔ کہ صرف اتنی بات پر کہ قرآن میں بجائے ائمۃ کے امۃ اور ازکیٰ کے بجائے اربیٰ لکھا تھا۔ آپ نے غصہ میں آکر قرآن کو زمین پر پٹک دیا۔ کیا شیعہ حضرات اس کا کوئی جواب دیں گے۔ کہ امام معصوم کا یہ فعل صریح توہین کلام پاک نہیں ہے۔

سترھواں طعن

حضرت عثمانؓ نے حکم ابن ابی العاص کو مدینہ منورہ بلایا۔ حالانکہ آنحضرتؐ نے اس کو اس کی شرارتوں کی وجہ سے مدینہ منورہ سے نکال دیا تھا۔ اور شیخین نے بھی اس کو واپس آنے کی اجازت نہ دی تھی۔

جواب

حضور صلعم نے حکم کو اس لئے مدینہ سے نکال دیا تھا کہ اس کی منافقین اور کفار سے دوستی تھی اور احتمال فتنہ و فساد تھا۔ اور چونکہ حکم بنو امیہ سے تھا اور شیخین تیم اور عدی سے تھے۔ اس لئے انہوں نے اس کو واپس آنے کی اجازت نہ دی تھی کہ مبادا ایرانی عداوت جو زمانہ جاہلیت سے ان قبائل میں چلی آئی تھی پھر عود کرے اور حکم کسی قسم کا خرد فساد کا باعث ہو۔ لیکن حکم چونکہ حضرت عثمانؓ کا رشتہ دار تھا بن العم تھا۔ اور نیز مرض موت میں حضرت عثمانؓ نے رسول پاکؐ سے سفارش کر کے اس کا قصور معاف کرا لیا ہوا تھا۔ جس کی اطلاع شیخین کو نہ تھی۔ اس لئے انہوں نے اپنے عہد خلافت میں اس کو واپس بلایا تھا۔ کیونکہ اس کے عفو قصور اور اجازت دخول مدینہ کا ان کو ذاتی علم تھا۔ اور حکم نے اس کے بعد کسی قسم کا فتنہ و فساد نہ کیا اور ایک ضعیف العمر بڑھا از قوت ہو چکا تھا۔ کسی قسم کے شور و شر کے قابل ہی نہیں رہا تھا۔ اس کے واپس بلانے میں کچھ حرج نہ تھا۔

اٹھارواں طعن

حضرت عثمانؓ نے مروان بن الحکم کو اپنا وزیر اور میر منشی بنا رکھا تھا۔ جو بڑا مفسد تھا۔ چنانچہ اسی کی شرارت آخر کار شہادت آنجناب کا باعث ہوئی جب آپ نے محمد بن ابو بکرؓ کو بہ مشورہ علی المرتضےؓ مصر کا حاکم بنا کر روانہ کیا تھا پیچھے سے مروان نے

جو میر منشی تھا۔ ایک دوسرا خط حضرت عثمانؓ کی مہر لگا کر ایک سوار کے ہاتھ دے کر بھیج دیا۔ کہ محمد بن ابو بکرؓ مصر آئیں تو ان کو قتل کر دیا جائے۔ خط پکڑا گیا۔ اور محمد بن ابی بکرؓ واپس آئے۔ اور فتنہ و فساد ہوا۔ اور شہادت حضرت عثمانؓ وقوع میں آئی

جواب

مروان بن حکم نے عہد نبویؐ یا خلافت شیخین میں کوئی فتنہ و فساد نہیں کیا تھا۔ جس سے معلوم ہو سکتا کہ وہ مفسد و شریر ہے۔ اور اہلسنت والجماعت کے نزدیک حضرت عثمانؓ کوئی عالم الغیب نہ تھے کہ آئندہ کے حالات ان کو معلوم ہوتے۔ انہوں نے صلہ رحمی کے لحاظ سے اس کو ملازم رکھ لیا۔ آخرکار اس نے شرارت کی۔ لیکن شیعہ صاحبان کے پاس اس کا کیا جواب ہے کہ مروان کے متعلق باوجود اس کی شرارت ظاہر ہونے کے جنگ جمل میں وہ گرفتار ہو گیا تھا حسنینؓ نے جناب امیر علیہ السلام کے پاس سفارش کی اور اسے چھوڑ دیا۔ جیسا کہ نہج البلاغہ میں ہے: اُخِذَ مَرْوَانُ ابْنُ الْحَكَمِ اَسِیْرًا یَوْمَ الْجَمَلِ فَاسْتَشْفَعَ الْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ عَلَیْهِمَا السَّلَامُ اِلٰی اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ فَکَلَّمَاهُ فَخَلّٰی سَبِیْلَهٗ (مروان جنگ جمل میں گرفتار ہو گیا اور اس نے حسنینؓ سے سفارش چاہی انہوں نے جناب امیر علیہ السلام کے پاس سفارش کی اور اسے چھوڑ دیا۔)

خود جناب امیر علیہ السلام نے اپنے عہد امارت میں زیاد جیسے ولد الزنا کو فارس کا امیر بنا رکھا تھا۔ اور اس کی بہت کچھ عزت افزائی کی گئی تھی۔ لیکن بد بہار رہے آخرکار نمک حرامی کی اور محبان اہلبیت پر طرح طرح کے ظلم کئے۔ حالانکہ شیعہ کے نزدیک جناب امیر کو علم ماکان و ما یکون بھی حاصل تھا۔

نیز آپ نے عبدالرحمٰن بن ملجم کو اپنی بیعت سے مشرف فرمایا اور اس پر طرح طرح کے احسان کئے۔ چنانچہ جلاء العیون اردو صفحہ ۱۱۱ میں ہے: "اس وقت عبدالرحمٰن بن ملجم بھی آیا کہ حضرت سے بیعت کرے۔ حضرت نے اس کی بیعت قبول نہ فرمائی یہاں تک ثانیاً ثالثاً حضرت کی خدمت میں آیا۔ مرتبہ سوم میں حضرت نے اس سے بیعت لی جب اس نے پیٹھ پھیری حضرت نے پھر اسے بلوایا۔ اور قسمیں دیں کہ بیعت سے انحراف نہ

کرنا اور عہد ہائے محکم اس ملعون سے لیے۔

اس ملعون نے جو بیعت جناب امیرؓ کے مریدان خاص میں جب اپنا نام لکھوایا تھا جناب ممدوح کو آخر کار شہید کیا۔ تو جب امیر علیہ الرضوان نے بقول شیعہ عالم الغیب ہو کر ایسے ملعون کی بیعت قبول فرمائی۔ اور اس پر طرح طرح کے احسان بھی کرتے رہے۔ جیسا کہ آپ نے اخیر میں اسے فرمایا۔ اے بدبخت! تو نے امر عظیم پر اقدام کیا۔ آیا میں تیرا اچھا امام تھا کہ مجھے ایسی سزا دی میں تجھ پر مہربان نہ تھا۔ آیا تجھے اور وں پر میں نے ترجیح نہیں دیا۔ آیا تجھ سے میں نے احسان نہیں کیا۔ اور لوگوں سے زیادہ عطا نہیں کی۔ آیا لوگوں نے مجھ سے نہیں کہا کہ تجھے قتل کر دوں۔ اور میں نے تجھے آسیب نہ پہنچایا۔ اور تیرے ساتھ زیادہ عطا و بخشش کی۔

کیا شیعہ کچھ جواب دے سکتے ہیں کہ حضرت امیرؓ نے جو بقول ان کے انجام کار سے واقف تھے کیوں اس بدنہاد پر اپنے احسانات کئے اور مہربانی کرتے رہے اور عطاء و بخشش فرماتے رہے۔ پھر حضرت عثمانؓ پر کیا طعن ہے جو علم غیب بھی نہ رکھتے تھے کہ انہوں نے مروان کو کیوں ملازم خاص رکھا۔

انیسواں طعن

حضرت عثمانؓ کی نعش تین دن بے گور و کفن پڑی رہی اور نماز جنازہ بھی نہ ہوئی۔

جواب

اول تو یہ بات سراسر بہتان و افترا ہے۔ جب آپ کے بڑے بڑے معتقد و رشتہ دار حضرت طلحہؓ و زبیرؓ و عمرو بن العاص وغیرہ موجود تھے۔ جنہوں نے قصاص میں جنگ ہائے عظیم کئے۔ اور نیز صدہا زر خرید و جان نثار غلام بھی تھے۔ تو یہ کیونکر تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ آپ کی نعش تین روز بے گور و کفن پڑی رہی ہو۔ اگر فرض کرو کہ ایسا ہی ہوا۔ تو اس سے آپ کی شان اقدس میں کیا کمی آ سکتی ہے۔ کیا شہدائے کربلا کے ساتھ اشرار نے اس سے بڑھ کر سلوک نہیں کیا۔ بلکہ مرثیہ خوان لوگ بڑی آب و تاب سے مجلسوں میں جھوم جھوم کر واقعات

اہانت و ذلت اہلبیت (شہیدان کربلا) بیان کیا کرتے ہیں۔ کیا اس سے معاذ اللہ ان کی عزت داری میں کچھ نقص واقع ہو سکتا ہے۔ ایسے اعتراض کرنے کے وقت شیعوں کو یہ خیال کرلینا چاہیے کہ کیا اس سے ہم پر زد تو نہیں پڑتی۔ مگر ان کا تو یہ اصول ہے کہ پرائی شگون کے لئے اپنی ناک کٹوا دی جائے۔

حقیقت یہ ہے کہ آپ کی نعش مبارک بڑی عزت و احترام سے جنت البقیع میں دفن کی گئی جو مدفن ازواج مطہرات و اولاد امجاد و اکثر اصحابؓ ہے۔ یہ امر کتب معتبرہ شیعہ کی مستند تفسیر مع عباسی باب دوم میں درج ہے۔

غرض عثمانؓ غنی برگزیدہ خلیفہ رسولؐ تھے۔ جن کو دوہری دامادی رسولؐ مقبول کا فخر حاصل تھا آپ کے مال طیب سے اسلام کو بہت بڑی مدد ملتی رہی۔ آپؓ کے عہد خلافت میں جانب غرب اندلس تک اور بجانب مشرق کابل و بلخ تک اسلامی مقبوضات کی وسعت ہوئی۔ اور بری و بحری جنگ عظیم ہو کر اہل روم کو مسخر کیا گیا۔ عراق و عجم و خراسان زیر نگین سلطنت ہوئے۔ بس آپ کی شہادت پر ترقی اسلام کا خاتمہ ہو گیا۔ عہد امارت جناب امیر علیہ السلام میں حسرت خانہ جنگیاں ہوتی رہیں اور بہت سے اسلامی نفوس حفاظ و اصحابؓ نے جام شہادت نوش کیا۔ کسی شاعر نے آپ کی منقبت میں یوں زرفشانی کی ہے ؎

نبیؐ کی بہن کے تھے عثمانؓ بیٹے — ہو کیا اس سے بڑھ کر نجابت غنیؓ کی
سب اسلامیوں سے ہوئی دور عسرت — ہوئی نفع بخش ایسی دولت غنیؓ کی
ہوئی نوبت اک دوسری دیدی بیٹی — یہ دل میں نبیؐ کے تھی وقعت غنیؓ کی
نبیؐ نے سفارت پہ مکے کو بھیجا — تو لی ہاتھ اپنے سے بیعت غنیؓ کی
علیؓ ان کے ہم زلف زہراؓ تھی سالی — یہ سبطینؓ سے تھی قرابت غنیؓ کی

ہے اوراق تاریخ میں ثبت اب تک
شجاعت علیؓ کی سخاوت غنیؓ کی

(دائرۂ صلوٰت ۔ ۔ ۔)

مطاعن اصحابؓ ثلاثہ پر مدلل بحث ہو چکی۔ آپ کے فضائل بشہادت کتب اسناد و کتب شیعہ ثابت کر دیئے گئے ہیں۔

اب ہم تھوڑا سا تذکرہ اس امر کا کر دینا مناسب سمجھتے ہیں کہ جناب امیر علیہ الرضوان اور ان کے اہلبیت کو اصحابؓ ثلاثہ سے کہاں تک محبت و پیار تھا۔ کہ زندگی میں تو ان سے شیر و شکر رہے۔ ان کی وفات کے بعد ان کے اسمائے گرامی پر اولاد کے نام رکھے۔ تاکہ اگر ان کی صورتیں موجود نہیں تو ان کے نام پکار کر یاد تازہ کرتے رہیں۔

اصحابؓ ثلاثہ کے نام پر فرزندان علیؓ کے نام

کتب معتبرہ تاریخ فریقین سے ثابت ہے کہ جناب امیرؓ نے اپنے ایک صاحبزادے کا نام ابو بکرؓ رکھا۔ جو لیلےٰ بنت مسعود کے بطن سے پیدا ہوا تھا ایک صاحبزادہ کا نام عمرؓ رکھا جو حبیبہ بنت ربیعہ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے ایک کا نام عثمانؓ رکھا جو ام البنین بنت حرام بن خالد سے متولد ہوئے تھے۔ ایک صاحبزادی کا نام ام المومنین زوجہ رسولؐ خدا کے نام پر میمونہ رکھا دوسری دو صاحبزادیوں کا نام رقیہ، ام کلثوم رکھا۔ جو رسولؐ پاک کی دو صاحبزادیوں کے نام تھے جو حضرت عثمانؓ کی زوجیت میں آئی تھیں۔ ایسا ہی امام حسنؓ نے ایک صاحبزادہ کا نام ابو بکرؓ رکھا۔ ایک کا نام عمرؓ رکھا۔ جو آپ کی جاریہ (کنیز) کے شکم سے پیدا ہوا تھا۔ یہ دونوں حضرت امام حسینؓ کے ساتھ معرکہ کربلا میں شہید ہوئے تھے۔ علیٰ ہذا القیاس امام زین العابدین نے بھی اپنے ایک فرزند کا نام عمرؓ رکھا اور حضرت موسیٰ کاظم نے بھی اپنے ایک صاحبزادہ کا نام ابو بکرؓ رکھا۔ حضرت امام رضا نے اپنی دختر کا نام عائشہؓ رکھا اور حضرت علی نقی رضؓ نے بھی اپنی لخت جگر کا یہی نام رکھا۔

اب شیعہ حضرات سے ہم دریافت کرتے ہیں۔ کہ اگر جناب امیر علیہ الرضوان اور ان کے فرزندان گرامی کو حضرات ثلاثہؓ اور ازواج مطہرات سے محبت و پیار نہ تھا

تو اپنی اولاد کے نام ان کے ناموں پر کیوں رکھے۔ قاعدہ کی بات ہے کہ فوت شدگان سے جو بزرگ واجب الاحترام اور ذی شرافت سمجھا جاتا ہے۔ اس کا نام تبرکاً اولاد کا رکھا جاتا ہے۔ کوئی شخص دشمن کے نام پر اپنی اولاد کے نام نہیں رکھے گا۔ چنانچہ واقعہ کربلا کو مدتیں گذر گئیں لیکن اب تک کسی مسلمان نے اپنے فرزند کا نام یزید یا شمر نہیں رکھا یہ ایک ایسی زبردست دلیل ہمارے ہاتھ میں فضیلت و عظمت اصحاب ثلاثہ ثابت کرنے کے لئے ہے جس کا کوئی جواب شیعہ سے قیامت تک نہیں ہو سکتا پس تمام نزاع کے فیصلے کے لئے یہی ایک بات کافی ہے بشرطیکہ شیعہ اصحاب میں کوئی صاحب انصاف موجود ہو ؎

ادا سے دیکھ لو جاتا رہے گلا دل کا　　　　بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

لطیفہ

ہمارے ایک شیعی دوست حکیم جمشید علی نامی جہلم میں رہتے تھے جو شیعوں کے لیڈر بنے ہوئے تھے۔ ایک دفعہ ہم نے ان کے سامنے اس امر کا تذکرہ کیا کہ جناب امیرؓ نے اپنے فرزندوں کے نام اصحاب ثلاثہ کے نام پر کیوں رکھے۔ آپ تھوڑی دیر خاموش ہو کر کہنے لگے کہ اس لئے ایسا کیا گیا تاکہ ان بیٹوں کے نام لے کر ہر وقت گالیاں دیا کریں۔ میں نے کہا آپ تو ماشاء اللہ عالم الغیب تھے اور آپ کو معلوم تھا کہ آپ کے لخت جگر امام حسینؓ کو یزید ملعون شمر بدبخت شہید کرے گا۔ اس لئے آپ کو اپنے بیٹوں کے نام یزید اور شمر رکھ دینے چاہیئے تھے۔ تاکہ ان کو گالیاں دے کر دل کی بھڑاس نکالتے رہیں۔ نیز اگر یہی منطق درست ہے تو اب آپ ہی اس کمی کو پورا کر دیں اپنے عزیزوں میں سے کسی کا نام یزید یا شمر رکھ کر خوب تبرا بازی کیا کریں۔ بس آپ خاموش ہو گئے۔ افسوس یہ لوگ ان مقدس نفوس کو اپنے جیسا سمجھتے ہیں۔ گالی گلوچ کرنا مومنوں کی شان سے بمراحل بعید ہے کافی کلینی کی حدیث دیکھو۔ منافق کی علامت سے ایک یہ علامت لکھی گئی ہے اِذَا خَاصَمَ فَجَرَ (جب جھگڑا کرتا ہے فحش گوئی

کرتا ہے۔ جناب امیرؓ تو وہ پاک باطن تھے کہ اپنے دشمن قاتل ابن ملجم لعین پر بھی رفق
ومدارات کرنے کی سفارش فرمائی۔ جیسا کہ جلاء العیون اردو صفحہ ۲۷۱ میں ہے۔

« جب امیر کرم اللہ وجہہ نے اپنے قاتل کی امام حسنؓ سے سفارش کی اور ارشاد کیا
کہ اسے کھانا پانی دو اور اس کے پاؤں میں زنجیر ڈالو۔ بلکہ اس کے ہمراہ رفق ومدارات کرو
اور جب میں دنیا سے رحلت کر دوں اس پر ایک ضربت سے قصاص کرنا اور جسم اس کا آگ
سے نہ جلانا۔ اور مثلہ نہ کرنا۔ یعنی ہاتھ پاؤں، کان ناک اور جمیع اعضاء اس کے نہ کاٹنا
کہ جناب پیغمبرؐ نے فرمایا۔ مثلہ ہرگز نہ کرو اگرچہ سگ درندہ ہو۔ اور اگر میں اچھا ہو گیا
سزاوار زیادہ ہوں کہ اسے عفو کر دوں۔ اس لیے کہ ہم اہلبیت صاحب کرم وعفو و
رحمت ہیں۔ پھر تعجب ہے کہ حجت سید جیسے شیعہ آپ کی نسبت یہ خیال کریں کہ اپنے
بیٹوں کے نام اصحابؓ کے نام پر اس لیے رکھتے تھے کہ ان کو گالیاں دے کر دل کے بخار
نکالتے رہیں۔ جب زندگی میں تو ان کی مدحت سرائی کرتے رہے۔ وظائف لیتے رہے غنائم
سے حصہ وصول کرتے رہے اور ان کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہے ان کو نیک مشورے
دیتے رہے۔ اپنی لخت جگر حضرت عمرؓ کو نکاح کر دی۔ تو ان کی وفات کے بعد گالیاں
دینا کونسی جوانمردی ہے۔ خیر یہ ایک لطیفہ تھا جو درج کیا گیا فی الواقع اس کا جواب
شیعہ کے پاس ہرگز ہرگز نہیں ہے۔

شیعہ سے چند سوالات

ہم شیعہ سے چند سوالات کرتے ہیں کہ کوئی صاحب جواب باصواب سے مطلع
کریں گے اور اگر جواب نہ دے سکیں اور ہرگز نہیں دے سکتے۔ تو خدارا راہ راست
پر آجائیں اور اصحابؓ رسولؐ کی بدگوئی سے باز آجائیں۔

(۱) پہلا سوال یہی ہے کہ اگر اصحاب رضی اللہ عنہم معاذ اللہ منافق کافر تھے ان کو اہلبیت
سے بغض وعداوت تھی۔ تو جناب امیر علیہ السلام اور ان کے اہلبیت نے اپنی

سلہ ملاحظہ ہو کتاب ابلاغ صفحہ ٢

اولاد کے نام ان کے ناموں پر کیوں رکھے؟

(۲) اگر نعوذ باللہ وہ کافر و منافق تھے۔ تو رسولؐ پاک نے اپنی بیٹیوں کے ناطے ان کو کیوں دیئے اور ان کی بیٹیاں اپنی زوجیت میں کیوں لیں۔ حالانکہ قرآن نے اس سے صریح ممانعت کر دی ہے کہ کفار کو ناطے دیئے جائیں یا ان سے لئے جائیں۔

(۳) اگر معاذ اللہ وہ کافر و منافق تھے تو جناب امیر علیہ السلام نے اپنی بیٹی ام کلثوم کیوں حضرت عمرؓ کو نکاح کر دی۔ اگر کہا جائے کہ انہوں نے جبراً چھین لی تو آپ کی شجاعت و غیرت پر حرف آتا ہے۔ اگر رضامندی سے دی تو ان کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

(۴) اگر وہ منافق و کافر تھے۔ تو جناب رسولؐ پاک نے اور حضرت امیرؓ نے ان سے لڑائی کیوں نہ کی۔ حالانکہ قرآن کا حکم ہے۔ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ (اے نبیؐ کافروں اور منافقوں سے جہاد کیجئے۔ وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ اور کافروں سے قتال کیجئے تاکہ فتنہ مٹ جائے اور دین حق پھیل جائے۔

(۵) جب بقول شیعہ اصحابؓ ثلٰثہ نے جناب امیر علیہ السلام سے خلافت چھین لی فدک دبا لیا۔ جناب سیدہؓ کی سخت ہتک کی۔ جناب امیر علیہ السلام نے کیوں تلوار نہ اٹھائی۔ اگر کہو کہ صبر کیا۔ تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ امیر معاویہؓ سے کیوں جنگ کر کے ہزارہا مسلمانوں کی جانیں تلف کرائیں۔ اور پھر صبر کا حکم تھا۔ تو حضرت امام حسینؓ نے کیوں یزید سے لڑ کر اپنی اور معصوم بچوں کی جانیں قربان کیں۔

(۶) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ثُمَّ لَا يُجَاوِرُونَكَ فِيهَا إِلَّا قَلِيلًا ۝ منافق لوگ نبی کی ہمسائگت میں زیادہ عرصہ تک نہیں ٹھہر سکیں گے۔ حالانکہ اصحابؓ ثلٰثہ زندگی میں ہمیشہ جناب رسولؐ کے مصاحب خاص رہے اور بعد وفات بھی ان کو ایسی مجاورت و ہمنشینی حاصل ہے کہ دو یار آپ کے پہلو بہ پہلو سوئے ہوئے ہیں۔ یہ کیوں ہوا؟

(۷) قرآن میں ہے لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ (میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ) تو جب بقول شیعہ اصحاب ثلثہ جناب رسولؐ اور جناب امیرؓ کے دشمن تھے تو کیوں رسولؐ پاک نے ان کو دوست بنائے رکھا۔ حتیٰ کہ سفر وحضر میں آپ کے رفیق رہے۔ اور پھر بعد وفات رسولؐ جناب کیوں ان سے یارانہ گانٹھے رہے۔ اگر کہو کہ بے بس تھے تو پھر وہاں سے ہجرت کیوں نہ کی جو ایسے مواقع پر فرض ہو جاتی ہے۔

(۸) إِنَّا لَنَنصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا (ہم اپنے رسولوں اور مومنوں کو نصرت بخشا کرتے ہیں) مگر اصحاب ثلثہ مومن نہ تھے۔ تو کیوں نصرت الٰہی ان کے شامل حال رہی قیصر و کسریٰ کی حکومت الٹ دی۔ ملک بھر میں اسلامی سلطنت قائم ہو گئی۔ ہر ایک معرکہ میں مظفر و منصور ہوئے۔ حتیٰ کہ خلافت بھی انہیں کو ملی۔

(۹) اگر خلافت اصحاب ثلثہ حق نہ تھی۔ تو حضرت شہر بانو بنت یزدجرد دختر شاہ ایران جو غنیمت میں مقید ہو کر آئی تھی۔ اور حضرت عمرؓ نے امام حسینؓ کو دے دی۔ آپ نے کیوں قبول کی جب کہ یہ غنیمت درست اور حلال ہی نہ تھی۔ تو امام معصوم نے کیوں عطیہ ناجائز اور نادرست میں تصرف کیا جو منافی عصمت ہے۔

(۱۰) جب متعہ ایسا بڑا ثواب کا کام ہے کہ متعی مرد اور ممتوعہ عورت جب غسل کرتے ہیں۔ تو ہر ایک قطرہ سے ستر ستر فرشتے پیدا ہوتے ہیں جو ان کے لئے قیامت تک استغفار کیا کرتے ہیں۔ تو ائمہ اہلبیت کیوں اس کار ثواب سے محروم رہے۔ کتب شیعہ سے ثابت ہے کہ کسی امام نے متعہ نہیں کیا۔

---

(۱) [illegible] إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنتُمْ قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ قَالُوا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا فَأُولَٰئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ۝ (النساء ۱۴ رکوع) اس آیت کے تحت میں شیعوں کی مشہور تفسیر صافی میں یوں لکھا ہے أَقُولُ وَفِي الْآيَةِ دَلَالَةٌ عَلَىٰ وُجُوبِ الْهِجْرَةِ مِنْ مَوْضِعٍ لَا يَتَمَكَّنُ فِيهِ إِقَامَةُ دِينِهِ (منظور حسین عفی عنہ)

(۱۱) کتب شیعہ سے ثابت ہے کہ علی المرتضیٰؓ کے تین فرزند جن کا نام ابوبکرؓ عمرؓ عثمانؓ تھا۔ وہ بھی امام حسینؓ کے ساتھ معرکۂ کربلا میں شہید ہوئے۔ مرثیوں میں ان کا کیوں ذکر نہیں کیا گیا۔ جب کہ وہ علی المرتضیٰؓ کے فرزند تھے اور اپنے بھائی جناب امام حسینؓ پر انہوں نے بھی جانیں قربان کر دی تھیں۔

(۱۲) کتب شیعہ میں تصریح ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے قرآن جمع کر کے اصحابؓ کو دکھلایا تھا۔ انہوں نے قبول نہ کیا تو آپ نے کہا اب تم لوگ اس قرآن کو تا قیامت نہ دیکھو گے۔ وہ قرآن اس وقت کہاں ہے۔ اگر وہ ہدایت خلق کے لئے تھا تو اس کے اتنا عرصہ گم رکھنے کی کیا وجہ ہے۔ اور ایسے قرآن سے مسلمانانِ عالم کو کیا فائدہ ہے۔؟ اگر امام غائب علیہ السلام نے اس کو چھپا رکھا ہے۔ تو کیا وہ کتاب ہدایت چھپا رکھنے کے مجرم نہیں ہیں۔؟

(۱۳) کافی کلینی میں تصریح ہے کہ رسول پاکؐ کے فوت ہوتے ہی تمام اصحابؓ سوائے تین چار کے اسلام سے پھر گئے۔ پھر بعثت رسولؐ اور نزول قرآن سے کیا فائدہ ہوا۔ کیا خدا نے ان تین چار آدمیوں کے لئے اتنا بڑا سامان کیا۔ اور پھر سوال یہ ہے کہ جناب امیر علیہ السلام صرف ان ہی تین چار بزرگوں کے اجماع سے خلیفہ ہوئے۔ تو آپ امیر المومنین نہیں کہلا سکتے۔ بلکہ آپ تو صرف تین چار کے امیر ہوئے۔

کیا کوئی شیعہ بزرگ ان چند سوالات کا کوئی معقول جواب دیں گے۔؟ ہمیں تو امید نہیں ہے۔ ؎

عاشق ہوئے ہیں یار کے ہم کس امید پر جز آہ نارسا کوئی امید ہی نہیں

اصحابؓ ثلاثہ کے متعلق کافی بحث ہو چکی۔ اب ہم ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ کا تذکرہ کرتے ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ

یوں تو حضرات شیعہ کی زبان طعن سے انسان تو کیا، خدا ورسولؐ بھی نہیں بچے لیکن اصحاب ثلاثہؓ کے بعد زیادہ غیظ وغضب شیعہ صاحب کو ام المومنین عائشہ صدیقہؓ

سے ہے۔ اور آپ کے خلاف چند الزامات لگائے گئے ہیں جن کا جواب دینا لازمی ہے۔

پہلا طعن :- قرآن مجید میں ہے۔ وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولٰى (اپنے گھروں میں بیٹھی رہو اور زمانہ جاہلیت کی طرح باہر نہ نکلا کرو) حضرت عائشہ رضی نے اس حکم کی مخالفت کی۔ کہ معرکہ کارزار میں نکل کر شریک جنگ ہوئیں جہاں کہ ہزار ہا کی تعداد میں نامحرم اشخاص موجود تھے۔

جواب :- نادان معترض جس کو تدبر فی القرآن نصیب نہیں۔ آیات قرآن کے معنی کرتے وقت ہمیشہ ٹھوکر کھاتا ہے کیا اس کا یہ معنیٰ ہے کہ گھر کی چار دیواری میں عمر بھر ایسی محبوس و مقید رہیں کہ گھر سے باہر نکلنا کسی دینی ضرورت کے لیے بھی جائز نہ ہو ہرگز نہیں۔ آنحضرت ازواج مطہرات کو حج و عمرہ کے لیے ساتھ لے جایا کرتے تھے۔ ویسے جانے عیادت مریض۔ تعزیت قریبی میت کی ممانعت نہ تھی۔ غزوات میں بھی ساتھ لے جانے کی اجازت تھی۔ پھر آیت سے مخالفت کا استدلال صحیح نہیں ہے۔ آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں جیسے عورتیں بے حجاب ہو کر زیورات زرق برق لباس پہنے بازاروں میں پھرتی تھیں۔ اب اس طرح بے پردہ پھرنا جائز نہیں ہے۔ جیسا کہ آیت سے اس کی تشریح ہوتی ہے۔ يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ذٰلِكَ اَدْنٰى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (ترجمہ :- اے نبی۔ اپنی عورتوں (بیٹیوں اور مومنوں کی عورتوں) کو کہہ دیجیے۔ کہ اپنے منہ پر چادر (نقاب) ڈال لیا کریں۔ یہ اس بات کی قریب تر ہے۔ کہ پہچانی نہ جائیں اور ایذا نہ دی جائیں۔ (حدیث میں ہے کہ اس آیت کے بعد آنحضرت نے فرمایا۔

اُذِنَ لَكُنَّ اَنْ تَخْرُجْنَ لِحَاجَتِكُنَّ (اب تمہیں اجازت دی گئی ہے کہ اپنی حاجت کے لیے نکل سکو)

حضرت عائشہ صدیقہ" چونکہ مظلوم خلیفہ عادل کے قصاص کے لیے سفر میں نکلنے پر مجبور ہوئی تھیں۔ اس لئے یہ سفر جہاد حج عمرہ کے سفر کی طرح ایک دینی ضرورت تھی جس پر طعن نہیں ہو سکتا۔ پھر آپ کے ساتھ آپ کے اقارب میں سے عبداللہ بن زبیر رض

آپ کے ہمشیرہ زادہ اسماء بنت ابوبکرؓ اور ان کی اولاد سب محرم تھے۔ علاوہ ازیں آپ ام المومنین ہونے کی وجہ سے تمام مسلمانوں کی ماں اور سب ان کے فرزند تھے اس لئے آپ کے اس سفر پر معترض ہونا شیعہ کی سخت حماقت ہے۔ ابن قتیبہ اپنی تاریخ میں جو شیعہ کی معتمد علیہ ہے۔ رقمطراز ہے۔ لَمَّا بَلَغَهَا بَيْعَةُ عَلِيٍّ أَمَرَتْ أَنْ يُعْمَلَ لَهَا هَوْدَجٌ مِنْ حَدِيْدٍ جُعِلَ فِيْهَا مَوْضِعُ الدُّخُوْلِ وَالْخُرُوْجِ ثُمَّ خَرَجَتْ وَأَبْنَاءُ الطَّلْحَةِ وَالزُّبَيْرِ مَعَهَا (جب حضرت عائشہ کو بیعت علی المرتضیٰ کی اطلاع ملی حکم دیا کہ آپ کے لئے ایک آہنی کجاوہ بنایا جائے اور اس میں داخل ہونے اور نکلنے کا راستہ بنایا جائے پس آپ نکلیں۔ جب طلحہؓ و زبیرؓ کے فرزند آپ کے ہمراہ تھے) اب بتائیے ایک اہم دینی ضرورت کے لئے اپنے محرموں کے ساتھ سفر کرنے پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ جب کہ پردہ کا بھی اس قدر اہتمام کیا جائے۔

غالباً شیعہ صاحبان اہل سنت پر ایسے اعتراض کرتے وقت اپنے گھر سے بے خبر ہو جاتے ہیں۔ شیعہ کی معتبر کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت فاطمۃ الزہراؓ گھر سے باہر نکل کر حضرت عمرؓ سے دست و گریباں ہوئیں۔ فَأَخَذَتْ بِتَلَابِيْبِ عُمَرَ وَجَذَبَتْهُ إِلَيْهَا (جناب سیدہؓ نے عمرؓ کا گریبان پکڑ لیا اور اپنی طرف کھینچا) کیا ایک پردہ نشین خاتون کو ایک نامحرم شخص سے یوں دست و گریباں ہونا جائز ہے۔ شیعہ اس بات کے بھی قائل ہیں۔ کہ جناب سیدہؓ نے باغ فدک کے لئے دربار خلافت میں خود جا کر دعویٰ کیا۔ یہ بھی شیعہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ غصب خلافت و دیگر حقوق پر جناب امیر علیہ السلام خاتون جنتؓ کو سوار کر کے مہاجرین و انصار کے گھر پھرنے کی یہ بات

---

[1] اصول کافی ص ۲۱۱ [2] حق الیقین ص ۲۱۱ میں ہے۔ میں نے تمام قرآن جمع کیا۔ بعد اس کے فاطمہؓ و حسنینؓ کا ہاتھ پکڑ کر تمام اہل مدینہ اور ان لوگوں کے گھر گیا جنہوں نے راہ دین میں سعی و کوشش کی تھی۔ اور ان کو قسم دی تھی کہ میرے حق کی اعانت کریں اور ان کو اپنی نصرت و اعانت کے لئے طلب کیا۔ مگر ان میں سے چار شخصوں کے سوا کسی نے میرا قول قبول نہ کیا اور وہ چار شخص یہ ہیں سلمان، ابوذر، مقداد اور عمار رضی اللہ عنہم۔ اور ایسا ہی منار الہدیٰ میں لکھا ہے کہ حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کو گدھے پر سوار

باقی ص ۳۶۷ پر دیکھیں

جائز نہیں۔)

دوسرا طعن:۔ حضرت عائشہؓ نے جناب امیرؑ سے بغاوت کی اور جنگ کیا حالانکہ خلیفہ سے بغاوت جائز نہیں اور جرم کبیرہ ہے۔

جواب:۔ اس قسم کا اعتراض جناب امیر علیہ السلام پر عائد ہوتا ہے کہ بحکم وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ (رسول کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں) جب حضرت عائشہؓ حضرت علیؓ کی ماں تھیں، آپ کو ان سے جنگ کرنا ہرگز جائز نہ تھا۔ قرآن میں ہے وَلَا تَقُلْ لَهُمَا أُفٍّ (ماں باپ کو اف تک بھی نہ کہو)۔

حقیقت یہ ہے کہ جنگ جمل طرفین کی کسی بدنیتی پر مبنی نہ تھا۔ بلکہ ہر دو فریق کی اجتہادی غلطی تھی۔ حضرت عائشہؓ اور ان کے طرفدار حضرت عثمانؓ کا قصاص لینے کے لیے ان کے قاتلین کو امیر علیہ السلام سے مانگتے تھے۔ جناب امیر علیہ السلام ان کے شر و فساد کے اندیشہ سے ان کو حوالے نہ کر سکے۔ دوسری طرف سے سمجھا گیا کہ قتل عثمانؓ میں آپ کا بھی کچھ ہاتھ ہوگا۔ حالانکہ امیر علیہ السلام اور ان کے معاونین نے خیال کیا کہ دوسرا فریق خلیفہ سے باغی ہو کر جنگ کرنا چاہتا ہے۔ طرفین میں معرکہ کی جنگ ہوئی بہت سے مسلمان شہید ہوئے آخرکار صلح و صفائی ہوئی حضرت عائشہؓ اپنے کیے پر پشیمان ہوئیں۔ جناب امیر علیہ السلام نے ان کو بڑی عزت و تکریم سے گھر پہنچایا اور دلی صفائی ہو گئی۔ اب اس بات پر طعن کرنا خود مورد طعن بننا ہے، اعتراض ہر دو فریق پر یکساں عائد ہوتا ہے۔ فَمَا جَوَابُكُمْ فَهُوَ جَوَابُنَا۔

حضرت عائشہؓ مومنوں کی ماں ہیں۔ آپ کو ہی یہ فضیلت حاصل ہے کہ آپ کے

(بقیہ صفحہ ۳۶۶ کا) کیا اور اپنے ہمراہ امام حسنؑ اور حسینؑ کو لے کر حضرت ابوبکرؓ کے خلاف امداد حاصل کرنے کے لیے مہاجرین و انصار کے دروازوں پر پھرتے رہے۔ اصل عبارت یہ ہے۔ ردی انہ ان علیا استنصر الناس علی ابی بکر یرکب فاطمة علی حمار و یاخذ معه الحسن و الحسین و یمضی الی دور المهاجرین و الانصار یطلب منهم النصرة علی ابی بکر و تطلب فاطمة منهم له الانتصار علی ابی بکر فلم یجبه الا اربعة او خمسة (منار الہدی مصنف شیخ علی البحرانی مطبوعہ مکتبہ احسن بمبئی) نوٹ:۔ یہ کتاب شیعوں کے مولوی علی حائری نے بھی چھپوائی ہے۔ (احقر مظہر حسین غفرلہ)

حجرہ میں آپ کی گود میں حضور ؐ کا وصال ہوا۔ آپ کی نسبت قرآن کریم میں آپ کی برأت کے متعلق آیات نازل ہوئیں۔ اور آپ کے قاذفین اور (طاعنین) کو عتاب ہوا۔ پھر جو لوگ حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کی بدگوئی کرتے ہیں۔ وہ خدا اور رسول ؐ سے دشمنی رکھتے ہیں۔ عاذنا اللہ منہم

تیسرا طعن:۔ حضرت عائشہ رضؓ نے روضہ مطہرہ میں اپنے باپ اور حضرت عمر رضؓ کو دفن کرنے کی اجازت دی حالانکہ اس مکان کی آپ اکیلی مالک نہ تھیں۔ تمام ورثاء کا حق تھا۔

جواب:۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں ازواج مطہرات کو الگ الگ مکان دے کر ان کو ان کا مالک کر دیا ہوا تھا۔ چنانچہ یہ حجرہ جو مدفن رسول ؐ و خلفائے رسول ؐ ہے حضرت عائشہ کا حجرہ تھا جو ان کی ملکیت تھا۔ اس لیے ان کو اختیار تھا کہ اپنے باپ ؓ اور حضرت عمر رضؓ کی مزارات کی وہاں اجازت دیں۔ اگر عائشہ رضؓ کی ملکیت نہ تھی تو حضرت امام حسن ؓ نے اپنے مزار کے لیے حضرت عائشہ رضؓ سے کیوں اجازت طلب فرمائی (یہ روایت کتب شیعہ میں موجود ہے) قرآن سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ حجرات ازواج مطہرات کی ملکیت تھے جہاں وہ بستی تھیں۔ قرآن میں ہے وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ (اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو) غرضیکہ یہ اعتراض نہ تو جناب امیر علیہ السلام اور نہ دیگر ائمہ اہلبیت کو سوجھا۔ اب شیعہ ایسے بیہودہ اعتراضات اٹھانے لگے ہیں۔ ہم تو یہی کہیں گے ؎

کون سنتا ہے کہانی تیری ادیار غلط   کیوں بغل میں لیے پھرتا ہے یہ طومار غلط

اب ہم حضرت امیر معاویہ رضؓ کا ذکر کرتے ہیں جن کو شیعہ صاحبان سخت مطعون کرتے ہیں۔

حضرت امیر معاویہؓ

شیعہ صاحبان حضرت معاویہؓ کو بہت کوستے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے جناب امیر علیہ السلام سے جنگ کی۔ اس کا جواب پہلے دیا جا چکا ہے کہ یہ ناگوار واقعہ طرفین کی اجتہادی رائے کی وجہ سے ہوا۔ وہ باہم حیدری بھائی تھے۔ اصحاب رسول ؐ تھے۔ حضرت امیر معاویہ رضؓ کاتب

حضرت امیر علیہ الرضوان کا یہ مکتوب امر متنازعہ کے متعلق ایک قاطع النزاع صریح فیصلہ ہے۔ آپ نے اس میں بالتصریح تحریر فرمایا کہ ہمارے اور اہل شام (حضرت معاویہؓ اور ان کے گروہ) کا اسلام اور ایمان کے بارے میں کوئی جھگڑا نہیں ہے۔ ہمارا خدا اور رسولؐ ان کا ہے جو ہمارا ہے اور اسلام بھی ہر ایک فریق کا ایک ہی ہے۔ اعتقادات میں بھی کوئی نزاع نہیں ہے۔ ہم ان کو توحید و رسالت میں کامل الایمان سمجھتے ہیں۔ اور وہ ہم کو بھی ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ ہمارا اور ان کا صرف یہ اختلاف تھا کہ انہوں نے اپنے خیال میں حضرت عثمانؓ کے قتل کا ذمہ دار ہمیں قرار دیا حالانکہ ہم اس الزام سے بالکل بری الذمہ ہیں۔

بتلائیے ایسے صریح فیصلہ کے بعد حضرات شیعہ کس سے کیا ثبوت چاہتے ہیں جناب امیرؓ جن سے جنگ ہوئی وہ تو تمام اسلامی عقائد میں امیر معاویہؓ کو اپنے جیسا مسلمان سمجھتے ہیں لیکن شیعہ صاحبان برخلاف فیصلہ جناب امیرؓ ان کو کافر و منافق قرار دیتے ہیں۔ اب ناظرین خود ہی انصاف کریں کہ قول امیرؓ کو معتبر سمجھا جائے یا شیعہ کو۔ ہر ایک منصف شخص اس مکتوب کے پڑھنے کے بعد حضرت امیر معاویہؓ کو ایسا ہی کامل الایمان سمجھے گا جیسے امیر علیہ الرضوان ان کو سمجھتے تھے۔ ہاں جن کے دلوں پر خدا نے مہر کر دی ہے۔ وہ مجبور ہیں۔

اگر حضرت امیر معاویہؓ معاذ اللہ فاسق و منافق ہوتے تو حضرت امام حسنؓ ہرگز ان کی بیعت نہ کرتے بلکہ تلوار اٹھا کر ان سے مقابلہ کرتے۔ جیسا کہ بعد میں امام حسینؓ نے یزید سے مقابلہ کیا۔ اہل انصاف کے لئے اس قدر بحث اس بارہ میں کافی ہے۔ اب ضد کا کوئی علاج ہی نہیں۔

حضرت معاویہؓ کے فضائل کے متعلق اخبار النجم لکھنؤ مورخہ ۷ ستمبر ۳۴ء سے ایک مضمون ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو جمیع اصحاب رسولؐ کی محبت و عقیدت عطا فرمائیں۔

۱؎ یہ اخبار سرپرستی حضرت مولانا عبد الشکور صاحب ان کے صاحبزادگان کے زیر ادارت لکھنؤ سے شائع ہوتا ہے جس کو اہل سنت والجماعت کو ضرور دیکھنا چاہیئے۔ جواب تشیع کے لئے بہترین ہے۔ قیمت چندہ ۳ روپیہ

سیدنا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

حامداً و مصلیاً ارباب بصیرت و اہل فہم و فراست پر اظہر من الشمس ہے کہ ابتدائے آفرینش سے لے کر زمانِ نبوت محمدیہ تک جتنے بھی انبیاء کرام علیہم السلام اور اللہ رب العزت کی برگزیدہ ہستیاں دنیا کی ہدایت کے لئے تشریف لائیں۔ اور اپنے اپنے نورِ ہدایت سے عالم میں اجالا پھیلایا اور جب تشنگان ہدایت کو سیراب فرمایا اور طالبان فیض کو فیض پہنچایا۔ یہاں تک کہ وہ اپنے بھٹکے ہوئے راستے سے صراط مستقیم پر آ گئے اور بھولے ہوؤں نے منعم حقیقی کو پہچان لیا لیکن پھر بھی ان مقدس ہستیوں کو مطعون کیا گیا۔ جہاں تک ہو سکا ان کی ایذا رسانی کی گئی۔ تہمات اور الزامات کا طومار ان پر باندھا گیا ان کے پاک دامن کو گالم گلوچ اور سب و شتم سے ملوث کیا گیا۔ ایسے ہی جتنے اولیاء کرام و مشائخ عظام آج تک پیدا ہوئے۔ ان پر بھی طعن و تشنیع کا بازار گرم کیا گیا اور کتنے جلا وطن اور شہر بدر کر دیئے گئے اور کتنوں کو بے خانماں کیا گیا۔ خود ہمارے آقا و مولا حضور محمد مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ساحر کہا گیا۔ (مفتری اور کذاب کے خطاب) سے یاد کیا گیا حتیٰ کہ مجنوں اور پاگل بھی بنائے گئے۔ واللہ عزیز ذوانتقام اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ خود اللہ جل جلالہٗ پر بھی اعتراض کیا گیا۔ اسی سلسلے میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مبارک ہستیاں ہیں کہ ایک گروہ نے ان کو بھی برا کہا، ان کی توہین اور ان پر تبرا اور سب و شتم کرنے کو ایمان دین سمجھا۔ حالانکہ صحابہ کرام کو خداوند قدوس نے جو فضیلت بخشی اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی جو عزت کی اور تعریف فرمائی۔ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں اس کے متعلق ذکر موجود ہے۔ مگر ایک گروہ جو اپنی دریدہ دہنی سے باز نہیں آتا برابر ان پر طعن کرتا رہتا ہے۔

اور دل سے ہیں یہ شکوہ خود ہمارے یہاں بعض ایسے حضرات موجود ہیں جو

بقیہ صفحہ ۳۶۷: ورنہ ان کا کیا ذکر کر مقابلہ کر رہا ہے اس کے علاوہ علمی محققانہ مضامین قابل دار ہیں۔ ہر ایک دیندار سنی مسلمان کے گھر ہونا چاہیئے۔ ۱۲

بظاہر سنی حنفی اپنے کو کہتے ہیں لیکن درحقیقت ان کا مجوزی شعار یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نعوذ باللہ فاجر تھے۔ نعوذ باللہ من ذالک مجوزی شعار ہیں نہ۔ کس وجہ سے کہا کہ اصل میں شعار اس کو کہتے ہیں جو ظاہر نہ ہو۔ مگر یہ طائفہ پہلے تو اہلبیت رض کی محبت اور بزرگان دین کی مودت ظاہر کرتا ہے جب تمام لوگ ان کے دام فریب میں پھنس جاتے ہیں۔ تب اس عقیدۂ باطلہ کا ظاہر لوگوں میں پھیلا کر قصر ایمان کو تہ و زبر کر دیا کرتا ہے العیاذ باللہ! ہمارے دیار میں بھی ایسے نام نہاد سنی حنفی جماعت کا وجود پیدا ہو چلا ہے اس لئے اس مسئلہ پر کچھ لکھنے کی جرأت ہوئی۔ واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

حضرات! معلوم نہیں کس دل سے یہ لوگ بدزبانی کرتے ہیں۔ ہم پر لازم ہے اور ضروری ہے کہ وہ مقدس ہستیاں جن کی شان میں تمام امت کا اتفاق ہو الصحابۃ کلہم عدول یعنی اصحاب رسول سب عادل ہیں، جن کے دامن میں احادیث نبویہ کا خزانہ محفوظ ہو اور قرآن کریم جن کے ایمان اور قوت ایمان پر شاہد عدل ہو کیسے ان کی تنقیص کی جائے خواہ کیسا ہی ادنیٰ درجہ کا صحابی کیوں نہ ہو۔ بالخصوص جب تمام اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہو کہ کتنا ہی بڑا غوث قطب کیوں نہ ہو ایک ادنیٰ درجہ کے صحابی کے مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا جیسا کہ بزرگان دین کے مقالات گرامی قدر سے ظاہر و باہر ہے۔

چنانچہ از غوث الثقلین قدس سرہٗ منقول است کہ اگر در رہ گذر حضرت امیر معاویہ رض نشینم و گرد سم اسپ بر من نشیند باعث نجات می شناسم۔ (تذکرہ غوثیہ ص ۱۲۳ جلد ۴)

غوث الثقلین (حضرت شیخ عبد القادر قدس سرہٗ) سے منقول ہے کہ اگر حضرت امیر معاویہ رض کے رہگذر میں بیٹھوں اور آپ کے گھوڑے کے سم کا غبار میرے اوپر پڑ جائے تو میں اس کو باعث نجات خیال کروں"

سبحان اللہ کیا جدت شان ہے۔ اور سنیئے۔

امام ہمام عبداللہ بن مبارک رض سے سوال کیا گیا کہ حضرت معاویہ رض افضل ہیں یا

عمر بن عبد العزیزؒ ان کی شان میں بس اتنا کہا گیا کہ ان کو عمر ثانی کہا گیا) تو جواب دیا۔
وَاللّٰہِ ان الغبار الذی دخل فی انف فرس معاویۃ مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل من عمر والف مرۃ (مفتق معاویہ من الفرقۃ الناجیہ ص ۲۸) یعنی خدا کی قسم وہ غبار جو حضرت امیر معاویہؓ کے گھوڑے کی ناک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گھسا ہے۔ عمر بن عبد العزیزؒ سے ہزار درجہ افضل ہے۔ اسی طرح بہت سے بزرگوں کے اقوال حضرت امیر معاویہؓ کی فضیلت میں منقول ہیں مگر منصف مزاج حضرات کے لئے انہیں دونوں بزرگوں کی شہادت کافی ہے۔ اب آیئے کتب فن رجال کی سیر بھی فرمایئے

تقریب التہذیب میں ہے۔ معاویۃ بن ابو سفیان رضی خلیفۃ صحابی اسلم قبل الفتح وکتب الوحی (حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ خلیفہ صحابی ہیں۔ فتح مکہ سے پہلے مشرف باسلام ہوئے اور آپ نے وحی لکھی۔ ایک شاعر اسی کے متعلق کہتا ہے

قَدْ کَانَ کَاتِبَ وَحْیِہٖ وَاَمِیْنَہٗ ... سَنَدُ الْاَمَانَۃِ حَامِلٌ لِمُعَاوِیَۃ

یعنی حضرت معاویہؓ کاتب وحی تھے جس کی وجہ سے آپ کو امین ہونے کی سند حاصل ہے کہ وحی جیسا اہتم بالشان کام آپ کے سپرد کیا گیا۔ علامہ صفی الدین اپنی کتاب خلاصہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ معاویۃ بن ابی سفیان بن صخر بن حرب الاموی ابو عبد الرحمٰن اسلم زمن الفتح لہ مائۃ وثلثون حدیثا امیر معاویہؓ فتح مکہ کے زمانے میں اسلام لائے اور آپ سے ۱۳۰ حدیثیں روایت کی گئی ہیں۔

تاریخ الخلفاء میں ہے کہ حضرت معاویہؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ۱۶۳ احادیث روایت کی ہیں اور آپ سے بہت سے صحابہؓ مثلاً ابن عباسؓ ابن عمرؓ ابن زبیرؓ ابو الدرداؓ جریر بجلیؓ نعمان بن بشیر وغیرہم اور تابعین مثلاً ابن المسیبؒ حمید بن عبد الرحمٰن وغیرہم رضی اللہ عنہم اجمعین نے روایت کی ہے۔ آپ ہوشیاری، دانائی اور بردباری میں بہت زیادہ مشہور تھے۔ آپ کی فضیلت میں بہت زیادہ احادیث وارد ہیں۔ آپ کا حلم ضرب المثل تھا۔ چنانچہ ابن ابی الدنیاؒ اور ابو بکر بن ابی عاصمؒ نے تو آپ کے حلم پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے۔ حضرت امیر معاویہ لمبے قد کے خوبصورت اور وجیہہ آدمی تھے۔ آپ کی طرف

عمر رضی اللہ عنہ دیکھ کر فرمایا کرتے تھے کہ یہ عرب کے کسریٰ ہیں یا زحضرت علیؓ سے مروی ہے کہ معاویہؓ کو برا نہ سمجھو جس وقت یہ تمہارے پاس سے اٹھ جائیں گے تو تم دیکھو گے کہ بہت سے سر تن سے جدا کئے جائیں گے۔ مقریزی کہتے ہیں کہ لوگوں پر تعجب ہے کہ کسریٰ و ہرقل کا ذکر کرتے ہیں مگر امیر معاویہ کو بھول جاتے ہیں۔ (بیان الامراء ترجمہ تاریخ الخلفاء ص۲۰۷-۲۰۸)

حافظ شمس الدین ذہبی میزان الاعتدال میں ارقام فرماتے ہیں۔ ولی الشام عشرین سنۃ وملک عشرین سنۃ وکان حلیماً کریماً سائساً عاقلاً خلیقاً للامارۃ کامل السؤدد کہ حضرت امیر معاویہؓ بیس سال شام کے والی اور بیس سال ملک رہے اور حلیم وکریم تھے اور بہت مدبر ومنتظم تھے عقلمند تھے اور امیر ہونے کے لائق اور سرداری کے لئے کامل تھے۔

حضرات! امیر معاویہؓ بہت بڑے مجتہد تھے اگر ان کی شان فقاہت واجتہاد بھی ملاحظہ فرمانا ہو تو بخاری ومشکوٰۃ ملاحظہ فرمائیے۔ ابن عباسؓ سے سوال کیا گیا کہ امیر المومنین معاویہؓ وتر ایک رکعت پڑھتے ہیں تو ابن عباسؓ نے فرمایا اصاب انہ فقیہ کہ معاویہؓ صائب الرائے شخص ہیں۔ اور فقیہ ہیں اور ایک اور روایت میں ہے دعہ، انہ صحب النبی صلی اللہ علیہ وسلم (مشکوٰۃ ص۱۱۲) یعنی معاویہؓ کو کچھ نہ کہو وہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ بخاری میں ہے عن حمید بن عبد الرحمن انہ سمع معاویۃ بن ابی سفیان یوم عاشوراء عام حج علی المنبر یقول یا اہل المدینۃ این علماؤکم سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ھذا یوم عاشوراء ولم یکتب اللہ علیکم صیامہ وانا صائم فمن شاء فلیصم ومن شاء فلیفطر (بخاری شریف ج۱ ص۲۶۸) حمید بن عبد الرحمن نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو حج کے سال میں عاشورہ کے دن منبر پر کہتے ہوئے سنا کہ اے اہل مدینہ! کہاں ہیں تمہارے علماء میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ یہ یوم عاشورہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے تم پر اس کا روزہ فرض نہیں کیا۔ البتہ میں روزہ دار ہوں پس جس کا جی چاہے روزہ رکھے اور جس کا جی چاہے افطار کرے

حضرات۔ اس طرح سے مجمع عام میں تمام علماء کو دعوت دے کر حکم شرعی بیان فرمانا مجتہد ہی
کی شان ہے بادشاہ کا کام نہیں۔ پھر بھی باوجود اتنے فضائل و کمالات کے فسق کا فتویٰ
دینا اور حضرت معاویہؓ سے بدگمانی کرنا کہ اہلبیت کے نعوذ باللہ آپ دشمن تھے۔ حضرت
علیؓ، حضرت حسنؓ اور امیر معاویہؓ میں جو کچھ ہوا اور جتنے تنازعات مابین صحابہؓ اس قسم
کے واقع ہوئے۔ وہ محض خطاء اجتہادی پر مبنی تھے اور ہر فرد اپنے آپ کو حق پر سمجھتا تھا
نہ بغض و عناد کی وجہ سے بالخصوص جب تینوں حضرات میں صلح ہو گئی۔ جیسا کہ تمہید
شرح عقائد میں ہے لا یجوز اللعن علی المعاویۃ لان علیاً صالح معہ وفیہ
ان الحسن بن علیؓ صالح معہ ولو کان مستحقا للعن لکان لا یجوز الصلح
معہ النزیۃ لعبارۃ منہ شرح عقائد صـ ۱۱۲ یعنی حضرت معاویہؓ پر لعن جائز
نہیں کیونکہ حضرت علیؓ نے امیر معاویہؓ سے صلح کر لی تھی اور اسی حاشیہ میں ہے کہ
حضرت حسنؓ نے بھی آپ سے مصالحت فرما لی تھی اور اگر حضرت امیر معاویہؓ لعن کے
مستحق ہوتے تو البتہ ان کے ساتھ صلح جائز نہ ہوتی۔ وفیہ ایضاً لا یجوز الطعن فی
المعاویۃ لانہ من کبار الصحابۃ (نبراس) حوالہ بالا حضرت امیر معاویہؓ کے بارے
میں طعن جائز نہیں کیونکہ وہ کبار صحابہ میں سے ہیں۔ علامہ نووی شارح مسلم رقمطراز ہیں
واما معاویۃ فہو من العدول الفضلاء والصحابۃ النجباء۔ (نووی شرح
مسلم جلد ۲ صـ ۲۷۲ و تتمہ منہاج جلد ۴ صـ ۸۲) یعنی حضرت امیر معاویہؓ فضلاء عادلین اور
صحابہ اخیار میں سے ہیں۔ صاحب تاریخ الخلفاء چند واقعات نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چونکہ ارشاد فرمایا ہے کہ جب ہمارے اصحاب کا ذکر کیا
جائے تو خاموش ہو جاؤ اس لئے مجال دم زدنی نہیں (بیان امر صـ ۱۸۵) بہر کیف اگر
ذاتی عداوت ان باہمی لڑائیوں کا سبب ہوتی تو صلح مشکل ہوتی اس کے علاوہ بیہقی اور
ابن عساکر نے مشائخ وغیرہ سے روایت کی ہے کہ حضرت معاویہؓ کی طرف سے حضرت
حسنؓ کو ایک لاکھ سالانہ وظیفہ ملا کرتا تھا۔ (بیان امر صـ ۲۰۵) کیا کوئی خلیفہ اپنے
دشمن کے ساتھ بھی ایسا معاملہ کرتا ہے۔ معلوم ہوا کہ ان کا آپس میں ذاتی عناد نہیں تھا

اس لئے کسی کو بھی لعن جائز نہیں بلکہ اہلسنت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے۔ جیسا کہ علامہ
نووی اور علامہ نسفی تحریر فرماتے ہیں۔ واما الحروب التی جرت بین الصحابة فکانت
لکل طائفة شبهة اعتقدت تصویب انفسها وکلهم عدول ومتأولون
فی حروبهم وغیرها ولم یخرج شیئ من ذلک احدا من العدالة لانهم
مجتهدون اختلفوا فی مسائل من محل الاجتهاد کما یختلف المجتهدون
بعدهم فی مسائل من الدماء وغیرها ولم یلزم من ذلک نقص احد منهم
(نووی ص ۲۷۲ ج ۲ مظاہر حق ص ۸۲ ج ۴) اور بہرحال وہ لڑائیاں جو مابین صحابہؓ واقع ہوئی ہیں
ہر گروہ کے لئے شبہ تھا جس کے سبب سے ہر شخص نے اپنے کو حق پر سمجھا اور سب کے
سب عادل ہیں اور اپنے حروب وغیرہ میں متاول ہیں اور ان اشیا میں سے کوئی شے
عدالت سے ان کو نہیں نکالتی۔ اس واسطے کہ صحابہؓ مجتہد ہیں۔ مسائل میں اختلاف محل
اجتہاد میں فرمایا ہے۔ جیسا کہ ائمہ مجتہدین صحابہؓ کے بعد دماء وغیرہ کے مسائل میں مختلف ہوگئے
ہیں اور اس اختلاف سے ان میں سے کسی کا نقص نہیں لازم آتا۔ حضور سرور کائنات
صلی اللہ علیہ وسلم امیر معاویہؓ کے متعلق فرماتے ہیں۔ عن عبد الرحمن بن ابی عمیرة
عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال لمعاویة اللهم اجعله هادیاً
مهدیاً واهد به رواه الترمذی مشکوٰۃ شریف ص ۵۷۰ (ابو عمیرہؓ
روایت کرتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ کے لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ اے اللہ معاویہؓ کو ہدایت کرنے والا اور ہدایت پانے والا بنادے اور معاویہؓ کے ذریعہ
سے لوگوں کو ہدایت دے۔) اسی روایت کے تحت علامہ طیبی فرماتے ہیں ولا ارتیاب ان
دعاءہ صلی اللہ علیہ وسلم مستجاب فمن کان هذا حاله کیف یرتاب
فی حقه (حاشیہ حوالہ بالا) (یعنی اس بات میں شک نہیں ہے کہ جو دعا رسول اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہؓ کے لئے فرمائی وہ عند اللہ مقبول ہے۔ پس جس
کی یہ حالت ہو کہ حضورؐ اس کے حق میں دعا فرمائیں اور دعا مقبول بھی ہو تو اس کے حق
میں کیونکر شک کیا جائے۔)

حضرت امیر معاویہؓ کے نجی حالات

صاحب مظاہر حق بھی اسی روایت کی شرح میں لکھتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہؓ
کاتب وحی تھے۔ اور بعض نے کہا کہ کاتب وحی نہیں تھے۔ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے
خطوط نویس تھے اور حضرت عمرؓ کے زمانہ میں شام کے حاکم ہوئے اور بیس سال تک حکومت
کی اور اٹھتر سال کی عمر پا کر رحلت فرمائی۔ آپ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا
تہبند اور چادر اور قمیص تھی اور کچھ حضورؐ کے موئے مبارک اور ناخن تھے۔ حضرت
معاویہؓ نے وصیت فرمائی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص میں مجھ کو کفنانا اور
چادر میں لپیٹنا اور تہبند باندھنا اور میرے سجدہ کی جگہوں میں اور میرے حلق میں آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک اور ناخن باندھ کر اور رکھ کر مجھے ارحم الراحمین
کے درمیان تخلیہ کر دینا۔ (تتمہ مظاہر حق ج ۴ ص ۱۹۹، ۲۰۰) اور احمد نے مسند میں عرباض
بن ساریہ سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے
کہ الٰہی معاویہؓ کو حساب و کتاب سکھلا دے اور اپنے عذاب سے ان کو بچا لے۔ نیز مصنف
ابن ابی شیبہ میں اور طبرانی کبیر میں عبد الملک بن عمیر سے روایت کرتے ہیں کہ خود حضرت
امیر معاویہؓ نے کہا کہ مجھے خلافت کی اس وقت سے امید تھی جس وقت سے رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ معاویہؓ جب تو بادشاہ ہو جائے تو لوگوں سے اچھی
طرح پیش آنا (بیان ہامرار ص ۲۰۷، ۲۰۸) چنانچہ لوگوں کے ساتھ وہ حتی الوسع عدل
و انصاف کے ساتھ پیش آئے۔ حضرت معاویہؓ کو برا کہنے والا حضور صلی اللہ علیہ
وسلم کے مبارک ارشاد لا تسبوا اصحابی [illegible] اذا رأیتم الذین یسبون
اصحابی فقولوا لعنۃ اللہ علی شرکم، ترمذی کی وعید میں داخل ہے کہ جب تم ان کو دیکھو جو
میرے اصحاب کو گالیاں دیتے ہیں۔ تو کہو کہ تمہارے شر پر خدا کی لعنت ہو سب
صحابہؓ کو گالی دینا حرام ہے۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نہی سے ظاہر ہے اور
علامہ نووی تحریر فرماتے ہیں۔ واعلم ان سب الصحابۃ حرام من افحش المحرمات

سواء من لابس الفتن منهم وغیره لانهم مجتهدون فی تلک الحروب (مرقاۃ ج۲)
الخ اور جان لو کہ حرام ہے صحابہؓ کو گالی دینا فواحش محرمات میں سے ہے۔ چاہے وہ صحابہ
ہوں جو فتنہ میں ملبس ہوئے، جیسے حضرت امیر معاویہؓ وغیرہ کیونکہ وہ ان جھگڑوں میں مجتہد
اور متاول ہیں، وقال القاضی وسب احدهم من المعاصی الکبائر اور قاضی نے فرمایا
کسی صحابی کو گالی دینا گناہ کبیرہ میں سے ہے، اچھا اگر کوئی بدنیت، بدبخت، بے ہودہ
نعوذ باللہ صحابہؓ کو گالیاں دے تو اس کا کیا حکم ہے آگے فرماتے ہیں۔ مذہبنا ومذہب
جمهور انه یعزر ولا یقتل وقال بعض المالکیة یقتل (نووی ص۳۰) اور
جمہور کا مذہب یہ ہے کہ اس کی تعزیر دی جائے اور قتل نہ کیا جائے۔ اور بعض مالکیہ نے
فرمایا کہ قتل کیا جائے۔

علماء کرام کے ارشادات مبارک ملاحظہ ہوں ویکف عن ذکر الصحابة الا
بخیر (شرح عقائد ص۱۱۶) یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم کے ذکر سے رکا جائے مگر خیر کے ساتھ
اس عبارت کے حاشیہ پر محشی بحوالہ شرح فقہ اکبر تحریر فرماتے ہیں۔ ولذا ذهب جمهور العلماء
الی ان الصحابة کلهم عدول قبل فتنة عثمان وعلی وکذا بعدها۔ یعنی اسی
لئے جمہور علماء اس طرف گئے ہیں کہ تمام صحابہؓ عادل ہیں حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے
فتنہ سے پہلے اور ایسے ہی بعد فتنہ بھی۔ علامہ نفسی بھی اسی متن کی شرح میں فرماتے ہیں۔
وبالجملة لم ینقل عن السلف المجتهدین والعلماء الصالحین جواز اللعن
علی معاویه واحزابه (شرح عقائد ص۱۱۶) الحاصل سلف مجتہدین اور علماء صالحین
سے حضرت معاویہؓ اور ان کے شرکاء پر جواز لعن منقول نہیں۔ مذہب محقق ہو گیا کہ علماء
اہلسنت والجماعت کے نزدیک حضرت معاویہؓ کو فاسق کہنا اور ان پر طعن کو جائز قرار دینا
بدعت ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔

چوالیسواں مسئلہ طینت

مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ انسان کی سزا و جزا نیک و بد اعمال پر موقوف ہے

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝ یعنی جو شخص ذرہ بھر نیکی کرے گا۔ اس کو دیکھ لے گا اور جو شخص ذرہ بھر بدی کرے گا وہ بھی اس کو دیکھ لے گا۔ قرآن میں دوسری جگہ ہے۔ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعٰى وَأَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى یعنی انسان کو اس کی سعی کا ہی ثمرہ ملے گا۔ اور اس کی سعی کا نتیجہ قریب ہی مل جائیگا۔ نیز قرآن کریم میں ہے۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ۔ یعنی خدا کے نزدیک فضیلت اسی شخص کی ہے جو متقی ہے

لیکن شیعوں کا عجیب و غریب عقیدہ ہے کہ ان کی پیدائش کی طینت مٹی سے ہے جس سے ائمہ کرام اور انبیاء پیدا ہوئے ہیں۔ اس لئے وہ قطعی جنتی ہیں خواہ کیسے ہی بدعمل کیوں نہ ہوں اور کافروں اور سنیوں کی پیدائش دوزخ کی آگ سے ہے۔ اس لئے وہ یقیناً دوزخی ہیں خواہ کتنے ہی نیک عمل کرتے رہیں۔

اصول کافی صفحہ ۲۵۹ میں باب طینۃ المومن والکافر میں اس کے متعلق بہت سی احادیث درج ہیں ہم ان کا صرف محصل بیان کرتے ہیں علی بن حسین فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے بدن و قلوب علیین سے پیدا کئے ہیں۔ اور مومنین یعنی شیعہ کے قلوب بھی اسی طینت سے پیدا کئے گئے ہیں۔ اور کفار کے بدن و قلوب سجین سے پیدا کئے ہیں۔ دوسری حدیث میں امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ مومن کی طینت جنت سے ہے اور کافر کی طینت دوزخ سے ہے۔ اسی حدیث کی آخر میں تشریح ہے۔ طینۃ الناصب من حمأ مسنون یعنی سنی کی طینت سڑے گارے سے ہے یعنی دوزخ کی آگ سے

ایک اور حدیث ہے کہ صالح بن سہل نے امام جعفر صادق سے پوچھا کہ قربان جاؤں خدا نے مومن کو کس طینت سے پیدا کیا ہے۔ آپ نے فرمایا انبیاء کی طینت سے اس لیے کبھی پلید نہیں ہوتا ظاہر ہے کہ شیعہ کی اصطلاح میں مومن سے مراد شیعہ ہی ہوتا ہے۔ جب ان احادیث سے ثابت ہو کہ شیعوں کی طینت انبیاء کی طرح جنت سے ہے اور اسی وجہ سے ان کا نجس ہونا بالکل محال ہے۔ تو اس کا صاف نتیجہ یہی ہے۔ کہ شیعہ ہر چند بدعمل کرتے رہیں۔ جنت ان کی میراث ہے

کتاب مذکور کے صفحہ ۲۵۹ پر ایک اور حدیث درج ہے کہ ایک شخص نے امام جعفر صادق سے کہا کہ حضور میں آپ کا غلام عبداللہ بن کیسان ہوں۔ آپ نے فرمایا میں آپ کی نسبت تو

واقف ہوں۔ لیکن تجھے نہیں پہچانتا۔ اس نے کہا میری پیدائش تو پہاڑ میں ہوئی ہے میں پرورش
مدائن میں ہوئی ہے۔ میں اکثر تجار لوگوں سے ملتا رہا ہوں۔ بعض ایسے شخص ملا کرتے ہیں کہ
ان کے اخلاق و عادات اچھے ہوتے ہیں اور وہ بڑے امین ہوتے ہیں۔ جب ان کی تفتیش کی
جاتی ہے تو ان کے دلوں میں آپ سے عداوت ہوتی ہے، اور بعض اشخاص ایسے ہوتے ہیں
جو بڑے بداخلاق اور خائن ہوتے ہیں۔ لیکن وہ آپ کے محب ہوتے ہیں۔ آپ نے جواب میں
فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک طینت جنت سے لی اور دوسری دوزخ سے۔ پھر ان دونوں طینتوں
کو آپس میں ملا دیا۔ تو ہمارے دشمنوں میں جو حسن خلق اور کثرت امانت پائی جاتی ہے وہ
اس جنت کی طینت کی ملاوٹ کی وجہ سے ہوتی ہے اور ہمارے شیعوں میں جو بداخلاقی
اور بددیانتی پائی جاتی ہے وہ دوزخ کی طینت کی ملاوٹ کی وجہ سے ہوتی ہے لیکن انجام کار
اول الذکر کا حشر دوزخ میں اور موخر الذکر کا جنت میں ہوتا ہے۔ تعجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کو جنت
اور دوزخ کی ہر دو طینتوں کو ملا دینے کی کیا ضرورت پیش آئی۔ دھوکے سے ایسا ہو گیا یا دانستہ
ایسا کیا۔ ایسا تو کوئی معمولی کاریگر بھی نہیں کر سکتا کہ اچھی اور بری جنس کو باہم ملا کر اپنی
مصنوعات کی قدر و منزلت گنوا دے۔ (یا للعجب!)

نوٹ: ہم نے احادیث مندرجہ اصول کافی مختصر لکھا ہے۔ جو شخص پوری حدیث
دیکھنا چاہے کتاب مذکور سے دیکھ لے۔ جلاء العیون (اردو جلد اول صفحہ ۱۹۴) میں ہے بسند
معتبر جناب امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا نے علیؑ ابن ابی طالب سے
کہا یا علیؑ چاہتے ہو کہ تم کو میں بشارت دوں جناب امیرؑ نے کہا ہاں یا رسول اللہ پس حضورؐ
نے فرمایا ہم اور تم ایک طینت سے مخلوق ہوئے۔ اور ہماری زیادتی طینت سے ہمارے شیعہ
پیدا ہوئے جب قیامت ہوگی۔ لوگوں کو ان کی ماں کے نام سے پکاریں گے۔ مگر تمہارے شیعوں
کو ان کے باپ کے نام سے طلب کریں گے۔ اس لیے کہ حلال زادہ ہیں۔

---

[1] از فروع کافی کتاب روضہ صفحہ ۱۳۵ میں لکھا ہے۔ عن ابی جعفر علیہ السلام قال قلت له ان
بعض اصحابنا یفترون و یقذفون من خالفهم فقال لی الکف عنهم اجمل ثم قال والله یا ابا حمزة ان
الناس کلهم اولاد بغایا ما خلا شیعتنا یعنی ابو حمزہ نے امام علیہ السلام سے کہا کہ یا حضرت! بعض
(باقی صفحہ ۳۸۱ پر)

اہلِ غور سے کہ سب عقائد شیعہ تمام بخشش، چوری، شرابی، زنا، میراث تعدد
کنجر جو اکثر شیعوں میں منطوق حدیث مندرجہ تمہارے ذخیرہ ان کی بہ تحقیق نیست
بے اس کی زیادتی سے ہے۔ اس لیے قسمتی بہشتی ہیں۔ اور حسب روایت مندرجہ بالا شیعوں ہی کا
حصہ نہ دو ہیں۔ ورنہ بزرگان دین اہل سنت و جماعت ایسے امور مثل تحقیق عقائد و عوث
و تسلیم و بدن مذہ ددرتہ اور غیر صحیح منسوب ہیں ہے تو یہ یہودی ہے یہاں عبد اللہ
ابن سبا نے خود گھڑ کر ائمہ پاک سے منسوب کر دیے تا کہ شیعہ لوگ اس بات سے مغرور ہو کر
جنت ان کے لیے واجب ہو گئی ہے، تمام بداعمالیاں شراب خوری زناکاری، چوری، رہزنی
کرتے رہا کریں۔ ان کی کوئی پرسش نہ ہوگی۔ شیعہ غور کرو۔ اور پھر غور کرو۔

پینتالیسواں مسئلہ رجعت

شیعہ کا ایک یہ بھی عجیب و غریب اعتقاد ہے۔ کہ جب امام مہدی کا ظہور ہوگا
اور حکومت کی تلوار ان کے ہاتھ میں ہوگی وہ پہلا کام یہ کریں گے۔ کہ مدینہ منورہ میں جاکر
دریافت کریں گے۔ کہ ابوبکر رض و عمر رض و عثمان رض کہاں دفن ہیں۔ اور حضرت عائشہ رض و حفصہ رض کہاں
کہاں مدفون ہیں۔ جب لوگ ان کی قبروں کا نشان دیں گے تو وہ ان سب کو کھینچ کر زندہ
کر لیں گے۔ اور حضرت علی رض حسنین رض اور ان کی ذریت اور شیعوں کو بھی زندہ کریں گے
اور ان سے روبرو اصحاب و ازواج رسول ص اور ان کے تابعین کو طرح طرح کی اذیت پہنچا کر پھر
ان کو مار دیں گے اور ان کی لاشوں کو درختوں سے لٹکا دیں گے۔ حضرت علی رض و حسنین رض
ان کی ذریت اور شیعہ تماشائی منظر دیکھ کر باغ باغ ہو جائیں گے۔ اس مسئلہ کے متعلق
ملا باقر مجلسی نے ایک رسالہ رجعت لکھا ہے۔

بقیہ ۳۸۰ کا۔ آدمی ہمارے مخالفین پر انتشار کرتے ہیں۔ اور ان پر حرامی ہونے کی تہمت لگاتے ہیں۔ اس
پر امام صاحب نے فرمایا کہ ان کو نہ چھیڑنا اچھا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ اے ابوحمزہ رض! خدا کی قسم ہمارے
شیعوں کے سوا تمام لوگ حرامی و بدکار ہیں۔ معاذ اللہ علمائے شیعہ کا یہ استدلال اگر خدانخواستہ
صحیح ہو تو پھر جو کہ مذہب شیعہ ہو جائے تو اس کے حلال زادہ اور جنتی ہو سکیں گے یا صورت ہوگی؟ (حقیر منظم حسین عفی عنہ)

ہم پوچھتے ہیں کہ جب علی المرتضیٰ باوجود اسد اللہ الغالب ہونے کے ان حضرات
پر غالب نہ ہو سکے اور اپنی تمام عمر ان سے ڈر کر تقیہ میں گزار دی۔ ان کی گردن میں رسّا ڈال
کر کھینچا گیا۔ معاذ اللہ خاتونِ جنت کے بطنِ مبارک پر ضرب لگا کر محسن کو شہید کیا گیا
(دیکھو جلاء العیون ص ۱۵۲) اور ان کی زندگی میں ہی نہیں، بلکہ ان کی وفات کے بعد بھی
ان کے دل پر ایسا رعب طاری رہا۔ کہ ان کے خلاف کوئی عمل بھی کرنے کی جرأت نہ ہوئی
نہ ورثا فاطمہ پر رد فدک کر سکے اور نماز تراویح کو موقوف کرنے کی ہمت ہوئی۔ نہ متعہ
جیسے کارِ ثواب کو رواج دے سکے، تو اب آپ کے پوتے امام مہدی جنہوں نے بھی
تمام عمر سُنی ملوک و سلاطین سے ڈر کر غار سر من رای میں محبوس رہ کر گزار دی۔ اور غار سے قدم
باہر نہ رکھا۔ اب ان میں ایسی جرأت کہاں سے آ جائے گی۔ کہ ان بہادران سنہ خلفائے ثلاثہ
کو ایذائیں پہنچا کر حضرت علیؓ و حسینؓ اور ان کے شیعوں کا دل ٹھنڈا کریں گے
ھٰذَا اِلَّا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ۔ اب مطاعن کی بحث ختم ہو چکی۔ فقہ کی بھی ہر رکن کا ثبوت
کہ بر اقوال ائمہ اہلبیت بحوالہ کتب معتبرہ شیعہ دیا جا چکا۔ شیعہ کے عجیب و غریب حیرت
انگیز مسائل بھی بیان ہو چکے۔ جن کو پڑھ کر ناظرین حیران ہونگے۔ کہ اس عجیب و غریب
مذہب کی ابتداء کس طرح ہوئی۔ اس لئے اب اس کے متعلق بھی کچھ تذکرہ
کر دیا جاتا ہے۔ تاکہ ناظرین کی یہ حیرت رفع ہو جائے۔ کتب تاریخ میں تصریح ہے کہ
اس مذہب کا موجد عبد اللہ بن سبا یہودی ہے۔

عبد اللہ بن سبا

یہ شخص ملک یمن (صنعاء) کا باشندہ یہودی تھا۔ بعد ازاں بظاہر اسلام لایا۔
لیکن اندر سے اسلام کا سخت دشمن تھا اور تخریب اسلام کی جدوجہد میں سرگرم تھا۔
اور اسلام لانے کی غرض ہی یہ تھی کہ دوستوں کے بھیس
میں دشمنی کرے۔ تاریخ طبری میں اس کا یوں حال لکھا ہے۔ عبد اللہ ۳۵ھ میں مسلمان
ہوا۔ مگر حضرت عثمانؓ نے کچھ بھی اس کے حال پر توجہ نہ کی۔ اس لئے وہ بدنصیب ازل

حضرت عثمانؓ کی علانیہ برائیاں بیان کرتا تھا۔ اس نے مذہب رجعت کا ایجاد کیا۔
(ملخص ترجمہ تاریخ طبری باب اول)

شیعوں کی کتاب "شوارق الحیرۃ" بحث امامت پر سوید بن غفلہ سے یہ روایت
درج ہے۔

إني مررت بقوم ينتقصون أبا بكر وعمر وأخبرت عليا وقلت
لولا أنهم يرون أنك تضمر لهما ما أعلنوا ما اجترؤوا على ذلك عبد الله بن سبا
هو كان أول من أظهر ذلك فقال علي أعوذ بالله رحمهما الله ثم نهض
وأخذ بيدي وأدخلني المسجد فصعد المنبر ثم قبض على لحيته
وجعل ينظر للبقاع حتى اجتمع الناس ثم خطب فقال ما بال قوم يذكرون
أخوي رسول الله ووزيريه وصاحبيه وسيدي قريش وأبوي المسلمين وأنا
بريء مما يذكرون وعليه معاقب صحبا رسول الله صلى الله عليه وسلم بالحب
والوفاء والجد في أمر الله يأمران وينهيان ويقضيان ويعاقبان لا يرى رسول الله
صلى الله عليه وسلم كرأيهما رأيا
ولا يحب كحبهما حبا لما يرى من عزمهما في أمر الله فقبض وهو عنهما راض والمسلمون
راضون فما تجاوزا في أمرهما وسيرتهما رأي رسول الله وأمره
في حياته وبعد موته فقبضا على ذلك رحمهما الله فوالذي فلق
الحبة وبرأ النسمة لا يحبهما إلا مؤمن فاضل ولا يبغضهما إلا شقي
مارق وحبهما قربة وبغضهما مروق۔

راوی کہتا ہے میں ایک گروہ کے پاس گزرا جو شیخین کی تنقیص کرتے تھے۔ میں نے حضرت
علیؓ کو اطلاع دی اور عرض کی کہ اگر تم خفیہ طور پر ان لوگوں سے متفق نہ ہو تو ان کو ایسا
کرنے کی جرأت نہ ہو۔ عبداللہ بن سبا پہلا شخص ہے جس نے اپنا خبث باطن ظاہر کیا۔ حضرت
علیؓ نے کہا میں ان لوگوں سے پناہ مانگتا ہوں۔ خدا شیخین پر رحمت کرے۔ پھر آپ نے
میرا ہاتھ پکڑ کر مسجد میں داخل کیا۔ خود منبر پر چڑھے۔ پھر اپنی ریش مبارک مٹھی میں پکڑ لی
اور وہ سفید تھی۔ آپ کے آنسو بہ کر ریش پر گرنے لگے۔ آپ مسجد کے مکانات دیکھنے

لئے۔ حتیٰ کہ لوگ جمع ہو گئے۔ پھر خطبہ شروع کیا۔ کیا حال ہے۔ اس گروہ کا جو رسول
اللہ کے بھائیوں آپ کے دو وزیروں آپ کے دو یاروں قریش کے دو سرداروں،
مسلمانوں کے دو باپوں کا برائی سے ذکر کرتے ہیں میں ان کی اس جرأت سے بیزار ہوں اور
میں انہیں اس بات پر سزا دوں گا۔ رسول خدا کے دو صحابی تھے۔ جو صدق و جہد اور
وفاداری سے احکام کی تبلیغ کرتے تھے۔ امر و نہی کرتے۔ فیصل خصومات کرتے اور مجرموں
کو سزا دیتے تھے۔ رسول خدا ان کی رائے کے برابر کسی کی رائے نہ سمجھتے تھے اور ان کی محبت
کے برابر کسی کی محبت تصور نہ فرماتے تھے۔ کیونکہ آپ نے ان کو کار خیر میں مستعد و مضبوط
پایا۔ آپ ان سے راضی گئے۔ اور تمام مسلمان ان سے راضی ہو گئے۔ انہوں نے اپنے
کام و دستور میں حضور کی مرضی مبارک سے آپ کی زندگی میں تجاوز نہ کیا۔ اور آپ کی وفات
کے بعد بھی آپ کی پوری اتباع کی۔ اسی بات پر دونوں کی وفات ہوئی۔ خدا کی رحمت
ان دونوں پر ہو۔ مجھے اس خدا کی قسم ہے جس نے دانہ کو چیرا اور روح کو
پیدا کیا۔ ان کا دوست مومن کامل ہے۔ اور ان کا دشمن بدنصیب خارج از اسلام ہے
ان کی محبت باعث قرب الہٰی ہے۔ اور ان کی عداوت موجب زوال ایمان ہے۔

اسی کتاب میں دوسری جگہ یوں لکھا ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا:
لَعَنَ اللّٰہُ مَنْ اَضْمَرَ لَھُمَا اِلَّا الْحَسَنَ الْجَمِیْلَ وَسَتَرٰی ذٰلِکَ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ
ثُمَّ اَرْسَلَ اِلَی ابْنِ سَبَا فَسَیَّرَہٗ اِلَی الْمَدَائِنِ وَقَالَ لَا تُسَاکِنِّیْ فِیْ بَلْدَۃٍ اَبَدًا

خدا اس کو لعنت کرے جو ان کی نسبت سوائے خیر و خوبی کے اپنے دل میں رکھتا ہے
اور اس کا ثمرہ دیکھ لے گا۔ پھر آپ نے ابن سبا کی طرف حکم بھیج کر اس کو مدائن کی طرف
نکال دیا۔ اور حکم نافذ فرمایا کہ یہ کسی ایک بستی میں اقامت نہ کرنے پائے۔

ان روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ بغض و عداوت صحابہؓ کا بیج اسی یہودی
عبداللہ بن سبا کا بویا ہوا ہے۔ اس نے اپنے ہم خیال آدمی پیدا کر لئے تھے۔ اور ان
کو بتا دیا کہ امیر علیہ السلام کا حقیقتاً مذہب یہی ہے۔ بظاہر تقیہ کر کے ان کی مدح
سرائی کرتے ہیں۔ چنانچہ اس امر کی شکایت امیر علیہ الرضوان تک پہنچی تو آپ [illegible] پڑھے

گئے۔ اور مسجد میں تمام مجمع کے سامنے بر سر منبر ایک فصیح خطبہ پڑھ کر فضائل شیخین رضہ
کا اعتراف فرمایا۔ کہ رسول ؐ کے بھائی۔ راست باز دیاران غار، سرداران قریش جمیع
مسلمانوں کے روحانی باپ تھے۔ ان کے دشمنوں سے سخت بیزار ہوں اور انہیں سزا دینے
پر تیار ہوں۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ شیخین رضہ نے رسول ؐ خدا کا پورے طور پر حق صحبت ادا
کیا۔ اور تبلیغ احکام الٰہی اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا۔ حضور ؐ
ان کی رائے کو ہر حالت میں ترجیح دیتے تھے اور ان سے سب سے بڑھ کر محبت و پیار فرماتے
تھے۔ حضور ؐ ان سے راضی و خوشنود ہو کر فوت ہوئے۔ اور کافۃ المسلمین ان کے کاموں
پر خوش و خرم رہے۔ انہوں نے رسول پاک کی زندگی میں اور بعد وفات پورے طور اتباع
کی۔ اور سر مو سیرت رسول ؐ سے تجاوز نہ کیا حتیٰ کہ اسی پر ان کی وفات ہو گئی۔ جناب امیر علیہ
السلام نے اپنے اس بلیغ خطبہ میں بالآخر حلفیہ طور پر فرمایا کہ جو شیخین رضہ سے محبت رکھے۔ وہی
مومن کامل ہے۔ جو بد نصیب ان سے بغض و عناد رکھے وہ خارج از اسلام ہے۔

کیا شیعہ صاحبان جناب امیر علیہ السلام کے صریح فیصلہ پر صاد کریں گے۔ یا اس کو
بھی تقیہ نامرضیہ پر محمول کریں گے۔

دوسری روایت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ آپ نے اس نابکار ابن سبا کو اس جرم پر کہ
وہ لوگوں کو شیخین کی بدگوئی کی تعلیم دیتا تھا۔ ملک بدر فرمادیا اور اس کے لئے یہ سزا تجویز کی
کہ وہ مردود کسی ایک بستی میں رہنے نہ پائے کہ اپنا شر پھیلا سکے۔ بلکہ ہمیشہ دربدر مارا پھرے

ایک اور روایت کتب شیعہ سے نقل کی جاتی ہے جس سے اس امر کا ثبوت ملتا ہے کہ
اس مذہب کا بانی درحقیقت وہی ابن سبا ہے۔ چنانچہ ایک شیعہ مجتہد استر آبادی اپنی
تصنیف منہج المقال میں لکھتا ہے۔

فَانْظُرُوا اِلیٰ عِبَارَۃِ الْکَشِّیْ ذَکَرَ بَعْضُ اَہْلِ الْعِلْمِ اَنَّ عَبْدَ اللہِ ابْنِ
سَبَا کَانَ یَہُوْدِیًّا وَاَسْلَمَ وَوَالیٰ عَلِیًّا وَکَانَ یَقُوْلُ وَھُوَ عَلیٰ یَہُوْدِیَّتِہٖ فِیْ
یُوْشَعَ بْنِ نُوْنٍ وَصِیِّ مُوْسیٰ بِالْغُلُوِّ فَقَالَ بَعْدَ اِسْلَامِہٖ بَعْدَ وَفَاتِ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ
وَسَلَّمَ فِیْ عَلِیٍّ مِثْلَ ذٰلِکَ فَکَانَ مِنْ اَشْہَرَ بِالْقَوْلِ بِفَرْضِ اِمَامَۃِ عَلِیٍّ

عَلَيْهِ السَّلَامُ الْبَرَاءَةَ مِنْ اَعْدَائِهٖ وَكَاشَفَ مُخَالِفِيْهِ وَاَكْفَرَهُمْ فَمِنْ هٰهُنَا قَالَ مَنْ خَالَفَ الشِّيْعَةَ اَصْلُ التَّشَيُّعِ وَالرَّفْضِ مَاخُوْذٌ مِنَ الْيَهُوْدِيَّةِ (رجال کشی مك)

عبارت کشی دیکھو بعض اہل علم نے ذکر کیا ہے کہ عبداللہ بن سبا یہودی تھا اسلام لایا اور علیؓ کا محب بنا۔ وہ اپنے یہودیت کے زمانے میں یوشع ؑ وصی موسٰے کی نسبت غلو کرتا تھا۔ پھر اسلام کے بعد رسول خدا کے فوت ہو جانے پر علیؓ کے بارے میں ایسا خیال رکھتا تھا اور پہلا شخص ہے جس نے فرضیت امامت علیؓ[1] کا اعلان کیا اور ان کے اعداء سے تبرا کیا۔ علیؓ کے مخالفین کو برا کہتا اور ان کو کافر قرار دیتا تھا یہی وجہ ہے کہ مخالفین شیعہ کہتے ہیں کہ تشیع اور رفض کی اصل بنا یہودیت پر ہے۔

اس روایت نے جو فاضل مصنف منہج المقال نے بحوالہ رجال کشی بیان کی ہے سارا بھانڈا ہی پھوڑ دیا کہ عبداللہ بن سبا ایک غالی شیعہ تھا۔ یہودیت کے وقت یوشع ؑ خلیفہ موسیٰؑ کی نسبت غالیانہ اعتقاد رکھتا تھا۔ اسلام کے بعد بعد وفات رسولؐ حضرت علیؓ کی نسبت ایسا غلو کرنے لگا۔ اس روایت سے یہ بھی ظاہر ہو کہ امامت علیؓ (خلافت بلا فصل) کی فرضیت کا پہلا اعلان عبداللہ بن سبا کی طرف سے ہوا اور لعنت تبرا کی سنت کا بھی وہی امام ہے۔ اس بات کا اعتراف ہے کہ انہی وجوہات سے شیعہ کے مخالفین (اہلسنت) کہتے ہیں کہ تشیع و رفض کا بانی و موجد عبداللہ بن سبا یہودی ہے اور رفض و تشیع یہودیت کی شاخ ہے۔ مبارک! مبارک!۔

---

[1] ابن سبا کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ حضرت علیؓ قتل نہیں ہوئے آسمان پر زندہ موجود ہیں۔ قرب قیامت میں واپس تشریف لائیں گے۔ بلکہ اس نے متبعین میں یہ عقیدہ بھی پھیلا دیا تھا کہ حضرت علیؓ میں جزو الٰہی پائی جاتی ہے اور وہ معبود برحق ہیں۔ فَاعْلَمُوْا اَنَّ عَلِيًّا هُوَ اللّٰهُ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔ علامہ تقریزی نے خطط و آثار میں لکھا ہے کہ حضرت علیؓ نے اس قسم کے غالیوں کو آگ میں جلا دیا تھا اور غضب ہے آگ میں یہ نعرے لگاتے ہوئے بخوشی داخل ہوتے تھے لَا يُعَذِّبُ بِالنَّارِ اِلَّا رَبُّ النَّارِ (یعنی آگ کا عذاب سوائے خدا کے اور کوئی نہیں دیتا) اور بخاری شریف میں حضرت عکرمہ ؓ سے مروی ہے اُتِيَ عَلِيٌّ بِزَنَادِقَةٍ

(باقی صفحہ ٣٨٧ پر)

؎ کیا لطف جو غیر پردہ کھولے جادو وہ جو سر چڑھ کے بولے

حضرات شیعہ کو جب کہا جائے کہ مذہب شیعہ کا موجد عبداللہ یہودی ہے تو وہ سخت گھبرا کر برا بھلا کہنے لگتے ہیں۔ ان حضرات کو بات یاد پر ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہیئے۔ بہرحال بقول شخصے ؎

ساتھ انکار کے پردہ میں کچھ اقرار بھی ہے

شیعہ حضرات نالہ چھپا پڑا حق بر زبان جاری اس امر کا انہیں اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ بیشک عبداللہ بن سبا یہودی نے موالات علیؓ کے بھیس میں حضرات شیخینؓ سے بغض و عناد کی تعلیم خفیہ و علانیہ دی۔ جلاوطنی کی سزا بھی پائی۔ جناب امیر علیہ السلام نے برسر منبر اس کو اور اس کی ذریت کو پھٹکار بھی کی۔ لیکن جو شرارت کا تخم بو چکا۔ اس نے آخر بار آور ہونا تھا۔ پہلے تقیہ کی صورت میں مریدان ابن سبا سب صحابہؓ کرتے رہے اب علانیہ ہونے لگی۔ اعاذنا اللہ منہ۔

شیعہ کے مختلف فرقے

چونکہ بانی مذہب شیعہ عبداللہ بن سبا کی اصل غرض تخریب اسلام اور مسلمانوں میں نااتفاقی پیدا کرنا تھی۔ اس نے اپنے زمانہ جلاوطنی میں مختلف قسم کی تعلیم دی۔ بعض کو یہ کہا کہ علیؓ خدا ہیں۔ انسان کی شکل میں دنیا میں آئے۔ بعض کو کہا کہ وہ نبی ہیں۔ وحی ان کے پاس آتی تھی لیکن غلطی سے جبرئیلؑ محمدؐ کے پاس لے گیا تھا۔ بعض کو کہا کہ وصی نبی ہیں۔ اور خلیفہ بلا فصل۔ اس تعلیم کا نتیجہ یہ ہوا کہ شیعہ کے بے تعداد فرقے پیدا ہو گئے۔ ان کی تفصیل تحفہ اثنا عشریہ و دیگر کتب مبسوطہ میں موجود ہے۔ لیکن ہم نے چونکہ اسی قدر بیان کرنا ہے جس کا ثبوت کتب شیعہ میں موجود ہو۔ اس لئے ہم کل فرقہ جات کی تشریح کرنا ضروری نہیں سمجھتے۔ کتب شیعہ میں تصریح ہے کہ ایسے بھی شیعہ ہیں کہ جو جناب امیر علیہ السلام کی الوہیت

(بقیہ صفحہ ۳۸۶ کا) زنادقہم (یعنی زندیق لوگ حضرت علی کے پاس .. گئے اور آپ نے ان کو جلا دیا)

منقول از النجم رجادی آخر ۱۳۴۲ھ (احقر مظہر حسین غفرلہ)

کے قائل ہیں۔ بعض ان کی نبوت کے معتقد ہیں۔ اور وہ زیادہ ہیں جو ان کو وصی نبی اور خلیفہ بلافصل مانتے ہوئے ان کی تعریف میں غلو کرتے ہیں۔ کہ رسول مقبول سے بھی ان کو زیادہ فضیلت دیتے ہیں۔ بلکہ خدائی صفات سے ان کو متصف گردانتے ہیں۔

حق الیقین اردو صفحہ ۳ میں ہے کہ ان بزرگوں کے غرائب احوال دیکھ کر صفات اور حالات غیب کی خبر دینے اور تمام معجزوں کے سبب جو ان کے سبب سے ظاہر ہوتے تھے۔ غالیوں میں سے بعض کو ان کی پیغمبری کا اور بعضوں کو ان کی خدائی کا عقیدہ ہے۔

اسی کتاب کے صفحہ ۱۲ میں ہے۔ بعض غالیوں کا یہ اعتقاد ہے کہ حق تعالیٰ نے ائمہ کو پیدا کر کے خلقت عالم کو ان بزرگوں پر چھوڑ دیا۔ پھر اسی کتاب کے صفحہ ۹ میں لکھا ہے۔ بعض غالی شیعہ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے حضرت رسول خدا صلعم اور ائمہ ہدیٰ میں حلول کیا ہے۔ یا ان کے ساتھ متحد ہوا ہے یا ان کی صورت میں ظاہر ہے۔

نیز حق الیقین صفحہ ۷ میں ہے۔ بعض غالیوں کا یہ قول ہے کہ حضرت امیر رضی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل تھے۔

حق الیقین کی ان روایات سے ثابت ہوا کہ شیعہ میں ایسا فرقہ بھی موجود ہے جو جناب امیر علیہ السلام کو پیغمبر بلکہ خدا مانتے ہیں۔ ایک فرقہ کا اعتقاد ہے کہ امیر علیہ السلام بلکہ تمام اہل بیت مخلوق خدا کے جملہ امور کے کفیل ہیں۔ رزق دینا، نفع و نقصان پہنچانا موت و حیات سب ان کے اختیار میں ہے۔ خدا نے صرف ان کو پیدا کیا ہے۔ پھر معطل ہو گیا۔ اور خدائی کے کل اختیارات ائمہ اہلبیت کو مل گئے۔ ایک فرقہ اس امر کا معتقد ہے کہ خدا نے رسول صلعم اور حضرت علی رضی اور ائمہ اہلبیت میں حلول کیا ہے اور ان سے متحد ہو گیا ہے یا ان کی شکل میں ظاہر ہوا ہے۔ ایک فرقہ کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ جناب امیر رضی حضرت رسول صلعم سے افضل ہیں۔ حق الیقین میں تصریح ہے کہ یہ سب شیعان علی رضی ہیں اور ان کے دیگر ائمہ ہدیٰ کے معجزات اور صفات قدرت اور علم غیب کے مشاہدات کی وجہ سے ان کی ربوبیت کے قائل ہوتے ہیں بقول شخصے ؎

اے باد صبا ایں ہمہ آوردۂ تست

یہ ساری مہربانی یہودی یمنی صنعانی (عبداللہ بن سبا) کی ہے جس نے اس نئے نرالے
مذہب کی بنیاد ڈال کر اپنی تاثیر صحبت اور تعلیم ظاہری اور باطنی سے اپنے متبعین (شیعوں) میں
یہ سپرٹ پیدا کی۔

اور سچ پوچھو تو بعض نہیں بلکہ تمام شیعہ جناب امیر علیہ السلام اور آئمہ اہلبیت کو اگر
خدا نہیں تو شریک خدا ضرور مانتے ہیں۔ کیونکہ کافی کلینی میں ایسی حدیثیں موجود ہیں کہ آئمہ ہدیٰ
علم ما کان و ما یکون رکھتے ہیں۔ موت و حیات ان کے اختیار میں ہے۔ جب چاہیں مریں جب چاہیں زندہ رہیں
آسمان و زمین و ما بینہما سب کچھ ان کا ہے۔ حق الیقین صفحہ ۳۴ میں جناب امیر علیہ السلام کا قول
درج ہے کہ بادل اور برق اور رعد اور روشنی مہر و ماہ اور دریا و سمندر و پہاڑ سب کچھ
میرے تابع حکم ہیں۔ اب بتایئے خدا کی قسم کونسی صفت باقی رہ جاتی ہے۔ غرض وہ تمام
خیالات جو تمام فرقوں میں پائے جاتے ہیں قریباً سب اثنا عشریہ کی کتب حدیث و تفسیر میں ان
کی تصدیق موجود ہے۔

ہمارے ملک کے شیعوں کے عقائد ان غالی شیعوں سے کچھ بڑھے ہوئے ہیں۔ اور
اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، اللہ کے بجائے "یا علی" کا نعرہ پکارتے ہیں۔ السلام علیکم کے
بجائے انہوں نے سلام نوں سے لگ جو سلام ہے یا علی مدد۔ اس سے ان کے عقیدہ
کی کہ وہ حضرت علیؓ کو خدا سے کم نہیں سمجھتے، پوری تصدیق ہوتی ہے اور آپ کی نبوت
یا افضل نبی ہونے کا یقین تو اکثر شیعوں میں مسلم ہے۔ چنانچہ اشعار ذیل ان کے اندرونی
صحیح خیالات کی ترجمانی کرتے ہیں۔

۱) غلط کرد امین کہ نبی رفت عن حیدر - یعنی جبرئیل امین نے غلطی کر کے نبوت علیؓ
کو نہ دی ۲) جبرئیل کہ آمد ز بر خالق بیچون۔ در پیش محمد شد و مقصود علیؓ بود
جبرئیل خود خدا کے پاس سے آیا اور محمد کے پاس چلا گیا۔ در اصل مقصود تو علیؓ تھے۔
چونکہ شیعہ کے تمام فرقے اسی یونیورسٹی کے درس یافتہ ہیں جو عبداللہ بن سبا
نے قائم کی۔ تو سب کے معتقدات میں ان کا متحد ہونا قدرتی امر اور لازمی بات ہے۔ غرض یہ
سب کچھ مہربانی کی استاد ازل ابن سبا کی ہے۔ ۵

ہر خس و خار کہ دورہ نمودے دارد — آخرائے باد صبا ایں ہمہ آوردہ تست

خدا ہمیں ایسے مشرکانہ خیالات سے بچائے اور تمام مسلمانوں کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔ ثم آمین

شیعہ کا ادعائے قدامت

شیعہ کہتے ہیں ہمارا وجود قدیم سے ہے۔ تمام پیغمبر شیعہ تھے۔ آدمؑ، نوحؑ، ابراہیمؑ، موسیٰؑ سب شیعہ تھے۔ رسول پاک بھی شیعہ تھے۔ ؎

برین فہم و ادراک باید گریست

ان کو اتنی سمجھ بھی نہیں کہ شیعہ خارجی کا وجود تو اس وقت سے ہے۔ جب بقول ان کے غصب خلافت ہوا۔ جو لوگ تین یاروں کو نہیں مانتے اور ایک حضرت علیؓ کو مانتے ہیں۔ وہ شیعہ اور رافضی کہلاتے ہیں۔ پھر پہلے پیغمبروں نوحؑ اور ابراہیمؑ موسیٰؑ کا شیعہ ہونا چہ معنی دارد۔ جب نہ حضرت علیؓ تھے۔ نہ بانی مذہب نبیؐ۔ حضرت رسولؐ پاک اگر شیعہ ہوتے تو تین یاروں کو ان کے دربار میں جگہ ہی کاہے کو ملتی۔ وہ رسولؐ کے شام و سحر کے رفیق، سفر و حضر کے ہمدم کیوں ہوتے۔ حضور ان کو بیٹیاں نہ دیتے نہ ان کی بیٹیاں لیتے۔ یہ تو فیصلہ ہو گیا کہ آپ شیعہ نہ تھے ورنہ یہ تین بزرگوار یاران نبی نہ کہلاتے۔ ہاں حضرت علیؓ بھی شیعہ نہ تھے۔ ورنہ ان کے ہر کام میں ان کے معین و مددگار نہ بنے رہتے۔ ان کے پیچھے نمازیں نہ پڑھتے۔ غنائم سے حصہ نہ لیتے اپنے فرزندوں کے نام ان کے ناموں پر نہ رکھتے۔ اپنی بیٹی ام کلثوم خلیفہ دوم حضرت عمرؓ کو نکاح کر کے نہ دیتے۔ ان کی مدح و توصیف میں رطب اللسان نہ رہتے۔ غرض دربار مرتضوی میں بھی دربار مصطفوی کی طرح شیعیت کو جگہ نہ ملی۔ بلکہ آپ مجمع عام میں برسر منبر اصحاب رسولؐ کی تعریف کر کے شیعیت کی مذمت فرماتے رہے۔ ہر چند تلاش کرو۔ شیعیت کا سراغ چلتا ہے تو ابن سبا سے جس کو حضرت امیرؓ نے دھتکار کر مدینہ رسولؐ سے نکال دیا تھا اور وہ ملک بہ ملک مارا مارا پھرتا رہا۔

لفظ شیعہ کی مذمت قرآن میں

(۱) اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِی الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا (پارہ ۲۰ پاؤ ۱) یعنی فرعون نے زمین پر سرکشی کی اور اہل ملک کو شیعہ بنا دیا (شیعہ مبارک)

(۲) اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِیْ شَیْءٍ (پارہ ۸ پاؤ ۲) یعنی جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور ہو گئے شیعہ شیعہ والے میرے حبیب تیرا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

شیعہ کی مستند تفسیر عمدۃ البیان جلد ۱ صفحہ ۲۷۹ میں اس کا خلاصہ یوں لکھا ہے کہ اس جگہ شیعہ شیعہ کا لفظ یہود اور نصاریٰ وغیرہ پر استعمال ہوا ہے۔

(۳) قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰۤى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا (پارہ ۷ پاؤ ۳) یعنی اللہ اس بات پر قادر ہے کہ بھیجے عذاب تم پر اوپر سے اور تمہارے پاؤں کے نیچے سے یا تم کو شیعہ شیعہ بنا کر آپس میں لڑائے یعنی ایسے عذاب میں اللہ تم کو خراب کرے۔ عمدۃ بیان جلد ۱ صفحہ ۳۵۳ میں ہے کہ یہاں شیعہ شیعہ کا لفظ اسریرون، فتنہ بازوں اور فسادیوں پر استعمال ہوا ہے۔

(۴) وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا (پارہ ۲۱ پاؤ ۶) یعنی اے لوگو! نہ ہو تم ان شیعوں سے کہ جنہوں نے فرقہ فرقہ ہو کر اپنے دین کو برباد کر دیا۔ عمدۃ بیان جلد ۳ صفحہ ۳۰ پر لکھا ہے کہ یہاں شیعہ شیعہ مشرکوں بت پرستوں اور مخالف دین یہود و نصاریٰ کو کہا گیا ہے۔

(۵) وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِیْ شِيَعِ الْاَوَّلِيْنَ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ (پارہ ۱۴ پاؤ ۱) یعنی ہم بھیج چکے ہیں اے رسول تجھ سے پہلے اگلے شیعوں میں نہیں آیا ان کے پاس کوئی رسول مگر کرتے رہے ان سے ٹھٹھے عمدۃ البیان جلد ۲ صفحہ ۱۴۲ میں ہے کہ اس آیت میں شیعہ ان لوگوں کو کہا گیا ہے جو خدا کے پیغمبروں کو ٹھٹھہ مخول کرنے والے کافر تھے۔

(٦) كَمَا فُعِلَ بِأَشْيَاعِهِمْ إِنَّهُمْ كَانُوا فِي شَكٍّ مُرِيبٍ یعنی ایسا کیا گیا اگلے شیعوں کے ساتھ وہ شک و بدگمانی میں پڑے ہوئے تھے۔ عمدۃ البیان جلد ۳ صفحہ ۹۳ میں ہے کہ یہاں شیعوں سے کافروں کو کہا گیا ہے جو خانہ کعبہ کو گرانے آئے تھے اور جن پر عذاب نازل ہوا۔

وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا أَشْيَاعَكُمْ (پارہ ۲۷، رکوع ۱) یعنی ہم نے ہلاک کیا تمہارے شیعوں کو۔ اشیاع جمع شیعہ کی ہے۔ عمدۃ البیان جلد ۴ صفحہ ۳۳۲ میں ہے: یہاں شیعہ اگلے کافروں کو کہا گیا ہے۔

فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيَاطِينَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا (پارہ ۱۶، رکوع ۶) یعنی قسم ہے تیرے رب کی کہ قیامت کو ہم ضرور حشر کریں گے ان کو شیطانوں کے ساتھ پھر حاضر کریں گے انہیں گرد و گرد دوزخ کے جب وہ زانوؤں کے بل چل کر آئیں گے۔ ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيعَةٍ أَيُّهُمْ أَشَدُّ عَلَى الرَّحْمَٰنِ عِتِيًّا پھر ہم نکالیں گے دوزخ میں ڈالنے کو پہلے ان شیعوں سے جو ہر گروہ سے سخت خدا سے سرکش یعنی کفار و شیاطین سے جو بڑا کافر و دشمن شیعہ ہوگا پہلے ہم اس کو دوزخ میں ڈالیں گے۔ عمدۃ البیان جلد ۲ صفحہ ۲ میں ہے: خدا عز و جل نے کہا ان شیعوں میں سے جو بڑا سرکش ہوگا پہلے ہم اس کو دوزخ میں ڈالیں گے۔

ان آیات میں لفظ شیعہ کا تعلق کفار مشرکین، منافقین، زمانہ نوح، یہود و نصاریٰ، سرکش، شیطان صفت گروہ پر ہوا ہے پھر شیعہ خود ہی غور کریں کہ کیا وہ اس لفظ کا مصداق بننا چاہتے ہیں۔ اگر لفظ شیعہ پر نازاں ہے تو لیجئے ان آیات کا مصداق بننا گوارا کیجئے۔ آخر قرآن ہی کے الفاظ تو ہیں۔ بقول شخصے ؎

کعبے سے ان بتوں کو نسبت ہے دور کی
گو وہ نہیں وہاں سے نکالے ہوئے تو ہیں

ہاں ان دو آیت میں لفظ شیعہ کا اطلاق نیک اور اچھے معنی میں آیا ہے جس سے شیعہ اپنی صداقت پر استدلال بھی کیا کرتے ہیں۔

(۱) هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَ هٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ (پارہ ۲۰ پاؤ ۲) یہ اس کے
گروہ سے اور یہ اس کے دشمنوں سے۔ شیعہ کہتے ہیں کہ یہاں شیعہ کا معنی دوست و رفیق
ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰؑ کے رفقاء کو بھی شیعہ کہا جاتا ہے لیکن
یہ محض شیعہ کی نافہمی اور عدم تدبر فی القرآن کا نتیجہ ہے۔ وہ پہلا شخص گو حضرت موسیٰؑ
کے قبیلے بنی اسرائیل میں سے تھا مگر منافق و مشرک تھا اور اسی گروہ میں سے تھا جو اس سے
پہلے گوسالہ پرستی میں مبتلا ہو گئے تھے۔ بلکہ مفسرین فرماتے ہیں کہ اسی کا نام سامری تھا
جو گوسالہ پرستوں کا استاد تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت موسیٰ نے پہلے دن بھی اسی شیعہ کو
لفظ مجرمین[1] سے تعبیر کیا پھر دوسرے دن تو اس کی نسبت صاف صاف[2] فرمایا۔
اِنَّكَ لَغَوِيٌّ مُّبِيْنٌ (یعنی تو ایک مفسد بدخو دنیا ہے گمراہ ہے) پھر یہاں بھی لفظ شیعہ
کا اطلاق اچھے شخص پر نہیں بلکہ برے شخص پر ہوا ہے۔ یہ شخص موسیٰ کا دوست نہ دشمن
(منافق) تھا جس کی وجہ سے آپ کو شہر چھوڑ کر مدین کی طرف بھاگ جانا پڑا۔ بڑی صعوبت
سفر برداشت کرتے ہوئے ایک نیک مرد شعیب کے ہاں جا کر پناہ لی۔ کئی سال اپنے وطن
سے جدا وطن رہے۔ غرض اس آیت سے بھی شیعہ کا مدعا پورا نہیں ہوتا بلکہ ان کی تردید ہوتی
ہے۔ (۲) وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ اِذْ قَالَ
لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَاذَا تَعْبُدُوْنَ۔ (یعنی اس کے گروہ میں تھا ابراہیم جب کہ
آیا رب اپنے کی طرف سے سلامت دل لے کر) شیعہ کہتے ہیں یہاں شیعہ کا لفظ ابراہیم پیغمبر

---

[1] قَالَ رَبِّ بِمَاۤ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِيْرًا لِّلْمُجْرِمِيْنَ (موسیٰؑ نے کہا اے
رب جیسا تو نے مجھ پر فضل کیا پھر میں کبھی گنہگاروں کا مددگار نہ ہوں گا) یعنی ایک مفسد بدکار
کی مدد کر کے ایک جان کو ضائع کیا ہے پھر ایسا کبھی نہ کروں گا۔

[2] فَاَصْبَحَ فِی الْمَدِيْنَةِ خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ فَاِذَا الَّذِی اسْتَنْصَرَهٗ بِالْاَمْسِ
يَسْتَصْرِخُهٗ قَالَ لَهٗ مُوْسٰۤى اِنَّكَ لَغَوِيٌّ مُّبِيْنٌ۔ صبح کو موسیٰؑ اٹھے تو شہر میں
گھبرائے ہوئے دیکھتے اچانک وہی شخص نظر آیا جس نے کل مدد مانگی تھی آپ سے فریاد کرتا ہے۔ موسیٰ
نے کہا بیشک تو صریح گمراہ ہے۔ یہ وہی شیعہ تھا جس نے پہلے روز شتابی دے کر ایک آدمی مروا ڈالا دوسرے

باقی صفحہ ۲۹۴

پر اطلاق ہوا ہے اور ابراہیمؑ شیعہ تھے۔ لیکن یہ بھی ان کی خوش فہمی اور قرآن دانی کا نتیجہ ہے۔ معنی آیت کا یہ ہے کہ ابراہیمؑ کا تولد قوم شیعہ (کفار) میں ہوا جس سے نکل کر آپ اپنے رب کی طرف صاف دل ہو کر آ گئے۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ خود شیعہ تھے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ قوم شیعہ یعنی اس قوم سے نکل آپ ہدایت یافتہ ہو کر اپنے رب کے پاس آ گئے۔ جو نوحؑ کے مخالف گمراہ قوم چلی آتی تھی اور نوحؑ کے وعظ و نصیحت سے ان کو کچھ اثر نہ ہوا تھا۔ اس آیت کی تصدیق ہے جس کا مضمون ہے کہ اے رسولؐ تجھ سے پہلے اگلے شیعوں میں بھی ہم رسول بھیج چکے ہیں۔ جو پیغمبروں کو ایذا پہنچاتے تھے۔

یہ دونوں آیات بھی پہلی آیات کی طرح شیعوں کے سخت مخالف ہیں۔ ہر اک کی سمجھ کا فرق ہے ؎

ہرگز نہ ہوئے مغز سخن سے آگاہ
لاحول ولا قوۃ الا باللہ!

شیعہ یہ بھی کہتے ہیں کہ سنیوں کا قرآن میں کہیں ذکر نہیں۔ اس لیے ہم لفظ سنت کی قرآن میں تلاش کرتے ہیں۔

قرآن میں لفظ سنت کی تعریف

(۱) سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا

(عمدۃ البیان جلد ۳ صفحہ ...) میں ہے کہ سنت طریقہ اللہ کا ہے۔ جو چلا آتا ہے گئے پیغمبروں میں۔

(۲) يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَيَتُوْبَ عَلَيْكُمْ ط پارہ ۵ پارہ (عمدۃ البیان جلد ۱ صفحہ ۲۳۲) ہدایت کرے اللہ تم کو طریقے ان لوگوں کے جو پہلے تم سے مثل ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ گزرے۔

(۳) سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيْلًا ط سنت طریقہ ان رسولوں کا ہے جو پہلے بھیجے ہم نے اور نہ پائے گا تو میری سنت و دستور میں تفاوت

بقیہ صفحہ ۳۹۳: دوسرے روز پھر اسی طرح جھگڑا تو آپ کو اس نے کے لیے آیا تو آپ نے اسے کہہ دیا۔ بے شک تو ایک مغوی صریح گمراہ آدمی ہے۔ ۱۲

یعنی سب رسولوں میں اسی طرح میری سنت کا طریقہ چلا آیا ہے۔ عمدۃ البیان جلد ۲ صفحہ ۲۸۵ میں ہے۔ طریقہ رکھنا ان رسولوں کا کہ تحقیق بھیجا ہم نے ان کو تجھ سے پہلے پیغمبروں کو جھٹلا دے تو ہم ہلاک کر دیتے ہیں اس کو اور نہ پائے گا تو اے محمدؐ واسطے اس سنت اور طریقے ہمارے کے پھر جانا۔

(۴) سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِیْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِنَا تَبْدِیْلًا (پارہ ۲۶ ع ۲) عمدۃ البیان جلد ۴ صفحہ ۲۷ میں ہے۔ یعنی سنت طریقہ مقررہ ہے۔ اس کو کوئی تغیر کرنے والا نہیں ہے۔

(۵) قَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِیْنَ (پارہ ۱۴ پارہ ۱) "گزر چکا طریقہ پہلے لوگوں کا"

(۶) اِلَّا اَنْ تَاْتِیَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِیْنَ (پارہ ۱۵ ع ۱۴) عمدۃ البیان جلد ۲ صفحہ ۲۸۸ میں ہے یعنی پہنچا ان کو طریقہ خدا کا ہلاک کرنے والا اگلوں کو۔

(۷) سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِیْ قَدْ خَلَتْ فِیْ عِبَادِهٖ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ۔ عمدۃ البیان جلد ۳ صفحہ ۹۰ میں ہے سنت طریقہ خدا کا ہے۔ اس کے اگلے بندوں میں چلا آیا ہے۔

(۸) قُلْ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا اِنْ یَّنْتَهُوْا یُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ وَاِنْ یَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِیْنَ۔ کفار کو کہہ دیجئے اگر وہ باز آجائیں ان کے پچھلے گناہ بخش دیے جائیں گے اگر انہوں نے پھر وہی گناہ کیا تو پہلوں کا طریقہ گزر چکا ہے یعنی خدا ان سے وہی سلوک کرے گا جو پہلے سے اس کا دستور چلا آتا ہے۔

(۹) فَهَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّتَ الْاَوَّلِیْنَ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِیْلًا (۲۲) یعنی وہ نہیں دیکھیں گے مگر پہلوں کے طریقہ کو اور خدا کے طریقہ میں تبدیلی نہیں ہو سکتی۔

ان تمام آیات قرآن میں لفظ سنت کی خدا یا رسولؐ کی طرف اضافت ہے اور پھر سنی اہل سنت وہ لوگ ہیں جو سنت رسول کے پیرو ہیں۔ یہی رسولی گروہ

متبع السنت رہے۔ اسی کی تاکید رسول پاک اور آئمہ ہدیٰ کرتے رہے کہ سنت رسول کو کبھی نہ چھوڑنا لیکن آج مدعیان اسلام سے ایک پیدا گروہ پیدا ہو گیا ہے۔ جو جہالت سے لفظ سنت اور اہل سنت پر تمسخر کرتے ہیں۔

ہم اس امر کا ثبوت کتب شیعہ سے دینا چاہتے ہیں کہ رسول پاکؐ اور ائمہ بیت سنت رسولؐ کے اتباع کی تاکید فرماتے رہے۔

اتباع سنت کی تاکید

(۱) جلاء العیون اردو جلد ا صفحہ ۴۲ میں ہے۔ شیخ مفید و شیخ طوسی نے روایت کی ہے کہ جب حضرت رسولؐ نے حجۃ الوداع سے مراجعت فرمائی اور حضرتؐ کو معلوم ہوا کہ اب زمانہ وفات قریب ہے۔ ہمیشہ خطبہائے بلیغ فرماتے تھے اور لوگوں کو میرے احکام کی مخالفت اور اپنے بعد فتنہ و فساد کرنے سے منع فرماتے اور ڈراتے تھے اور وصیت فرماتے تھے کہ میرے طریقۂ سنت سے دست بردار نہ ہونا۔

(۲) کتاب مذکور جلد ا صفحہ ۲۰۵ میں جناب امیرؑ کی آخری وصیت کے الفاظ یوں درج ہیں، میری وصیت تم سے یہ ہے کہ شرک خداوند بزرگ نہ لانا اور کسی چیز کو اس کی عبادت میں شریک نہ کرنا اور سنت و طریقۂ حضرت رسولؐ کو ضائع نہ کرنا۔

(۳) نہج البلاغت صفحہ ۲۸۰ میں ہے۔ میں تم کو دو چیزوں کی وصیت کرتا ہوں۔ ایک خدا کو واحد سمجھنا دوسری محمد کی سنت کو ضائع نہ کرنا۔

(۴) کتاب مذکور صفحہ ۱۴۳ میں ہے۔ وہ امام قرآن و سنت پیغمبرؐ کو زندہ کرے گا۔

(۵) فروع کافی میں ہے: فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ۔ جو شخص میری سنت سے روگردان ہوا وہ مجھ سے نہیں ہے۔

دیکھئے رسول پاکؐ و جناب امیرؑ نے جو وصیت بوقت وفات فرمائی وہ اتباع سنت رسولؐ ہے۔ امام کی تعریف ہی یہ بیان کی کہ جو سنت نبویؐ کا عامل ہو اور جو سنت پیغمبر کو زندہ کرے۔ پھر جو لوگ لفظ سنت یا اہل سنت پر تمسخر کرتے ہیں۔ وہ درسولؐ

پاک اور حضرت علی مرتضیٰ کے اقوال کو جھٹلاتے ہیں۔ بیشک بقول رسولؐ و ائمہ اہلبیتؑ
بشہادت کتب شیعہ وہی فرقہ حقہ ناجی ہے جو اہل سنت کہلاتا ہے۔ ہاں شیعہ کی ہسٹری
قرآن سے پڑھ چکے ہو۔ اور یہ بھی کہ لفظ شیعہ کا اطلاق قرآن میں جابجا فرعونی گروہ کفار
ومشرکین یہود و نصاریٰ پر ہوا۔ پھر تعجب ہے کہ شیعہ کہتے ہوئے نہیں شرماتے کہ شیعہ
کا ذکر تو قرآن میں ہے لیکن اہل سنت کا قرآن میں نام و نشان تک نہیں۔ ٹھیک ہے
اول ہی سے بشر کو ہے رغبت ضد سے — لیتا تھا کام منہ کا شکم میں یہ زمانے سے

شیعوں کی احادیث

اس سے پہلے ہم کافی بحث کر چکے ہیں کہ شیعوں کا اس قرآن پر ایمان نہیں ہے
اور جس قرآن جمع کردہ علیؑ پر ان کا ایمان ہے وہ کسی غار سے باہر نہیں نکلا۔ وہ ہے
تا تریاق از عراق آوردہ شود مار گزیدہ مردہ شود۔ کروڑوں شیعے اس قرآن کی انتظار میں
مر گئے اور کروڑوں آئندہ مریں گے۔ لیکن اس موہوم قرآن کا ملنا محال۔ اب ہم یہ دیکھتے
ہیں کہ حدیث کا سرمایہ شیعہ کے ہاں کہاں تک پایا جاتا ہے۔ ہم دلائل سے بیان کریں گے
کہ صحیح حدیث کی طرف سے بھی ان بیچاروں کو صاف جواب ہے۔ وہ اس لئے کہ رواۃ حدیث
ایسے ملے ہیں کہ جن کے سرغنوں پر ائمہ اہلبیت کو اعتبار نہ تھا۔ انہوں نے ائمہ ہدیٰ کو سخت
سست کہا۔ ائمہ نے ان کو کوسا۔ کتب شیعہ میں تصریح ہے کہ وہ عمداً ائمہ ہدیٰ پر
جھوٹ باندھتے اور جھوٹی حدیثیں بنا بنا کر ان سے منسوب کیا کرتے تھے۔

راویان حدیث

احادیث شیعہ کا بہت بڑا راوی زرارہ بن اعین ہے کتاب کافی کی ثلث
احادیث اسی کی روایت ہیں۔ در منجملہ مبشر بالجنۃ ہے (رجال کشی ص ۱۱۳) اس کی نسبت
امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں۔ زُرَارَۃُ شَرٌّ مِنَ الْیَہُوْدِ وَالنَّصَارٰی (رجال کشی
ص ۱۰۶) خدا کی لعنت ہو زرارہ پر کہ اس نے مجھ پر جھوٹ باندھا ہے یہی زرارہ صاحب

ہیں جنہوں نے امام محمد باقر کو بڈھا بے علم کہا۔ جیسا کہ اصول کافی ص۵۵ میں ہے کہ زرارہ کو امام ممدوح سے ایک مسئلہ میں تکرار ہو گئی۔ جب امام نے زرارہ کو اس پر تنبیہ کی تو کہنے لگا۔ شَیْخٌ لَا عِلْمَ لَہٗ بِالْخُصُوْمَۃِ (اس بڈھے کو خصومت کا علم نہیں ہے)

رجال کشی کی بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ زرارہ پر امام نے اور اُلٹا زرارہ نے لعنت کی (معاذ اللہ) دوسرا راوی ابو الجیر ہے جس نے امام جعفر صادق کو طامع بتایا جس پر کتے نے اس کے منہ میں پیشاب کر دیا امام موسیٰ کاظم کو ناقص کہا۔ (تنقیح ص۱۶۸)

ایک اور راوی مختار بن ابی عبیدہ ہیں۔ جس کی نسبت امام جعفر صادق نے فرمایا۔ کَانَ الْمُخْتَارُ یَکْذِبُ عَلٰی عَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ (مختار امام زین العابدین پر جھوٹ باندھا کرتا تھا یعنی ان کے نام پر جھوٹی حدیثیں وضع کرتا تھا۔ ایک اور راوی حکم بن عیینہ ہے۔ زرارہ نے امام جعفر صادق سے کہا کہ حکم بن عیینہ نے آپ کے والد سے یہ روایت کی ہے کہ انہوں نے نماز مغرب مزدلفہ سے ورے پڑھ لی۔ اس پر امام جعفر صادق نے تین بار قسم کھا کر فرمایا۔

مَا قَالَ اَبِیْ ھٰذَا قَطُّ کَذِبَ الْحَکَمُ ابْنُ عُیَیْنَۃَ عَلٰی اَبِیْ عَلَیْہِ السَّلَامُ (رجال کشی ص۱۳۱) میرے باپ نے ہرگز نہیں فرمایا۔ حکم بن عیینہ نے میرے والد پر تہمت باندھا ہے" امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کَانَ لِلْحَسَنِ عَلَیْہِ السَّلَامُ کَذَّابٌ یَکْذِبُ عَلَیْہِ وَکَانَ الْمُخْتَارُ یَکْذِبُ عَلٰی عَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ عَلَیْہِمَا السَّلَامُ وَکَانَ الْمُغِیْرَۃُ ابْنُ سَعِیْدٍ یَکْذِبُ عَلٰی اَبِیْ (رجال کشی ص۱۵۰) یعنی امام حسنؓ کے لیے ایک کذاب تھا جو ان پر جھوٹ باندھا کرتا تھا۔ ایسا ہی ایک اور کذاب تھا جو امام حسینؓ پر جھوٹ باندھتا تھا مختار امام زین العابدین پر جھوٹ باندھا کرتا تھا۔ اور مغیرہ بن سعید میرے والد محمد باقر پر جھوٹ باندھنے والے تھے، پھر بتایئے جب ایک ایک امام کے لیے ایک ایک شخص ایسا مقرر تھا جس کی ڈیوٹی امام والا مقام کی طرف سے جھوٹی حدیثیں وضع کر کے لوگوں میں مشتہر کرنے کی تھی۔ چنانچہ امام حسینؓ اور امام زین العابدینؒ اور امام محمد باقر تک حضرت صادقؑ نے ان کذابوں کی تشریح کر دی۔ تو کیا احادیث شیعہ کا عتبار کیا جا؟

اور سنیئے امام ابو الحسن رضا علیہ السلام کذابین کی تفصیل بیان کرتے ہوئے

فرماتے ہیں۔

كَانَ بَنَانُ يَكْذِبُ عَلٰى اَبِيْ جَعْفَرَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَاَذَاقَهُ اللهُ حَرَّ الْحَدِيْدِ وَكَانَ مُغِيْرَةُ ابْنُ سَعِيْدٍ يَكْذِبُ عَلٰى اَبِيْ جَعْفَرَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَاَذَاقَهُ اللهُ حَرَّ الْحَدِيْدِ وَكَانَ مُحَمَّدُ ابْنُ بَشِيْرٍ يَكْذِبُ عَلٰى اَبِي الْحَسَنِ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَاَذَاقَهُ اللهُ حَرَّ الْحَدِيْدِ وَكَانَ اَبُو الْخَطَّابِ يَكْذِبُ عَلٰى اَبِيْ عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَاَذَاقَهُ اللهُ حَرَّ الْحَدِيْدِ وَالَّذِيْ يَكْذِبُ عَلَيَّ مُحَمَّدُ ابْنُ فُرَاتٍ (رجال کشی ص۱۹۵) یعنی بنان امام زین العابدین پر جھوٹ باندھا کرتا تھا۔ خدا نے اس کو گرم لوہے کا عذاب چکھایا۔ مغیرہ بن سعید امام باقر پر۔ محمد بن بشیر موسیٰ کاظم پر۔ ابوالخطاب امام صادق پر جھوٹ باندھا کرتے تھے۔ خدا نے ان کو گرم لوہے کا عذاب چکھایا۔ اور مجھ پر محمد بن فرات جھوٹ باندھا کرتا ہے۔" دیکھئے امام صادق نے تو صرف نام بنام ان پر جھوٹ باندھنے والوں کی فہرست دی تھی۔ لیکن امام رضا نے اپنے زمانے تک کے کذابوں کی تشریح کر دی جو اپنے اپنے وقت کے اماموں کی طرف سے جھوٹی حدیثیں گھڑ کر لوگوں کو سنایا کرتے تھے۔ بقول شخصے۔ ع

این خانہ تمام آفتاب است

جب تمام روات کی حالت یہ ہو کہ انہوں نے ائمہ کرام پر جھوٹ باندھے۔ ان کی طرف سے جھوٹی حدیثیں وضع کرنے کا ٹھیکہ لے رکھا ہو۔ تو پھر احادیث شیعہ کا کیا اعتبار کیا جا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایسی ایسی احادیث کتب شیعہ کافی۔ تہذیب۔ استبصار وغیرہ میں بھری ہیں۔ جو کبھی عقل باور نہیں کر سکتی کہ ائمہ طاہرین نے ایسا فرمایا۔ ہم تو تفصیلاً اب ناظرین خود ہی خیال فرمائیں۔ کہ قرآن تو پہلے ہی سے گم تھا۔ حدیث کا بھی اعتبار جاتا رہا تو مذہب شیعہ کی تمام بنیاد ہی متزلزل ہو جاتی ہے۔ یہ سب کچھ سبائی کمیٹی کی کارگزاری ہے کہ جنکو زرارہ۔ ابو بصیر۔ مختار۔ مغیرہ جیسے کارکن مل گئے۔ جو کوفہ میں بیٹھ کر ائمہ کرام کی طرف سے حدیثیں گھڑ کر سبائی مذہب کی ترویج کرتے تھے۔ چونکہ شیعہ مذہب میں تنقید رجال کا کوئی سامان نہیں۔ نہ اسناد کا ذریعہ پہنچنا ضروری ہے۔ روایت

حدیث کے لئے راوی کا تناہی فرض ہے کہ کسی امام کے ذمہ لگا کر روایت سے سبکدوش
ہو جائے۔ اس لئے یہ طوفان بے تمیزی برپا ہو گیا۔ تقیہ (جھوٹ) جزو ایمان سمجھا گیا۔ متعہ کی
فضیلت کی حدیثیں بنائی گئیں۔ تعزیہ داری کو باعث نجات تصور کیا گیا وقس علیٰ ھذا

روایت حدیث

شیعہ کے ہاں روایت حدیث کا بھی عجیب طریق ہے۔ الفاظ حدیث میں کمی
بیشی کر لینے کا بھی اختیار دیا گیا ہے اور جس وقت حدیث کو بیٹے سے سنا ہو وہ باپ سے
اور جو باپ سے سنی ہو وہ بیٹے سے روایت ہو سکتی ہے۔ یہ بھی اختیار ہے کہ حدیث کے
الفاظ یاد نہ ہوں تو اول و آخر و درمیان کے کچھ الفاظ کم کر کے حدیث کی روایت کر سکے
اور کسی کی کتاب میں کوئی حدیث لکھی ہوئی مل جائے تو صاحب کتاب کی طرف سے بغیر اجازت
کے روایت کر سکتے ہیں۔ اور جو شخص کوئی حدیث سچ جھوٹ کر دے
اس کی روایت قبول کر لینا جائز ہے۔ سچ ہو تو راوی کو ثواب ورنہ مروی عنہ کو گناہ ہوگا۔ یہ
جملہ امور حدیث ذیل سے ثابت ہیں۔

(۱) عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ مُسْلِمٍ قَالَ قُلْتُ لِاَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ اَسْمَعُ الْحَدِیْثَ مِنْكَ فَاَزِیْدُ وَاَنْقُصُ قَالَ اِنْ تُرِیْدُ مَعَانِیَهٗ فَلَا بَاْسَ بِهٖ (اصول کافی ص [illegible]) محمد
بن مسلم نے کہا میں نے امام جعفر سے دریافت کیا۔ کہ جو حدیث میں نے آپ سے سنی ہو کیا مجھے
اس میں کمی بیشی کرنے کا اختیار ہے؟ آپ نے کہا۔ اگر معانی مطلوب ہوں تو کچھ حرج نہیں۔

(۲) عَنْ اَبِیْ بَصِیْرٍ قَالَ قُلْتُ لِاَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ اَلْحَدِیْثُ اَسْمَعُهٗ عَنْكَ
اَرْوِیْهِ عَنْ اَبِیْكَ اَوْ اَسْمَعُهٗ عَنْ اَبِیْكَ اَرْوِیْهِ عَنْكَ قَالَ سَوَآءٌ
اِلَّا اَنَّكَ تَرْوِیْهِ عَنْ اَبِیْ اَحَبُّ اِلَیَّ وَقَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰہِ لِجَمِیْلٍ مَا سَمِعْتَ
مِنِّیْ فَارْوِهٖ عَنْ اَبِیْ (اصول کافی ص۲۹) ابو بصیر نے امام جعفر سے کہا جو حدیث میں
نے آپ سے سنی ہو وہ آپ کے والد سے اور جو آپ کے والد سے سنوں وہ آپ سے روایت

کر بیان کیا ہے۔ یا کسی خوف اور مصلحت سے تقیۃً جھوٹ لکھ دیا ہے۔

ائمہ اہلبیت پر جھوٹ کا الزام

ایک مسئلہ کے تین متعارض جواب:۔ اہلبیتؓ کے ذمے رواۃ حدیث شیعہ نے یہاں تک بہتان باندھا ہے۔ کہ انہوں نے ایک ہی مسئلہ کے متعلق تین مختلف اشخاص کو الگ الگ مختلف و متعارض جواب دیئے ہیں۔ جن میں سے ایک سچ ہو سکتا ہے۔ باقی سب جھوٹ۔ چنانچہ احادیث ذیل سے جو اصول کافی صفحہ ۳۷ میں درج ہیں اس کا ثبوت ملتا ہے۔

(۱) عَنْ مَنْصُوْرِ بْنِ حَازِمٍ قَالَ قُلْتُ لِاَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ مَا بَالِیْ اَسْئَلُكَ عَنْ مَسْئَلَةٍ فَتُجِیْبُنِیْ فِیْهَا بِالْجَوَابِ فَیَسْئَلُكَ غَیْرِیْ فَتُجِیْبُهٗ فِیْهَا بِجَوَابٍ اٰخَرَ فَقَالَ اِنَّا نُجِیْبُ النَّاسَ بِزِیَادَةٍ وَنُقْصَانٍ (منصور بن حازم کہتا ہے۔ میں نے امام جعفر علیہ السلام سے کہا کیا وجہ ہے کہ میں آپ سے ایک مسئلہ پوچھتا ہوں۔ آپ مجھے اس کا جواب دیتے ہیں۔ پھر کوئی دوسرا شخص آکر وہی مسئلہ پوچھتا ہے۔ اور اس کو اس کے خلاف جواب دیتے ہیں۔ آپ نے کہا ہم لوگوں کو بڑھا گھٹا کر جواب دیتے ہیں۔

(۲) عَنْ زُرَارَةَ ابْنِ اَعْیَنَ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ قَالَ سَئَلْتُهٗ عَنْ مَسْئَلَةٍ فَاَجَابَنِیْ ثُمَّ جَاءَهٗ رَجُلٌ فَسَئَلَهٗ عَنْهَا فَاَجَابَهٗ بِخِلَافِ مَا اَجَابَنِیْ ثُمَّ جَاءَ اٰخَرُ فَاَجَابَهٗ بِخِلَافِ مَا اَجَابَنِیْ وَاَجَابَ صَاحِبِیْ فَلَمَّا خَرَجَ الرَّجُلَانِ قُلْتُ یَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ رَجُلَانِ مِنْ اَهْلِ الْعِرَاقِ مِنْ شِیْعَتِكُمْ قَدِمَا یَسْئَلَانِ فَاَجَبْتَ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِخِلَافِ مَا اَجَبْتَ بِهٖ صَاحِبَهٗ فَقَالَ یَا زُرَارَةُ اِنَّ هٰذَا خَیْرٌ لَنَا وَاَبْقٰی لَنَا وَلَكُمْ وَلَوِ اجْتَمَعْتُمْ عَلٰی اَمْرٍ وَاحِدٍ لَصَدَّقَكُمُ النَّاسُ عَلَیْنَا وَلَكَانَ اَقَلَّ لِبَقَائِنَا وَبَقَائِكُمْ ثُمَّ قَالَ قُلْتُ لِاَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ شِیْعَتُكُمْ لَوْ حَمَلْتُمُوْهُمْ عَلَی الْاَسِنَّةِ اَوْ عَلَی النَّارِ لَمَضَوْا وَهُمْ یَخْرُجُوْنَ مِنْ عِنْدِكُمْ مُخْتَلِفِیْنَ قَالَ فَاَجَابَنِیْ بِمِثْلِ جَوَابِ اَبِیْهِ (اصول کافی صفحہ ۳۷) زرارہ بن اعین کہتا ہے کہ میں نے امام باقر علیہ السلام سے ایک مسئلہ پوچھا۔ جس کا جواب انہوں نے مجھے دیا۔ پھر دوسرے شخص نے آکر

وہی مسئلہ ان سے پوچھا۔ اس کو میرے برخلاف جواب دیا۔ پھر ایک تیسرا شخص آگیا اور وہی مسئلہ
پوچھا۔ اور اس کو مجھ سے اور اس دوسرے شخص سے بھی مخالف جواب دیا۔ جب وہ دونوں چلے گئے
تو میں نے پوچھا۔ حضور یہ دونوں عراقی مرد آپ کے شیعہ ہیں جنہوں نے آکر ایک ہی مسئلہ پوچھا
آپ نے دونوں کو مختلف جواب دیئے۔ آپ نے کہا کہ اے زرارہ! یہی بات ہمارے لئے بہتر ہے
ہماری اور تمہاری بقا کا باعث ہے۔ اگر تم ایک ہی بات پر متفق ہو جاؤ تو لوگ ہمارے بارہ میں
تم کو سچا سمجھیں گے اور یہ ہماری اور تمہاری زندگی کے لئے مضر ہوگا۔ زرارہ کہتا ہے کہ میں نے
جعفر علیہ السلام سے عرض کی کہ یہ لوگ تمہارے راسخ الاعتقاد شیعہ ہیں۔ اگر تم نیزوں پر
یا آگ پر برانگیختہ کرو۔ تو کبھی پیچھے نہ ہٹیں گے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ آپ سے یہ لوگ مختلف و متعارض
جواب سن کر جاتے ہیں۔ پھر امام علیہ السلام نے وہی جواب دیا جو ان کے والد نے دیا تھا۔

ناظرین غور کر سکتے ہیں کہ آئمہ معصومین کی نسبت کوئی یقین کر سکتا ہے کہ وہ ایک
مسئلہ میں تین ایسے اشخاص کو جو ان کے راسخ الاعتقاد مرید (شیعہ) ہوں تین مختلف
متعارض جواب دیں۔ مثلاً ایک کو کہیں کہ یہ چیز حرام ہے دوسرے کو کہیں حلال ہے تیسرے
کو کہیں نہ حلال نہ حرام۔ یقیناً ان تینوں میں سے ایک سچ ہوگا۔ دو صریح جھوٹ۔ اور ایسا
جھوٹ کہنا موجب درازی عمر اور بقائے حیات سمجھا جائے۔ پاک لوگوں کے منہ سے کبھی
جھوٹ نہیں نکل سکتا۔ ان کا اس بات پر ایمان ہوتا ہے کہ اَلصِّدْقُ یُنْجِیْ وَالْکِذْبُ
یُھْلِکُ۔ راستی موجب نجات اور جھوٹ باعث ہلاکت ہے۔ اگر بالفرض محال آئمہ اہلبیت
کا یہ حال تھا کہ راستی کی کوئی پابندی نہ تھی۔ بلکہ مصلحت وقت کے مطابق سچ جھوٹ کہہ دیتے
تھے۔ تو پھر ان کی حدیث کا کیا اعتبار ہوگا۔ اور وہ کیونکر قابل عمل ہوں گی۔ جب ایک ہی مسئلہ
میں دو مختلف احادیث ایک ہی راوی سے مروی ہے تو بحکم اِذَا تَعَارَضَا تَسَاقَطَا
دونوں پایۂ اعتبار سے ساقط ہو جائیں گی۔

اہل سنت سے عداوت

ایک اور بات بھی از بس عجیب ہے جو بذمہ اہل بیت افترا کیا گیا ہے۔ کہ ان کا

ہے کہ اہلسنت کا قول کیسا ہی کتاب اللہ اور سنت الرسولؐ کے مطابق کیوں نہ ہو۔ اس
کی مخالفت ہی کرنا چاہیئے۔ جیسا کہ اصول کافی صفحہ ۳۹ میں ہے قُلْتُ فَاِنْ كَانَ الْخَبَرَانِ
عَنْكُمْ مَشْهُوْرَانِ قَدْ رَوَاهُمَا الثِّقَاتُ عَنْكُمْ قَالَ يُنْظَرُ فَمَا وَافَقَ حُكْمُهُ
الْكِتَابَ وَالسُّنَّةَ وَخَالَفَ الْعَامَّةَ فَيُؤْخَذُ بِهٖ وَيُتْرَكُ مَا خَالَفَ حُكْمُهُ
حُكْمَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ قُلْتُ جُعِلْتُ فِدَاكَ اَرَاَيْتَ اِنْ كَانَ الْخَبَرَانِ عَرَفْتَ حُكْمَهُمَا مِنَ
الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَوَجَدْنَا الْخَبَرَيْنِ اَحَدُهُمَا مُوَافِقًا لِلْعَامَّةِ وَالْآخَرُ
مُخَالِفًا لَهُمْ بِاَيِّ الْخَبَرَيْنِ يُؤْخَذُ قَالَ مَا خَالَفَ الْعَامَّةَ فَفِيْهِ الرَّشَادُ فَقُلْتُ
جُعِلْتُ فِدَاكَ فَاِنْ وَافَقَهُمَا الْخَبَرَانِ جَمِيْعًا قَالَ يُنْظَرُ اِلٰى مَا هُمْ اِلَيْهِ اَمْيَلُ
حُكَّامُهُمْ وَقُضَاتُهُمْ فَيُتْرَكُ وَيُؤْخَذُ بِالْآخَرِ۔ راوی نے امام جعفر علیہ السلام
سے کہا کہ اگر دو حدیثیں آپ سے مشہور ہیں۔ اور ان کے راوی بھی ثقہ صحیح ہیں۔ تو کس کو لیا
جائے۔ کہا جس کا حکم کتاب اللہ و سنت رسول کے موافق ہو اور عامہ (اہلسنت) کے مخالف
ہو۔ اس کو لیا جائے۔ اور جو کتاب و سنت کے مخالف ہو۔ اس کو چھوڑ دیا جائے۔ راوی نے
کہا کہ اگر دونوں حدیثیں کتاب و سنت سے ماخوذ ہوں۔ اور ایک اہلسنت کے موافق اور دوسری
ان کے خلاف ہے۔ ہم کس کو لیں۔ کہا جو اہلسنت کے مخالف ہو اس کو لینا بھلائی ہے۔ میں نے
کہا اگر دونوں حدیثیں اہلسنت کے قول کے موافق ہوں۔ کہا پھر یہ دیکھنا چاہیئے کہ ان میں سے
جس کی طرف ان کے حکام اور قاضیوں کا میلان ہے۔ اس کو چھوڑ دیا جائے اور دوسری پر عمل
کیا جائے۔

ملاحظہ فرمایئے کہ شیعیت کو اہلسنت سے کس قدر دشمنی تھی۔ کہ ان کا قول مطابق کتاب
اللہ و سنت رسول بھی ہو اور اسی کے مطابق ہر کی حدیث بھی ہو۔ تو پھر بھی حتی المقدور ان
کی مخالفت ہی کرنا چاہیئے حاشا وکلا۔ نیک لوگوں کی کسی سے عداوت نہیں ہوتی۔ جہاں حق دیکھا
سر جھکا دیا۔ اُنْظُرْ اِلٰى مَا قَالَ وَلَا تَنْظُرْ اِلٰى مَنْ قَالَ۔ ایک مسلم مقولہ ہے۔ سب کچھ
سبائی کمیٹی کے ممبران کی کرامات ہے جو اسلام میں تفرقہ کی بنا ڈالنے کے لئے ایسے ایسے خرافات
لکھ دیئے گئے۔

ضد ز شریعت محکم آمد نے اصول ۔ شرم بادا ز خدا و از رسولؐ

اب ہم شیعہ کے بعض مسائل کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ منجملہ ان کے تعزیہ داری ماتم، سینہ کوبی اور مرثیہ خوانی کا مسئلہ ہے۔ جس کو شیعہ نے باعث نجات سمجھ رکھا ہے۔

تعزیہ و مرثیہ خوانی

واضح ہو کہ اسلام میں بدعت محرم کی ایجاد و اختراعات شیعہ سے ہے۔ جو سنت یزید تازہ کرنے کے لیے سال بہ سال ماہ محرم میں کی جاتی ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ شیعیان حسین ؓ کے لیے نجات اخروی کے لیے اسی قدر کافی ہے۔ کہ سال بھر میں ایک دفعہ غم حسین ؓ میں سینہ کوبی کر لیں۔ ایسے لوگ بغیر کسی پرسش کے سیدھے جنت میں چلے جائیں گے۔ اور ان سے نہیں پوچھا جائے گا کہ تم نے دنیا میں نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ فرائض ادا کئے ہیں یا نہیں۔ شیعوں کا یہ مسئلہ عیسائیوں کے مسئلہ صلیب سے کم نہیں۔ جیسا کہ ان کا اعتقاد ہے کہ مسیح ؑ ہمارے تمام گناہوں کا کفارہ ہو چکے ہیں۔ اسی طرح حضرات شیعہ کہتے ہیں کہ ہمارے گناہوں کا کفارہ شہادت امام حسین ؓ ہے۔ ہمارے لیے صرف تعزیہ داری، ماتم و نوحہ گری اور ترتیب مجالس۔ تعزیہ کے آگے روئیں اور پیٹیں ہم بخشے جائیں گے۔ اور جنت ہمارے لیے ہی ہے سنیوں کی کیا مجال ہے کہ جنت کا نام بھی لے جائیں گے

ہم نے قرآن و حدیث اور دینی کتب کو چھان مارا ہے ہمیں اس مسئلہ کا کہیں کھوج نہیں مل سکا۔ شیعوں کی اپنی کتابیں بھی اس رسم کی سخت مخالف ہیں۔ معلوم نہیں کہ شیعہ نے یہ مسئلہ کہاں سے نکالا ہے۔ ہم شیعہ بھائیوں سے پوچھتے ہیں کہ تعزیہ مرثیہ خوانی کا شروع کس پیغمبر یا امام سے ہو۔ اگر کسی نبی یا امام معصوم سے اس کی سند ثابت نہیں ہے۔ تو ماننا پڑے گا کہ سب کچھ خرافات محرم سے بدعت ہیں۔ اگر کہا جائے کہ واقعہ شہادت حسین ؓ کے بعد ان کی یاد کی ضرورت ہوئی۔ تو ہم کہیں گے کہ ان سے پیشتر بھی کئی بزرگان دین شہید ہوتے رہے۔ پھر کیوں سلف صالحین نے یہ نہیں کیا۔

جناب امیر علیہ السلام نہایت بیدردی سے مسجد میں شہید کیے گئے۔ حسنین رضی اللہ عنہما نے ان کے غم میں مجالس ماتم قائم نہیں کیں۔ پھر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ بھی زہر خورانی سے شہید کیے گئے۔ حسنین رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے بڑے بھائی کے غم میں کبھی ماتم نہیں کیا۔ حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ نے محشر خیز واقعہ کربلا اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ انہوں نے بھی ماتم نہیں کیا۔ نہ پیٹنے کی رسم ڈالی۔ ایسا ہی دیگر ائمہ عظام نے بھی کبھی تعزیے نہیں نکالے۔ پھر ان سے بڑھ کر کس شخص کو شہدائے کربلا کا غم ہوگا کہ بغیر سوانگ نکالنے کے تسکین نہیں ہو سکتی۔ اسلام میں پہلا سانحہ عظیم وفات رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوا۔ مگر اہلبیت یا صحابہ رضی اللہ عنہم نے کبھی نوحہ، بکا، مرثیہ خوانی اور سینہ کوبی کی رسم ہونے نہ دی۔ پھر کیونکر کہا جائے کہ یہ بدعات باعث ثواب اور موجب نجات ہو سکتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے جابجا قرآن کریم میں مومنین کو صبر کی ترغیب دی ہے اور مومنوں کی یہ صفت بیان فرمائی ہے کہ جب ان کو کوئی مصیبت پہنچ جائے۔ وہ صبر سے کام لیتے اور معاملہ خدا کے سپرد کر دیتے ہیں۔ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ (اے رسول ان صبر کرنے والوں کو بشارت دیجیے کہ جب انہیں کوئی دکھ درد پہنچتا ہے۔ کہتے ہیں ہم خدا کے لیے ہیں اور ہماری بازگشت اسی کی طرف ہے)

مسلمانوں کو ارشاد ہے:۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۔ (صبر اور نماز کے وسیلے سے مدد مانگو۔ اور یہ صبر و نماز بڑی شاق ہے۔ ہاں ان ڈرنے والوں پر جن کو اس بات کا یقین ہے کہ وہ اپنے رب سے ملنے والے ہیں اور وہ اسی کی طرف واپس جانے والے ہیں)

پھر معلوم نہیں قرآن کے کس پارہ میں یہ آیت لکھی ہے کہ کوئی واقعہ الم و مصیبت پیش آجائے تو سوانگ بنا کر خوب جزع و فزع۔ کپڑے پھاڑو۔ رخسارے طمانچوں سے لال کرو۔ سینہ کوٹ کوٹ کر ہلکان کر دو۔ شاید اس قرآن میں یہ حکم موجود ہو جو ستر ہزار آیت کا ہے۔ جو ابھی گوشۂ غار میں مدفون ہے۔ یہ قرآن تو آیات صبر سے پر ہے اور کسی ایک جگہ بھی جزع فزع

کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

اصول کافی صفحہ ۱۴۲ میں یہ حدیث ہے۔ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ الصَّبْرُ مِنَ الْاِیْمَانِ بِمَنْزِلَۃِ الرَّأْسِ مِنَ الْجَسَدِ فَاِذَا ذَہَبَ الرَّأْسُ ذَہَبَ الْجَسَدُ کَذٰلِکَ اِذَا ذَہَبَ الصَّبْرُ ذَہَبَ الْاِیْمَانُ۔ امام صادق نے فرمایا صبر ایمان کے سر کے بجا ہے جب سر کٹ جائے تو جسد بیکار ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جب صبر چھوڑ دیا جائے ایمان جاتا رہتا ہے۔ پھر جو لوگ برخلاف اس حدیث کے جزع فزع کرتے اور روتے پیٹتے، سینہ کوبی کر کے بے صبری دکھلاتے ہیں۔ بشہادت حضرت امام موصوف وہ بالکل بے ایمان ہیں ائمہ اہلبیت نے جزع فزع سے یہاں تک منع فرمایا ہے کہ مصیبت کے وقت رانوں پر ہاتھ مارنا بھی موجب حبط اعمال قرار دیا گیا ہے جیسا کہ فروع کافی جلد ۱ صفحہ ۲۲ میں درج ہے: عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ضَرْبُ الْمُسْلِمِ یَدَہٗ عَلٰی فَخِذِہٖ اِحْبَاطٌ لِاَجْرِہٖ۔ اب برخلاف اس کے جو لوگ منہ پر طمانچہ رسید کرنا اور سینہ کوبی کرنا موجب ثواب سمجھتے ہیں۔ وہ امام صادق کے قول کی تکذیب کرتے ہیں۔

اس بارہ میں قول فیصل جناب امیر علیہ السلام کا قول ہے جو نہج البلاغت صفحہ ۹۳ جلد ۲ ص ۲۳۸ مطبوعہ طہران میں یوں درج ہے: وَمِنْ کَلَامٍ لَہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَہٗ وَہُوَ یَلِیْ غُسْلَ رَسُوْلِ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَتَجْہِیْزَہٗ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ لَقَدِ انْقَطَعَ بِمَوْتِکَ مَا لَمْ یَنْقَطِعْ بِمَوْتِ غَیْرِکَ مِنَ النُّبُوَّۃِ وَالْاَنْبَاءِ وَاَخْبَارِ السَّمَآءِ خَصَصْتَ حَتّٰی صِرْتَ مُسَلِّیًا عَمَّنْ سِوَاکَ وَعَمَمْتَ حَتّٰی صَارَ النَّاسُ فِیْکَ سَوَآءً وَلَوْ لَا اَنَّکَ اَمَرْتَ بِالصَّبْرِ وَنَہَیْتَ عَنِ الْجَزَعِ لَاَنْفَدْنَا عَلَیْکَ مَاءَ الشُّؤُوْنِ۔ امیر علیہ السلام نے رسول پاک کے غسل اور تجہیز کے وقت فرمایا۔ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ آپ کی وفات سے وہ امور منقطع ہوئے ہیں جو کسی اور کی وفات سے نہ ہو سکتے تھے۔ وہ نبوت اور آسمانی وحی ہیں آپ ایسے خاص ہوئے کہ ماسوائے سے قطع کر دیا اور آپ کا فیض ایسا عام ہوا۔ کہ تمام لوگ اس سے یکساں مستفیض ہوئے۔ اگر آپ نے ہمیں صبر کرنے کا حکم اور جزع فزع

سے منع نہ کر دیا ہوتا تو آج ہم آپ کی وفات پر آنسو روتے کہ رطوبت بدن خشک ہو جاتی
دیکھیے ! جناب امیر علیہ السلام کا ایسے دردناک موقعہ وفات رسول پر جزع فزع
چھوڑ کر صبر سے کام لینا اور اس پر رسول پاک کے مرنہی صبر و نہی عن الجزع کو دلیل پیش کرنا
اس امر کی فیصلہ کن دلیل ہے کہ بعد از رسول اور کسی شخص کی وفات و شہادت پر جزع
فزع کرنا اور بے صبری دکھانا ہرگز جائز نہیں ہے کیونکہ وفات رسول سے بڑھ کر کوئی
سخت صدمہ مسلمان کے لیے بالخصوص اصحاب و اہلبیت رسول کے لیے ہو نہیں سکتا اور
جیسا غم حضور علیہ السلام کی وفات سے حضرت علی المرتضیٰ کو تھا کسی اور شخص کی وفات سے
کسی دیگر شخص کو نہیں ہو سکتا۔ پھر ایسے دردناک وقت میں جزع فزع اور سینہ کوبی تو کجا
آنسو بہانے کو بھی خلاف صبر تصور کر کے صبر و تحمل سے کام لیا گیا تو پھر کس طرح کسی اور
شخص کی وفات پر یا شہادت پر اس کے خلاف رونا پیٹنا و سینہ کوبی کرنا روا ہو سکتا ہے
یہ کسی ایسے شخص کا فیصلہ نہیں ہے۔ بلکہ جناب امیر علیہ السلام اور حضرت امام صادق علیہ السلام
کے فیصلہ جات ہیں جن پر شیعہ مذہب کا دار و مدار ہے اس لیے کہ شیعوں کو ان کے سامنے سر
تسلیم خم کرنے کے بغیر ہرگز چارہ نہیں ہو سکتا ہے

گل و گلچیں کا گلہ بلبل خوش لہجہ نہ کر تو گرفتار ہوئی اپنی صدا کے باعث

رسول پاک کی وصیت در بارہ ماتم جزع و فزع

اس بارہ میں ناطق فیصلہ آنحضرت کی آخری وصیت ہے جو بوقت وفات
آپ نے اپنی جگر گوشہ حضرت فاطمہ کو فرمائی۔ چنانچہ شیعہ کی معتبر کتاب جلاء العیون
اردو جلد ا صفحہ ۶۶ میں لکھا ہے۔

" اے فاطمہ ! جب میں فوت ہو جاؤں تو میرے لئے گریبان چاک نہ کرنا چاہیے اور بال نوچنے
نہ چاہئیں اور واویلا نہ کہنا چاہیے۔ لیکن وہ کہنا جو تیرے باپ نے اپنے بیٹے حضرت
ابراہیم کے مرنے میں کہا تھا آنکھیں روتی ہیں اور دل دردمند ہے اور میں نہیں کہتا ہوں
کہ موجب غضب پروردگار ہو اور اے ابراہیم میں تجھ پر اندوہناک ہوں۔" نیز اسی کتاب

کے صفحہ ۶۷ میں یوں لکھا ہے۔

"ابن بابویہ نے بسند معتبر حضرت امام باقرؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت رسولؐ نے وقت وفات جناب سیدہؑ سے کہا۔ اے فاطمہؑ جب میں مر جاؤں۔ اس وقت تو اپنے بال میری مفارقت سے نہ نوچنا اور اپنے گیسو پریشان نہ کرنا اور واویلا نہ کہنا اور مجھ پر نوحہ نہ کرنا اور نوحہ کرنے والوں کو نہ بلانا۔"

اس سے زیادہ صریح فیصلہ ممانعت ماتم کے متعلق کیا ہو سکتا ہے۔ کہ حضور اپنی پیاری بیٹی جناب سیدہؑ کو وصیت فرماتے ہیں کہ میری وفات کا تم کو صدمہ عظیم ہوگا مگر جہاں کی طرح جزع فزع مت کرنا۔ نہ سر پیٹنا، نہ گریبان چاک کرنا۔ نہ واویلا کرنا نہ نوحہ کرنا۔ نہ نوحہ گروں کو گھر میں داخل ہونے دینا۔ اگر یہ امور باعث ثواب ہوتے تو حضور علیہ السلام بجائے ممانعت کے جناب سیدہ کو اذن عام دیتے کہ اپنے والد سردار دو عالم کا ماتم خوب زور و شور سے کرنا۔ خود بھی سر پیٹ کر اور سینہ زنی کر کے قیامت برپا کرنا۔ اطراف سے نوحہ گروں کو جمع کر کے خوب حق ماتم ادا کرنا۔ جب آپ نے ان امور سے سخت ممانعت فرمادی تو معلوم ہوا کہ یہ جملہ حرکات ممنوع ناجائز داخل معصیت ہیں۔ ان کے کرنے سے بجائے ثواب کے عذاب ہوتا ہے۔ بلکہ میت کو بھی ایذا ہوتی ہے جلاء العیون صفحہ ۶۷ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو آخری وصیت اہلبیت و صحابہ کو فرمائی اس میں یہ الفاظ بھی تھے۔

"جب تم لوگ فوج فوج اس گھر میں آنا اور مجھ پر صلوات بھیجنا اور سلام کہنا اور مجھ کو نالہ و فریاد و گریہ و زاری سے آزار نہ دینا"

ایک اور حدیث فروع کافی جلد ا میں یوں درج ہے۔

۱؎ ایسا ہی شیعہ کی مستند کتاب حدیث فروع کافی جلد نمبر ۲ صفحہ ۲۲۴ میں ہے۔ قال النبی عند وفاته لفاطمة لا تخمشي علي وجها ولا ترخي علي شعرا ولا تنادي بالويل ولا تقيمي علي نائحة۔ یعنی رسول نے بوقت وفات حضرت فاطمہ کو فرمایا کہ میری وفات پر منہ نہ نوچنا، بال نہ بکھرنا، واویلا نہ کرنا اور نوحہ نہ کرنا۔

امام جعفر صادق کا فتویٰ کفر

حضرت امام جعفر صادقؑ نے ماتمیوں کے لئے فتویٰ کفر صادر فرمایا۔ چنانچہ فروع کافی جلد ا صفحہ ۱۲۱ میں ہے۔ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ اِنَّ الصَّبْرَ وَالْبَلَاءَ یَسْتَبِقَانِ اِلَی الْمُؤْمِنِ فَیَاْتِیْہِ الْبَلَاءُ وَھُوَ صَبُوْرٌ وَاِنَّ الْجَزَعَ وَالْبَلَاءَ یَسْتَبِقَانِ اِلَی الْکَافِرِ فَیَاْتِیْہِ الْبَلَاءُ وَھُوَ جَزُوْعٌ (ترجمہ) امام صادقؑ نے فرمایا۔ صبر اور مصیبت مومن کے پیش آتے ہیں۔ اسے مصیبت آجاتی ہے اور وہ صبر کرتا ہے اور گھبراہٹ اور مصیبت کافر کے پیش آتی ہے اور اسے مصیبت آجاتی ہے اور جزع فزع کرنے لگتا ہے۔ اس حدیث میں حضرت امام نے مومن اور کافر کی شناخت یہ بتائی ہے کہ مومن کو مصیبت آجائے تو وہ صابر ہوتا ہے لیکن جب کافر کو مصیبت پیش آجائے تو وہ جزع فزع کرنے لگتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں حدیث کا مطلب صاف یہ ہے کہ جو مصیبت پر صبر کرے وہ مومن ہے اور جو جزع فزع کرے وہ کافر ہے۔

جزع کی تعریف

جزع کی تعریف بھی حضرت امام نے بتا دی ہے۔
چنانچہ دوسری حدیث میں ہے۔ عَنْ جَابِرٍ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ قَالَ قُلْتُ لَہٗ مَا الْجَزَعُ قَالَ اَشَدُّ الْجَزَعِ الصُّرَاخُ بِالْوَیْلِ وَالْعَوِیْلِ وَلَطْمُ الْوَجْہِ وَالصَّدْرِ وَجَزُّ الشَّعْرِ مِنَ النَّوَاصِیْ وَمَنْ اَقَامَ النَّوَاحَۃَ فَقَدْ تَرَکَ الصَّبْرَ وَاَخَذَ فِیْ غَیْرِ طَرِیْقِہٖ (فروع کافی جلد ا صفحہ ۱۲۲) جابر کہتا ہے میں نے حضرت صادقؑ سے پوچھا جزع کیا ہے فرمایا۔ انتہائی جزع ویل وعویل کی پکار کرنا، منہ پر طمانچے لگانا، سینہ زنی کرنا، بال نوچنا۔ اور جس نے نوحہ ماتم کیا اس نے صبر چھوڑ دیا اور غیر شرع کام کیا۔ یہ بات الم نشرح ہے کہ ماتمی لوگ یہ جملہ حرکات ویل وعویل کرتے، منہ پیٹتے، سینہ کوٹتے اور بال اکھیڑتے اور نوحہ کرتے ہیں۔ اس لئے حسب فتویٰ امامؑ [illegible] کافر ہیں اور

اور خلافِ شرع کام کر رہے ہیں۔ کیا ماتمی لوگ ان صریح احادیث ائمہ اہل بیت کو بغور پڑھ
کر اس فعل شنیع سے باز آئیں گے؟

ہم نے ممانعت ماتم پر قول خدا، قول رسولؐ، قول جناب امیر اور اقوال امام جعفر صادق
پیش کر دیے ہیں۔ خدا اور رسول خدا نے صبر کا حکم دیا اور جزع سے منع کیا ہے اور جناب امیر علیہ السلام نے اپنے قول
و فعل سے افضلیت صبر و ترک جزع کا فتویٰ دیدیا ہے۔ پھر حضرت صادقؑ نے تو صریح الفاظ
میں جزع کی تصریح فرما کر فتویٰ دیدیا ہے کہ جزع و فزع کرنے والے سب کافر ہیں۔ اب امام
جناب امام حسینؑ نے بھی اپنے عمل سے بتا دیا کہ خواہ کیسی ہی مصیبت پیش آئے۔ صبر کو ہاتھ
سے نہ جانے دینا چاہیے۔ چنانچہ فروع کافی جلد اول صفحہ ۱ میں ہے۔ عن عمار بن ابی عمار، امیر المؤمنین صلوات
اللہ علیہ [illegible] کتب الی الحسین علیہما السلام وھو بالمدائن فلما قرأ کتابہ
قال یا لہا من مصیبۃ ما اعظمہا مع ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ
وسلم قال من اصیب منکم بمصیبۃ فلیذکر مصابہ بی فانہ لن
یصاب بمصیبۃ اعظم منہا وصدق صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔ جب
جناب امیرؑ کی شہادت کا واقعہ ہوا۔ حضرت امام حسنؑ نے اپنے بھائی حسینؑ کو آپ کی وفات
کی اطلاع بھیجی۔ جب امام حسینؑ نے خط پڑھا۔ فرمانے لگے کیسی بڑی مصیبت پیش آئی ہے لیکن
آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ جس شخص کو کوئی مصیبت پیش آجائے۔ وہ میرے واقعۂ
وفات کی مصیبت کو یاد کرے کیونکہ وفات رسول سے بڑھ کر مسلمانوں کے لیے کوئی بڑی
مصیبت نہ ہوگی اور حضور علیہ السلام نے سچ فرمایا ہے۔ یعنی حضرت امام حسین علیہ السلام نے
اس خبر وحشت اثر کو سن کر ذرہ بھر جزع و فزع نہ کی بلکہ صبر و شکیب سے کام لیا اور یہ فرمایا
وفات رسول سے بڑھ کر بقول آنحضرتؐ مسلمانوں کے لیے کوئی مصیبت نہیں ہے۔ پھر جب
اس پر بھی صبر کا حکم ہے تو پھر کس مصیبت پر بے صبری کرنا جائز ہو سکتا ہے۔

امام حسین کی آخری وصیت

شیعوں کی معتبر کتاب [illegible] جلد صفحہ ۲۹۷ میں ہے کہ جناب سید الشہداء
امام حسینؑ نے کربلا میں [illegible] حضرت زینب علیہا السلام کو فرمایا کہ اے بہن جو میں

حق تم پر ہے اسی کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ میری مصیبت شہادت پر صبر کرو۔ پس
میں مارا جاؤں تو ہرگز منہ نہ پیٹنا اور بال اپنے نہ نوچنا اور گریبان چاک نہ کرنا کہ تم فاطمہ
زہرا کی بیٹی ہو۔ جیسا انہوں نے پیغمبر خدا کی مصیبت میں صبر فرمایا تھا۔ اسی طرح تم بھی میری
مصیبت میں صبر کرنا الخ۔

اس سے زیادہ واضح دلیل اس امر کی شہدائے کربلا کی مصیبت میں منہ پیٹنا سینہ کوبی کرنا
ناجائز ہے اور کیا ہو سکتی ہے کہ خود سید الشہداء نے اپنی ہمشیرہ کو آخری وقت میں
یہ وصیت فرمائی کہ میری شہادت پر جزع و فزع نہ کرنا، نہ پیٹنا، نہ بال نوچنا نہ گریبان
چاک کرنا بلکہ ایسا ہی صبر کرنا جیسا کہ جناب سیدہؓ نے وفات رسول پر صبر کیا۔ [illegible]
اس کے خلاف ماتم حسین میں اس قدر طوفان بے تمیزی برپا کرتے ہیں کہ عورتیں مرد سب ہو کر
سینہ کوٹتے منہ پیٹتے ہائے واویلا کی دوہائی سے زمین ہلا دیتے ہیں۔ یہ سید الشہداء
حضرت امام حسینؓ کے حکم کی نافرمانی کرتے اور خدا اور رسولؐ کو ناراض کرتے ہیں۔ ع

سنا کس پر بنی اگر سمجھو تو پھر تم سے خدا سمجھے!

فی زمانہ جو رواج ہو گیا ہے کہ مجلس ماتم میں جوان مرد اور جوان عورتیں زرق برق
پوشاکیں پہنے آنکھوں میں کاجل لگائے بالوں میں معطر تیل لگا کر کنگھی چوٹی کئے ایک
دوسرے کی دید بازی کے لئے جمع ہو جاتے ہیں اور راگ ممنوع میں اشعار و قوال سے مرثیہ
خوانی ہوتی اور سینہ زنی کی جاتی ہے۔ اور تعزیہ پر نذر و نیاز چڑھائے جاتے ہیں۔ جب حسب
عرضیاں لٹکائی جاتی ہیں۔ یہ سب شرک و بدعت ہے جس کی مخالفت نہ صرف کتب اہل سنت
بلکہ کتب اہل تشیع میں بھی بالتصریح لکھی ہے۔ چنانچہ شیعوں کی نہایت معتبر تفسیر عمدۃ
البیان مطبع دستی دہلی کے صفحہ ۳۲۸ میں ذیل آیت وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ الخ لکھا ہے۔

یہ آیت حقیقت میں امام حسینؓ کے حق میں نازل ہوئی ہے اس واسطے کہ جو مصیبت
میں ہے۔ وہ ان کے دل پر صادق آتا ہے۔ اور دوسرے شخص کو ہم ایسا نہیں کہتے ہیں اور
یہ معرکہ آنحضرتؐ کا بڑا معرکہ ہے۔ واسطے ان کی مصیبت پر ثواب عظیم رکھتا ہے۔ لیکن
اکثر آدمی محرم میں بدعت کرکے ثواب کو ضائع کرتے ہیں۔ باجے بجاتے اور ڈھول بجاتے ہیں اور

مرثیوں میں جھوٹی حدیثیں اپنی طرف سے ایجاد کر کے داخل کرتے ہیں اور غلو اور تنقیص کی روایتوں کو مجلس میں بیان کر کے لوگوں کے ایمانوں کو فاسد کرتے ہیں اور جو راگ کہ شرع میں ممنوع ہیں اس میں مرثیوں کو پڑھتے ہیں اور عورتیں بلند آواز سے مرثیوں کو پڑھتی ہیں اور نامحرم ان کی آواز کو سنتے ہیں۔ ان امور میں مومنین کو اجتناب لازم ہے اور تعزیہ پر محتاج آدمی اپنی احتیاج کی عرضیاں باندھتے ہیں اور کاغذ کی روٹی کتر کر باندھتے ہیں اس مراد سے کہ اگر میری آسودگی اور فراغت ہوئی تو میں چاندی کی روٹی کتروا کر تعزیہ پر چڑھاؤں گا۔ اور بے اولاد آدمی کاغذ کا لڑکا کتر کر تعزیہ پر باندھتے ہیں۔ اس ارادے سے کہ اگر ہمارے بیٹا پیدا ہوا تو ہم چاندی کا لڑکا کتروا کر تعزیہ پر چڑھائیں گے۔ اول یہ کہ تصویر انسانی ہے اور تصویر کے بنانے سے اجتناب لازم ہے اور سوا اس کے حاجت کا طلب کرنا پروردگار سے چاہیے کہ وہ دیتا ہے۔ ہاں جائز ہے یہ کہ حضرات ائمہ معصومین علیہم السلام سے شفاعت کی چاہے کہ خدا تعالیٰ ہماری شفاعت کو پہنچائے اور ان کے واسطے سے دعا مانگنا موجب قبولیت دعا ہے اور موجب حصول مقصد ہے جیسے کہ حدیث میں وارد ہوا ہے۔ اور بعض جاہل تعزیہ کو سجدہ کرتے ہیں۔ یہ طریقہ کفار و مشرکین کا ہے اس سے پرہیز کرنا چاہیے اور تعزیہ کو بنیت زیارت کے دیکھنا نہ چاہیے البتہ اگر تعزیہ سے روضہ مقدس کا تصور حضرت امام حسین کا اور نیت سے زیارت پڑھے تو مضائقہ نہیں ہے۔

دیکھئے سید دلدار علی جو ایک عالم شیعہ ہے اپنی کتاب میں بدعات تعزیہ کی سخت مذمت کرتا ہے۔ کیا شیعہ ان بدعات سے باز آئیں گے؟

یہ امر بھی عجیب ہے کہ ڈھول بجائے جاتے ہیں۔ باجے گاجے ہوتے ہیں۔ تعزیہ کے ساتھ تماشائی بازاری کا مجمع ہوتا ہے جو مرد یا برہنہ تعزیہ کے آگے سلامی کرتے جاتے ہیں۔ دیدہ بازنگ اور دلفریب منظر کو غنیمت سمجھ کر حظ اٹھاتے ہیں۔ کیا یہ یزیدی گروہ کے جشن کی نقل نہیں ہے جنہوں نے امام حسینؓ کو شہید کر کے ڈھول و باجے بجائے اور مجلس ہائے شادمانی قائم کیں۔ ہاں ہمیں یہ تو بتا دیجئے کہ قاتلان حسینؓ کون لوگ تھے جس پر کتب شیعہ باتفاق شاہد ہیں۔

قاتلانِ حسینؑ شیعہ تھے

شیعہ کی کتابوں میں بالتصریح لکھا ہے کہ حضرت امام حسینؑ کو اہل کوفہ نے جو شیعانِ علیؓ کا مولد و مسکن تھا لاتعداد کئی خطوط لکھوا کر بلایا۔ آپ نے پہلے اپنے عم زاد بھائی حضرت امام مسلمؓ کو روانہ کیا۔ ان کو معہ ان کے صغیر السن دو صاحبزادوں کے بڑی بے دردی سے شہید کیا گیا۔ پھر جب امام والا مقام پہنچے۔ آپ کو بھی انہی شیعوں نے جو آپ کی بیعت کر چکے تھے، شہید کیا۔

شیعانِ کوفہ کی خط و کتابت

شیعہ کی مستند کتاب اخبار ماتم مطبوعہ رام پور صفحہ ۲۵۸ میں لکھا ہے۔ بَلَغَ أَهْلَ الْكُوفَةِ هَلَاكُ مُعَاوِيَةَ وَعَرَفُوا خَبَرَ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَاجْتَمَعَتِ الشِّيعَةُ فَكَتَبُوا إِلَيْهِ ثُمَّ سَرَّحُوا بِالْكُتُبِ مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مِسْمَعٍ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ وَالٍ فَخَرَجَا مُسْرِعَيْنِ حَتّٰى قَدِمَا عَلَى الْحُسَيْنِ بِمَكَّةَ لِعَشْرٍ مَضَيْنَ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ۔ جب امیر معاویہ کی خبر وفات اہل کوفہ کو پہنچی اور امام حسینؑ کی ہجرت مکہ کا حال معلوم ہوا تو تمام شیعہ نے مجتمع ہو کر بالاتفاق آپ کو عرض خط لکھی اور عبداللہ بن مسمع اور عبداللہ بن وال کے ہاتھ وہ خط روانہ کیا۔ یہ دونوں تیز دوڑتے ہوئے مکہ معظمہ میں ۱۰ رمضان کو امام صاحب کی خدمت میں پہنچے۔ اور یہ سلسلہ یونہی جاری رہا کہ ایک دن میں ۶۰۰ خطوط آپ کی خدمت میں پہنچے۔ اور بالآخر کی تعداد بارہ ہزار تک پہنچ گئی۔ چنانچہ کتاب مذکور کے صفحہ مذکورہ میں ہے۔ فَوَرَدَ عَلَيْهِ فِي يَوْمٍ وَاحِدٍ سِتُّمِائَةِ كِتَابٍ وَتَوَاتَرَتِ الْكُتُبُ حَتّٰى اجْتَمَعَ عِنْدَهُ اثْنَا عَشَرَ أَلْفَ كِتَابٍ۔ یعنی امام صاحب کے پاس متواتر خط شیعوں کے مختلف جگہ سے بارہ ہزار جمع ہو گئے۔ اور شعبی نے روایت کی ہے وَبَايَعَ الْحُسَيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَرْبَعُونَ أَلْفًا مِنْ أَهْلِ الْكُوفَةِ عَلٰى أَنْ يُحَارِبُوا مَنْ حَارَبَ وَيُسَالِمُوا

من سائلہ (یعنی ۸۰ ہزار کوفہ کے شیعیانِ امام صاحب کی بیعت اس بات پر کی کہ اگر وہ لڑینگے تو ہم لڑیں گے اور اگر وہ صلح کریں تو ہم ہر حال میں ان کے تابعدار و مطیع ہیں۔ آخر امام صاحب نے مجبور ہو کر ان کی آرزو کے مطابق خط روانہ کیا) فَعِنْدَ ذٰلِكَ رَدَّ جَوَابَ كُتُبِهِمْ بِنِيَّتِهِمْ بِالْقُبُوْلِ بَعْدَهُمْ بِسُرْعَةِ الْقُبُوْلِ۔ (یعنی امام صاحب نے ان کے خطوط کا جواب مطابق ان کی دلی خواہش کے روانہ فرمایا اور وعدہ بہت جلدی کوفہ میں تشریف فرمانے کا دیا اور سفر کوفہ کا قصد مصمم امام صاحب کا ہوا۔۔۔۔ الخ)

شیعہ کی معتبر کتاب خلاصۃ المصائب صفحہ ۲ میں ہے کہ جب امام حسینؓ ظلم اعداء سے تنگ آکر مرقدِ مطہر رسول خدا صلعم سے جدا ہوئے تیسری تاریخ شعبان کو مکہ معظمہ میں کوفیان پردغا نے علی الاتصال حضرت کی خدمت میں بھیجے بعض ناموں کا مضمون یہ تھا لَيْسَ عَلَيْنَا إِمَامٌ فَأَقْبِلْ لَعَلَّ اللّٰهَ أَنْ يَجْمَعَنَا بِكَ عَلَى الْحَقِّ (یعنی اے حضرت ہم امام و پیشوا نہیں رکھتے۔ جلدی تشریف لائیے۔ شاید خدا حق کو ہمارے ساتھ جاری کر دے اور شیث بن ربعی وغیرہ شیعہ نے بایں طور خط لکھ کر روانہ کیا أَمَّا بَعْدُ فَقَدِ اخْضَرَّتِ الْجَنَّاتُ وَأَيْنَعَتِ الثِّمَارُ فَاقْدَمْ عَلَيْنَا لَكَ عَلٰى جُنْدٍ وَّالسَّلَامُ۔

(بعد حمد و صلوٰۃ کے تحقیق صحرا و بیابان سبز و خرم ہیں اور درخت میوہ جات بارور ہیں۔ پس آپ ہماری طرف تشریف لائیے کہ فوج کثیر آپ کی نصرت و مدد کے لئے تیار ہے اور شب و روز انتظار کرتے ہیں (الخ) نیز کتاب مذکور صفحہ ۵۲ میں ہے کہ جب امام علیہ السلام کو رستہ میں خبر شہادت امامؓ کی ہوئی تو آپ نے تمام لشکر کو جمع کیا اور فرمایا وَقَدْ خَذَلَتْنَا شِيْعَتُنَا فَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمُ الِانْصِرَافَ فِيْ غَيْرِ حَرَجٍ لَيْسَ عَلَيْهِ زَمَامٌ۔ اس عبارت سے صاف معلوم ہوا کہ آپ کو ذلیل و خوار کرنے والے شیعہ ہی لوگ تھے۔ کیونکہ آپ نے فرمایا۔ بیشک ہمیں ہمارے شیعہ نے بلا کر خوار کیا اور نصرت سے ہاتھ اٹھایا۔ پس اب جو چاہے چلا جائے۔ جو چاہے ہمارے ساتھ رہے۔ جو چلا جائے۔ اسے کچھ حرج نہیں ہوگا۔" اس کے آگے لکھا ہے کہ امام صاحب سے یہ بات

سن کر بہت سے دنیا پرست لوگ آپ سے علیحدہ ہو گئے۔ جو مدینہ سے آپ کے ساتھ آئے۔ انہوں نے شہادت پائی۔

امام علیہ السلام نے بعد نماز جو خطبہ پڑھا۔ اس میں یہ الفاظ تھے۔ یَا اَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ لَمْ آتِکُمْ حَتّٰی اَتَتْنِیْ کُتُبُکُمْ وَاِنْ کُنْتُمْ کَارِهِیْنَ لِمَقْدَمِیْ اِنْصَرَفْتُ عَنْکُمْ (اے اہل کوفہ میں نہیں آیا مگر جب تمہارے بہت نامے میری طلب کو پہنچے۔ اگر تم عہد و پیمان پر ثابت ہو تو تازہ عہد کرو تاکہ مجھے اطمینان ہو اور اگر تم میرے آنے کو ناپسند کرتے ہو تو میں جہاں سے آیا ہوں۔ وہاں پھر جاؤں۔ ۔ ۔ الخ)

شیعہ کا ایک خط

شیعہ کی مستند کتاب جلاء العیون صفحہ ۳۴۰ میں ایک خط شیعیان کوفہ کا بدیں مضمون مسطور ہے: بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط یہ نامہ سلیمان بن صرد و مسیب بن نجبہ و رفاعہ بن حبیب بن مظاہر اور جمیع شیعیان و مومنین و مسلمین اہل کوفہ کی جانب سے بخدمت امام حسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام ہے۔ آپ پر سلام خدا ہو اور ہم اس نعمت کے کارساز خدا پر جو ہم پر ہیں حمد کرتے ہیں۔ اور ہم خدا کا شکر کرتے ہیں کہ اس نے آپ کے دشمن جبار معاند کو کہ بغیر رضامندی امت ان پر حاکم ہوا تھا ہلاک کیا۔ اور وہ بجبر و غصب اس امت پر غالب ہوا اور ان کے اموال میں ناحق تصرف کیا اور نیکان امت کو قتل کیا اور بدکاروں کو نیکوں پر مسلط کیا اور اموال خدا کو مالداروں اور جباروں پر تقسیم کیا۔ خدا اسے نفرت کرے جس طرح قوم ثمود پر نفرین کی اور واضح ہو کہ اس وقت ہمارا کوئی پیشوا نہیں۔ پس آپ ہماری طرف توجہ کیجئے اور ہمارے شہر میں قدم رنجہ فرمائیے کہ ہم سب آپ کے مطیع ہیں۔ شاید حق تعالیٰ حق کو آپ کی برکت سے ظاہر کرے اور نعمان بن بشیر حاکم نہایت ذلیل و خوار دارالامارت میں بیٹھا ہے اور ہم جمعہ و عیدین کو وہاں پڑھنے نہیں جاتے ہیں اور جب آپ کی خبر تشریف آوری کی ہم کو ملے گی تو ہم اسے کوفہ سے نکال دیں گے۔

"پس بیس ہزار مردم عراقی نے امام حسینؑ سے بیعت کی تھی خود انہوں نے شمشیر در حسینؑ پر کھینچی اور ہنوز بیعت ہائے حسینؑ ان کی گردنوں میں تھی کہ امام حسینؑ کو شہید کیا۔

اسی کتاب کے صفحہ ۴۶۹ میں لکھا ہے کہ امام نے شیعیان کوفہ کو میدان کربلا میں کہا کہ تم نے مجھے طلب کیا اور اظہار محبت کے دم بھرے اور اب میری جان کو قتل کرنا چاہتے ہو اور بخدا میری طرف سے کوئی اب تک بیوفائی کی بات بہ نسبت تمہارے واقع نہیں ہوئی۔

ماتم حسینؑ کی ابتدار

کتب شیعہ میں اس امر کی بھی تصریح ہے کہ امام مظلوم کو شہید کر دینے کے بعد ماتم حسینؑ کرنے والے بھی یہی آپ کے قاتل شیعہ غداران کوفہ تھے۔ چنانچہ شیعہ کی معتبر کتاب اخبار ماتم صـ۸۰۲ میں ہے۔

"جب امام شہید ہو گئے تو اہل کوفہ وغیرہ نے اس قدر ماتم کیا کہ کسی کو ضبط کرنے کی تاب نہ رہی۔ فَجَعَلَ اَهْلُ الْكُوْفَةِ يَنُوْحُوْنَ وَيَبْكُوْنَ۔ تب ابن حسینؑ نے فرمایا فَقَالَ عَلِيُّ ابْنُ الْحُسَيْنِ بِصَوْتٍ ضَئِيْلٍ اَيَبْكُوْنَ مِنْ اَجْلِنَا فَمَنْ ذَا الَّذِيْ قَتَلَنَا ۔ یعنی جب شیعان کوفہ نے ماتم برپا کیا تو فرمایا زین العابدینؑ نے باریک آواز سے فرمایا اب تم لوگ روتے اور چلاتے ہو ہمارے لئے۔ یہ تو بتاؤ کہ ہمیں ذبح کس نے کیا ہے تم ہی تو قاتل ہو۔ پھر رونے چلانے کے کیا معنے؟"

اسی کتاب کے صـ۸۱۸ میں ہے کہ حضرت ام کلثومؑ نے اہل کوفہ کو مخاطب کر کے فرمایا ثُمَّ اِنَّ اُمَّ كُلْثُوْمٍ اَطْلَعَتْ رَاْسَهَا مِنَ الْمَحْمَلِ وَقَالَتْ لَهُمْ [illegible] يَقْتُلُنَا رِجَالُكُمْ وَتَبْكِيْنَا نِسَاؤُكُمْ فَالْحَاكِمُ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ [illegible] الْفَصْلِ الْقَضَاءِ۔ یعنی [illegible] جب ام کلثومؑ نے محمل سے اپنا سر نکال کر کہا اے کوفیو تمہارے مردوں نے ہمیں قتل کیا اور تمہاری عورتیں ہم پر روتی ہیں۔ عجب ہے [illegible] قیامت کے روز ہمارے اور تمہارے درمیان خدا خود فیصلہ کرے گا اور بدلہ [illegible] کرے گا

اخبار ماتم ص۲۲ میں ہے کہ حضرت امام زین العابدینؑ نے فرمایا۔
يَا أَيُّهَا النَّاسُ نَاشَدْتُكُمْ بِاللّٰهِ هَلْ تَعْلَمُونَ أَنَّكُمْ كَتَبْتُمْ إِلٰى أَبِي وَخَدَعْتُمُوهُ یعنی اے گروہِ مردماں! قسم ہے یزداں کی تم کو سچ کہو جو میں کہتا ہوں کہ تم نے کس قدر خط میرے والد بزرگوار کے نام تحریر کئے تھے۔ پھر تم نے میرے باپ کا ساتھ چھوڑ دیا اور ظلم و ستم پر کمر بند ہوئے۔

حضرت زینبؓ کا خطبہ

اخبار ماتم ص۸۰۵ میں ہے کہ حضرت زینبؓ نے اہل کوفہ کو روتا پیٹتا دیکھا تو آپ نے ایک خطبہ پڑھا جس میں ان بے وفا شیعان قاتلانِ حسینؑ کو بددعا کی گئی۔
قَالَتْ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالصَّلٰوةُ عَلٰى أَبِي مُحَمَّدٍ وَآلِهِ الطَّيِّبِينَ أَمَّا بَعْدُ يَا أَهْلَ الْكُوفَةِ أَتَبْكُونَ وَتَنْحِبُونَ إِي وَاللّٰهِ فَابْكُوا كَثِيرًا وَاضْحَكُوا قَلِيلًا

بی بی صاحبہ نے فرمایا۔
"بعد حمد و صلوٰۃ کے، اے اہل کوفہ! اب تم روتے اور رقت کرتے ہو۔ اللہ کی قسم روتے پھرو، تم بہت روؤ اور تھوڑا ہنسو یعنی ہمیشہ روتے پیٹتے رہو۔ اور ہنسی کبھی تمہارے نصیب نہ ہو!"
کسی پنجابی شاعر نے مائی صاحبہ کے خطبہ کا ترجمہ پنجابی شعروں میں بحسب ذیل کیا ہے۔

مائی صاحبہؓ کی بددعا

جس دن ماتم قائم کیتا کوفیاں بے ایماناں
خاندان اہل البیتاں سوہنیاں خوب نتاناں
کھلیں بہن دین رہے ماتم سخت ستایا
مرد پتر تے ڈھول وجائے بہے تے شور مچایا
کیسیں ماتم سی دیدی سن کے ایہہ زارے
لیں شور کرے ہوکو وچہ کناں دے آرے

وَارْتَفَعَتِ الْاَنْفَاسُ فَقَالَتْ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الخ

(ترجمہ) جب اہلبیت یزید کے سامنے سے گئے تو بڑی نرمی اور مہربانی سے پیش آیا اور اہلبیت کے لئے حکم دیا کہ میرے گھر داخل کئے جائیں۔ جب مستورات یزید کے گھر داخل ہوئیں بنو سفیان کی تمام عورتیں چیخنے لگیں اور امام حسینؓ پر نوحہ شروع کر دیا۔ ہندہ زوجہ یزید پردہ پھاڑ کر برہنہ بدن باہر نکل پڑی اور کہنے لگی اے یزید جگر گوشہ فاطمہ امام حسین کا سر مبارک نیزہ پر نصب ہوا ہے گھر کے دروازہ پر رکھا ہوا ہے۔ یزید اپنی عورت کے پاس گیا اور اس کو کپڑوں سے ڈھانک دیا اور کہا ہاں تم ان پر ماتم کرو اور گریہ کرو اور زیادہ ان پر آہ پھینکو اور تین دن تک ماتم بچھائے رکھو۔ جب اہل کوفہ ماتم کرنے اور رونے پیٹنے لگے تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا ہمشیرہ امام حسینؑ نے کہا یہ شور و غل کیسا ہے۔ لوگوں نے کہا تمہارے بھائی کا ماتم ہے بی بی صاحبہ نے کہا چپ کرو۔ پھر ان کو چپ کرایا گیا اور شور بند ہوا تو آپ فصیح و بلیغ خطبہ پڑھنے لگیں۔ (جس میں یہ دعا کی گئی جو اوپر درج ہو چکی ہے)

شیعہ غور کریں کہ وہ ماتم کرنے میں کس کی اتباع کرتے ہیں اور پہلا ماتمی کون شخص ہے اور کس کے گھر سے پہلے یہ رسم شروع ہوئی۔ جب شیعہ کی معتبر کتاب میں تصریح ہے کہ ماتم کرنے والوں کا پہلا امام یزید عنید ہے تو ان کو شرم آنی چاہئے کہ کس کی تقلید کر رہے ہیں۔ ایک شخص نے یہ عبرت آموز مضمون اس کے متعلق نظم میں بیان کیا ہے۔

نظم اردو

بے ادب کون تھا اور ظلم کیا کس نے؟ — ابن حیدر کو تھا کوفہ میں بلایا کس نے؟
کس نے خط بھیجے ذرا دیکھو کتابیں اپنی — سچ کہو جھوٹ نہ کہنا کہ رلایا کس نے؟
آل سرور کے دلارے پہ چلا کر خنجر — دشت پر کرب و بلا میں تھا ستایا کس نے؟
وہ حسینؓ ابن علیؓ لخت جگر پاک نبیؐ — نور زہرا کی شعاعوں کو بجھایا کس نے؟
تھا جو گلزار محمدؐ کا وہ تازہ پودا — آتش جور و جفا سے جلایا کس نے؟
فخر اسلام کو بل یوسف کنعان کو وہاں — قتل کر کے رتبہ اسلام گھٹایا کس نے؟

قتل احمد تھا وہ لاریب جو تھا قتل حسینؑ — سچ کہو خون پیمبر کا بہایا کس نے؟

کس نے تشنوں پہ کیا بند تھا پانی پینا — بہتی ندیوں سے پھر مار ہٹایا کس نے؟

خانۂ زہراؑ کے جلنے کی ہے تہمت کن پر — خیمہ کو کرب و بلا میں تھا جلایا کس نے؟

حضرت خانۂ زہراؑ کے جگر کی دولت — دشت پُرخار میں لوٹ لٹایا کس نے؟

ایک کو ایک سے دعویٰ تھا محبت بڑھ کر — حیف اس عہد محبت کو بھلایا کس نے؟

اہل تطہیر جو تھیں پردہ نشینان امامؑ — دربدر خاک بسر ان کو پھرایا کس نے؟

گھر میں بیٹھے تھے بہ آرام جو مردان خدا — لکھ کے خط مکر سے تھا ان کو بلایا کس نے؟

پر جبریلؑ کے سایہ میں جو رہتے تھے سدا — خاک اور دھوپ میں تھا ان کو گرایا کس نے؟

بوسہ گاہ پاک محمد تھے جو انور شنتین — پے بہ پے نیزوں کو تھا ان پہ چلایا کس نے؟

ہو گیا تیروں سے چھلنی تھا وہ جسم اطہر — دوش نورانی پہ تھا گھوڑا دوڑایا کس نے؟

دوش سرور پہ سواری تھے جو کرتے رہتے
نیچے پاؤں کے گرا ان کو روندایا کس نے؟

دیگر

یہ تھا شیعان علیؓ کا سب کا سب جور و جفا — معتبر ان کی تم دل میں جو ہے بغض عناد

دیکھ لو تم کو نہ کے دو تہا شیعان علیؓ — تب کے کوڑھی تھے وہ اور پر دغا تھے اسے

جلتے سب خطرات پہ جن کے محبان حسینؑ — روتے ہیں اور سینہ کوبی سے نہیں ہٹتے ذرا

کام ان کا ہے یہی آباء اور اجداد سے
مل بسیں گے اس جہاں سے کرتے یہ آہ و بکا

ایک اور دلیل

ماتم کے ناجائز ہونے پر ایک دلیل یہ ہے کہ قرآن کریم پارہ ۲، ر ۳ میں ہے۔ وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتٌ یعنی جو لوگ خدا کی راہ میں شہید ہوں۔ ان کو مردے

مت کہو نیز پارہ ۴ میں ہے۔ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا (یعنی جو خدا کی راہ میں شہید ہو جائیں ان کی نسبت مردے ہونے کا گمان نہ کرو) پھر سید الشہداء کو مردہ قرار دے کر ان کا ماتم کرنا قرآن پاک کی ان آیات کی تکذیب کرنا ہے۔ تعزیہ کے عدم جواز پر ایک اور دلیل یہ ہے کہ کتاب من لا یحضرہ الفقیہ صفحہ ۳۱ میں ہے۔ مَنْ جَدَّدَ قَبْرًا اَوْ مَثَّلَ مِثَالًا فَقَدْ خَرَجَ عَنِ الْاِسْلَامِ (یعنی جس شخص نے کسی قبر کی تجدید کی یا اس کی مثال بنائی وہ اسلام سے خارج ہو گیا) جب بحکم حدیث قبر کی تجدید اور اس کی مثال بنانا بھی کفر ہے تو پھر تعزیہ بنانا بطریق اولیٰ موجب ضلالت ہوا۔

شیعہ کا استدلال

جب قرآن و حدیث اور کتب شیعہ پیٹنے اور سینہ کوبی کو حرام قرار دیتے ہیں اور شیعہ کو اس کے جواز کی کوئی دلیل نہیں ملتی تو بقول الغریق یتشبث بالحشیش (ڈوبتے کو تنکے کا سہارا) وہ عجیب مضحکہ خیز دلائل پیش کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کو جب بشارت فرزند کی دی گئی۔ فَصَکَّتْ وَجْهَهَا اس نے منہ پر ہاتھ رسید کیا، تو اسے پیٹنے پر استدلال کیا جاتا ہے۔ کوئی ان عقل کے اندھوں سے پوچھے کہ فرزند پیدا ہونے کی بشارت ملنے پر لوگ خوشی کیا کرتے ہیں یا ماتم۔ دوسری جگہ بیوی صاحبہ کے ہنسنے کا بھی ذکر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ماتم کا ایک طریق ہنسنا کودنا بھی ہے ع

آفریں باد بریں عقل و بریں دانش تو

سب لوگ جانتے ہیں کہ عورتوں کا قاعدہ ہے کہ جب وہ بات کرنے لگتی ہیں منہ پر ہاتھ رکھ لیتی ہیں۔ اسی طریق کے مطابق بیوی صاحبہ نے منہ پر ہاتھ رکھا۔ حالانکہ آپ کو اس بشارت کے سننے سے کمال مسرت تھی اور وہی تعجب مسرت ان کے ہنسنے کا باعث ہوئی۔ لیکن خوش فہمی کی حد ہے کہ اس سے جواز ماتم پر استدلال کیا جاتا ہے۔

دوسری دلیل

شیعہ کی دوسری دلیل یہ ہے کہ یعقوب علیہ السلام فراق یوسفؑ میں بہت روئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ وَهُوَ كَظِيْمٌ (یعقوب علیہ السلام کی دونوں آنکھیں غم سے سفید ہوگئیں اور ان کو بہت رنج تھا) معلوم نہیں اس آیت میں رونے پیٹنے کا کس لفظ سے استدلال کیا جاتا ہے اور کس لفظ کا معنی رونا پیٹنا لیا جاتا ہے۔ یہ آیت ان کی دلیل نہیں بلکہ ان کی صریح تردید ہے۔ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت یعقوبؑ کو یوسفؑ کے فراق کا اس قدر رنج و غم تھا کہ غم کی وجہ سے ان کا دماغ کمزور ہو کر بصارت جاتی رہی تھی۔ اگر شیعہ کا خیال صحیح ہو تو مِنَ الْحُزْنِ کی جگہ مِنَ الْبُكَاءِ وَالصُّرَاخِ ہونا چاہیے تھا۔ حالانکہ اس آیت میں ایسا نہیں ہے اگر رونا پیٹنا بصارت کے زوال کا باعث ہوتا تو آج کے دنیا کے کل ماتمی شیعہ جو زیادہ نہیں تو سال میں ایک دفعہ اس قدر پیٹا کرتے ہیں کہ نمونہ محشر برپا ہو جاتا ہے تمام اندھے نظر آتے۔ حالانکہ ہم نے کوئی ماتمی ماتم کی وجہ سے اندھا ہوتا ہوا نہیں دیکھا۔ یہ اس امر کا صریح ثبوت ہے کہ ماتمی لوگوں کے دلوں میں رنج و غم کا ذرہ بھی وجود نہیں ہے ان کا یہ گریہ و بکا، ان کی سینہ کوبی و طمانچہ زنی صرف چاول پلاؤ اڑانے کی خاطر ہے۔ اور بس اگر شیعہ لوگ اس موقع پر رنگ نہ بکایا کریں تو مجلس ماتم بیا اُلّو بولا کریں صرف یہ ذرردہ کی خاطر میراثی، قلندر اور مصلی وغیرہ ماتم حسینؓ کے بہانے سے جمع ہو جاتے ہیں اور مجلس کی رونق ہو جاتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ کارنامۂ یزید کو اس شان و شوکت سے ہمیشہ تازہ کیا جاتا ہے کہ روح یزید کو کس قدر خوشی ہوتی ہوگی اور یوں تو ذاکروں، مرثیہ خوانوں پر یزید کا ایسا احسان عظیم ہے کہ ان کا شکریہ ان سے ادا ہونا محال ہے۔ اگر یزید یہ حرکت نہ کرتا تو ان گداگروں کو کون پوچھتا۔ ماہ محرم ان لوگوں کے لیے گویا عید ہوتا ہے۔ پہلے سے تیاریاں شروع کر دیتے ہیں۔ بیاضیں لے کر رات بھر مرثیے یاد کرتے ہیں، حلق سنوارتے

منہ پیٹتے اور تالی سر لگاتے رہتے ہیں۔ آمد ماہ محرم نمودار ہوا، ادھر ان پر چاندی برسنے لگی۔ جابجا ان کی آؤبھگت ہونے لگتی ہے۔ روٹیاں مفت کی ملتی ہیں اور روپے پیسے الگ ان کو تو یزید کے نام کی ماہ بماہ شیرینی دینی چاہیئے اور اس کے نام کا سجدہ کرنا چاہیئے

غرض کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ ماتم کی رسم کس پیغمبر یا کس امام یا ولی کی ایجاد ہے۔ اگر یہ ماتم باعث ثواب ہوتا تو ائمہ معصومین اس سے محروم نہ رہتے۔ جب کسی امام نے یہ نہیں کیا تو اس کا استیصال بخوبی سمجھنا چاہیئے۔ خدا کرے شیعہ حضرات اس بدعت سیئہ سے باز آجائیں اور سال بہ سال سوانگ بنا کر توہین اہلبیت کرنے سے اجتناب کریں۔

امام حسینؓ کے متعلق مفصل بحث ہو چکی۔ اب ہم شہدائے کربلا کی مکمل فہرست ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں جس سے یہ حقیقت منکشف ہوگی کہ میدان کربلا میں حضرت امام حسینؓ کے ساتھ علیؓ کے دوسرے صاحبزادگان مسمی بہ ابوبکرؓ و عثمانؓ اور حضرت حسنؓ کے صاحبزادے عمرؓ نے بھی جام شہادت نوش فرمایا۔ لیکن مدعیان محبت اہلبیت نے اپنی مجلسوں میں کبھی ان کا نام تک نہیں لیا۔ اصحاب ثلاثہؓ کے مبارک ناموں پر اولاد کے نام رکھنے سے یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ حضرت علیؓ و حضرت حسنینؓ کو اصحاب ثلاثہؓ سے غایت درجہ کی محبت و عقیدت تھی (رحماء بینھم)

شہدائے کربلا کے اسمائے گرامی

(۱) سید الشہداء کربلا حضرت حسینؓ بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ (۲) حضرت جعفر بن عقیل بن ابی طالب (۳) حضرت عبداللہ بن عقیل بن ابی طالب (۴) عبداللہ بن عقیل بن ابی طالب (۵) حضرت محمد بن ابی سعید بن عقیل بن ابی طالب (۶) حضرت عبداللہ بن مسلم بن عقیل بن ابی طالب (۷) حضرت محمد بن عبداللہ بن جعفر طیار بن ابی طالب (۸) حضرت حسینؓ کے حقیقی بھائی

ے تاریخ خمیس میں لکھا ہے کہ آپ کی ولادت ۵ شعبان سنہ ۴ھ میں ہوئی۔ آپ کی تاریخ ولادت میں اختلاف ہے لیکن آپ کی شہادت بالاتفاق دسویں محرم بروز جمعہ سنہ ۶۱ھ میں واقع ہوئی ہے۔ (مترجم منظور حسین غفرلہ)

اور حضرت زینب کے صاحبزادے ہیں (۸) حضرت عون بن عبداللہ بن جعفر طیار بن ابی طالب
(۹) حضرت ابوبکر بن حسن بن علی بن ابی طالب (حضرت حسینؓ کے حقیقی بھتیجے ہیں اور امام
حسنؓ کے صاحبزادے (۱۰) حضرت عمر بن حسن بن علی بن ابی طالب (۱۱) حضرت عبداللہ
بن حسن بن علی بن ابی طالب (۱۲) حضرت قاسم بن حسن بن علی بن ابی طالب (۱۳) حضرت محمد
بن علی بن ابی طالب (حضرت حسینؓ کے علاتی بھائی ہیں (۱۴) حضرت عثمان بن علی بن ابی طالب
(حضرت حسینؓ کے علاتی بھائی ہیں (۱۵) حضرت ابوبکر بن علی بن ابی طالب (حضرت حسینؓ کے
علاتی بھائی ہیں (۱۶) حضرت جعفر بن علی بن ابی طالب (حضرت حسینؓ کے علاتی بھائی ہیں (۱۷)
حضرت عباس بن علی بن ابی طالب (حضرت حسینؓ کے علاتی بھائی ہیں لشکر کے علمبردار تھے ان
کو سقائے اہل بیت بھی کہتے ہیں کیونکہ حضرت علی اصغر و بی بی سکینہ کے لئے نہر سے پانی لینے
کے لئے آپ گئے تھے (۱۸) حضرت [illegible] بن علی بن ابی طالب (۱۹) حضرت علی اکبر بن حسین بن علی بن ابی طالب حضرت حسینؓ کے
بڑے صاحبزادے ہیں (۲۰) حضرت علی اصغر بن حسین بن علی ابی طالب (حضرت حسینؓ کے شیر خوار صاحبزادے
ہیں (۲۱) حضرت نیروز (امام حسینؓ کے غلام (۲۲) حضرت سعد (حضرت علیؓ کے غلام (۲۳)
مسلم بن عوسجہ اسدی (۲۴) حبیب بن مظاہر اسدی (۲۵) انس بن کاہل اسدی (۲۶)
حیان بن حارث سلمانی ازدی (۲۷) بشیر بن عمرو حضرمی (۲۸) محمد بن جندب حضرمی (۲۹)
جریر ہمدانی (یزید بن حصین ہمدانی (۳۰) زہیر بن قیس بجلی (۳۱) بدر بن رقیع بجلی (۳۲)
عبداللہ بن عمرو کلبی (۳۳) وہب بن عبداللہ کلبی (۳۴) قیس بن مسہر صیداوی (۳۵) عمرو
بن خالد صیداوی (۳۶) سعید (غلام آزاد عمرو بن خالد صیداوی (۳۷) عبداللہ بن عروہ بن
حراق غفاری (۳۸) عبدالرحمن بن عروہ غفاری (۳۹) جون (غلام آزاد ابوذر غفاری (۴۰)
شبیب بن عبداللہ نہشلی (۴۱) قاسط بن زہیر تغلبی (۴۲) کردوس بن زہیر تغلبی (۴۳) کنانہ
بن عتیق انصاری (۴۴) عمرو بن ضبیعہ (۴۵) عبداللہ بن یزید قیسی (۴۶) عبید اللہ بن یزید
قیسی (۴۷) یزید قیسی (۴۸) قعنب بن عمرو نمری (۴۹) سالم (غلام آزاد عامر بن مسلم (۵۰)
زہیر بن بشیر جعفی (۵۱) حجاج مسروق جعفی (۵۲) بدر بن معقل جعفی (۵۳) مسعود بن
حجاج انصاری (۵۴) سیف بن ملک انصاری (۵۵) عمار بن مسلم انصاری (۵۶) جوبر بن

مالک انصاری (۵۷) فرغانہ بن مالک انصاری (۵۸) نعیم بن عجلان انصاری (۵۹) ابوثمامہ انصاری (۶۰) عمار بن ابی سلامت انصاری (۶۱) شبیب بن حارث انصاری (۶۲) مالک بن سریع انصاری (۶۳) محمد بن انس انصاری (۶۴) محمد بن مقداد انصاری (۶۵) قیس بن ربیع انصاری (۶۶) حر بن یزید ریاحی (۶۷) مصعب برادر حر ریاحی (۶۸) علی بن حر بن یزید ریاحی (۶۹) عروہ (غلام علی بن حر ریاحی) (۷۰) سلیمان (غلام آزاد حضرت حسین) (۷۱) قلب (غلام آزاد حضرت حسینؑ) (۷۲) ظاہر (غلام آزاد ابن الحمق خزاعی) بن حجر خولانی (۷۳) سعد بن ابی دجانہ (۷۴) مجمع بن عبداللہ عائذی (۷۵) عمار بن حسان بن شریح طائی (۷۶) جندب بن حجر خولانی (۷۷) یزید بن زیاد بن مظاہر کندی (۷۸) جبلہ بن علی شیبانی (۷۹) حنظلہ بن اسعد شیبانی (۸۰) سالم کلبی (غلام آزاد بنی مدینہ) (۸۱) مسلم بن کثیر اعرج ازدی (۸۲) زہیر بن سلیم ازدی (۸۳) قاسم بن حبیب ازدی (۸۴) انس بن حبیب شاکری (۸۵) سعد بن عبداللہ الطبقی (۸۶) نجیح (غلام آزاد امام حسینؑ) (۸۷) شوذب غلام آزاد شاکر (۸۸) ہاشم بن عتبہ (۸۹) قیس بن منبہ (۹۰) عمار بن حسان (۹۱) زہیر بن حسان (۹۲) حماد بن انس (۹۳) وقاص بن مالک (۹۴) خالد بن عمر (۹۵) شریح بن عبید (۹۶) مالک بن انس دل (۹۷) مالک بن انس کاہلی (۹۸) عبداللہ بن شمر (۹۹) یحییٰ بن سلیم (۱۰۰) عمرو بن مطاع (۱۰۱) عابس بن شبیب (۱۰۲) عبداللہ بن سعد (۱۰۳) جابر بن حارث (۱۰۴) عمرو بن خیال (۱۰۵) سعد بن حنظلہ تمیمی (۱۰۶) یزید بن مہاجر جعفی (منقول از کربلا نمبر النجم لکھنؤ، ۱۰ محرم الحرام سنہ ۱۳۵۶ھ)

اب ہم اختلافی مسائل پر روشنی ڈالنا چاہتے ہیں جو ہمارے اور شیعہ کے مابین متنازعہ فیہا ہیں۔ اور شیعہ کی کتابوں سے ہی ان کے خلاف استدلال کریں گے۔

بعض اختلافی مسائل

چونکہ شیعہ کو ہر ایک امر میں اہل سنت و الجماعت کی مخالفت کا حکم ہے۔ چنانچہ پہلے یہ حدیث نقل ہو چکی ہے کہ اگر اہل سنت کا قول مطابق کتاب مذہبی ہو، تو بھی

حتی الوسع ان کی مخالفت کرنا چاہیئے۔ اس لئے معاملات میں اعبادات میں ہر ایک بات میں شیعہ اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد دنیا سے الگ ہی بنانا چاہتے ہیں۔ ہم ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتے ہیں۔ تو وہ کھول کر ہم چار تکبیر نماز جنازہ پڑھتے ہیں۔ تو وہ پانچ پڑھتے ہیں۔ ہم وضو میں پاؤں کو دھوتے ہیں اور وہ مسح کرتے ہیں۔ ہم سلام مسنون نسنہ ہمیشہ کہتے ہیں۔ وہ بجائے اس کے یا علی مدد پکارتے ہیں۔ ہم سوں کے بال کٹتے اور ڈاڑھی بقدر قبضہ رکھتے ہیں۔ وہ مونچھیں بڑھاتے اور ڈاڑھی چٹ کرا دیتے ہیں۔ ہم مساجد میں نماز پڑھنے کے لئے جاتے ہیں۔ وہ دائرہ میں بیٹھ کر بھنگ رگڑتے اور حقہ گڑگڑاتے ہیں۔ اور مسجد کے مقابلہ میں امام باڑہ بناتے ہیں اس لئے ہم چند اختلافات پر تبصرہ کرتے ہوئے شیعہ کی کتابوں سے ان کو ان کی غلطی کا قائل کرنا چاہتے ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

پہلا مسئلہ (نماز دست بستہ

شیعہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہاتھ باندھ کر پڑھنے سے نماز ہوتی ہی نہیں۔ اس لئے اس مسئلہ پر عقلی اور نقلی بحث کر کے قرآن وحدیث از کتب شیعہ سے استدلال کر کے روشنی ڈالی جاتی ہے۔ ممکن ہے کہ کوئی ہوشمند اس کو پڑھ کر راہ راست پر آجائے۔

عقلی دلیل

نماز عجز و نیاز کا نام ہے۔ اس میں جلسہ، قعدہ، قیام اور رکوع و سجود وغیرہ جملہ حرکات و سکنات اظہار عجز و انکسار کے لئے کئے جاتے ہیں اور غایت درجہ تذلل اور تضرع مطلوب ہوتا ہے۔ قرآن حکیم میں ہے قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلَاتِھِمْ خَاشِعُوْنَ (بے شک فلاح ان مومنوں کے لئے ہے جو اپنی نماز میں خضوع وخشوع کرتے ہیں) دوسری جگہ ہے قُوْمُوْا لِلّٰہِ قَانِتِیْنَ (خدا کے حضور میں ادب وانکسار سے کھڑے رہو) غرض نماز میں مقصد یہ ہے کہ انسان اپنے

معبود کے سامنے مودبانہ کھڑا ہو کر ذات کبریائی کی عظمت و عبدیت کا اعتراف کرتے ہوئے
زبان سے، جوارح سے اپنی عاجزی و انکساری کا اظہار کرے تاکہ دریائے رحمت بھی
جوش میں آ کر اس کی سیہ کاریوں اور بدکرداریوں کو دھو ڈالے اور اس کے نامۂ اعمال میں
نیکی اور ثواب لکھا جائے۔

ہر ایک ذی عقل سمجھ سکتا ہے کہ طریق عجز و نیاز یہی ہے کہ دست بستہ کھڑے
ہو کر اپنے رب العباد کے سامنے عرض و معروض کیا جائے۔ ہاتھ کھول کر اکڑ کر کھڑا
ہو جانا ہرگز طریق ادب نہیں ہے۔ تم دیکھتے ہو معمولی انسان تک حکام و امراء کے سامنے
بھی بیٹھے ہو کر ہاتھ باندھ جھک کر عرض کیا کرتے ہیں۔ ہر ایک شاہی دربار کا یہی آئین ہے کہ نوکر
و خدمت گار، درباری کار وہاں دست بستہ کھڑے رہتے ہیں۔ کوئی چھوٹا بڑے یا جب
استعظیم بزرگ کو خط لکھنا شروع کرے تو یوں لکھنا شروع کرتا ہے کہ دست بستہ سلام
کے بعد یوں عرض ہے کوئی قاصد کسی بزرگ کی طرف بھیجا جائے تو کہا جاتا ہے کہ میری طرف
سے ہاتھ باندھ کر عرض کرنا۔ پھر جب اعلیٰ سرکار احکم الحاکمین کے دربار میں دینی اور دنیوی
برکات حاصل کرنے کی تمنا میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگیں تو عرفاً و اصطلاحاً و شرعاً طریق
ادب یہی ہے کہ ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوں۔ یہ کوئی طریق ادب نہیں ہے کہ ہاتھ کھولے
ہوئے اکڑ کر کھڑے ہو جائیں بلکہ یہ تو درجہ کی گستاخی ہوگی۔ خضوع و خشوع و تضرع جس
میں مقصود ہے کہ ہاتھ باندھ کر نماز پڑھیں۔ ہاتھ کھولے ہوئے اکڑ کر سیوٹ کرنا شکاری کا
آئین ہے۔ اسلامی طریق سے جدا ہونا ہے۔

۱؎ یہ دست بستہ کھڑا ہونا اگرچہ عجز و نیاز کے اظہار کی بہترین صورت ہے لیکن بوجہ حق تعالیٰ کی
عبادت و نماز کے لئے مختص ہونے کے غیر اللہ کے لئے اس قسم کی تعظیمی ہیئت اختیار کرنا شرعاً
ناجائز ہے۔ جیسا کہ غیر اللہ کے لئے سجدہ تعظیمی حرام ہے۔ راقم مظہر حسین غفرلہٗ

نقلی دلائل

پہلی دلیل:۔ قرآن میں ہے، فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ (فدک نماز پڑھ ہاتھ باندھ کر پڑھو) نحر کے معنی کتب لغت میں ہاتھ باندھنے کے بھی ہیں۔ چنانچہ علم لغت کی سب سے مستند اور متداول کتاب قاموس جلد اول صفحہ ۳۳۲ میں باب راء فصل نون میں ہے نَحَرَ الرَّجُلُ فِي الصَّلٰوةِ انْتَصَبَ وَنَهَدَ صَدْرَهُ وَوَضَعَ يَمِيْنَهُ عَلٰى شِمَالِهِ (نماز میں نحر کا معنی یہ ہے کہ سینہ قبلہ رو سیدھا کرے یا داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر باندھ کر کھڑا ہو) علم لغت سب کے لئے یکساں حجت ہے۔ اس سے کسی کو انکار کی گنجائش نہیں ہے آیت فَصَلِّ میں چونکہ نماز پڑھنا صاف قرینہ موجود ہے۔ اس لئے یہاں نحر[1] کا معنی یہی ہے کہ داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر ہاتھ باندھے ہوئے نماز پڑھو۔ امام فخر رازی نے تفسیر کبیر جلد ۸ صفحہ ۶۱۲ میں آیت مذکورہ کی تفسیر میں جناب مدینۃ العلم حضرت علی مرتضیٰ کا قول یوں نقل کیا ہے وَالْاَشْهَرُ وَضْعُهُمَا عَلَى النَّحْرِ عَلٰى عَادَةِ الْخَاشِعِ (نحر کا مشہور اور اظہر معنی یہی ہے کہ سینہ پر ہاتھ باندھ کر نماز پڑھے جیسے خضوع و خشوع کا طریق ہے) ایسے ہی تفاسیر در منثور، معالم التنزیل، تنویر المقیاس، حسینی وغیرہ۔ و در کتب حدیث، بخاری، ترمذی، دارقطنی وغیرہ میں حضرت علیؓ و ابن عباسؓ و دیگر بیس تعداد صحابہ کرامؓ کی روایات سے یہی معنی کیا گیا ہے۔ پھر ایسی صریح و صاف آیت کے ہوتے ہوئے دوسری کسی دلیل کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

دوسری دلیل:۔ حضرت موسیٰؑ جب کوہ طور پر خدا کے حضور میں پیش ہوئے

---

[1] سورہ کوثر میں نحر سے مراد قربانی لینا اس لئے درست نہیں کہ نزول کا حکم مدینہ منورہ میں ہوا جیسا کہ سورہ بقرہ [illegible] اور سورہ حج [illegible] مدینہ منورہ کے [illegible] سورہ کوثر [illegible]

صَلٰوتَہٗ وَتَسْبِیْحَہٗ اپرندے نسف بڑھے عبادت میں مدا ہر ایک کی نماز و تسبیح
کو جانتا ہے۔ ظاہر ہے کہ پرندے ہاتھ کھول کر عبادت کرتے ہیں اس لئے ہمیں ہاتھ کھول
کر نماز پڑھنا چاہیئے۔

جواب

انسان اشرف المخلوقات ہو کر پرندوں کی اتباع کرے یہ نہ بس عجیب بات
ہے جیوانی و انسانی عبادت میں ضرور تمیز ہونا چاہیئے۔ خدا ان بے تمیزوں کو ہدایت کرے
کیسی بے تکی ہانکتے ہیں۔ پرندے تو اپنے بازوں کو ہلاتے ہیں پھر شیعوں کو بھی بازو ہلاتے
رہنا چاہیئے۔ پرندے اڑتے ہوئے چیخا بھی کرتے رہتے ہیں۔ یہ بھی نماز میں بول و براز
کرتے رہ کریں۔ پرندے جدہر منہ آئے اڑتے جاتے ہیں۔ قبلہ کے پابند نہیں
لیکن انسان قبلہ کا پابند ہے اور ہمیں ایک جگہ ٹھہرا رہنے کا حکم ہے وَقُوْمُوْا لِلّٰہِ قَانِتِیْنَ
یعنی عجز و انکسار سے سیدھے کھڑے ہو کر نماز گزارو غرض انسان ہو کر لایعقل حیوانات
چرند و پرند پر اپنے آپ کو قیاس کرنا ذوی العقول کے لئے زیبا نہیں ہے۔ نہ یہ کوئی دلیل ہے
مدا مضحکہ اطفال ہے شیعہ کی دلیل کا کیا کہنا۔

دوسری دلیل:۔ دوسری دلیل شیعہ کی یہ ہے کہ صلوٰۃ الخوف میں مسلمانوں
کو حکم ہے وَلْیَاْخُذُوْا حِذْرَھُمْ وَاَسْلِحَتَھُمْ ج اور اپنے ہتھیاروں کو پکڑے
رکھا کریں یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ ہاتھ کھولے ہوئے ہوں۔ ہاتھ باندھ کر ہتھیار
کس طرح پکڑے جا سکتے ہیں۔

جواب

اول تو نماز خوف پر دوسری نماز کا قیاس نہیں ہو سکتا۔ وہ بحالت مجبوری ہوتی
ہے۔ کہ ایک ایک رکعت امام کے ساتھ پڑھ کر ایک فریق دشمن کو چلا جاتا ہے۔ دوسری جماعت
آ کر نماز پڑھتی ہے پھر پہلی جماعت آ کر بقیہ نماز پڑھ لیتی ہے۔ لیکن صلوٰۃ امن میں ایک رکعت

پڑھ کر کوئی ایسا عمل کریں تو نماز باطل ہو جاتی ہے۔

دوم: شیعہ کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ سپاہی ہاتھوں میں ہتھیار پکڑے نہیں رکھتے۔ بلکہ اکثر ہتھیار بندھے ہوئے ہوتے ہیں اور عہدِ رسالت میں تو ہتھیار اس قسم کے تھے جو جسم سے بندھے ہوئے ہوتے تھے تلوار کمر سے بندھی ہوتی تھی تیر ترکش ڈھول میں پڑے ہوئے جسم سے پیوست ہوتے تھے ایسی صورت میں ہاتھ باندھ کر غازی نماز بھی پڑھ سکتے تھے اور وَلْيَأْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ ہتھیار پکڑے رکھنے کی تعمیل بھی ہو جاتی تھی۔ شیعہ کو ایسا استدلال کرنے سے شرم آنی چاہیے مگر کیا کریں اَلْغَرِيْقُ يَتَشَبَّثُ بِالْحَشِيْشِ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا، ایسا کرنے پر مجبور ہیں۔

شیعہ ایک یہ دلیل پیش کیا کرتے ہیں کہ امام مالک کے نزدیک ہاتھ کھول کر نماز پڑھنے کا حکم ہے۔

جواب

یہ بھی شیعہ کا ایک دھوکہ ہے کیونکہ حقیقت میں یہ امام مالک مجتہد مذہب نہیں بلکہ ایک اور صاحب مالک بن عطیہ شیعی ہیں جنہوں نے اس مسئلہ پر بہت زور دیا۔ شیعہ ہمنامی کی وجہ سے اس مسئلہ کو امام مالک کی طرف منسوب کر بیٹھے ہیں امام مالک کی مشہور متداول کتاب موطا امام مالک موجود ہے جس میں وَضْعُ الْيَدَيْنِ اِحْدٰهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى حدیث موجود ہے۔ امام موصوف کبھی نماز میں ہاتھ [illegible] کے قائل [illegible] امام ممدوح کے متعلق نہیں ہیں کہ قول [illegible] پر حجت [illegible] پورے [illegible] شیعہ کو چیلنج دیا جاتا ہے کہ ہماری کتب صحاح و معتبر کتب [illegible] سے حضرت علی، حسن، حسین [illegible] کا مذہب ہاتھ کھول کر نماز پڑھنا ثابت کر دیں [illegible] وہ [illegible] نہیں کر سکتے۔ ہم نے قرآن و حدیث و کتب شیعہ سے ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے کا ثبوت پیش کیا ہے اگر شیعہ حضرات [illegible] ثابت [illegible] نہ [illegible] سکتے [illegible]۔

مسئلہ تکبیرات جنازہ

چونکہ تکبیرات جنازہ دوسری نماز کی رکعات کی بجائے ہیں اور کوئی فرض نماز چار رکعات سے زیادہ نہیں۔ اسلئے شیعہ کا پانچ تکبیر جنازہ کا قائل ہونا قائل قول بلا دلیل ہے۔ ہم اس سے پہلے فروع کافی جلد ۳ کتاب الروضہ صفحہ ۳۰ سے ایک طولانی حدیث لکھ چکے ہیں جس کا مفہوم یہ ہے کہ جناب امیرؓ نے اپنے عہد میں بھی وہی امور قائم رکھے۔ جو خلفاء ثلثہ کے عہد میں نافذ تھے نہ فدک وراثت فاطمہؓ کو دے سکے نہ متعہ کی حلت کا فتویٰ جاری کیا۔ نہ نماز تراویح موقوف کر سکے۔ نہ پانچ تکبیرات جنازہ پڑھا سکے۔ پھر جب جناب ممدوح اپنے وقت میں چار تکبیر جنازہ پڑھتے رہے تو اب شیعہ اس کے خلاف کرنے کے کس طرح مجاز ہو سکتے ہیں۔

دوم: شیعہ کی معتبر کتاب فروع کافی جلد صفحہ ۹۵ میں ایک حدیث ہے جس میں تصریح ہے کہ آنحضرتؐ پہلے جب منافقین پر نماز جنازہ پڑھنے کی اجازت تھی پانچ تکبیر پڑھا کرتے تھے لیکن جب منافقین کا جنازہ پڑھنے کی ممانعت ہو گئی۔ تو پھر چار تکبیریں پڑھا کرتے تھے۔ الفاظ حدیث یہ ہیں۔

عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ یَقُوْلُ
کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰی عَلٰی مَیِّتٍ کَبَّرَ وَ
تشہد ثم کبر ثم صلی علی الانبیاء ودعا ثم کبر ودعا للمومنین ثم کبر الرابعۃ
ودعا للمیت ثم کَبَّرَ وَانْصَرَفَ فَلَمَّا نَہَاہُ اللّٰہُ عَنِ الصَّلٰوۃِ عَلَی
الْمُنَافِقِیْنَ کَبَّرَ وَتَشَہَّدَ ثُمَّ کَبَّرَ وَصَلّٰی عَلَی النَّبِیِّیْنَ وَدَعَا لِلْمُؤْمِنِیْنَ
ثُمَّ کَبَّرَ الرَّابِعَۃَ وَانْصَرَفَ وَلَمْ یَدْعُ لِلْمَیِّتِ

(ترجمہ) ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ امام جعفر صادقؓ نے فرمایا۔ آنحضرتؐ جب میت پر نماز جنازہ پڑھتے تھے تکبیر کہتے اور کلمہ شہادت پڑھتے پھر تکبیر کہتے پھر نبیوں پر درود پڑھتے اور دعا کرتے اور پھر تکبیر پڑھتے اور مومنوں کے لیے دعا کرتے پھر چوتھی تکبیر کہتے اور میت کے لئے دعا کرتے پھر تکبیر کہتے اور واپس لوٹ جاتے تھے جب سے کہ منع کئے گئے (دعا پڑھنے سے)

بعینہ یہی حدیث من لا یحضرہ الفقیہ صفحہ ۵ اور علل الشرائع صفحہ ۱۳۷ میں بھی موجود ہے
اس حدیث سے جو جناب صادق سے مروی ہے بتصریح ثابت ہو گیا کہ پانچ تکبیر
نماز جنازہ کا عمل رسول ابتدا میں تھا۔ جب تک منافقین پر بھی نماز جنازہ پڑھا کرتے تھے
لیکن آخری عمل جب منافقین پر نماز پڑھنے کی ممانعت ہو گئی یہی تھا کہ چار تکبیریں پڑھا
کرتے تھے اور ظاہر ہے کہ آخری فعل رسولؐ ہی حجت ہوا کرتا ہے اس سے زیادہ صداقت پر اور
دلیل کیا ہو سکتی ہے جو شیعہ کی اپنی معتبر کتاب کافی کلینی وغیرہ بروایت صادق چار تکبیر نماز
جنازہ کا ثبوت پیش کر دیا گیا ہے۔ کیا اب بھی شیعہ ضد سے باز آئیں گے۔

ہماری کتابوں میں یوں تصریح ہے۔ صَلّٰی جِبْرِئیلُ عَلٰی آدَمَ وَکَبَّرَ
عَلَیْہِ اَرْبَعًا (دار قطنی) آدمؑ پر جبرئیلؑ نے مع ملائکہ کے نماز جنازہ پڑھی۔ چار تکبیریں
کہیں ۱۰۔ اسی کتاب دار قطنی جلد ۱ صفحہ ۱۹۰ میں حضرت انسؓ کی روایت سے ایک حدیث ہے کہ
آدمؑ پر چار تکبیریں پڑھی گئیں رسول پاک کے جنازہ پر بھی چار تکبیریں پڑھی گئیں
حضرت عمرؓ نے جنازہ ابوبکرؓ پر صہیبؓ نے جنازہ عمرؓ پر
حضرت حسنؓ نے حضرت علیؓ پر امام حسینؓ نے حضرت حسنؓ پر چار تکبیریں پڑھیں۔

اہل السنت والجماعت کی جملہ کتب حدیث میں تصریح ہے کہ آخری عمل رسول
پاکؐ کا جنازہ نجاشی کے بعد چار تکبیر نماز جنازہ پر ہی رہا۔

جب کتب معتبرہ فریقین سے یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچ گیا کہ آخری عمل آنحضرتؐ کا
چار تکبیر نماز جنازہ پر ہی رہا تو اب شیعہ کو اپنی ضد چھوڑ دینا چاہیے۔ واللہ الہادی۔

تیسرا مسئلہ پاؤں کا مسح

ہر مذہب کے مسلمان وضو میں پاؤں دھونا فرض سمجھتے ہیں لیکن شیعہ عقل و نقل
کے خلاف پاؤں دھونے کی بجائے مسح کی فرضیت کے قائل ہیں۔ یہ عجیب بات ہے
کہ منہ ہاتھ جن پر نجاست پڑنے کا بہت کم احتمال ہوتا ہے تو دھوئے جائیں لیکن پاؤں جن

---

۱ قرآن مجید میں ارشاد ہے یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْ
ھَکُمْ وَاَیْدِیَکُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِکُمْ وَاَرْجُلَکُمْ اِلَی الْکَعْبَیْنِ۔

زمین پر چلتے ہیں اور جن کے پلید ہونے کا احتمال ہے ان پر صرف مسح کر لینا کافی سمجھا گیا ہے
جو اعضاء کھلے رہتے ہیں مثلاً منہ، ہاتھ، پاؤں، چونکہ گرد و غبار پاک و پلید اڑ کر ان پر پڑتا
رہتا ہے اور میل کچیل جمع ہوتی ہے۔ اس لئے شارع علیہ السلام نے صفائی بدن کے لئے ان کا
دھونا فرض قرار دیا ہے لیکن سر چونکہ ہر وقت ڈھکا رہتا ہے اور جملہ اعضاء سے بلند رہتا ہے
اس کی نجاست کا احتمال تک نہیں ہو سکتا۔ اس لئے تبرید دماغ کے لئے اس کا صرف مسح
کر لینا کافی سمجھا گیا ہے لیکن شیعہ چونکہ عقل کے دشمن ہیں اور دیگر مسلمانوں سے خلاف کرنا ان کا
شیوہ ہے۔ پاؤں کو دھونے کی بجائے ان پر مسح کر لیا کرتے ہیں۔ اور پھر اس پر بھی اطمینان
نہیں ہو سکتا پہلے دھو لیا کرتے ہیں پھر بعد وضو مسح بھی کر لیا کرتے ہیں (یا للعجب) خدا نے
قرآن میں سب سے اول منہ دھونے کا حکم دیا ہے لیکن شیعہ کا طرز عمل خلاف قرآن یہ ہے
کہ دھونے سے اول پاؤں دھو لیا کرتے ہیں۔

کافی کلینی کی حدیث

اس کے متعلق کتاب فروع کافی جلد اول[19] سے ایک حدیث پیش کی جاتی ہے جس سے
ثابت ہوتا ہے کہ پاؤں کا دھونا فرض ہے۔ اِنْ نَسِیْتَ مَسْحَ رَأْسِکَ حَتّٰی تَغْسِلَ
رِجْلَیْکَ فَامْسَحْ رَأْسَکَ ثُمَّ اغْسِلْ رِجْلَیْکَ (امام صادق نے فرمایا اگر
سر کا مسح بھول جائے اور پہلے پاؤں کو دھو ڈالے تو سر کا پھر مسح کر لے اور بعد ازاں پاؤں
دھو ڈالے)

اس حدیث سے بصراحت ثابت ہے کہ پاؤں کا دھونا فرض ہے۔ اس لئے
جناب امام نے فرمایا کہ اگر مسح سر کو بھول کر غلطی سے پاؤں دھو دئے جائیں تو پھر ایسے کرنا چاہئے

نمبر ۲۲۔ منصوب و تحمیدیہ جو نہ غسولہ کا معمول ہے اور یہی قرأت مشہور ہے۔ اور الی الکعبین میں الی
تحدید کے لئے ہے۔ اور یہ بھی پاؤں دھونے کے حکم پر دلالت کرتا ہے کیونکہ حد بیان کرنا مغسولات کے لئے ہی فائدہ
دیتا ہے نہ کہ ممسوحات کے لئے کیونکہ مسح میں خفت مقصود ہوتی ہے نہ استیعاب اور غسل میں چونکہ
استیعاب مقصود ہوتا ہے اس لئے الی الکعبین سے اس کی حد بیان فرما دی ہے۔ از احقر منظر حسین عفی عنہ

کہ سر کا مسح کر لیا جائے اور ترتیب کی درستی کے لئے پھر دوبارہ پاؤں دھوئے جائیں اگر
پاؤں کا دھونا فرض نہیں بلکہ ازالۂ نجاست منظور تھا۔ جیسا کہ شیعہ کہا کرتے ہیں۔ تو پہلے
دھونے سے ازالۂ نجاست تو ہو چکا تھا۔ مسح سر کرنے کے بعد مکرر پاؤں دھونے کا حکم کیوں
دیا جاتا۔ اس حدیث کا کوئی جواب شیعہ نہیں دے سکتے! اور یہ حدیث خلاف شیعہ
ہمارے پاس ایک زبردست حربہ ہے جس سے ان کے تمام استدلال پر پانی پھر جاتا ہے

کیا لطف جو غیر پردہ کھولے — جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے

فی الواقع کافی تمام مسائل کے لئے کافی وافی ہے۔ ہاں انصاف شرط ہے۔ ضد کا کوئی
علاج ہی نہیں۔

داڑھی چٹ، مونچھیں دراز!

آج کل شیعیان علی کی علامات امتیاز یہ ہے کہ داڑھی چٹ اور مونچھیں دراز ہوتی
ہیں جس سے اس دلیل سے وہ پہچانے جاتے ہیں۔ جس کی داڑھی مسنون ہو! اور شوارب (لب)
مونچھیں کٹی ہوئی ہوں۔ اس کو شیعہ حضرات غیظ و غضب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں
اس لئے کتب شیعہ سے اس مسئلہ پر روشنی ڈالنا ضروری ہے تاکہ دیکھ کر اپنی حالت
پر افسوس ہو اور آئندہ اس سے باز آجائیں۔

(۱) شیعہ کی مستند کتاب حدیث من لا یحضرہ الفقیہ میں ہے قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی
اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُحْفُوا الشَّوَارِبَ وَاعْفُوا اللِّحٰی وَلَا تَشَبَّهُوْا بِالْیَهُوْدِ

۱؎ دھونے پاؤں کی فضیلت اس لئے ہے کہ اعضاء وضو دھو لینے سے دماغ کو فرحت ہوتی ہے تکاسل دور
ہو جاتا ہے۔ اور انسان خوش و خرم کھڑا ہو کر بارگاہ ایزدی میں اپنا عرض حال کرنے کے قابل ہو جاتا
ہے۔ یہ مشہور قاعدہ ہے کہ اطراف (ہاتھ پاؤں) دھونا باعث تفریح طبع اور دفع تکاسل ہوتا ہے جب
کسی کو بخار ہو۔ تو طبی علاج یہ بھی ہے کہ پاشویہ کرایا جاتا ہے جس سے بخار دور ہو کر صحت عود کر آتی
ہے۔ پس یہ غرض تب ہی حاصل ہو سکتی ہے کہ منہ ہاتھ کے ساتھ پاؤں بھی دھوئے جائیں۔ پاؤں پر
صرف مسح کرنے سے یہ فائدہ ہرگز حاصل نہیں ہو سکتا۔

حدیث ۴۴: یہ مونچھیں کٹانے کی ایسی تاکید کی گئی ہے کہ رسول ؐ نے فرمایا
لمبی مونچھیں شیطان کے خیمہ کے کام آتی ہیں جس سے وہ پردہ بناتا ہے۔

حدیث ۴۵: پس داڑھی چھٹ اور مونچھیں دراز یہود مردان کے لشکر کا حلیہ بتایا گیا ہے۔ جو حضرت
شیعہ ان احادیث کے خلاف داڑھی چھٹ اور مونچھیں دراز اپنا شعار بنائے ہوئے ہیں۔
وہ ان احادیث کی رو سے یہود کی صفت سنت نبویؐ کے منکر شیطان کے پیروکار ہیں
کہاں ہیں وہ شیعہ جو جہال کو کہا کرتے تھے کہ ایسی لمبی مونچھیں مولا علی علیہ السلام کی سنت ہیں
اور اس لیے ہم سنت علیؑ کے عامل ہیں۔ اگر تمہاری کتابیں سچی ہیں اور تمہارے امام صادق
اور رسول اکرمؐ کا قول سچا ہے تو یہ لوگ سنت شیطان کے عامل اور یہود صفت خدا
و رسولؐ کے نافرمان ہیں، خدا ان کو ہدایت کرے۔ غضب تو یہ ہے کہ شیعہ علماء بھی داڑھی
چھٹ اور مونچھیں دراز نظر آتے ہیں۔ گویا وہ اس کا شعار اسلام سمجھتے ہیں۔ ایسے علماء سے خدا
کی پناہ جو ضَلُّوا وَاَضَلُّوا کے مصداق ہیں

بھنگ اور شراب

ہر چند شراب کی حرمت نصِ قرآن سے ثابت ہے اور لحم خنزیر و شراب حرمت
میں برابر ہیں لیکن شیعہ حضرات کے بہت سے پیر فقیر شراب کے عادی ہوتے ہیں۔ دودھ
کو شیر مادر سمجھ کر استعمال کرتے ہیں۔ مریدان خوش اعتقاد کہتے ہیں۔ ہمارے مرشد
جی کے پاس شراب کی بوتل لاؤ تو دودھ بلکہ شراباً طہوراً بن جاتا ہے۔ بہت سے شیعہ حضرات
پیر نذر و نیاز میں بھی شراب کی بوتل کی فرمائش کیا کرتے ہیں۔ بھنگ تو ملنگان مولا علیؑ
کا صبح و شام کا وظیفہ ہوتا ہے۔ ادھر بھنگ رگڑتے ہیں ادھر بزرگان دین کو لعنت کر کر
کے نامہ اعمال سیاہ کرتے ہیں۔ کوئی منع کرے تو کہا کرتے ہیں کہ ان ملاؤں کو کیا خبر کہ
بھنگ اور چرس کے نشہ میں کیسی معرفت کی باتیں سوجھتی ہیں اور عالم ملکوت کے اسرار
ظاہر ہوتے ہیں۔ اس لیے ذیل میں چند مسائل شراب و بھنگ کے متعلق ہم شیعہ کی
معتبر کتابوں سے نقل کرتے ہیں۔ شاید کسی کو ہدایت ہو جائے۔

شیعوں کی معتبر کتاب فروع کافی جزو دوم میں ص۲۲ سے ص۲۷ تک شراب

کی خباثتوں، شرب خمر کی برائیوں کا مفصل تذکرہ ہے۔ چونکہ عربی احادیث ہیں۔ اس لئے ہم صرف شیعہ کی مستند تفسیر عمدۃ البیان سید عمار علی شیعی سے یک عبارت لکھتے ہیں جو جامع و مانع ہے اور تمام احادیث کا نچوڑ ہے اور اردو خوان اصحاب اس کو پڑھ کر مستفید ہو سکتے ہیں۔ وَ ھُوَ ھٰذَا۔

جناب صادقؑ نے فرمایا کہ پینے والا شراب کا بیمار ہو تو اس کو پوچھنے نہ جاؤ اور اگر مر جائے تو اس کے جنازہ پر مت جاؤ اور اگر حاجت مند ہو تو اس کو زکوٰۃ مت دو اور اگر عورت کو رشتے نکاح کے چاہے تو نکاح اس سے مت کرو اور جو شخص اپنی دختر کا نکاح کسی شرابی سے کرے تو اس نے گویا اپنی بیٹی کو دوزخ میں ڈالا ہے۔ اور فرمایا جناب رسول خدا نے کہ جو کوئی شرابی کو ایک لقمہ کھانے کو دیوے یا ایک گھونٹ پانی کا دیوے تو البتہ معین کرے گا خدا اوپر اس کے قبر میں سانپ اور بچھو کہ طول اس کے دندان کا ایک سو دس گز ہو گا اور پلایا جاوے گا قیامت کے روز دوزخیوں کے زخموں کا پانی۔ اور جو کوئی حاجت روائی کرے شرابی کی گویا اس نے ایک ہزار مومن کو قتل کیا اور خانہ کعبہ کو ڈھایا۔ اور جو کوئی سلام کرے اس پر لعنت کریں گے اس پر ستر ہزار فرشتے۔ اور لعنت کی ہے خدا نے شراب پینے والے کو اس کے نچوڑنے والے کو اور اس کے بیچنے والے کو اور اس کے اٹھانے والے کو اور جس کے پاس لے جاتے ہیں اس کو۔ اور تنبیہ الغافلین میں لکھا ہے کہ فرمایا جناب رسول خدا نے کہ جو کوئی ایک لقمہ بھنگ کا کھاتا ہے ایسا ہے کہ گویا اس نے خانہ کعبہ کو ستر بار ڈھایا اور جو کوئی خانہ کعبہ کو ایک بار ڈھائے تو ایسا ہے گویا اس نے ستر پیغمبروں کو قتل کیا اور قرآن میں جو شجرہ ملعونہ ہے، مراد اس سے بھنگ کا درخت ہے۔"

(تفسیر عمدۃ البیان مطبوعہ مطبع یوسفی دہلی ص ۲۲۸)

اب بھنگ اور شراب کی فضیلت آپ نے شیعہ کی مستند تفسیر سے سن لی ہے۔ آپ غور کریں کہ کتنے بھنگی اور شرابی مولا علیؑ کے ملنگ اور پیر فقیر نکلتے ہیں جو شیعہ صاحبان کے قبلہ و کعبہ اور شیعہ مذہب کے رکن اعظم اور معتمد علیہ سمجھے جاتے ہیں۔ پھر

نظم اردو

نماز ایک جس شخص نے ترک کی
تو خوں اس نے اپنا کیا بے حقیری

اگر دو نمازوں کا ترک ہوا
تو گویا کہ خوں ایک نبی کا کیا

ہوئی تین وقتوں کی جس سے قضا
تو کعبہ کو اس شخص نے ڈھا دیا

رہیں چار وقتوں کو گر ہاتھ سے
تو ایسا ہے جیسے کہ اس شخص نے

زنا اپنی مادر سے ہفتاد بار
کیا عین کعبے میں ہے ہوشیار

جو ترک ہوا پنج اوقات کا
بیان کیا کروں اس کے حالات کا

ندا اس کو کرتا ہے یوں بے نیاز
یہ تو نے جو کی ترک میری نماز

ہوا میری طاعت سے بیزار تو
غضب کا ہوا اب سزاوار تو

بہت میں بھی بیزار ہوں تجھ سے اب
نہ دوں اپنے در پر کبھی کر طلب

مرے آسمان و زمیں سے نکل
کہیں اور تو جا کے اے بدعمل

یہ ارشاد کرتے ہیں شاہ حجاز
سنیں اور سنائیں کرے جو نماز

نہیں مجھ سے اور میری امت سے وہ
بہت دور ہے حق کی رحمت سے وہ

یہ تو شیعہ کی کتابی باتیں ہیں۔ لیکن عملی حالت سخت قابل افسوس ہے جہاں کہیں شیعوں کی آبادی ہے مساجد ویران، در بے آباد ہیں۔ ہم نے دو جلسے مناظرہ کے دیکھے۔ ایک کندیاں ضلع میانوالی میں، دوسرا چک بیلی خان تحصیل گوجرخان میں ظہر کی نماز کا وقت میدان مناظرہ میں آیا۔ تمام مسلمانوں نے نماز باجماعت پڑھی لیکن شیعہ کو تکلیف برداشت کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ حرف منہ بھیا کا ثواب گزشتہ امام حسنؓ، امام حسینؓ، علی المرتضیٰؓ اور رسول خداؐ کا ارسہ مل جاتا ہے عید غدیر کا بھی شیعہ اہل ۱۸ ذی الحجہ روز مبارک ایسا آجاتا ہے کہ شیعان علیؓ کے کرام۔ روز نامہ صغیرہ وکبیرہ کو معاف سمجھے جاتے ہیں اور خوب مند کی ان اعمال کا حکم ہوتا ہے کہ شیعان علیؓ اور محبان اہلبیت

کے گئے، تین روز تک نعش یونہی پڑی رہی۔ سب سے پہلے بیٹ... دفن کیا

سید جنتی ہے

شیعہ کا یہ بھی اعتقاد ہے کہ اولاد سادات کے لئے تو جنت واجب ہو چکی ہے
سید عبادت کرے نہ کرے کیسے ہی جرائم کبیرہ کا مرتکب ہو جنت ہی اس کا ٹھکانا ہے
گویا ان کو رب العزت نے جنت کا ٹھیکہ دے دیا ہے۔ زنا کرے، چوریاں کرے، ڈاکے ڈالے
قتل و ڈکیتی کا مجرم بنے۔ دوزخ کی آگ سید پر حرام ہے اور جنت العیاذ باللہ اس کا مقدر
ہے۔ یہ اعتقاد عوام ہی کا نہیں بلکہ اخص الخواص شیعہ بھی یہی خبط رکھتے ہیں مگر محققین
شیعہ یہ مسئلہ بحوالہ احادیث بیان کر کے ان کی اس غلط فہمی کو رفع کرتے ہیں۔

ل حکم نکاح سیدہ با غیر سید۔ یہ بھی شیعوں کا عقیدہ ہے کہ سیدزادی کا نکاح غیر سید سے
ہرگز جائز نہیں جیسا کہ عینی شرح ہدایہ میں اس قول کو شیعوں کی طرف منسوب کیا گیا ہے مگر محققین اہل
سنت کے نزدیک سیدہ کا نکاح غیر سید سے درست ہے چنانچہ گزشتہ سے پیوستہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع
صاحب سابق مفتی دارالعلوم دیوبند کی استفتاء کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ لوگوں کا یہ خیال غلط
اور بے دلیل ہے کہ بنی ہاشم کی عورتوں کا نکاح بنو ہاشم کے علاوہ کسی کے ساتھ بلا اجازت ولی کے قوم سے
مسلمانوں میں ہو سکتا ہے لیکن بغیر رضا ولی قریش کے علاوہ کسی دوسری قوم میں کرنا درست نہیں۔ اگر
کر دیا گیا تو وہ نکاح قول مفتی بہ کے موافق درست نہ ہو گا۔ علی اختلاف صاحب ہدایہ نے تصریح فرمائی ہے کہ
تمام قریش کے تمام خاندان خواہ وہ بنی ہاشم میں سے ہوں یا نہ ہوں بنی ہاشم کے کفو ہیں نکاح بلا اجازت درست
جائز ہے اور یہ حکم بنی ہاشم کی عورتوں کا نہیں، بلکہ تمام اقوام کا یہی حکم ہے کہ غیر کفو میں نکاح کر لینے پر ولی کو فسخ کا
حق ہوتا ہے۔ قال فی الہدایہ وغیرہ واذا زوجت المرأۃ نفسہا من غیر کفو فللاولیاء
ان یفرقوا بینہما دفعاً لضرر العار عن انفسہم والفتویٰ علی روایۃ الحسن عن
... بعقد ... ملخص ... بنی ہاشم کی عورتوں کے نکاح کو غیر بنی ہاشم سے حرام
کہنے والے سخت گنہگار ہیں۔ ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ہذا حلال وہذا حرام لتفتروا
علی اللہ ... کا جو فتویٰ کتب حنفیہ سے نقل کیا گیا ہے وہ مقید بقیود ہے جہاں تک کفائت کا ... ہے ...
لوگوں کو ... ہے خارج ہے ... (المتین باب الکفاءۃ ص...) فتاویٰ دارالعلوم دیوبند

جو اہل بیت کی توہین کرتے ہیں سر اجلاس — یزیدی نوح نے ہرگز نہیں ایسا کیا ہوگا

محرم میں نکلتے سوانگ بھر کر جب و فعل ہیں — تماشا رام لیلا کا نہ ایسا دل ربا ہوگا

مسلماں ہو کے یہ بدعات کرنا ہے بہت افسوس — کبھی راضی نہ ان بدعات سے رب الورا ہوگا

نہ سکھلائی کبھی اسلام نے بدعات ہیں ایسی — یہ شیطانی طریقہ ہے وہی موجد بنا ہوگا

علم اور تعزیہ دلدل نئی بدعات ہیں ساری — رسوم شرک ہیں یہ سب کچھ نہ دیں بھلا ہوگا

قلندر ڈوم کنجر ماتم حسنینؓ کرتے ہیں — نہ ہوگا خوش پھر بھلا روح شہید کربلا ہوگا

عمر گذری برائی اور برائی کی کمائی میں — عمر میں ایک استنجا نہیں ہرگز کیا ہوگا

وہ کیسی ناپاک اور ہو گئی بزم مجلس — کہ جس میں جس ایسی یہ پر از خبث [illegible] ہوگا

وہ ناپاک لینے کے نہیں ہیں کہیں حق — نہ کس ہے تم کا تم کرو دوستو کچھ فائدہ ہوگا

پڑھو قرآن اور اوراد کو خوشنودی یہی ہے — اسی سے خوش خدا اور سرور ہر دوسرا ہوگا

اسی سے خوش ہوں اہلبیت اور شہدا کے روح — یقیناً فائدہ یارو تمہیں اس سے بڑا ہوگا

الٰہی کر ہدایت اپنے بندوں کو تو فضل خود — بجز تیری ہدایت کے نہ کوئی رہنما ہوگا

دعا ہے اب ختم کر دو نظم یہ شیر کو ہی
اثر ہوگا اسے دل درد سے خسیں کا بھرا ہوگا

(از تحفہ زیارۃ سنت)

اختلافی مسائل پر ہم بحث کر چکے ہیں اور کتب شیعہ کے حوالجات سے یہ بھی ثابت کیا جا چکا ہے امید ہے کہ اہل انصاف ناظرین کی اس سے تسلی ہو جائے گی۔ اسلام کے تمام فرقوں سے نرالے عقائد شیعہ کے ہیں جو عقل و نقل کے خلاف ہونے کی وجہ سے ناقابل تسلیم ہیں۔

شیعہ صاحبان بغض خلفائے ثلاثہ کی وجہ سے عقل بھی کھو چکے ہیں ورنہ یہ سمجھ نہیں آتی۔ کہ بھائی مذہب کہاں تک اسلامی عقائد کی تفتیش ہے؟

نقشۂ اسلام حسب عقائد شیعہ

اس بات کو مخالفین اسلام بھی مانتے ہیں کہ اسلام نے تھوڑے عرصہ میں حیرت انگیز ترقی کی کہ اقطاع عالم میں اس کی روشنی پھیل گئی اور سب سینے ہیں نور اسلام سے روشن ہوا۔ پھر اس میں ظلمت کفر تو ٹمٹماتا چراغ تھا۔ اور یہی صداقت اسلام کی ایک روشن دلیل ہے لیکن تعجب ہے کہ شیعہ صاحبان اسلام کے دعویدار ہو کر یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ بانی اسلام (فداہ ابی و امی) کی تبلیغی جدوجہد اور خدا کے پاک کلام قرآن کی تعلیم کا صرف یہ نتیجہ ہوا کہ سچے مسلمان رسول پاک کے گنے چنے لوگوں کے علاوہ صرف تین شخص ابوذرؓ، مقدادؓ، سلمان فارسیؓ پیدا ہوئے جو آخری دم تک اسلام پر ثابت قدم رہے۔ باقی تمام مسلمان جن کی تعداد لاکھوں تک پہنچ گئی برائے نام مسلمان تھے جو رسول پاک کی وفات کے بعد یک لخت اسلام سے پھر گئے اور اپنے خاندانی عبادت کے جاہلی رسم پر جا بیٹھے۔ اس کے متعلق شیعوں کی معتبر کتب کے حوالے درج ذیل کئے جاتے ہیں۔

(۱) فروع کافی جلد ۳ کتاب الروضہ ص[illegible] میں درج ہے۔

عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ قَالَ کَانَ النَّاسُ اَهْلَ رِدَّةٍ بَعْدَ النَّبِیِّ اِلَّا ثَلَاثَةً فَقُلْتُ وَمَنِ الثَّلَاثَةُ فَقَالَ اَلْمِقْدَادُ بْنُ الْاَسْوَدِ وَاَبُوْ ذَرٍّ الْغِفَارِیُّ وَسَلْمَانُ الْفَارِسِیُّ۔ (ترجمہ) امام محمد باقر سے روایت ہے فرمایا۔ رسول اللہ کی وفات کے بعد سب لوگ مرتد ہو گئے۔ صرف تین مسلمان رہ گئے۔ راوی نے پوچھا وہ کون؟ کہا مقدادؓ، ابوذرؓ اور سلمان فارسیؓ۔

(۲) حیات القلوب جلد ۲ ص[illegible] میں ہے۔ بسند معتبر از حضرت صادق روایت کردہ است کہ مردم ہلاک شدند بعد از وفات رسول مگر سلمان و ابوذر و مقداد۔ امام صادق سے بسند معتبر روایت ہے کہ رسول اللہ کی وفات کے بعد سب لوگ ہلاک ہو گئے (مرتد ہو گئے) صرف سلمانؓ اور ابوذرؓ و مقدادؓ مسلمان رہ گئے۔ ایسا ہی شیعہ کی دوسری کتابوں میں ہے اور یہ عقیدہ متفقہ ہے اس لئے زیادہ بحث کی ضرورت نہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے

کہ یہ مسلمان کیسے تھے۔

سلمانؓ اور مقدادؓ کی ایمانی حالت

حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۶ میں سلمانؓ و مقدادؓ کے ایمان کی کیفیت عجیب لکھی ہے کہ ایک دوسرے کی حالت کی خبر ہو تو فوراً کافر ہو جائے۔ عبارت یوں ہے
در کتاب مختص بسند معتبر روایت کردہ۔ است کہ حضرت رسولؐ فرمودہ کہ
اے سلمان اگر عرض کنند علم ترا بر مقداد ہر آئینہ کافر میشود (کتاب مختص میں
معتبر سند سے مروی ہے۔ روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا اے سلمانؓ اگر
تیرا علم مقداد پر پیش کیا جائے۔ تو ضرور وہ کافر ہو جائے) اس کے بعد یوں لکھا ہے بس
فرمود اے مقداد اگر عرض کنند صبر ترا بر سلمان ہر آئینہ کافر میشود (پھر جناب
رسولؐ نے فرمایا۔ اے مقداد۔ اگر تمہارا صبر سلمان پر پیش کیا جائے تو وہ ضرور کافر ہو جائے۔

کیا خوب مسلمانی ہے

کہ سلمان کے علم کی اطلاع مقداد کو ملے تو وہ کافر ہو جائے اور مقداد کے صبر کی
سلمان کو خبر ملے تو وہ بھی کافر ہو جائے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اسلام نے ایسے بمشکل تین مسلمان پیدا کئے تھے۔ جو بعد وفات
رسولؐ مسلمان رہے۔ ان میں سے بھی دو ایسے کامل یقین تھے کہ ایک کی حالت پر دوسرا
مطلع ہو جائے تو اسلام کو خیرباد کہہ دے۔ اب صرف ابوذرؓ مسلمان رہ گئے۔ اس سے تو
نہ صرف رسولؐ اور قرآن پاک ہی پر بلکہ خدا پر ایک بڑا حرف آتا ہے کہ اتنا بڑا کارخانہ
اسلام ناکام ہوا۔ رسولؐ خاتم الانبیاء مبعوث ہوئے۔ بحسب فرمان وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا
کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ (اے رسول ہم نے آپ کو ساری دنیا کا نبی بنا کر بھیجا ہے۔ رسول بھی سارے
جہان جن و انس کی ہدایت کے لیے اور نتیجہ اس تمام کارگزاری کا یہ ہوا کہ صرف ایک مسلمان پیدا
ہوا۔ یا کوئی شخص شیعہ کا یہ عقیدہ درست مان کر مخلصین اسلام کے سامنے ایک منٹ کے

جن میں سینکڑوں حفاظ قرآن تھے شہید ہوئے۔ آپ کا عام زمانہ خونریز جنگیوں
ہی میں گزرا اور خدمت قرآن کا تو یہ حال ہے کہ قرآن جمع کر کے کہیں ایسا غائب کیا کہ
شیعوں کی نذر سے کبھی اوجھل ہے اگر ان برائے نام چند مسلمانوں (خلفاء ثلاثہ رض)
کا وجود نہ ہوتا تو دنیا میں آج ایک بھی مسلمان کلمہ توحید پڑھنے والا نظر نہ آتا۔ دنیائے
اسلام ان نفوس مقدسہ (خلفاء ثلاثہ رض) کی بدولت تا قیامت گرویدۂ اسلام ہے جنہوں
نے تن بدن پر مصائب برداشت کر کے اسلام کو شرق سے غرب، جنوب سے
شمال تک پھیلا دیا۔ تائید ایزدی ان کے شامل حال تھی اور فتح و نصرت ان کے پاؤں
چومتی تھی۔ ذرا کچھ ہوش کرو۔ کفران نعمت نہ کرو۔ اگر حضرت عمر رض نہ ہوتے تو آج ایک بھی
سید جو امام حسین رض کے بطن حضرت شہربانو سے پیدا ہوئے صفحہ دہر پر نہ ہوتے۔

شیعیان علی رض

اب ہم شیعیان علی سے مخاطب ہوتے ہیں۔ ذرا تم ہی بتاؤ کہ تم نے اسلام یا ائمہ
اہلبیت کی کیا کچھ امداد کی۔ اپنے عہد میں علی المرتضیٰ رض تمہارا ہی رونا روتے رہے۔ ائمہ اہلبیت
اپنی زندگی بھر تم سے شاکی رہے۔ تم نے ہی جناب امیر رض کو زخمی کیا جام شہادت پلایا۔ تم
نے ہی حضرت مسلم بن عقیل رض کو کوفہ میں بلا کر مع صغیر السن بچوں کے ذبح کیا۔ تم نے
سید الشہداء حضرت امام حسین رض کو خطوط عقیدت لکھ کر دھوکہ و فریب سے بلوا کر
کربلا میں شہید کیا۔ کیا کوئی ایسا کارنامہ پیش کر سکتے ہو جو اس بات کا ثبوت ہو کہ تم
نے اسلام یا اہلبیت کو کچھ فائدہ پہنچایا۔ جناب امیر علیہ السلام کے خطبات سے جو
نہج البلاغت میں درج ہیں تمہاری اطاعت اور عقیدت کا پتہ چلتا ہے۔ نمونہ کے
طور پر آپ کا ایک خطبہ نیرنگ فصاحت ترجمہ نہج البلاغت سے درج ذیل کرتے ہیں جو اس
کے صفحہ ۲۲۰ میں ہے۔

خطبۂ امیر علیہ السلام اپنے شیعوں کی مذمت میں

"جو امر گزر گیا اور جو فعل مقدر اور مشخص کر دیا ہے میں اس پر خدا کی حمد کرتا
ہوں اور اس امر پر بھی اس کی تحمید و تقدیس کرتا ہوں کہ مجھے آپ کے ساتھ مبتلا کیا ہے
میرے حکم کی اطاعت نہ کرنے والے اور دعوت کو قبول نہ کرنے والے گروہ! اگر تمہیں مدت یا
دشمن سے مہلت دی جاتی ہے تو تم لہو و لعب اور بیہودہ باتوں میں مشغول ہو جاتے ہو اور تمہیں
ساتھ لے کر دشمن سے جنگ کی جاتی ہے تو مقابلے میں ضعیف و سست ہو جاتے
ہو تو پھر اگر لوگ اپنے امام کے پاس جمع ہوں تو تم میں تفرقہ پڑ جاتا ہے۔ اگر کسی مشقت
و محنت کی طرف بلانے والی آواز کو قبول بھی کرتے ہو تو پھر بہت جلد کی رجعت قہقری کرتے
ہو۔ تمہارے دشمن کے لیے کوئی مربی باقی نہ رہے۔ دو باتیں جو تمہارے ذمے واجب
اس میں نصرت حاصل کرنے کے لیے جس چیز کا تم انتظار کر رہے ہو وہ تمہاری موت یا ذلت
ہے۔ تم جہاد اور نصرت میں سستی اور کاہلی سے کام لے رہے ہو اس کا انجام موت اور ذلت ہے۔ قسم خدا
کی اگر میرا روز موعود (موت) آ جائے اور بیشک وہ ضرور آئے گا تو وہ ایسی حالت میں میرے
اور تمہارے درمیان تفرقہ اندازی کرے گا کہ میں تمہاری مصاحبت کے لیے دشمن ہوں گا اور
تمہارے سبب سے کسی قسم کی قوت و شوکت مجھے حاصل نہ ہوگی۔ تم میری زندگی تک
مجھ سے برگشتہ رہو گے۔ مجھے دشمن سمجھو گے اور تمہارے سبب سے میں صاحب شوکت
نہ ہوں گا۔ خدا کے بندو کیا دین میں اتنی بندش کی قوت نہیں کہ تمہیں ایک جگہ جمع کر دے
امثال و اقران کو بھی۔ کیا کہ حمیت و غیرت نہیں آتی۔ جو تمہیں دشمن کے لیے تیار
طرز کر سکے۔ کیا یہ مقام نصیحت نہیں کہ معاویہ نہایت ہی سفیہ ستمگاروں کو بلاتا ہے
اور وہ بغیر کسی قسم کے احسان و انعام و بخشش کے اس کی متابعت کرتے ہیں۔ اور میں تمہیں
انعام اور احسان کے شکر طول کی طرف بلا رہا ہوں۔ حالانکہ تم اہل اسلام کے ضعف سے
معقول انسانوں کی ذرہ ہو۔ مگر پھر بھی مجھ سے متفرق ہوتے ہو اور ہر بار مجھ سے تفرقہ
کیے جاتے ہو۔ میرا کوئی حکم تمہارے لیے ایسا صادر نہیں ہوا جو موجب خوشنودی ہو

ورنہ اس پر رضامند ہو جاؤ۔ نہ کوئی ایسی چیز جو باعث غفلت ہو اور تم اس پر اجماع کر لو۔
میرا کوئی مدد نہیں خواہ تمہیں پسند ہو یا ناپسند مگر اس سے لمحہ انحراف کرو گے اور
یاد رکھو کہ بہترین شے جس کی ملاقات کا مجھے اشتیاق ہے میرے نزدیک موت ہے
کیونکہ میں اس کے سبب سے تمہاری بے جا مخالفتوں سے نجات پا کر بہشت بریں کی
سیر کروں گا۔ میں نے تمہیں کتاب خدا کا سبق دیا۔ تمہاری تعلیم میں حجت و برہان کے ساتھ
ابتدا کی۔ تمہیں اس چیز کو پہچنوا دیا جس کا تم انکار کرتے تھے جس سے تم جاہل تھے۔ میں
نے تمہیں وہ چیز (شراب معرفت دینیہ پلا دی) جسے تم اپنے لبوں سے دور رکھتے تھے جو
تمہیں ناگوار خاطر تھی۔"

(نہج البلاغۃ مطبوعہ طہران صفحہ ۲۴۳)

اس خطبہ اور اسی قسم دیگر خطبات سے پتہ چلتا ہے کہ جناب امیر علیہ السلام اپنے وقت
کے شیعوں سے کس قدر نالاں تھے کہ ان کی مصاحبت پر موت کو ترجیح دیتے تھے۔ وہ
ان کا کوئی حکم نہ مانتے تھے اور ہر ایک کام میں نافرمانی کرتے تھے۔ ان کے وعظ و تذکیر کی
ان کے دلوں پر مطلق تاثیر نہ ہوتی تھی ورنہ اللہ کے کرم ہی سے ان کے سنگین دل موم
ہوتے تھے۔

شیعہ کا امام حسنؓ سے سلوک

جو سلوک شیعہ حضرات نے امام حسنؓ سے کیا اس کا ذکر جلاء العیون جلد ۱
صفحہ ۲۷۲ میں امام ممدوح کی زبانی یوں ہے۔

"یہ لوگ دعوے کرتے ہیں کہ ہم شیعہ ہیں اور میرا ارادہ قتل کیا۔ میرا مال لوٹ
لیا۔ بخدا سوگند اگر میں معاویہ سے عہد لوں اور اپنا خون حفظ کروں اور اپنے اہل و عیال
میں ایمن ہو جاؤں۔ اس سے بہتر ہے کہ یہ لوگ مجھے قتل کریں۔

اسی کتاب کے صفحہ ۲۷۶ میں ایک شیعہ کی گستاخی کا حال یوں درج ہے۔

"شیخ کشی نے بسند معتبر امام محمد باقرؒ سے روایت کی ہے کہ ایک روز امام حسنؑ

اپنے گھر کے دروازہ پر بیٹھے تھے۔ ناگاہ ایک سوار آیا کہ اسے سفیان بن لیلے کہتے تھے۔ اس نے کہا السلام علیکم اے ذلیل کنندۂ مومناں!"

اسی کتاب کے صفحہ ۲۶۹ میں لکھا ہے کہ آنجناب نے معاویہ سے صلح کا ارادہ کیا تو شیعوں نے جراغ پا ہو کر حرکت کی پس سب اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا (معاذ اللہ یہ شخص مثل پدر کافر ہو گیا ہے)۔ یہ کہہ کر حملہ کیا اور سامان امام حسنؓ لوٹ لیا۔ یہاں تک کہ جائے نماز حضرت کے پاؤں کے نیچے سے کھینچ لی اور ردا دوش مبارک سے اتار لی۔" یہ تو حضرت امام حسینؓ کے بڑے بھائی سے دعویداران حب حسینؓ کا سلوک ہے۔

امام حسینؓ سے سلوک

خود فخر الشہداء جناب امام حسینؓ سے تو شیعوں نے دغا داری کی حد کر دی صاحب جلاء العیون جلد ۲ میں یوں رقمطراز ہے۔

"پس بیس ہزار مرد عراقی نے امام حسینؓ سے بیعت کی، اور جنہوں نے بیعت کی تھی خود انہوں نے شمشیر امام حسینؓ پر کھینچی اور ہنوز بیعت امام حسینؓ گردن کی گردن میں تھی کہ امام حسینؓ کو شہید کیا۔"

اس سے پہلے ہم اخبار ماتم کے حوالوں سے ثابت کر چکے ہیں کہ شیعہ صاحبان نے ہی نہایت بیدردی و بے رحمی سے حضرت امام حسینؓ کو دشت کربلا میں بھوکا پیاسا مع بال بچوں کے شہید کیا۔ مستورات کو بے ستر کیا۔ سر امام حسینؓ کو نیزہ پر چڑھا کر یزید کے پاس لے گئے اور وہاں ماتم حسینؓ برپا کر دیا۔ شیعہ کی تمثیل بھی شریک ماتم ہوئی۔ یزید عنید کے خاص حکم پر اور ہندہ زوجہ یزید کے اہتمام سے یزید کے گھر میں تین دن ماتم ہوتا رہا۔

یہ ہیں ماتمیوں کے کرتوت۔ خدا بچائے۔ اگر خدانخواستہ آج کوئی مخالف سر امام پر حملہ کر دے اور بلند زردہ بنا کر ماتمیوں کے سامنے رکھ دے تو یہ محبان حسینؓ جو حرمت جادلوں کے ماتمی ہیں۔ بیت اللہ کعبہ پاک برگزیدہ دینے سے کبھی دریغ نہ کریں

جب اس وقت یہ حالت تھی کہ ائمہ عظام کی مقدس صورتیں ان کے سامنے تھیں۔ اور موثر پر درد الفاظ میں ان کو وعظ سنائے جاتے تھے اور ان کے پتھر دل میں ذرہ تاثیر نہ ہوتی تھی (جیسے کہ خطبات جناب امیرؑ لکھے جا چکے ہیں) تو اب سینکڑوں سال کے بعد ان حضرات نے کیا حمیت اسلام دکھائی ہے۔

بعد کے شیعہ

یہ تو زمانہ خیر القرون کے شیعوں کا حال ہے۔ بعد کے شیعوں کی نسبت کتاب اصول کافی ص ۳۶۹ میں لکھا ہے۔ وَكَانَتِ الشِّيعَةُ قَبْلَ أَنْ يَكُونَ أَبُو جَعْفَرٍ وَهُمْ لَا يَعْرِفُونَ مَنَاسِكَ حَجِّهِمْ وَحَلَالَهُمْ وَحَرَامَهُمْ (حضرت امام باقرؒ سے پہلے شیعوں کی یہ حالت تھی کہ وہ احکام حج سے نابلد تھے اور حلال و حرام کی انہیں کوئی تمیز نہ تھی امام باقرؒ نے انہیں یہ احکام بتلائے اور حلال و حرام کا فرق بیان کیا) اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام باقرؒ سے پہلے کے شیعہ کفر جاہلیت کی طرح احکام حج سے نابلد اور حلال و حرام کی تمیز بھی نہ رکھتے تھے۔ بھلا جن کو حلال و حرام کی تمیز ہی نہ ہو وہ ضروری احکام کیا جان سکتا ہے۔

شیعہ کی تعداد حضرت صادقؓ کے وقت

اب شیعیت کی ترقی کا زمانہ لیجئے۔ شیعوں کے نزدیک ان کے مذہب کی ترویج حضرت امام جعفرؒ کے وقت میں ہوئی۔ بلکہ شیعہ صاحبان اس مذہب کو منسوب بھی امام موصوف کی طرف کرتے ہیں لیکن آپ نے جو اپنے وقت کے شیعوں کی حالت بیان کی ہے وہ سخت ردی تھی۔

اصول کافی ص ۴۹۶ میں ہے۔

عَنْ ابْنِ رِئَابٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ عليه السلام يَقُولُ لِأَبِي بَصِيرٍ أَمَا وَاللهِ لَوْ أَنِّي أَجِدُ مِنْكُمْ ثَلَاثَةَ مُؤْمِنِينَ يَكْتُمُونَ حَدِيثِي مَا اسْتَحْلَلْتُ أَنْ أَكْتُمَهُمْ حَدِيثًا۔

(ابن رئاب کہتا ہے کہ امام صادقؒ ابو بصیر سے فرمانے لگے۔ اگر میں تم میں سے تین مومن بھی ایسے دیکھوں جو میری حدیث کو مخفی رکھ سکیں تو میں کبھی یہ روا نہ رکھوں کہ میں ان سے اپنی حدیث چھپا رکھوں)

کی سواری بھی ہوتی ہے میں اتر کر خچر پر سوار ہو گیا۔ آپ گدھے پر سوار ہو گئے۔ ہم چل دیئے نماز کا وقت ہو گیا۔ امام نے فرمایا اب سے اترو نماز پڑھیں۔ پھر کہنے لگے یہ شور زمین ہے یہاں نماز نہیں ہو سکتی۔ پھر ہم ایک سرخ مٹی کی زمین میں گئے۔ آپ نے ایک لڑکے کو دیکھا جو بھیڑیں چرا رہا تھا۔ امام جعفر فرمانے لگے اگر میرے ان بھیڑوں جتنے بھی شیعہ ہوں تو بیٹھ نہ رہوں اور جنگ کے لئے نکلوں پھر ہم نے اتر کر نماز پڑھی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے ان بھیڑوں کو شمار کیا تو ان کی تعداد سترہ نکلی اب آپ غور کریں کہ جہاں شیعہ کی تعداد لاکھوں لاکھ بلکہ نصف دنیا بھی جا سکتی تھی وہاں خالص مخلص شیعہ سترہ نہ نکلے۔ اور زمانہ بھی صاحب مذہب امام جعفر صادق کا تھا۔ اب آجکل کے شیعوں کی حالت کا کیا ٹھکانہ یہ سب ڈرامہ بازی، تعزیہ، متعلقہ کفر جو شیعوں کا محرم میں رونق افزا مجلس ماتم برپا کرتے ہیں۔ یہ سب چاولوں کے شیعہ ہیں۔ اگر منتظمین مجلس عزا ایک سال چاول پکانے بند کر دیں تو دیکھیں کتنے شیعہ ان مجلسوں کی طرف آتے ہیں۔

امام مہدی کے نہ ظاہر ہونے کا سبب

چونکہ کتب شیعہ میں صراحت ہے کہ امام غائب علیہ السلام اس وقت تشریف لائیں گے جب ان کے مخلص شیعوں کی تعداد تین سو تیرہ تک پہنچ جائے گی تو ان کے محافظ ہوں گے ورنہ امام علیہ السلام ان کو غائب نہ کریں گے۔ باوجودیکہ مدعیان شیعیت کی تعداد اس وقت کروڑوں نہیں بلکہ اربوں تک پہنچی ہوئی ہے۔ مگر حقیقت یہی ہے کہ سب بناوٹی اور چاولوں کے شیعہ ہیں اگر سچے شیعہ ہوتے تو کب کے امام منتظر تشریف لے آتے۔

امام کے ظہور کا وقت ہے

چونکہ اس وقت شیعوں پر سنیوں کا اعتراض وارد ہے کہ ان کا قرآن جمع کردہ علی رضی اللہ عنہ نظر نہیں آیا۔ اس کے متعلق ان پر حجت یہ ہو رہی ہے کہ شیعہ کہیں سے وہ قرآن پیدا کریں۔ ورنہ ان کی کوئی سند نہیں۔ جیسے ان کے ہاتھ میں کتب آسمانی نہیں شیعہ بجائے سنت کے سنیت میں کوئی جواب بن نہیں سکا۔ شیعوں کا عقیدہ ہے کہ وہ قرآن صاحب الامر حضرت امام مہدی کے پاس موجود ہے

امامیہ کے رد میں ایک مبسوط کتاب لکھی تھی اور وہ کتاب مختلف مجالس میں سنا کر شیعوں کو جلاتا تھا
اور اس خوف سے کہ کوئی شیعہ اس کی تردید نہ کر دے کسی شیعہ عالم کے ہاتھ میں وہ کتاب نہ دیتا تھا۔
شیخ حلی ہمیشہ اس کوشش میں رہتے تھے کہ وہ کتاب ہاتھ آئے تاکہ اس کی تردید کی جائے۔ ایک روز
استادی شاگردی کا وسیلہ پیش کر کے کتاب عاریۃً دینے کی استدعا کی۔ استاد نے کہا صرف ایک رات
کے لئے دے سکتا ہوں۔ شیخ نے اسکو بھی غنیمت سمجھا اور کتاب لے لی اور اپنے گھر میں لے گئے تاکہ کچھ نہ کچھ رات
میں نقل کر لیں۔ جب لکھنے لگے تو نیند نے غلبہ کیا اور سو گئے۔ جناب مہدی علیہ السلام نمودار ہوئے اور
شیخ کو فرمانے لگے کہ کتاب مجھے دیدو اور تم سو رہو۔ جب شیخ نیند سے جاگے تو دیکھا کہ کتاب ساری
لکھی ہوئی موجود ہے۔ حالانکہ وہ کتاب ایک سال سے کم عرصہ میں نہ لکھی جا سکتی تھی۔ یہ حکایت ندرۃ میں ہے
میں نے سہولت ناظرین کے لئے اس کا ترجمہ بجنسہ اردو میں لکھ دیا ہے جو چاہے اصل کتاب دیکھ لے۔

اس قسم کی حکایات عجیب و غریب سینکڑوں گھڑی گئی ہیں کہ شیعوں کا مسلمات پر اعتقاد جما رہے کہ
فی الواقع امام مہدی علیہ السلام اس وقت موجود ہیں اور کبھی کبھی خاص لوگوں کو ان کی زیارت ہو جایا کرتی ہے
میں کہتا ہوں اگر یہ باتیں درست ہیں تو اس وقت شیعیان علی کیوں کوشش نہیں کرتے کہ مل کر
شب بیداری کریں اور مناجاتیں کر کے امام کی زیارت سے مستفید ہوں اور منت و خوشامد
سے عرض و معروض کریں کہ حضرت جی اس وقت بڑی آزادی کا وقت ہے آپ ظہور فرمائیں تو کوئی
شخص آپ کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا اور لاکھوں کی تعداد میں لٹھ بند شیعہ جو گتکا باز بھی ہیں
آپ کی مدد میں موجود ہوں گے۔ تشریف لا کر شیعیت کی اشاعت فرمائیں اور اگر آپ خود
تشریف نہیں لا سکتے تو قرآن تو ہمیں مرحمت فرمائیں کہ ہم مخالفین کو دکھا کر سرخروئی حاصل کر سکیں
اور مخالفین کے قرآن کے رہین منت نہ رہیں۔ شیعوں کے قبلہ و کعبہ سرکار شریعت مدار اپنی
روحانی کشش سے حضرت امام کو بلا لیں۔ لکھنؤ کے بڑے بڑے مجتہدین شیعہ کوئی حیلہ کریں اور
نہیں تو ایران کے بڑے بڑے مجتہد و شیخ مشائخ شیعہ ہی جدوجہد کریں۔ اگر ایسا نہیں کر سکتے اور
ہرگز نہیں ہو سکتا تو روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے گا کہ اس وقت ان ہزاروں لاکھوں اثنا عشری شیعوں
میں سے مخلص عملی شیعہ ایک بھی نہیں۔

شیعو کوشش کرو کہ اپنے سے یہ دھبہ دور کرو ورنہ ان عقائد شیعہ سے رجوع

ضد چھوڑ دو، آخر مرنا ہے اور خدا کے ہاں جواب دینا ہے۔ بزرگان دین کی سب و شتم سے باز
آجاؤ، بھی قرآن کے کامل و مکمل ہونے کے قائل ہو جاؤ۔ طریق اہل سنت اختیار کرکے مسلمین
کے سواد اعظم میں مل جاؤ تاکہ نجات حاصل ہو۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ

ہمارا کام کہہ دینا تھا یارو
جو تم مانو یا نہ مانو

کتاب بہت طویل ہو گئی ہے اب ختم کرتا ہوں اور صدق دل سے درگاہ ایزدی میں
میں دعا کرتا ہوں کہ میری یہ ناچیز تحریر کو قبول عامہ کا شرف عطا ہو اور قیامت میں مغفرت کا
وسیلہ ہو۔ آمین ثم آمین۔

یہ کتاب ان ناپاک تبروں کی مدافعت میں ایک زبردست حربہ ثابت ہو اور مسلمان
بھائی اس کو پڑھ کر فائدہ اٹھائیں۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِأُسْتَاذِيَّ وَلِجَمِيْعِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ آمِيْن
بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْن

راقم خاکسار
ابو الفضل محمد کرم الدین عفی عنہ دبیر
متوطن بھیں، تحصیل چکوال ضلع جہلم پنجاب
(مغربی پاکستان) ۲۸ اگست ۱۹۲۶ء

ہیں بلکہ اس کے رجوع اور توبہ کے احتمال پر ہے۔

مکتوب نمبر ۸۰

تہتر فرقوں میں سے ہر ایک فرقہ شریعت کی تابعداری کا مدعی ہے اور نجات کا دعویٰ
کرتا ہے لیکن وہ دلیل جو پیغمبر صادق علیہ السلام کے ان متعدد فرقوں میں سے یک فرقہ ناجیہ
کی تمیز کے لئے بیان فرمائی ہے۔ یہ ہے:۔

اَلَّذِیْنَ ھُمْ عَلٰی مَآ اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ۔ یعنی فرقہ ناجیہ وہ لوگ ہیں جو اس طریق پر ہیں
جس پر میں اور میرے اصحاب ہیں۔

اصحاب کا ذکر صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کافی ہونے کے باوجود اس مقام
میں اسی واسطے ہو سکتا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ میرا طریقہ بعینہٖ اصحاب کا طریق ہے۔ اور نجات کا
راستہ صرف ان کے طریق سے وابستہ ہے جس طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ
اَطَاعَ اللّٰہَ۔ پس رسول کی اطاعت عین حق کی اطاعت ہے اور ان کی مخالفت عین حق تعالیٰ کی
نافرمانی ہے۔

جن لوگوں نے خدا تعالیٰ کی اطاعت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے
خلاف تصور کیا ہے۔ حق تعالیٰ نے ان کے حال کی خبر دی ہے اور ان پر کفر کا حکم لگا دیا ہے
حق تعالیٰ فرماتا ہے۔

یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَیَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَکْفُرُ بِبَعْضٍ وَّ
یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِکَ سَبِیْلًا۔ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ حَقًّا۔ وہ ارادہ
کرتے ہیں اللہ اور اس کے درمیان فرق ڈالیں۔ اور کہتے ہیں کہ بعض کے ساتھ تو ہم ایمان لاتے ہیں اور
بعض سے ہم انکار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اس کے درمیان راستہ اختیار کریں یہی لوگ سچے کافر ہیں۔

پس مذکورہ بالا صورت میں اصحاب کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے طریق و تابعداری
سے برخلاف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کا دعویٰ کرنا باطل اور جھوٹا ہے۔ بلکہ حقیقت
میں وہ اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عین نافرمانی ہے پس اس مخالف طریق میں نجات کی

کیا ہو اور وَتَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ عَلَىٰ شَيْءٍ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْكَاذِبُونَ اور گمان کرتے
ہیں یہ کہ وہ کسی چیز پر ہیں خبردار تحقیق وہی جھوٹے ہیں۔ ان کے حال کے موافق ہے اور اس میں
شک نہیں۔ وہ فرقہ جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کو لازم پکڑا ہے اہل سنت
والجماعت ہی ہیں۔ خدائے تعالیٰ ان کی سعی کو مشکور فرمائے۔ پس یہی لوگ فرقہ ناجیہ ہیں کیونکہ
پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب کو طعن لگانے والے ان کی اتباع سے محروم ہیں جیسے کہ شیعہ
خارجیہ اور معتزلہ جو مذہب نیا رکھتے ہیں ان کا رئیس واصل بن عطاء ہے جو حسن بصری کے شاگردوں
میں تھا جو ایمان اور کفر کے درمیان واسطہ ثابت کرنے کے باعث امام سے جدا ہو گیا اور
امام صاحب نے اس کے حق میں فرمایا: اِعْتَزَلَ عَنَّا یعنی ہم سے جدا ہو گیا۔ اسی طرح باقی
فرقوں کو خیال کر لو۔ مَا آمَنَ بِرَسُولِ اللهِ مَنْ لَمْ يُوَقِّرْ أَصْحَابَهُ۔ جس نے اصحاب کی
تعظیم نہیں کی وہ رسول اللہ پر ایمان نہیں لایا کیونکہ ان کا حسد ان کے صاحب کے حسد تک پہنچا
دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بڑے اعتقاد سے بچائے۔ اور نیز جو قرآن و حدیث ہم تک
پہنچے ہیں وہ انہیں کی نقل کے وسیلے سے ہیں۔ جب یہ مطعون ہوں گے تو ان کی نقل بھی
مطعون ہو گی کیونکہ یہ نقل بعض نہیں ہے کہ بعض کے سوا بعض کے ساتھ مخصوص ہو بلکہ سب
کے سب عدل اور صدق اور تبلیغ میں برابر ہے۔ پس ان میں سے کسی کا طعن دین
سے طعن کو مستلزم ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے بچائے۔ اگر طعنہ دینے والے یہ کہیں کہ ہم بھی
اصحاب کی متابعت کرتے ہیں۔ یہ لازم نہیں کہ ہم سب اصحاب کے تابع ہوں بلکہ ان کے
راؤں کے متضاد ہونے اور مذہبوں کے اختلاف کے باعث سب کی تابعداری ممکن
نہیں تو اس کا جواب ہم دیتے ہیں کہ بعض کی متابعت اس وقت فائدہ مند ہو سکتی ہے جبکہ
بعض کا انکار ان کے ساتھ شامل نہ ہو ورنہ بعض کا انکار کرنے سے بعض کی متابعت
ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ حضرت امیرؓ نے خلفائے ثلاثہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عزت و
توقیر کی ہے اور ان کو اقتداء کے لائق جان کر ان سے بیعت کی ہے۔ پس خلفائے
ثلاثہ رضوان اللہ علیہم کا انکار کرنا اور جناب امیر کی متابعت کا دعویٰ کرنا محض تہمت ہے
بلکہ یہ انکار درحقیقت حضرت امیرؓ کا انکار ہے اور ... کے اقوال راشدہ کا تردید

ہے اور تقیہ کے احتمال کو حضرت اسد اللہ کے حق میں دخل دینا بڑی بے وقوفی ہے
عقلِ صحیح ہرگز اس کو جائز نہیں سمجھتی کہ حضرت اسد اللہ باوجود کمال معرفت و شجاعت
کے خلفائے ثلاثہ کے بغض کو تیس سال تک پوشیدہ رکھیں اور ان کے برخلاف کچھ ظاہر
نہ کریں ورنہ نفاق صحبت ان کے ساتھ رکھیں حالانکہ کسی ادنیٰ مسلمان سے بھی ایسا
نفاق متصور نہیں ہو سکتا اس فعل کی حقیقت کو معلوم کرنا چاہیے کہ حضرت امیر کے حق
میں تقیہ جائز بھی سمجھا جائے تو وہ تعظیم و توقیر جو حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم خلفائے ثلاثہ کی کرتے
تھے اور ابتدا سے انتہا تک ان کو بزرگ جانتے رہے ہیں اس کا کیا جواب دیں گے اور
تقیہ کی گنجائش نہیں حق امر کی تبلیغ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام پر واجب ہے اور ان تقیہ کو رخنہ
دینا از حد فرض تک پہنچا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوۡلُ بَلِّغۡ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡكَ مِنۡ رَّبِّكَ ؕ وَ اِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلۡ فَمَا بَلَّغۡتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ
یَعۡصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ۔ اے میرے رسولؐ جو کچھ تجھ پر تیرے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے سب کو
پہنچا دے۔ اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو رسالت کا حق ادا نہیں کیا اور اللہ تجھے لوگوں سے بچائے گا۔

پس اگر آپ تقیہ کرتے تو صرف اسی وحی کو جو اس کے موافق ہو ظاہر کر دیتے اور جو اس کے
مخالف ہو اس کو ظاہر نہیں کرتا اور اس کو پوشیدہ رکھتے۔ اور یہ بات ہے کہ نبی کو خیانت ہرگز
جائز نہیں ورنہ اس کی شرافت میں خلل پیدا ہو جاتا ہے۔ پس جب خلفائے ثلاثہ کی تعظیم و توقیر
کے خلاف آنحضرتؐ سے ظاہر نہیں ہوا تو معلوم ہوا کہ ان کی تعظیم حق اور زوال سے محفوظ تھی۔

اب ہم اصل بات کو بیان کرتے ہیں اور ان کے اعتراض کا جواب نہایت صاف طور پر لکھتے
ہیں کہ تمام صحابہؓ کی متابعت دین کے اصول کے متعلق لازم ہے اور وہ ہرگز اختلاف نہیں رکھتے
اگر اختلاف ہے تو فروع میں ہے اور جو ان میں سے بعض کو طعن کرتا ہے وہ سب کی متابعت سے
محروم ہے۔ ہر چند ان کا کلمہ متفق ہے۔ مگر دین کے بزرگواروں کے انکار کی بدبختی خذلان
میں ڈال دیتی ہے اور اتفاق سے باہر نکال دیتی ہے بلکہ قائل کو انکار اس کے قول سے کفر تک
پہنچا دیتا ہے۔ اور نیز شریعت کے پہنچانے والے سب اصحابؓ ہی ہیں جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے کیونکہ
سب کے سب اصحاب عادل تھے ہر ایک نے کچھ نہ کچھ شریعت ہم تک پہنچائی ہے اور ایسے

تو قرآن مجید ہر ایک سے کچھ نہ کچھ رہ گیا ہے پس بعض کا انکار منکر کے واسطے ثابت ہوا تب پھر کس طرح نجات اور رضا کی امید ہے۔

خدا تعالیٰ فرماتا ہے: اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْکِتٰبِ وَتَکْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَآءُ مَنْ یَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْیٌ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَیَوْمَ الْقِیٰمَةِ یُرَدُّوْنَ اِلٰۤى اَشَدِّ الْعَذَابِ (کیا تم بعض کتاب پر ایمان لاتے ہو اور بعض کا انکار کرتے ہو پس جو شخص تم میں سے یہ کرتے ہیں ان کی جزا اس کے سوا اور کیا ہے۔ دنیا میں خوار و ذلیل ہوں اور آخرت میں سخت عذاب کی طرف کھینچے جائیں۔) ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ قرآن حضرت عثمان رضہ کا جمع کیا ہوا ہے مگر درحقیقت جامع القرآن حضرت ابوبکر صدیق رضہ اور حضرت عمر فاروق رضہ ہیں اور حضرت عثمان کا جمع قرآن کے سوا ہے پس معلوم ہوا کہ ان بزرگوں کا انکار درحقیقت قرآن کا انکار ہے (نعوذ باللہ)

ایک شخص نے شیعہ کے کسی مجتہد سے سوال کیا کہ قرآن حضرت عثمان رضہ کا جمع کیا ہوا ہے۔ آپ کا اس کے حق میں کیا عقیدہ ہے۔ اس نے کہا۔ میں اس کے انکار میں مصلحت نہیں دیکھتا کہ اس کے انکار سے تمام دین اور مذہب برہم ہو جاتا ہے۔ دیگر یہ کہ کوئی آدمی ہرگز انکار نہیں کر سکتا کہ آنحضرتؐ کے اصحاب رضہ حضور کی رحلت کے دن ۳۳ ہزار اصحاب حاضر تھے جنہوں نے رضا و رغبت سے حضرت صدیق رضہ کی بیعت کی اور تمام صحابہؓ کا گمراہی پر اجتماع ہو جانا محال ہے حالانکہ حضورؐ نے فرمایا ہے: لَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِیْ عَلَی الضَّلَالَةِ

فتویٰ تکفیر روافض

(از دربار گولڑہ شریف)

روافض کے کفر کا فتویٰ جب درگاہ غوث اعظم حضرت پیران پیر شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ العزیز سے صادر ہو چکا ہے۔ جیسا کہ غنیۃ الطالبین ص [illegible] میں بروایت حضرت انس رضی اللہ عنہ ایک حدیث منقول ہے سَیَجِیْئُ فِیْ آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ یَّنْتَقِصُوْنَ اَصْحَابِیْ فَلَا تُجَالِسُوْهُمْ وَلَا تُشَارِبُوْهُمْ وَلَا تُؤَاکِلُوْهُمْ وَلَا تُنَاکِحُوْهُمْ وَلَا تُصَلُّوْا عَلَیْهِمْ وَلَا تُصَلُّوْا مَعَهُمْ۔ (آخر زمانہ میں ایک قوم ہوگی جو میرے اصحاب کی تنقیص شان کریں گے

پس تم ان کی مجلس میں نہ بیٹھو۔ نہ ان سے مل کر پیو نہ کھاؤ۔ نہ ان سے رشتہ بندی کرو نہ
ان کے جنازہ کی نماز پڑھو نہ ان سے مل کر نماز پڑھو۔

اسلئے غوث وقت حضرت قبلہ عالم خواجہ پیر مہر علی شاہ صاحب سجادہ نشین گولڑہ
شریف سے بھی یہی توقع ہوسکتی تھی کہ اپنے جد امجد کی طرح روافض کی تکفیر کا فتویٰ صادر فرمائیں لیکن
رافضی لوگ لوگوں کو غلط فہمی میں ڈالتے اور کہا کرتے ہیں کہ جناب پیر صاحب ممدوح شیعہ کو اچھا
سمجھتے ہیں اور ان کو کفر کا حکم نہیں دیتے۔

خاکسار نے ایک خاص عریضہ کے ذریعہ پیر صاحب سے اس بارے میں استفسار کیا
جس کے جواب میں جناب ممدوح کے حکم سے ایک عزیز و معتقد خاص حضور کی [illegible]
مولوی شیر محمد خان صاحب لاہوری نے ایک فتویٰ کی نقل بھیجی ہے جو دربارہ تکفیر [illegible]
گولڑہ شریف سے صادر ہو چکا ہے۔ وھو ہذا:۔

السوال

(۱) قاذف سیدۃ النساء حضرت عائشہ
الصدیقۃ العلیا (۲) منکر صحابیت خلیفۃ الحق و
الصواب حضرت ابوبکر الصدیق رضی و عمر رضی بن
الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہما (۳) منکر بنات
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سوائے
فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا (۴) محرف و منکر
قرآن مجید ساب الشیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما
(۵) باز دارندہ مردم از دین اسلام کافر
است یا نہ۔ ارتباط نکاح و استنکاح داشتن
و طریق الفت و محبت بوئے پیمودن و آمد۔
و رشد و راعرض خاں کردن۔ شمولیت در
شادیہائے و در غم [illegible] [illegible] بت

ترجمہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی کو تہمت
کرنے والا۔ حضرت ابوبکر و عمر رضی کو صحابیٔ
رسول نہ سمجھنے والا رسول پاک کی دوسری
بیٹیوں کو سوائے فاطمۃ الزہرا کے نہ ماننے
والا قرآن موجودہ کا منکر اور اس کو محرف
کہنے والا لوگوں کو دین حق (طریق اہل سنت
والجماعت) سے ہٹانے والا کافر ہے یا نہ
ایسے شخص سے رشتہ داری نکاح کرنا ان
سے دوستی اور پیار کا تعلق ایسے شخص
کے عرسوں میں شمولیت شادی و غمی میں
ان سے شرکت ان سے مل کر کھانا اور
پینا بلکہ دوستی بھائی بندی جائز ہے۔

ملے تمہ پر ید مستخلصانہ مولوی شیر محمد [illegible] [illegible] کے پاس موجود ہے [illegible]

بطریق موٴاخات وصداقت چہ حکم دارد ہر کس
با چنیں شخص طرح صداقت ومحبت اندازد بیاد
موٴاخات ومصادقت جائز یا نہ از بیان شافی
اطمینان قلب فرمائند۔ والسلام

الجواب

شخصے یا فرقہ کہ اوصافش در
سوال مذکور شدہ خارج از دائرہ اسلام
است با چنیں شخص یا فرقہ ضالہ باقتضائے
الحب للہ والبغض للہ اختلاط وارتباط ممنوعاً
است سابِّ شیخین عند الجمہور کافر است و
محرف ومنکر کلام مجید از دائرہ اسلام خارج
قاذف ام المومنین رضی اللہ عنہا نیز منکر
قرآن مجید است وباقی کذلک موٴاخات و
مصادقت۔ چنیں اشخاص ممنوع است۔

حررہ غلام محمد خطیب جامع مسجد
(ریجم قبیلہ مسلم زئی گولڑہ شریف)

نہ، اور جو شخص ایسے شخص سے محبت
و پیار کرے اس سے برتاؤ اور سلوک
جائز ہے یا نہ؟
جواب شافی دے کر پوری تسلی فرمائیں۔

ترجمہ

جس شخص یا فرقہ میں یہ اوصاف ہوں جو
سوال میں مذکور ہیں وہ دائرہ اسلام سے
خارج ہے ایسے شخص یا گمراہ فرقہ سے
حسب اقتضائے اَلحُبُّ لِلّٰہِ وَالبُغضُ لِلّٰہ
خلط ملط اور راہ و رسم رکھنا منع ہے شیخین کو
برا کہنے والا جمہور المسلمین کے نزدیک کافر ہے
اور قرآن کریم کا منکر اور تحریف کنندہ بھی مسلمانی
سے خارج ہے۔ باقی امور کا بھی یہی جواب
ہے۔ ایسے اشخاص سے برتاؤ کرنا اور
اتحاد رکھنا بالکل ممنوع ہے۔

حضرت امام جعفر صادق کا فتویٰ

اصول کافی ص [illegible] میں ہے۔ عَنْ اَبِی عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ لَا تَصْحَبُوْا
اَھْلَ الْبِدْعَۃِ وَلَا تُجَالِسُوْھُمْ فَتَصِیْرُوْا عِنْدَ النَّاسِ کَوَاحِدٍ مِّنْھُمْ۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ
اَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِہٖ وَقَرِیْنِہٖ۔ امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ فرمایا بدعتی لوگوں کی
صحبت نہ کرو نہ ان کے ساتھ مل کر بیٹھو ورنہ ۔۔۔ لوگوں میں تم انہیں جیسے ہو جاؤ گے رسول پاک

سے فرمایا ہے۔ آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے۔

جناب امام نے اس حدیث میں اہل بدعت سے پرہیز کرنے اور ان سے دوستی پیدا کرنے ان سے مل کر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔ روافض جن کی صحبت ترک تبرا وظیفہ، تبرا کی صورت شیوہ، اور بزرگان دین کو برا بھلا کہنا پیشہ ہے اہل بدعت ہیں۔ بس حسب فتویٰ حضرت امام ان سے مسلمانوں کو بائیکاٹ کر دینا چاہیے۔ ورنہ بحکم حدیث مذکور ان جیسے سمجھے جائیں گے۔

دوسری حدیث: اصول کافی ص۶۶۶ میں ہے۔ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالَ مَنْ قَعَدَ عِنْدَ سَبَّابٍ لِاَوْلِیَآءِ اللّٰهِ فَقَدْ عَصَی اللّٰهَ (جو شخص ایسے لوگوں سے پاس نشست برخاست کرے، جو خدا کے دوستوں کو سب کیا کریں وہ خدا کا سخت نافرمان ہے)۔ اس حدیث میں امام ممدوح ایسے شخص کے پاس بیٹھنے سے منع فرماتے ہیں اور ظاہر ہے کہ روافض نہ صرف سب خلفاء ثلاثہ ہی کرتے ہیں بلکہ سب اہلبیت سے بھی دریغ نہیں کرتے حتی کہ جناب زید علیہ الرضوان کی سب کرنے کو بوقت ضرورت جائز سمجھتے ہیں اسے ان سے پرہیز کرنے کا امام صادق رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے۔ تحقیق بالا سے ثابت ہو گیا کہ روافض کی تکفیر قرآن و حدیث اور اقوال ائمہ اہل بیت اور فتویٰ علماء ظاہر و باطن کی رو سے ثابت ہے ان سے کسی قسم کا تعلق رکھنا خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی میں داخل ہے۔ ان سے ہر قسم کا قطع تعلق کرنا ان سے مل کر کھانے پینے، نشست و برخاست رکھنے، رشتے ناطے کرنے، ان سے محبت و راہ و رسم رکھنے، ان کے جنازوں میں شامل ہونے، ان سے مل کر نماز پڑھنے و دیگر تعلقات قائم کرنے کی سخت ممانعت ہے۔ مسلمانوں کو اس پر عمل پیرا ہو کر اپنے دین و ایمان کو بچانا چاہیے۔ زمانہ پر فتن ہے۔ نجات اسی صورت میں ہے کہ سواد اعظم مسلمانوں کے بڑے گروہ کی جماعت سے علیحدگی نہ ہو۔ ورنہ دین و ایمان کی خیر نہیں ہے۔ وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَعِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِیْنَ ۝

خاکسار: محمد کرم الدین عفی عنہ، متوطن بھیں تحصیل چکوال ضلع جہلم

صفر سنہ ۱۳۴۴ھ ستمبر سنہ ۱۹۲۵ء

قرآن کا معجزہ

(کوئی شیعہ حافظ نہیں ہو سکتا)

قرآن کریم کا دعویٰ ہے کہ لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ (اس کو ناپاک مس بھی نہیں کر سکتے) یہی وجہ ہے کہ جن لوگوں کے سینوں میں جامعین قرآن (خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم) کا بغض بھرا ہوا ہے ان میں خدا کی پاک کتاب کا نقش جم نہیں سکتا۔ قرآن پاک کا یہ معجزہ مانا ہوا ہے کہ شیعہ میں کوئی حافظ قرآن نہیں ہو سکتا۔ بار بار اہل سنت کی طرف سے اعلان ہو چکا ہے اور متعدد اشتہار بھی شائع ہو چکے ہیں کہ شیعہ میں سے کوئی مرد میدان ایسا نکلے جو اہل سنت کے دعوے کو باطل کر سکے لیکن کبھی کسی شیعہ کو اس کی جرأت نہیں ہو سکی ہاں تو گھر بیٹھ کر عوام میں شیعہ صاحبان یہ ڈینگ مار دیا کرتے ہیں کہ ہمارے ہاں بہت سے حافظ موجود ہیں لیکن شیعہ مشن کے واحد آرگن رسالہ اصلاح نمبر ۶ جلد ۲۹ (ماہ جمادی الآخر ۱۳۴۴ھ صفحہ ۳۲-۳۳) میں ایک مضمون بعنوان "شیعہ حفاظ قرآن" شائع ہوا ہے جس نے ڈھول کا پول ظاہر کر دیا ہے۔ اس مضمون میں بڑی چوٹی کا زور لگا کر شیعی دنیا کی مردم شماری پر سرسری نظر کرتے ہوئے تین اشخاص کا نام لکھا گیا ہے جن کی نسبت حافظ قرآن ہونے کا دعویٰ کیا گیا ہے۔ وہ نام یہ ہیں:-

(۱) حافظ مولوی فیاض حسین میرٹھی (۲) حافظ میر کاظم ساکن نگینہ ضلع بجنور (۳) حافظ مولوی کفایت حسین پشاوری۔ یہ بات مسلّم ہے کہ طول و عرض ہند و پنجاب میں لاکھوں کی تعداد میں شیعہ آباد ہیں ان میں اگر بفرض محال تین شخص حافظ ہوں بھی تو بحکم النادر کالمعدوم اہل سنت کے دعویٰ کی تردید نہیں ہو سکتی۔ بفضل خدا اہل سنت والجماعت میں لاکھوں کی تعداد سے حافظ قرآن اس وقت موجود ہیں۔ پھر شیعہ کے لئے ڈوب مرنے کا مقام ہے۔ ان کا رسالہ اصلاح بہت مبالغہ کے ساتھ صرف تین کی تعداد دکھا سکا ہے۔ لیکن یہ بھی اصلاح کے ایڈیٹر صاحب کا تقیہ و جھوٹ ہے کیونکہ ان تینوں میں سے آخری نام کفایت حسین کو ہم خوب جانتے ہیں۔ جو کسی کے

جلسے میں اس کو چیلنج دیا گیا تھا کہ میدان میں نکل کر اہلسنت والجماعت کے مقابلے میں ایک پارہ قرآن مجید سنا دے۔ لیکن کفایت حسین کو ہرگز اس کی جرأت نہ ہوئی۔ اور وہ راتوں رات وہاں سے بھاگ گیا۔ پھر چک بیلی خان تحصیل گوجر خان ضلع راولپنڈی میں بھی یہی شخص شیعوں نے علماء اہلسنت سے مناظرہ کے لئے بلایا۔ لیکن کھڑے ہو کر آیت کا ایک آدھ ہی ٹکڑا پڑھا وہ بھی غلط۔ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتَابٍ مُّبِيْنٍ کو لا رطب ولا یابس غلط پڑھا ٹوکنے پر ایسا شرمندہ ہوا کہ فوراً منبر سے اتر کر بھاگ گیا۔

ایک دلچسپ نظم

پڑھو صلوٰۃ سب مومن رسول اللہ آتے ہیں — ہزاروں رحمتیں اور سینکڑوں برکات لاتے ہیں

ابوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ حیدرؓ بھی ہیں اور دل میں — اور ان کے ساتھ سب اصحابؓ بھی تشریف لاتے ہیں

حسینؓ ابن علیؓ کی تیغ براں کو ذرا دیکھو — کہ ایک ضرب میں ہو کافر کے سرتن سے اڑاتے ہیں

شمر کافر کو سب حسب و نسب اپنا بتلاتے ہیں — اور اس مردود کو نار جہنم سے ڈراتے ہیں

وہ بتلاتا ہے کہ سب سچ ہے مگر میں کیا کروں حضرت — حکومت سے مجھے ملتے یہی پیغام آتے ہیں

امام پاک اگر منظور کر لیں میری بیعت کو — بہت کچھ دنیوی اعزاز ہم ان کو دلاتے ہیں

وگرنہ قتل کر دو کچھ کہ ان سے سخت خطرہ ہے — حکومت کو کوئی دم میں تہ و بالا کراتے ہیں

کہا حضرت نے حاضر ہوں شہادت کے لئے لیکن — نوافل مجھ کو پڑھنے دو جو آخر کو آتے ہیں

نمازی ہو کے حاضر ہوں میں دربار رسالت میں — کہ نانا ہی مجھے دربار میں اپنے بلاتے ہیں

سبق بتلا گئے یہی حضرت اپنے محبوں کو — کہ میرے دوست دنیا سے نمازی ہو کے جاتے ہیں

محبت کا جو شیعہ دعویٰ کرتے ہیں یہ جھوٹا ہے — نماز پنجگانہ سے جو کترا کے جاتے ہیں۔

عموماً شیعہ ہیں محروم جمعہ اور جماعت سے — ہم سنیوں کو پھر وہ فاسق کیسے کہتے ہیں

سعادت یہ ملی درگاہ حق سے اہلسنت کو — جو جمعہ اور جماعت میں بھی حاضر ہو ہی جاتے ہیں

نماز پنجگانہ سے کبھی غافل نہیں ہوتے — فرض اور نوافل کو شعار اپنا بناتے ہیں

بکثرت اہل سنت تو نمازی پکے ہوتے ہیں — دلیل اس واسطے روزانہ یہ مسجد کو جاتے ہیں

مگر حضرات شیعہ بھنگ والے میں رگڑتے ہیں
نشے میں دھت ہو کے پھر بدمست بیٹھے بڑبڑاتے ہیں

تبرّا اور لعنت رات دن ان کا وظیفہ ہے
نمازوں کی بجائے کار ثواب اس کو بتاتے ہیں

برا کہتے ہیں ازواج نبیؐ اور صحابہؓ کو
ٹھکانا اپنا درکات جہنّم میں بناتے ہیں

بحمد اللہ اہلسنّت حافظ قرآن ہوتے ہیں
ہر اک رمضان میں جا کر مساجد میں سناتے ہیں

مگر چھینی گئی یہ نعمت عظمیٰ روافض سے
کہ اس نعمت سے وہ ہرگز کبھی بہرہ نہ پاتے ہیں

ہزاروں مرتبہ یہ ہو چکی ہے آزمائش بھی
یہ بیچارے ہر اک میدان میں ذلت اٹھاتے ہیں

اگر شیعہ کوئی حافظ ہے تو میدان میں آئے
نقود پنجصد انعام ہم اس کو دلاتے ہیں

قیامت تک رہے گا معجزہ قائم یہ قرآن کا
دبیر اس معجزہ کو پھر روافض کیوں چھپاتے ہیں

تقریظ کتاب

(از جناب مولوی محمد حبیب شاہ صاحب رئیس [illegible] ضلع [illegible])

وہی اسلام دنیا جس نے غفلت سے جگا دی ہے
رسم بت کی عالم سے اٹھا دی ہے

وہی دین خلیل اللہ رکھی جس کی حمایت نے
بلندی جس کی خود عرش معلّی سے ملا دی ہے

سلاطین نے اٹھایا سر مگر خود مٹ گئے آخر
خدا نے صداقت جلد عالم سے منا دی ہے

مسلماں نام رکھ کر ابن صبا نے دام پھیلایا
روایتیں وضع کر کے اس کی جڑ بن سے ہلا دی ہے

منافق نے بہ صد حیلہ عجب جب مسلماں کو
نفاق باہمی کی آگ گھر گھر میں لگا دی ہے

بنایا رفض نے آزرمد سے بھی جاہل تر
بد نے شان تم ہی نبی کی تباہ کر دی ہے

علی کا حق چھپایا ڈر کے ہمیشہ سنی سے
پیغمبر نے حق تبلیغ پھر کیسے ادا کی ہے

کیا انکار قرآن سے مسلمانی کا دعویٰ ہے
روافض نے تو دیوار مسلمان گرا دی ہے

لقب دے کر نہیں خوف بنایا شاہ حیدرؓ کو
شجاعت فتح خیبر کی خنجر سے چھپا دی ہے

نبی کی بیبیاں ہیں امہات المؤمنین یارو
برا کہتے ہیں ان کو کیسے شیطان نے دغا دی ہے

کریں مرد و زن جب کہ غسل جنابت — فرشتے ہوں ستّر جو بوند اک پڑی ہے
قیامت تلک کرتے تسبیح ہیں وہ — ثواب اہل متعہ کو ملتا سبھی ہے
نہ کچھ فرق متعہ میں ہے اور زنا میں — زنا کو ہی متعہ سے تعبیر دی ہے
گواہ کی ضرورت نہ خطبے کی حاجت — فقط منھی بھر غلہ ہی مکتفی ہے
کرے مرد ستّر سے اک دن میں متعہ — مجاز اس کی بے شک زن رنڈی ہے
اسی قسم کے سینکڑوں ہیں مسائل — رسالہ میں تفصیل جن کی کمی ہے
غرض یہ کتاب ایسی جامع چھپی ہے — کہ رفض اور بدعت کی بستی لٹی ہے
پڑی شیعی دنیا میں ہلچل ہے اس سے — روافض کے ہاں صف ماتم بچھی ہے
مصنف جو اک فاضل بے بدل ہیں — فضیلت کی مخلوق قائل سبھی ہے
وہ ہیں شیر اسلام اک مرد غازی — کہ سن نام دشمن کی جاں کانپتی ہے
ہے شیعی، وہابی کی جرأت بھلا کیا — یہاں قادیانی کی جاں پر بنی ہے
جو میدان میں میرزا جی تھے ہارے — قرامت کی ہستی ہی کیا رہ گئی ہے
ثناء اللہ دربار ہارے ہیں ایسے — کہ پھر سامنے آنے سے توبہ کی ہے
جو احمد علی لندیاں میں تھا ہارا — تو لاہور میں کانپتا دیرک ہے
غرض ہر مخالف پہ دہشت ہے ایسی — کہ سنتے ہی نام ان کو آتی غشی ہے
رہیں یا الٰہی سلامت ہمیشہ — یہ اسلامیوں کی دعا ہر گھڑی ہے
مبارک نیا تحفہ ہو سنیوں کو! — یہ اک شمس یا بدر یا مشتری ہے
کہوں اس کو گوہر کہ لعل بدخشاں — نہ تعریف ہو سکتی اس کی کبھی ہے
درم چند دے کر خرید و یہ موتی — کہ بس فائدے کی یہ سوداگری ہے
تدبر کیا سال تصنیف میں جب — ندا فیض نے غیب سے یوں سنی ہے

لکھو بے سر اک مصرع یہ سالم
کہ شیعہ کے گھر صف ماتم بچھی ہے
۱۳۴۴ھ

طلوع آفتاب ہدایت

کسی کو نہیں اب گلہ و شکایت   طلوع جب ہوا آفتاب ہدایت

(از چوہدری نکا اللہ صاحب بسمل ایم اے۔ ایل ایل بی۔ ایڈوکیٹ رچکوال)

الحمد گمرہوں پہ کھلا نورِ حق کا باب   یعنی ہوا طلوع ہدایت کا آفتاب

بدعت کے جنگلوں میں تھے بطالِ راہ گم   چھایا تعصب کا حق پہ تھا تاریک تر سحاب

آنکھیں گروہِ کفر کی چندھیا کے رہ گئیں   چھنتا سحاب سے کہیں دیکھا جو ماہتاب

ملت سے رٹ چکی حق و باطل میں تھی تمیز   ان کے لئے تھے ایک صدف اور دُرِ ناب

تھی کس قدر تنک آغوشیِ چشمِ تنگ   تھا اک طلسم ہوش ربا آئینہ تاب

حق سے عزائم اصل میں جس کا عزا تھا نام   دھوکا تھی کی محبتِ آلِ ابوتراب

سازش تھی دشمنانِ رسولِ انام کی   اسلام کی بہار میں مٹی کریں خراب

شیرِ خدا کے عشق و محبت کو چن لیا   جس جام پر سرور سے تھے مست شیخ و شاب

سوچا نہ کچھ بھی شیفتگانِ حسینؑ نے   اعدائے دیں کے ہو لئے مستی میں ہمرکاب

تعمیر اپنے خون سے شبیرؑ نے جو کی   دینے لگے وہ اس ہی عمارت کی نیو آب

اس پر غضب کہ سمجھے یہی ہے رہِ رشد   تاکید جس پہ چلنے کی تھے کر گئے جناب

پر جسے تبرا سے کوئی کرائے بھی تھے کبھی   لب پر حسینؑ شکوۂ صدیقؓ یا خطابؓ

عثمانؓ کب نہ تھے انہیں مثلِ علیؓ عزیز   کب حرمِ عائشہؓ سے ان کا عتاب

کب تھا عقیدہ ابنِ علیؑ کا کہو کہ تھے   انما نزلت کے وہ تھے معنی سے بہرہ یاب

کب مرتبہ میں شیرِ خدا کو کہا کہ ہے   ہم پایۂ حبیبِ خداوندِ ذوالعقاب

وہ فاطمہؓ کی آنکھ کے تارے رہے مدام   سرور از شرابِ ثنا خوانیِ اصحاب

میٹھی چھری تھی شیعہ و سنی کا تفرقہ   اعدائے دیں کا جس نے جگر کر دیا کباب

افسوس عاشقانِ علیؑ بے خبر رہے   مستور اصل میں تھی قبا ہی بسِ حجاب

عاشق تھے کور، کور دماغوں نے کر دیا   رسمِ عزا سے کر رہے ہیں دیدۂ پُرآب

وہ گم خدامِ زلفِ امامت میں ہو گئے   [illegible] سے آتے نکل تھی یہ کس کی

تقریظ (طبع ششم)

از قلم فاضل محقق حضرت علامہ مولانا محمد سرفراز خان صفدر مصنف گلدستۂ توحید

تبرید النواظر، راہ سنت، مقام ابی حنیفہ، طائفہ منصورہ وغیرہ

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

اما بعد: تمام ادیان اور مذاہب میں جو مقام اور شان دین اسلام کو حاصل ہے اور کسی دین کو حاصل نہیں ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کا آخری اور مکمل دین سراسر رحمت خداوندی ہے۔ یہ دین حق حضرت خاتم النبیین محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت مرحومہ کو دیتے وقت یہ فرمایا تھا کہ میں تمہیں دو چیزیں دے کر جا رہا ہوں۔ جب تک تم ان کو مضبوطی سے پکڑو گے کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ ایک کتاب اللہ اور دوسری سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ دین کی ان اصولی اور بنیادی چیزوں کی حفاظت سب سے پہلے جن حضرات نے کی ہے وہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہیں۔ اگر خدانخواستہ وہی کافر و منافق مرتد و بے ایمان ثابت ہوں معاذ اللہ، تو پھر قرآن کریم کیا معتبر ہے؟ اور حدیث پر کیا اعتماد؟ پھر کیا معلوم ان میں کچھ رد و بدل اور حک و اضافہ نہ کر دیا ہو گا؟ الحمد للہ کہ اہل سنت والجماعت قرآن و حدیث اور ان کے اولین محافظین کو ان کے اپنے مقام پر رکھتے اور سمجھتے ہیں جن میں ازواج مطہرات اور اہل بیت سبھی حضرات شامل ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کلہم۔ مگر شیعہ اور اہل رفض اس کے خلاف کچھ کہتے ہیں۔ کتاب پیش نظر "آفتاب ہدایت" جو مناظر اسلام حضرت مولانا ابو الفضل محمد کرم الدین صاحب دبیر مرحوم کی تصنیف ہے اپنے انوکھے طرز بیان، بہترین استدلال، مسکت و منصفانہ جوابات اور عمدہ تشریح کی وجہ سے اپنے باب میں اردو زبان کے اندر لاجواب کتاب ہے۔ تمام اہل سنت حضرات کے لیے بالعموم اور علماء کرام اور طلباء علوم کے لیے بالخصوص یہ بہت ہی مفید اور کارآمد ہے اور

اس کی نشر و اشاعت خالص دینی خدمت ہے۔ اس کا مفید اور معلومات افزا مقدمہ مؤلف مرحوم کے فرزند ارجمند ہمارے مخلص بزرگ اور شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ کے قلم حق گو کا تحریر کردہ ہے جس میں بہت سے مخفی گوشے اجاگر کر کے پیش کیے گئے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو مؤلف مرحوم اور ان کے لائق فرزند اور متوسلین حضرت کے لیے زاد آخرت اور عام مسلمانوں کے لیے تازگی ایمان کا ذریعہ بنائے۔ آمین ثم آمین!

وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ اجمعین!

۹ رجب ۱۳۹۱ھ، ۱۸ دسمبر ۱۹۷۱ء — احقر ابو الزاہد محمد سرفراز خطیب جامع گکھڑ
یوم الاثنین بعد از نماز ظہر — و مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم متصل گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

خُدّامِ اہلسنّت کی دُعا

از حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب بانی تحریک خدام اہلسنّت پاکستان

خدایا اہل سنّت کو جہاں میں کامرانی دے
خلوص و صبر و ہمت اور دیں کی حکمرانی دے

ترے قرآں کی عظمت سے پھر سینوں کو گرمائیں
رسول اللہ کی سُنّت کا ہر سو نور پھیلائیں

وہ منوائیں نبیؐ کے چار یاروں کی صداقت کو
ابوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و حیدرؓ کی خلافت کو

صحابہؓ اور اہل بیتؓ سب کی شان سمجھائیں
وہ ازواجؓ نبی پاک کی ہر شان منوائیں

حسنؓ کی اور حسینؓ کی پیروی بھی کر عطا ہم کو
تو اپنے اولیاءؒ کی بھی محبت دے خدا ہم کو

صحابہؓ نے کیا تھا پرچم اسلام کو بالا
انہوں نے کر دیا تھا روم و ایراں کو تہ و بالا

تری نصرت سے ہم پھر پرچم اسلام لہرائیں
کسی میدان میں بھی دشمنوں سے ہم نہ گھبرائیں

ترے کُن کے اشارے سے ہو پاکستان کو حاصل
عروج و فتح و شوکت اور دیں کا غلبہ کامل

ہو آئینی تحفظ ملک میں ختم نبوت کو
مٹا دیں ہم تیری نصرت سے انگریزی نبوت کو

تو سب خدام کو توفیق دے اپنی عبادت کی
رسولِ پاکؐ کی عظمت محبت اور اطاعت کی

ہماری زندگی تیری رضا میں صرف ہو جائے
تری رہ میں ہر اک سُنّی مسلماں وقف ہو جائے

تری توفیق سے ہم اہل سنّت کے ہیں خادم
ہمیشہ دینِ حق پر تیری رحمت سے رہیں قائم

نہیں مایوس تیری رحمتوں سے مظہرِ ناداں
تری نصرت ہو دنیا میں قیامت میں تری رضواں

خلافتِ راشدہ　　　　یا اللہ مدد　　　　حق چار یار

مسئلہ خلافت و امامت پر محققانہ اور لاجواب کتاب

مطرقۃ الکرامۃ

علی

مرآۃ الامامۃ

تصنیف لطیف

شیخ المشائخ رئیس المحدثین سراج المناظرین، زبدۃ الفقہاء

حضرت مولانا ابو ابراہیم خلیل احمد محدث سہارنپوری ثم المدنی رحمۃ اللہ علیہ

مصنف بذل المجہود شرح سنن ابی داؤد (عربی)

مقدمہ از قلم الحاج حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہم چکوال

مرکزی امیر تحریک خدام اہل سنت پاکستان

جو تقریباً ایک صدی کے بعد پہلی مرتبہ زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر منظرِ عام پر آئی ہے

قیمت ۱۸/۰۰ روپے

ملنے کے پتے

(۱) سُنّی دار الاشاعت جامع مسجد زاہدین کریم آباد وحدت روڈ۔ لاہور۔

(۲) نعمانی کتب خانہ حق سٹریٹ۔ اردو بازار لاہور۔

(۳) مکتبہ عثمانیہ، مدرسہ حنفیہ اشرف العلوم، ہرنولی ضلع میانوالی۔